إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ

وفات النبی

صلی اللہ علیہ وسلم

از

ابو شہریار

۲۰۱۷ طبع الاول

۲۰۱۸ طبع دوم مع تحقیق مزید

۲۰۱۹ طبع سوم مع تحقیق مزید

۲۰۲۰ طبع چہارم مع تحقیق مزید

www.islamic-belief.net

فہرست

پیش لفظ

مبحث الاول : واقعات و کلام

مرض وفات النبی

واقعہ قرطاس

دوا پلانے والا واقعہ

یہودن کے زہر کی وجہ سے وفات النبی ہوئی ؟

اسامہ بن زید کی سربراہی میں لشکر کی تیاری کا حکم

ایک واقعہ کی تفصیل میں اختلاف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب وصیتیں

یہود کو عرب سے نکال دینا؟

مشرکین کو عرب سے نکالنے کی وصیت کی ؟

علی کی امامت کی وصیت کی؟

علی نے آخری عہد کیا

علی کو خاص وصیت کی

صفیہ رضی اللہ عنہا سے آخری کلام کیا

سابقوں الاولوں کے پوتوں کے حوالے سے وصیت

نماز کی وصیت کی ؟

اہل حدیث کی عزت کرنا

وفات اور آخری احکام و کلام

مبحث الثانی : وفات پر اجماع صحابہ

ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تقریر اور اجماع صحابہ

فرقوں کا اجماع صحابہ کا رد کرنا

نماز جنازہ؟

غسل ،کفن ، تدفین اور چادر کا ڈالا جانا

کیا انبیاء وہاں دفن ہوتے ہیں جہاں وفات ہوتی ہے ؟

اہل تشیع میں سے بعض کی رائے

تین چاند والی روایت

قبر نبوی میں چادر کا رکھا جانا

عائشہ رضی اللہ عنہا کا ماتم کرنا اور قرآن کی آیات کا بکری کا کھا جانا

وفات کے بعد تبرکات سے نفع لینا

مبحث الثالث: حیات الانبیاء فی القبر کا مسئلہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مطہر جنت کا باغ ہے ؟
قبر و منبر کے درمیان – معلول اسناد
قبری کے لفظ پر متضاد آراء
امام بخاری کا اہتمام : صرف بیت و منبر والی روایات کی تصحیح کی
امام مسلم کا اہتمام : صرف بیتی والی روایت کی تصحیح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کا قبر میں واپس آنا
حیات النبی پر علماء کے متضاد اقوال
البانی
الذھبی
المناوي
وہابی عالم ابی بطین
ابن حجر
مفتی بن باز
ابن تیمیہ
حنبلی عالم ابن مفلح
منصور بن یونس البھوتی الحنبلی
وہابی عالم مصطفی بن سعد الرحیبانی الحنبلي
ابن قدامۃ المقدسي
الصاوي
ابو یحیی نور پوری
دیوبندی عالم سرفراز خان صفدر

غلام مصطفی ظہیر
محمد الیاس گھمن
منظور نعمانی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کا عمل پیش ہونے کا عقیدہ
انبیاء کے اجسام کا باقی رہنے کا عقیدہ
امام بخاری کا موقف
امام ابن ابی حاتم کا موقف
البانی
امام البزاز المتوفی ۲۹۲ ھ کا موقف
دارقطنی کا موقف
ابن رجب کا موقف
ابن قیم کا موقف
سعودی دائمی کمیٹی کا فتویٰ
محب اللہ شاہ راشدی کا موقف
اسماعیل سلفی کا موقف
خواجہ محمد قاسم
زبیر علی زئی کا موقف
دانیال کا جسد
یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں
سلیمان علیہ السلام کا جسم
وکیع کا قصہ

غیر انبیاء کے اجسام کی بقاء کا ذکر
فَنَبِيُّ اللّٰہِ حَيٌّ يُرْزَقُ
موسیٰ علیہ السلام کے لئے قبر میں نماز پڑھتے رہنے کا عقیدہ
تمام انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبروں میں نماز پڑھنا
انبیاء کا بعد وفات حج کرنا اور بیداری میں ملاقات کرنا
خواب والی احادیث کے مفہوم میں وسعت
جلال الدین سیوطی
الآلوسي
عیسیٰ علیہ السلام کی قبر نبی پر آمد اور شریعت کی تعلیم حاصل کرنا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج مطہرات پیش ہونے کا عقیدہ
عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ اور پردہ کرنا
پہلی شرح
دوسری شرح
اس روایت پر حکم
روایت کے مسلکی دفاع کا ایک اور انداز
واقعہ حرہ میں قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان کی آواز آنا
دیو بندیوں کی لفاظیاں اور تاویلات باطلہ
قاسم نانوتوی کا فلسفہ
حیات برزخی کی ایجاد
اہل حدیث اور سلفیوں کے مضطرب عقائد
علماء کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مطہر کا عرش عظیم سے تقابل کرنا

مبحث الرابع: قبر نبوی پر تعمیرات کا شرعی پہلو

اے اللہ میری قبر کو بت نہ بننے دیجئے گا
حجرہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو مزار کہنے کا رواج
قبور انبیاء پر مسجدوں کی تعمیر
ولید بن عبد الملک بن مروان کی تعمیرات
عمر رضی اللہ عنہ کی مسجد النبی کی تعمیر
الولید بن عبد الملک کی مسجد النبی کی تعمیر
نور الدین زنگی کا خواب
گنبد کی تعمیر، اس کا مقصد، اس پر اختلاف امت
اللہ کا انتباہ آنا اور گنبد کا جلنا
گنبد کو باقی رکھنے کا جواز
زیارت قبور پر روایات
قبر نبوی کے حوالے سے غلط عقائد و اعمال
أنبیاء کي قبور کو چھونا
انبیاء کی قبور کی زیارت کرتے وقت کیا عقیدہ رکھا جائے؟
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر سے اذان دینا
زیارت قبر النبی پر آداب
بعد حج زیارت قبر النبی کے دلائل

خاتمہ

قال الله تعالی وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ

اِور جو اللہ کی راہ میں قتل ہوں ان کو مردہ مت کہو بلکہ یہ زندہ ہیں تم کو شعور نہیں ہے

قال الله تعالی وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ

اِور محمد کچھ نہیں مگر ایک رسول ان سے پہلے بھی رسول گزرے ہیں تو اگر یہ مر جائیں یا قتل ہوں تو کیا تم اپنی ایڑھییوں پر پلٹ جاؤ گے ؟ تو اس سے تم اللہ کو کوئی نقصان نہ دو گے اور اللہ شکر گزاروں کو جزا دے گا

قال ابو بکر رضی اللہ عنہ : أَلا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لاَ يَمُوتُ

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا : خبر دار تم سے جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو (اب) محمد کی موت ہو چکی اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ زندہ ہے اس کو موت نہیں

قال فاطمة رضي الله عنها: يَا أَبَتَاهُ أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ يَا أَبَتَاهْ مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ

ہائے ابا جان! آپ اپنے رب کے بلاوے پر چلے گئے ہائے ابا جان! آپ جنت الفردوس میں اپنے مقام پر چلے گئے

واقعہ قرطاس

مرض وفات کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ صحیح بخاری کے مطابق جمعرات کے دن یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چار دن پہلے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شدت مرض میں حکم دیا

قَالَ النَّبِى (صلى الله عليه وسلم) : (هَلُمَّ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لا تَضِلُّوا بَعْدَهُ) ، فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّ النَّبِى عليه السلام قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ، وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ، حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ، فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ

جاؤ میں کچھ تمھارے لئے تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو۔ پس عمر نے کہا کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا غلبہ ہو رہا ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے ،کتاب اللہ ہمارے لئے کافی ہے ، پس اہل بیت کا اس پر اختلاف ہو گیا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شور ہوا کہ جاو قلم و تختی لے آؤ بعض نے کہا نہیں اس پر آوازیں بلند ہوئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو اٹھ جانے کا حکم دیا

صحیح مسلم ، دار إحياء التراث العربي – بيروت کی تعلیق میں محمد فؤاد عبد الباقی لکھتے ہیں

(فقال ائتوني أكتب لكم كتابا) اعلم أن النبي صلى الله عليه وسلم معصوم من الكذب ومن تغير شيء من الأحكام الشرعية في حال صحته وحال مرضه ومعصوم من ترك بيان ما أمر ببيانه وتبليغ ما أوجب الله عليه تبليغه وليس معصوما من الأمراض والأسقام العارضة للأجسام ونحوها مما لا نقص فيه لمنزلته ولا فساد لما تمهد من شريعته وقد سحر النبي صلى الله عليه وسلم حتى صار يخيل إليه أنه فعل الشيء ولم يكن فعله ولم يصدر منه صلى الله عليه وسلم في هذا الحال كلام في الأحكام مخالف لما سبق من الأحكام التي قررها فإذا علمت ما ذكرناه فقد اختلف العلماء في الكتاب الذي هم النبي صلى الله عليه وسلم به فقيل أراد أن ينص على الخلافة في إنسان معين لئلا يقع فيه نزاع وفتن وقيل أراد كتابا يبين فيه مهمات الأحكام ملخصة ليرتفع النزاع فيها ويحصل الاتفاق على المنصوص عليه وكان النبي صلى الله عليه وسلم هم بالكتاب حين ظهر له أنه مصلحة أو أوحي إليه بذلك ثم ظهر

أن المصلحة تركه أو أوحي إليه بذلك ونسخ ذلك الأمر الأول وأما كلام عمر رضي الله عنه فقد اتفق العلماء المتكلمون في شرح الحديث على أنه من دلائل فقه عمر وفضائله ودقيق نظره لأنه خشي أن يكتب صلى الله عليه وسلم أمورا ربما عجزوا عنها واستحقوا العقوبة عليها لأنها منصوصة لا مجال للاجتهاد فيها فقال عمر حسبنا كتاب الله لقوله تعالى {ما فرطنا في الكتاب من شيء} وقوله {اليوم أكملت لكم دينكم} فعلم أن الله تعالى أكمل دينه فأمن الضلال على الأمة وأراد الترفيه على رسول الله صلى الله عليه وسلم فكان عمر أفقه من ابن عباس وموافقيه.

پس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا) یہ کہنا کہ کچھ تحریر لکھ دوں. جان لو کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم من الکذب ہیں اور اس سے معصوم ہیں کہ شریعت کے احکام میں تبدیلی کریں حالت صحت اور مرض دونوں میں اور اس سے بھی معصوم ہیں کہ وہ تبلیغ جس کا کیا جانا واجب ہے اس کو نہ کیا ہو .

لیکن وہ امراض و اسقام ، عارضہ اجسام اور اسی نو کی چیزوں سے معصوم نہیں جس سے نبی کے درجے اور منزلت میں کوئی تنقیص نہیں آتی اور نہ کوئی فساد شریعت ہوتا ہے اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہوا حتی کہ انہیں خیال ہوا کہ انہوں نے کوئی کام کیا ہے لیکن نہیں کیا ہوتا تھا اور اس حال میں نبی سے کوئی ایسا حکم بھی نہیں صادر ہوا جو پہلے سے الگ ہو پس جو ہم نے کہا اگر تم نے جان لیا تو پس (سمجھو) علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ وہ کیا تحریر تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم لکھوانا چاہتے تھے. کہا جاتا ہے کہ کسی انسان کو خلافت پر مقرر کرنا چاہتے تھے تاکہ نزآع یا فتنہ رونما نہ ہو اور کہا جاتا ہے کہ تحریر لکھوانا چاہتے تھے جس میں اہم احکام کی وضاحت کریں جو نزآع بڑھا سکتے ہوں اور ان پر اتفاق حاصل کرنا چاہتے تھے ... اور جہاں تک عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا تعلق ہے تو اس پر متکلم علماء کا اتفاق ہے ،اس حدیث کی شرح میں کہ یہ عمر کی دقیق النظری اور فضیلت کی دلیل ہے کہ وہ ڈرے ہوئے تھے کہ کہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا حکم نہ لکھوا دیں جس کو کر نہ سکیں ...

روایت کے الفاظ قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَع (بے شک ان پر بیماری کی شدت ہے) کی شرح کی جاتی ہے

شرح صحیح البخاری میں ابن بطال المتوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں

فقنع عمر بهذا، وأراد الترفيه عن النبى (صلى الله عليه وسلم) ، لاشتداد مرضه وغلبة الوجع عليه

پس عمر نے اس (کتاب اللہ) پر قناعت کی ان کا ارادہ نبي کو خوش کرنے کا تھا، کیونکہ نبي پر مرض کی شدت اور بیماری غالب آ رہی ہے

ایک دوسری روایت میں ہے :

فقالوا ما شأنه ؟ أهجر

پس صحابہ نے کہا ان کی کیا کیفیت ہے کیا انکو **هجر** ہوا؟

أهجر کی شروحات میں مختلف مفہوم ہیں

ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ ھ کتاب آلتوضیح لشرح الجامع الصحیح میں لکھتے ہیں:

أهجر سلف بيانه، وهو سؤال ممن حضر في البيت، هل هو هذيان؟ يقال: هجر العليل: إذا هذى، ويحتمل أن يكون من قائله على وجه الإنكار، كأنه قال: أتظنونه هجر؟ وقيل: إن عمر قال: غلبه الوجع، فيجوز أن يكون قال للذي ارتفعت أصواتهم على جهة الزجر، كقول القائل: نزل فلان الوجع فلا تؤذوه بالصوت

إہجر ... یہ سوال تھا انکا جو گھر میں اس وقت موجود تھے کیا یہ ہذیان ہے کہا ہجر العلیل (بیمار کو ہجر) جب وہ ہذیان کہے اور احتمال ہے کہ کہنے والا اس کیفیت کا انکاری ہو جسے کہے کیا سمجھتے ہو کہ یہ ہذیان ہے ؟ اور کہا جاتا ہے عمر نے کہا ان پر بیماری کی شدت ہے پس جائز ہے کہ انہوں نے شور کرنے والوں کو ڈاٹنے کے لئے ایسا کہا ہو جیسے کوئی قائل کہے ان پر بیماری آئی ہے پس اپنی آوازوں سے ان کو اذیت نہ دو

القسطلانی (المتوفی: 923ہـ) کتاب إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری میں لکھتے ہیں:

وقال النووي: وإن صح بدون الهمزة فهو لما أصابه الحيرة والدهشة لعظيم ما شاهده من هذه الحالة الدالة على وفاته وعظم المصيبة أجرى الهجر مجرى شدة الوجع. قال الكرماني: فهو مجاز لأن الهذيان الذي للمريض مستلزم لشدة وجعه فأطلق الملزوم وأراد اللازم، وللمستملي والحموي: أهجر بهمزة الاستفهام الإنكاري أي أهذى إنكارًا على من قال: لا تكتبوا أي لا تجعلوه كأمر من هذى في كلامه أو على من ظنه بالنبي -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- في ذلك الوقت لشدة المرض عليه.

اور النووی کہتے ہیں اور اگر یہ لفظ ہمزۃ (استفھامیہ) کے بغیر ہے (یعنی اس وقت کسی نے یہ سوال نہیں

کیا بلکہ انہوں نے ایسا کہا) تو پس جو انہوں نے یہ کیفیت دیکھی تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات جانا اور بڑی دہشت کے عالم میں ان سے یہ الفاظ ادا ہوئے کہ بیماری کی شدت ہے . کرمانی کہتے ہیں یہ مجاز ہے کیونکہ ہذیان اس مریض کے لئے ہے جس پر بیماری کی شدت ہو

کتاب النهاية في غريب الحديث والأثر از ابن الأثير (المتوفى: 606هـ) **میں ہے**

وَمِنْهُ حَدِيثِ مرضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «قَالُوا: مَا شأنُه؟ أهَجَرَ؟» أَيِ اخْتَلَف كلامُه بسَبَبِ المرضِ، عَلَى سَبِيلِ الِاسْتِفْهَامِ. أَيْ هَلْ تَغيَّر كلامُه واخْتَلَط لِأَجْلِ مَا بِهِ مِنَ الْمَرَضِ؟ وَهَذَا أحْسَنُ مَا يُقَالُ فِيهِ، وَلَا يُجْعل إِخْبَارًا، فَيَكُونُ إمَّا مِنَ الفُحْش أَوِ الهَذَيان. وَالْقَائِلُ كانَ عُمَرَ، وَلَا يُظَنُّ بِهِ ذَلِكَ

اور حدیث مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے «قَالُوا: مَا شأنُه؟ أهَجَرَ؟» یعنی ان کا اختلاف ہوا مرض کے سبب کلام پر اور سبیل استفہام انہوں نے کہا کہ کیا ان کا کلام متغیر ہوا اور مرض کی وجہ سے اختلاط ہوا ؟ اور یہ اچھا ہے جو کہا گیا اور اس کو انہوں نے خبر نہیں کیا ہے کہ یہ فحش یا ہذیان ہو اور کہنے والے عمر ہیں لیکن یہ ان کا گمان نہیں ہے

ھجر کی شرح امام احمد ، مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۸ ح ۱۹۳۵میں کرتے ہیں

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ، خَالِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، يَقُولُ [ص:409]: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَوْمُ الْخَمِيسِ، وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ؟، ثُمَّ بَكَى حَتَّى بَلَّ دَمْعُهُ - وَقَالَ مَرَّةً: دُمُوعُهُ - الْحَصَى، قُلْنَا: يَا أَبَا الْعَبَّاسِ: وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ؟ قَالَ: اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ، فَقَالَ: «ائْتُونِي أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا، فَتَنَازَعُوا وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ» **فَقَالُوا: مَا شَأْنُهُ أَهَجَرَ** - **قَالَ سُفْيَانُ: يَعْنِي هَذَى** - اسْتَفْهِمُوهُ، فَذَهَبُوا يُعِيدُونَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: «دَعُونِي فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ» ، وَأَمَرَ بِثَلَاثٍ - وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً:

أَوْصَى بِثَلَاثٍ – قَالَ: «أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ» وَسَكَتَ سَعِيدٌ عَنِ الثَّالِثَةِ، فَلَا أَدْرِي أَسَكَتَ عَنْهَا عَمْدًا – وَقَالَ مَرَّةً: أَوْ نَسِيَهَا – وقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً: وَإِمَّا أَنْ يَكُونَ تَرَكَهَا، أَوْ نَسِيَهَا

امام احمد، سفیان بن عیینہ کے حوالے سے واقعہ قرطاس پر حدیث لکھتے ہیں. حدیث میں ھجر کے الفاظ کی تشریح کی ضرورت نہیں تھی لیکن اس کی شرح سفیان بْن عُيَينہ کے لفظ **هَذَى** یعنی ہذیان سے کرتے ہیں۔ شاید یہ سب سے قدیم شرح ہے جو حدیث ہی کی کتاب میں ملتی ہے نہ کہ ان پر لکھی جانے والی شروحات میں ۔ آخر امام احمد نے ایسا کیوں کیا وہ چاہتے تو سفیان کے الفاظ نقل نہ کرتے اور ان کو چھپاتے۔ سفیان کے الفاظ نقل کرنے کا مطلب ہے احمد کی بھی یہی رائے ہے

صحیح مسلم کی ابن عبّاس سے مروی حدیث ہے جس میں استفہام انکاری والی بات نہیں ہے بلکہ خبر ہے

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: يَوْمُ الْخَمِيسِ، وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ ثُمَّ جَعَلَ تَسِيلُ دُمُوعُهُ، حَتَّى رَأَيْتُ عَلَى خَدَّيْهِ كَأَنَّهَا نِظَامُ اللُّؤْلُؤِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ائْتُونِي بِالْكَتِفِ وَالدَّوَاةِ – أَوِ اللَّوْحِ وَالدَّوَاةِ – أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا»، فَقَالُوا: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْجُرُ

ابن عباس کہتے ہیں جمعرات کا دن آہ جمعرات کا دن پھر ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے یہاں تک کہ موتیوں کی طرح ان کے گال پر تھے رسول اللہ نے کہا جاؤ کتف اور دوات لاو میں ایک تحریر لکھ دوں کہ اس کے بعد گمراہ نہ ہو **پس کہا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ھجر ادا ہوا**

مسند احمد میں حدیث ۳۳۳۶ ہے

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ،

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: يَوْمُ الْخَمِيسِ، وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ ثُمَّ نَظَرْتُ إِلَى دُمُوعِهِ عَلَى خَدَّيْهِ تَحْدُرُ كَأَنَّهَا نِظَامُ اللُّؤْلُؤِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " ائْتُونِي بِاللَّوْحِ، وَالدَّوَاةِ - أَوِ الْكَتِفِ - أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا " فَقَالُوا: رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْجُرُ!

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا .... اصحاب رسول نے کہا : رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ھجر کیا

شعیب الأرنؤوط - عادل مرشد لفظ يَهْجُرُ کی شرح کرتے ہیں

يهجر، أي: تغير كلامه واختلط لأجل ما به من المرض

یهجر یعنی کلام کا تغیر اور اختلاط ہونا مرض کی وجہ سے

احمد شاکر بھی یہی شرح کرتے ہیں

يهجر: من الهجر بضم الهاء، يريد تغيرَ كلامه واختلط من أجل المرض

كتاب أمالي ابن بشران - الجزء الثاني از أبو القاسم عبد الملك بن محمد بن عبد الله بن بشْران بن محمد بن بشْران بن مهران البغدادي (المتوفى: 430هـ) کی روایت ہے

أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الشَّافِعِيُّ، ثنا إِسْحَاقُ بْنُ الْحَسَنِ الْحَرْبِيُّ، ثنا أَبُو حُذَيْفَةَ، ثنا مُعَرَّفُ بْنُ وَاصِلٍ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّازِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْخَمِيسِ، قَالَ: يَوْمُ الْخَمِيسِ، وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ؟ ثُمَّ بَكَى، فَقَالَ: أُغْمِيَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِغْمَاءَةً، فَأَفَاقَ، فَقَالَ: «ائْتُونِي بِكَتِفٍ وَدَوَاةٍ، أَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لا تَضِلُّوا بَعْدِي أَبَدًا» ، ثُمَّ أُغْمِيَ عَلَيْهِ إِغْمَاءَةً، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْجُرُ، فَلَمَّا أَفَاقَ. قَالُوا: أَلا نَأْتِيكَ بِكَتِفٍ وَدَوَاةٍ؟ قَالَ: «بَعْدَ مَهْ، بَعْدَ مَهْ»

سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ نے ابْنِ عَبَّاس سے روایت کیا کہ ...رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلم و دوات طلب کیا کہ میں ایک تحریر لکھ دوں جس کے بعد گمراہ نہ ہو

سکو پھر رسول اللہ پر غشی طاری ہوئی اور وہ بے ہوش ہوئے بعض لوگوں نے کہا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ھجر ہوا پس جب اپ کو افاقہ ہوا لوگوں نے کہا کیا اب قلم و دوات لا دیں فرمایا **بَعْدَ مَهْ، بَعْدَ مَهْ**

الغرض یہ لفظ ھجر بطور خبر عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّازِيِّ اور طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ نے سعید بن جبیر سے نقل کیے ہیں - دوسری روایت میں ھجر کے لفظ کو سوالیہ بنا دیا گیا ہے کہ مَا شَأْنُهُ أَهَجَرَ **(ان کا کیا حال ہے کیا ان کو ھجر ہوا؟) جس کو راوی** سلیمان بن أبي مسلم المکی، الأحول نے سعید بن جبیر سے لیا ہے اور ساتھ دو وصیتیں بھی بیان کی ہیں اور تیسری پر دعوی کیا کہ اس کو سعید بن جبیر نے چھپا دیا ! یہ روایت منکر المتن ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی

سنن الکبری نسائی (مؤسسة الرسالة – بیروت سن ۲۰۰۱) میں شیخ نسائی زکریا بن یحیی بن إیاس بن سلمة بن حنظلة بن قرة السجزی (المتوفی ۱۹۵ھ) کی مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ کی سند سے روایت ہے اس کے مطابق لوگوں نے کہا قلم و دوات لا دو لیکن عمر نے منع کر دیا کہا إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا غلبہ ہے - کتاب لکھوانے کا مطالبہ کرنے والوں نے کہا وَقَالَ قَوْمٌ: مَا قَالَ عُمَرُ اور ایک قوم نے کہا : یہ عمر نے کیا کہا ہے[1]

اسی سند و متن پر اس کتاب میں دوسرے مقام پر اس کو اس طرح لکھا ہے وَقَالَ قَوْمٌ مَا قَالَ عُمَرُ اور ایک قوم نے وہ کہا جو عمر نے کہا - اہل تشیع نے اس کو سوال کے طور پر لیا ہے کہ لوگوں نے کہا یہ عمر نے کیا کہہ دیا جبکہ یہ راوی کا مدعا نہیں ہے -(اس پر تعلیق دیکھیں)

طبقات ابن سعد کے مطابق

أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ يَعْنِي الْأَعْمَشَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: " اشْتَكَى النَّبِيُّ صلّى الله

عليه وسلم يَوْمَ الْخَمِيسِ فَجَعَلَ، يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ، يَبْكِي وَيَقُولُ: يَوْمُ الْخَمِيسِ، وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ صلّى الله عليه وسلم وَجَعُهُ، فَقَالَ: «ائْتُونِي بِدَوَاةٍ وَصَحِيفَةٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا» ، قَالَ: فَقَالَ بَعْضُ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ: إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ لَيَهْجُرُ

عبد اللہ بن عبد اللہ الرازی نے سعید بن جبیر سے انہوں نے ابن عباس سے روایت کیا کہ ... بعض نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے انہوں نے کہا بے شک اللہ کے نبی سے ھجر ادا ہوا

یعنی اہل سنت میں سے بعض نے کہا ہو سکتا ہے عمر رضی اللہ عنہ نے ھجر نہ کہا ہو لیکن دیگر اصحاب رسول میں سے بعض نے ایسا کہا[2]

غور کریں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا کہہ رہے ہیں **اکتب لکم کتابا میں لکھ دوں ایک تحریر** جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا پڑھنا نہیں جانتے. نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کچھ لکھوانا ہوتا تھا تو اپ حکم کرتے جیسے اپ نے ایک صحابی کی درخواست پر، حج کے موقعہ پر فرمایا اکتبو لابی شاہ کہ ابی شاہ کے لئے لکھ دو

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے[3]

- صلح حدیبیہ میں بھی محمد رسول اللہ کے الفاظ علی رضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھ کر منہا کئے۔ عمر رضی اللہ تعالی عنہ اس کیفیت کو پہچان گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ میں لکھ دو اس بات کا غماز ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کی شدت تھی. اس کے بعد چار دن میں کسی بھی وقت آپ نے واپس ایسا حکم نہیں دیا۔ لہٰذا غالب رائے یہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کی شدت تھی ورنہ آپ ایسا حکم نہیں دیتے

واقعہ قرطاس بہت سادہ سا وقوعہ ہے جس کو بحث نے غیر ضروری طور پر اہم بنا دیا ہے. نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کو بیماری کی شدت تھی اس کیفیت میں اپ نے ایک بات کہ دی جو حقیقت حال کے خلاف تھی. صحابہ اور اہل بیت نے اس پر عمل نہیں کیا اور نہ ہی بعد میں اس پر کوئی جھگڑا ہوا اور نہ ہی طنزا علی رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کو کبھی استعمال کیا نہ حسن نے نہ حسین نے ۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اگلے چار دن واپس اس کا حکم نہیں دیا ، بس اور یہ کچھ بھی نہیں۔ اس روایت کو شیعہ دلیل بناتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ، علی رضی اللہ تعالی عنہ کی امامت و خلافت کا حکم کرنے والے تھے جس کو بھانپتے ہوئے نعوذ باللہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ چال چلی اور کہنا شروع کر دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کی شدت ہے۔ قابل غور ہے کہ حدیث قرطاس سندا کسی بھی شیعہ کتب حدیث میں موجود نہیں ہے بلکہ ان کے علماء نے اس کو اہل سنت کی کتب سے ہی نقل کیا ہے۔ اگر واقعی اس وقت یہ سمجھا جا رہا ہوتا ہے علی کی وصیت ہونے والی ہے تو یقینا یہ سب شیعہ راویوں نے بیان کیا ہوتا ان کی کتب احادیث میں بھی ہوتا

اہل تشیع کے مصادر اہل سنت پر اعتراض سے بچنے کے لئے ، سلیمان الاحول والی روایت کی، اہل سنت کے بعض علماء نے تشریح اس طرح کی کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا لاؤ میں تمھیں ایک تحریر لکھوا دیتا ہوں[4]
،جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے اس پر کچھ لوگوں نے (مانعین کتابت سے) کہا ۔۔ اِہجر۔۔کیا (تم سمجھتے ہو) رسول اللہ ﷺ مرض کی شدت سے ایسا فرمارہے ہیں ؟ نہیں ،تکلیف کی بناء پر ایسا نہیں فرمارہے ،بلکہ پوری سمجھ داری سے فرمایا ہے - جاؤ انہی سے پوچھ لو کہ انکی منشا ،مراد کیا ہے[56]

راقم کہتا ہے یہ تشریح باطل ہے - اہل سنت کے علماء کے اس منفرد قول پر تو معاملہ اور الجھ جاتا ہے - یہ حدیث کے الفاظ ہیں ہی نہیں کہ " لاؤ میں تمھیں ایک تحریر لکھوا دیتا ہوں ،جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے" حدیث کے الفاظ ہیں" میں تمہارے لئے لکھ دوں" - ہمارے پاس دو ہی صورتیں ہیں اول نبی صلی اللہ علیہ وسلم واقعی کچھ خود اپنے ہاتھ سے لکھنا چاہ رہے تھے لیکن ایسا ان کو نہیں کرنے دیا گیا اور وہ شدت مرض میں نہیں تھے۔ دوسری صورت ہے کہ ان پر بیماری کا غلبہ تھا اور آپ کی زبان سے وہ کلمات ادا ہوئے جو حقیقت حال کے خلاف تھے یعنی ان کا خود کچھ تحریر لکھنا

کیونکہ نبی امی تھے نہ لکھنا جانتے تھے نہ پڑھنا-

اسی طرح غیر مقلدین نے مجلّہ السنہ کے مضمون حدیث قرطاس پر لکھا ہے

السنۃ 199

رضی اللہ عنہ کے نہیں ہیں بل کہ دوسرے صحابہ کے ہیں جو آپ رضی اللہ عنہ سے اختلاف کر رہے تھے، ان کا
منشا یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شدت بخار کی حالت میں بے معنی گفتگو نہیں بل کہ شعور و احساس
کے ساتھ کلام فرما رہے ہیں، لہٰذا اس حدیث میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی تنقیص کا کوئی

اگر یہ مان لیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقت حال کے بر خلاف خود کچھ لکھنے کا نہیں کہا تو پھر سوال اٹھتا ہے کہ اہل بیت کو اختلاف کیوں ہوا؟ کس بات پر ہوا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھنے کیوں نہیں دیا گیا اور عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا غلبہ ہے، سب اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ وہاں زبردستی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باوجود اصرار پر عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی بات چلائی-

روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ایسا لکھوانا چاہ رہے تھے جس کے بعد امت گمراہ نہ ہو جبکہ گمراہیوں کا تو شمار ہی نہیں- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرن اول میں ہی بد عقیدہ لوگ پیدا ہوئے مثلا ابن سبا، مختار ثقفی ، خوارج وغیرہ- ابن حجر نے فتح الباری میں اور ڈاکٹر عثمانی نے کتاب عذاب البرزخ میں اس رائے کو ترجیح دی ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ لکھوانا تھا جسے اپ اگر بہت زیادہ ضروری سمجھتے تو دوبارہ لکھوا دیتے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب رسول کے اختلاف اور شور کو نا پسند کرتے ہوئے انہیں اٹھا دیا، دوبارہ قلم دوات لانے کا حکم صادر نہیں فرمایا- ان دونوں کا کہنا یہ بھی ہے کہ اس واقعہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار دن حیات رہے اس کے باوجود آپ نے ایسا ارادہ دوبارہ نہیں فرمایا – قابل غور ہے کہ ان دنوں میں مرض کی شدت کا حال بھی یکساں نہیں رہا- اس دور میں وہی سب لوگ آپ کے پاس بیٹھے بھی نہیں رہے جو جمعرات کے دن اس وقت خاص پر موجود تھے لیکن پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس کوئی حکم تحریر نہیں کروایا - غیر مقلدین نے فقیہہ امت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو خطا پر قرار دے دیا ہے جن کے قول پر تبصرہ

مجلّہ السنہ کے مضمون حدیث قرطاس میں اس طرح کیا گیا

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتَابَ مِنَ اخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ.

''بہت بڑی مصیبت تب واقع ہوئی جب صحابہ کا باہمی اختلاف اور شور ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔''

(صحيح البخاري: ٧٣٦٦، صحيح مسلم: ١٦٣٧)

یہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھنے کا ارادہ صحابہ کے اختلاف کی وجہ سے نہیں بل کہ خود ہی ترک کر دیا تھا، اس سے چند دن پہلے بھی ایسا

راقم کہتا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دکھ اس بات کا رہا تھا کہ لکھنے نہیں دیا گیا کاش کہ لکھوا لیا جاتا -

فائدہ: کتب اہل تشیع میں یہ واقعہ سرے سے سندا موجود ہی نہیں بلکہ ان کے علماء نے اس کو اہل سنت کی کتب سے اپنے مدعا کے حق میں لیا ہے

دوا پلانے والا واقعہ

ایک دوسرا واقعہ ہے جس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود ان کو دوا پلا دی گئی . نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ہوش آیا تو اپ نے فرمایا کہ میرے منع کرنے کے باوجود دوا کیوں دی ؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس وقت حجرے میں موجود سب کو جو اس وقت وہاں موجود تھے ان سب کو یہ دوا پلائی جائے سوائے ان کے چچا عبّاس کے کیونکہ وہ دوا پلاتے وقت وہاں نہیں تھے

بخاری کتاب الطب کی حدیث ہے

حدثنا مسدد، حدثنا يحيى، عن سفيان، حدثنا موسى بن أبي عائشة، عن عبيد الله بن عبد الله قَالَتْ عَائِشَةُ لَدَدْنَاهُ فِي مَرَضِهِ، فَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا، أَنْ لاَ تَلُدُّونِي. فَقُلْنَا كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ. فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ " أَلَمْ أَنْهَكُمْ أَنْ تَلُدُّونِي ". قُلْنَا كَرَاهِيَةَ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ. فَقَالَ " لاَ يَبْقَى فِي الْبَيْتِ أَحَدٌ إِلاَّ لُدَّ ـ وَأَنَا أَنْظُرُ ـ إِلاَّ الْعَبَّاسَ فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ

عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض (وفات) میں دوا آپ کے منہ میں ڈالی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اشارہ کیا کہ دوا منہ میں نہ ڈالو ہم نے خیال کیا کہ مریض کو دوا سے جو نفرت ہوتی ہے اس کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما رہے ہیں پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوش ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ دوا میرے منہ میں نہ ڈالو ۔ ہم نے عرض کیا کہ یہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مریض کی دوا سے طبعی نفرت کی وجہ سے فرمایا ہو گا ۔ اس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب گھر میں جتنے لوگ اس وقت موجود ہیں سب کے منہ میں دوا ڈالی جائے اور میں دیکھتا رہوں گا ، البتہ عباس رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ وہ میرے منہ میں ڈالتے وقت موجود نہ تھے ، بعد میں آئے ،

مسند احمد مستدرک الحاکم مسند اسحاق میں مختلف الفاظ کے ساتھ روایت میں یہ بھی ہے کہ

فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ هَذَا مِنْ فِعْلِ نِسَاءٍ جِئْنَ مِنْ هُنَا وَأَشَارَ إِلَى الْحَبَشَةِ وَإِنْ كُنْتُمْ تَرَوْنَ أَنَّ

اللَّهُ يُسَلِّطُ عَلَيَّ ذَاتَ الْجَنْبِ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَجْعَلَ لَهَا عَلَيَّ سُلْطَانًا وَاللَّهِ لَا يَبْقَى أَحَدٌ فِي الْبَيْتِ إِلَّا لُدَّ فَمَا بَقِيَ أَحَدٌ فِي الْبَيْتِ إِلَّا لُدَّ وَلَدَدْنَا مَيْمُونَةَ وَهِيَ صَائِمَةٌ

پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوش آیا تو اپ نے فرمایا یہ عورتوں کا کام ہے جو وہاں سے آئی ہیں اپ نے حبشہ کی طرف اشارہ کیا اور (کہا) کیا تم یہ دیکھتے ہو کہ اللہ، ذَاتَ الْجَنْبِ[7] کو میرے اوپر مسلط کرے گا؟ اللہ اس کو میرے اوپر اختیار نہیں دے گا۔ اللہ کی قسم! اب گھر میں کوئی ایسا نہ رہے جس کو یہ دوا پلائی نہ جائے۔ پس کوئی نہ چھوڑا گیا جس کے منہ میں دوا نہ ڈالی گئی ہو اور (ام المومنین) مَيْمُونَةَ (رضی اللہ عنہا) کو بھی پلائی جبکہ وہ روزے سے تھیں

بعض غالی شیعہ حضرات اس روایت سے دلیل لیتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شبہ تھا کہ ان زہر دیا جا رہا ہے لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔ افسوس ان کی عقل پر اہل بیت میں سے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجوگی میں سب کو دوا پلائی گئی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی پی لیکن سب زندہ رہے اگر اس دوا میں زہر تھا تو کسی اور کی وفات کیوں نہیں ہوئی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا المهلب کہتے ہیں

وجه ذلك – والله أعلم – أنه لما فعل به من ذلك ما لم يأمرهم به من المداواة بل نهاهم عنه

شرح صحیح البخاری لابن بطال

اس کی وجہ اللہ کو پتا ہے، پس جب انہوں نے ایسا کیا جس کا حکم نہیں دیا گیا تھا تو منع کرنے کے لئے ایسا کیا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شاید کسی بیماری میں بھی دوا نہیں لی یہ ان کی خصوصیت تھی لیکن چونکہ مرض وفات میں شدت بہت تھی اس وجہ سے اہل بیت نے دوا پلا دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وفات کی پہلے سے خبر تھی جیسا کہ بخاری حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور

کہا کہ
إِنَّ عَبْدًا خَيَّرَهُ اللَّهُ بَيْنَ أَنْ يُؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا مَا شَاءَ ، وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ ، فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهُ

اللہ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا کہ دنیا کی زینت لے یا وہ جو اللہ کے پاس ہے، پس اس بندے نے اختیار کر لیا

اس واقعہ سے شیعہ حضرات کا اپنے عقائد کے لئے دلیل پکڑنا صحیح نہیں بلکہ ان کے مذہب میں تو امام سب کر سکتا ہے اس کے آگے کائنات کا زرہ رزہ سر نگوں ہوتا ہے. دوئم اللہ تعالی اپنا پرانا حکم بدل دیتا ہے لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر زہر کا اثر کیوں ہونے دیا گیا ؟ امام تو عالم الغیب ہوتا ہے . اس با خبری کے عالم میں تو یہ نعوذ باللہ علی رضی اللہ عنہ کی چال بنتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا چھوڑ دیا گیا کہ جلدی خاتمہ ہو اور خلافت ملے
تاریخ الطبری میں ابو مخنف (جو شیعوں کا معتبر راوی ہے) کی روایت ہے کہ اس دوا پلانے والے واقعہ میں علی بن ابی طالب بھی شامل تھے

٣٥٢ ـ حُدِّثْتُ عن هشام بن محمد ، عن أبي مخنف ، قال: حدّثني الصَّقْعب ابن زهير ، عن فقهاء أهل الحجاز ، أنّ رسول الله ﷺ ثَقُل في وجعه الذي تُوُفّي فيه حتى أُغمِيَ عليه؛ فاجتمع إليه نساؤه وابنته وأهلُ بيته والعبّاس بن عبد المطلب وعليّ بن أبي طالب وجميعهم؛ وإنّ أسماءَ بنت عُميس قالت: ما وجعه هذا إلاّ ذات الجنْب ، فلُدّوه ، فلددناه ، فلما أفاق ، قال: مَنْ فعل بي هذا؟ قالوا: لَدَّتْك أسماء بنت عُميس؛ ظنّتْ أنّ بك ذات الجنْب. قال: أعوذ بالله أن يُبلِيَني بذات الجنْب؛ أنا أكرم على الله من ذلك[٣]. (٣/ ١٩٥/ ١٩٦) .

ہشام بن محمد نے ابو مخنف سے روایت کیا ، اس نے صقعب سے اس نے حجاز کے فقہاء سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض وفات میں مرض کی شدت بڑھ گئی یہاں تک کہ آپ پر بے ہوشی طاری ہوئی ــ پس ان کی عورتیں جمع ہوئیں اور ان کی بیٹی اور اہل بیت اور عباس اور علی بن ابی طالب سب کے سب - اور اسماء بیت عمیس نے کہا یہ بیماری ذات الجنب سے ہے ، ان کو دوا پلاو - پس ہم نے پلایا- پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوش آیا فرمایا : میرے ساتھ یہ کس نے کیا ؟ کہا : اسماء

بنت عمیس نے آپ کو دوا دی ہمارا گمان ہوا کہ ذات الجنب ہے ۔آپ نے فرمایا اللہ کی پناہ کہ وہ مجھ کو ذات الجنب میں مبتلا کرے میں اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ مکرم ہوں

دوا اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالی عنہا نے بنائی جن سے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد علی رضی اللہ عنہ نے شادی کی ہمارا شیعہ حضرات سے سوال ہے کہ اگر یہ کوئی سازش تھی تو کیا علی اس سازش کا بھرپور حصہ نہ بنے کہ ایسی عورت کو بعد میں نکاح میں لیا جو زہر بناتی تھی؟ اہل سنت سے بھی ہماری گزارش ہے کہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے الفاظ کی وہی تاویل کریں جو حقیقت کے قریب ہو یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کی شدت نہیں تھی بخاری کی حدیث کے خلاف ہے. نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اگر بیماری کی شدت نہیں تھی تو صحابہ نے انکو زبردستی دوا کیوں پلائی

فائدہ: کتب اہل تشیع میں یہ واقعہ سرے سے سندا موجود ہی نہیں بلکہ ان کے علماء نے اس کو اہل سنت کی کتب سے اپنے مدعا کے حق میں لیا ہے

یہودن کے زہر کی وجہ سے وفات النبی ہوئی ؟

جنگ خیبر (سن سات ہجری) کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علاقے میں چند ایام قیام کیا – روایات میں ہے کہ ان دنوں یہودن زینب بنت الحارث، جو مِرُحب کی بہن تھی اس نے زہر میں بجھی ، بھنی ہوئی بکری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ میں بھیجی اور بعد میں اس زہر کے زیر اثر تین ، چار سال بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی - بمطابق بعض روایات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لقمہ منہ میں رکھا ہی تھا کہ خبر دی گئی کہ اس میں زہر ہے - بعض روایات میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زہر تناول کر لیا تھا جبکہ سیرت النبویہ از ابن حبان کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زہر نہیں کھایا تھا بلکہ جب زہر کے مقام پر پہنچے تو ہڈی نے کہا مجھ پر زہر لگا ہے فرمایا **إن هذا العظم يخبرني** أنه مسموم اس ہڈی نے خبر دی ہے کہ یہ زہر آلودہ ہے- بعض میں ہے کہ ساتھ ایک صحابی بشر رضی اللہ عنہ بھی کھا رہے تھے جن کی وفات ہوئی[8] دوسری طرف الإشارة إلى سيرة المصطفىٰ وتاريخ من بعده من الخلفا از مغلطای کے مطابق صحابی بشر بن البراء بن معرور رضی اللہ عنہ کی اس کی وجہ سے وفات نہیں ہوئی تھی - سنن ابو داود میں ہے کہ وأكل رهط من أصحابه معه. اصحاب رسول کے ایک گروہ نے بھی اس میں سے کھایا - یہودن کا کیا ہوا اس میں بھی شدید اختلاف ہے - جامع معمر میں ہے امام زہری کہتے ہیں قال الزہری: فأسلمت، فتركها النبي اس کو چھوڑ دیا گیا اور وہ ایمان لائی - ابو سلمہ کی روایت میں ہے اس کو قتل کیا گیا اور بعض میں ہے صلیب دی گئی-- صحیح بخاری میں یہ قصہ انس بن مالک کی سند سے ہے اس میں ہے کہ یہودن کو چھوڑ دیا گیا - قاضی عیاض نے اس طرح تطبیق دی کہ یہ ایمان لائی لیکن بعد میں قصاص میں قتل ہوئی- الغرض اس واقعہ کے حوالے سے قصوں میں بہت اضطراب پایا جاتا ہے

صحیح بخاری کے بَابُ مَرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَفَاتِهِ میں ایک معلق قول لکھا ہے

وَقَالَ يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ: «يَا عَائِشَةُ مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ، فَهَذَا أَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهَرِي مِنْ ذَلِكَ السُّمِّ»

امام بخاری نے سند کے بغیر یونس سے روایت کیا کہ زہری سے روایت کیا انہوں نے عروہ سے انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ وہ مرض جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس میں وہ فرمایا کرتے تھے کہ اے عائشہ وہ کھانا جو خیبر میں کھایا تھا اس کی تکلیف ختم نہیں ہوئی ، اس وقت لگ رہا ہے کہ میری شہ رگ کٹ جائے گی

راقم کہتا ہے یہ سند منقطع ہے اور یونس الأيلي سے امام بخاری تک سند نہیں ہے – البانی نے بھی اقرار کیا ہے کہ سند معلق ہے کہا هذا معلق عند المصنف مصنف یعنی امام بخاری کے نزدیک یہ معلق ہے

اصل سند مستدرک حاکم کی ہے

أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى الْأَشْقَرُ، ثنا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى الْمَرْوَزِيُّ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، ثنا عَنْبَسَةُ، ثنا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: قَالَ عُرْوَةُ: كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ: «يَا عَائِشَةُ، إِنِّي أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُهُ بِخَيْبَرَ، فَهَذَا أَوَانُ انْقِطَاعِ أَبْهَرِي مِنْ ذَلِكَ السُّمِّ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَقَدْ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ فَقَالَ: وَقَالَ يُونُسُ

اس روایت کا مدار عنبسة بن خالد پر ہے - التنکیل میں معلّمی کہتے ہیں کہ

التنكيل" رقم (176): قال ابن أبي حاتم: "سألت أبي عن عنبسة بن خالد فقال: كان علي خراج مصر وكان يعلق النساء بثديهن وقال ابن القطان: كفى بهذا في تجريحه. وكان أحمد يقول: ما لنا ولعنبسة .. هل روى عنه غير أحمد بن صالح؟. وقال يحي بن بكير: إنما يحدث عن عنبسة مجنون أحمق،

لم يكن بموضع للكتابة عنه".

ابن ابی حاتم نے کہا میں نے باپ سے عنبسہ کا پوچھا کہا یہ مصر کے خراج پر تھا اور عورتوں کے پستان پر لٹکا رہتا تھا - ابن قطان نے کہا یہ جرح کے لئے کافی ہے اور احمد کہتے نہ عنبسة ہمارے لئے ہے نہ تمہارے لئے .. پوچھا کہ کیا احمد بن صالح اس سے روایت کرتے ہیں ؟ کہا ابن بکیر کہتے ہیں احمد بن صالح نے عنبسة احمق سے روایت کیا ہے

راقم کہتا ہے کہ مستدرک حاکم میں ایسا ہی ہے احمد بن صالح نے عنبسہ احمق سے روایت کیا ہوا ہے -

مسند احمد میں یہ قول امام زہری نے ام مبشر رضی اللہ عنہا کا بھی کہا ہے

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا رَبَاحٌ ، عَنْ مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أُمِّهِ، أَنَّ أُمَّ مُبَشِّرٍ دَخَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجعِهِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ، فَقَالَتْ: بِأَبِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ، مَا تَتَّهِمُ بِنَفْسِكَ؟ فَإِنِّي لَا أَتَّهِمُ إِلَّا الطَّعَامَ الَّذِي أَكَلَ مَعَكَ بِخَيْبَرَ، وَكَانَ ابْنُهَا مَاتَ قَبْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " وَأَنَا لَا أَتَّهِمُ غَيْرَهُ، هَذَا أَوَانُ قَطْعِ أَبْهَرِي

اس کی سند میں علت ہے کہ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أُمِّهِ، سند میں ہے اور ان کی والدہ مجہول ہیں

سنن ابو داود ۴۵۱۳ میں ہے

حدَّثنا مخلدُ بنُ خالدٍ، حدَّثنا عبدُ الرزاق، حدَّثنا معمر، عن الزهريِّ، عن ابنِ كعبِ بنِ مالكٍ عن أبيهِ: أن أم مُبشِّر قالت للنبى -صلَّى الله عليه وسلم- في مرضه الذي ماتَ فيه: ما تتَّهم بكَ يا رسولَ الله؟ فإني لا أتَّهِمُ بابني شيئاً إلا الشاة المسمومةَ التي أكلَ معكَ بخيبَر، فقال النبيُّ -صلَّى الله عليه وسلم-: "وأنا لا أتَّهِمُ بنفسي إلا ذلك، فهذا أوانُ قطعِ أبهرِي

یہاں سند میں عبد الرحمان بن کعب نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ ام مبشر نے کہا

ابو داود نے اس پر لکھا ہے

قال أبو داود: ورُبَّما، حدَّث عبدُ الرزاق بهذا الحديثِ مُرسلاً، عن معمرٍ، عن الزُّهريِّ، عن النبيِّ -صلَّى الله عليه وسلم-. وربما حدَّثَ به عن الزهريِّ، عن عبدِ الرحمن بنِ كعب بنِ مالكٍ. وذكر عبدُ الرزاق: أن معمراً كانَ يُحدِّثهم بالحديثِ مرةً مرسلاً، فيكتبونه، ويحدَّثهم مرةً به فيُسنِدُه، فيكتبونه، وكل صحيح عندنا. قال عبد الرزاق: فلما قَدِمَ ابنُ المبارك على معمرٍ أسندَ له معمرٌ أحاديثَ كان يوقفها.

عبد الرزاق نے اس حدیث کو مرسل بھی بیان کیا ہے امام زہری نے براہ راست نبی سے روایت کیا ہے اور بعض اوقات زہری نے اس کو عبد الرحمان بن کعب سے روایت کیا ہے اور عبد الرزاق نے ذکر کیا کہ معمر نے اس کو ایک بار مرسل روایت کیا جو لکھا اور ایک بار اس کو مسند روایت کیا اس کو بھی لکھا اور یہ دونوں صحیح ہیں ہمارے نزدیک - عبد الرزاق نے کہا جب ابن مبارک ، معمر کے پاس پہنچے تو اس کو معمر کی سند سے روایت کرتے

پھر سنن ابو داود میں سند ۴۵۱۴ میں ہے

حدَّثنا أحمدُ بن حنبل، حدَّثنا إبراهيمُ بنُ خالدٍ، حدَّثنا رَباحٌ، عن معمرٍ، عن الزهري، عن عبدِ الرحمن بنِ عبدِ اللهِ بنِ كعبِ بنِ مالكٍ عن أُمِّه أمِّ مُبشِّر: دخلتُ على النبيِّ -صلَّى الله عليه وسلم-، فذكَرَ معنى حَدِيثِ مخلد بنِ خالدٍ.
قال أبو سعيد ابن الأعرابي: كذا قال: عن أمه، والصواب: عن أبيه، عن أم مُبشر

زہری نے عبد الرحمان بن عبد اللہ بن کعب سے انہوں نے والدہ سے روایت کیا -یعنی زہری نے اس کو دو الگ الگ لوگوں سے روایت کیا ہے ایک عبد الرحمٰن بن کعب سے اور دوسرے انہی کے بھتیجے عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن کعب سے

راقم کہتا ہے کہ اصلا یہ سب اضطراب ہے جو امام زہری کی وجہ سے بعض اوقات وہ اس کو ام مبشر کا کلام کہتے ہیں بعض اوقات ام المومنین عائشہ کا اور پھر سند کو بھی بار بار بدلتے ہیں کبھی اس کو کعب بن مالک کی سند سے لاتے ہیں تو کبھی عروہ کی سند سے - اسناد میں یہ اضطراب اس

متن کو مشکوک کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ صحیحین میں یہ مسند روایت نہیں ہوا ہے - قابل غور ہے کہ امہات المومنین ام سلمہ ، ام المومنین صفیہ ، ام المومنین سودہ ، ام المومنین زینب ، ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہما سے یہ متن نہیں آیا

مسند الدارمی اور سنن ابو داود ۴۵۱۲ میں ہے

أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، أَنبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو اللَّيْثِيُّ، [ص:208] عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ الْهَدِيَّةَ، وَلَا يَقْبَلُ الصَّدَقَةَ، فَأَهْدَتْ لَهُ امْرَأَةٌ مِنْ يَهُودِ خَيْبَرَ شَاةً مَصْلِيَّةً فَتَنَاوَلَ مِنْهَا، وَتَنَاوَلَ مِنْهَا بِشْرُ بْنُ الْبَرَاءِ، ثُمَّ رَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ هَذِهِ تُخْبِرُنِي أَنَّهَا مَسْمُومَةٌ»، فَمَاتَ بِشْرُ بْنُ الْبَرَاءِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا حَمَلَكِ عَلَى مَا صَنَعْتِ؟» فَقَالَتْ: إِنْ كُنْتَ نَبِيًّا لَمْ يَضُرَّكَ شَيْءٌ، وَإِنْ كُنْتَ مَلِكًا، أَرَحْتُ النَّاسَ مِنْكَ، فَقَالَ فِي مَرَضِهِ: «مَا زِلْتُ مِنَ الْأُكْلَةِ الَّتِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ، فَهَذَا أَوَانُ انْقِطَاعِ أَبْهَرِي»

ابو سلمہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ میں سے کھاتے تھے لیکن صدقہ میں سے نہیں کھاتے تھے – پس ان کو خیبر کی ایک یہودن نے تحفہ بھیجا ایک بھنی ہوئی بکری کا جس میں سے آپ علیہ السلام نے کھایا اور اس میں سے بشر بن البراء نے بھی تناول کیا - پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا لیا اور فرمایا مجھ کو خبر دی گئی ہے کہ یہ زہر میں بجھا ہوا ہے پس بشر کی موت واقع ہوئی ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودن کو پکڑنے لوگ بھیجے اور پوچھا ایسا کیوں کیا ؟ بولی اگر تم نبی ہو تو تم کو کوئی نقصان نہ ہو گا اور اگر بادشاہ ہو تو لوگ آسانی پائیں گے - پس آپ مرض وفات میں فرمایا کرتے کہ خیبر میں جو کھایا تھا اس کا اثر باقی ہے کہ میری شہ رگ کٹی جا رہی ہے

راقم کہتا ہے محمد بن عمرو بن علقمة بن وقاص اللیثی نے اس کو تابعی اِبی سلمة بن عبد الرحمٰن سے روایت کیا ہے اور اس قصہ کا مصدر معلوم نہیں ہے - قابل غور ہے کہ یہودن کا قول تھا کہ زہر سے

غیر نبی کی وفات ہو جائے گی اور مسلمانوں نے غیر ارادی طور پر ایک ضعیف و منکر قول قبول کر لیا کہ زہر کی وجہ سے وفات النبی ہوئی

طبقات ابن سعد میں ہے

أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ الضَّرِيرُ. أَخْبَرَنَا الأَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي الأَحْوَصِ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: لأَنْ أَحْلِفَ تِسْعًا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قُتِلَ قَتْلا أحب إلي أَنْ أَحْلِفَ وَاحِدَةً وَذَلِكَ بِأَنَ اللَّهَ اتَّخَذَهُ نَبِيًّا وَجَعَلَهُ شَهِيدًا.

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اگر نو گواہی دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہوئے تو مجھ کو یہ پسند ہے کہ ایک حلف لے کہ اللہ نے ان کو نبی بنایا اور شہید بنایا

یہاں شہید کا مطلب ہے گواہ بنایا جس طرح قرآن سورہ النساء میں ہے

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (41)

پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے گواہ بلائیں گے اور تمہیں ان پر گواہ کر کے لائیں گے۔

یہاں شَہِیۡدًا کا لفظ ہے یعنی گواہ بنا کر لائیں گے

سورہ حاقہ میں ہے

اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنا لاتے

تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے

پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے

زہر کا اثر یہی بتایا جا رہا ہے کہ اس سے رگ گردن کٹی جا رہی تھی لہذا اس قسم کی روایات کس طرح صحیح سمجھی جائیں

صحیح الجامع میں البانی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے

ما زالت أَكْلَةُ خَيْبَرِ تعاودني في كل عام، حتى كان هذا أوان قطع أَبْهُرِي

جو خیبر میں کھایا تھا اس کا اثر ختم نہیں ہوا ، ہر سال اس کا اثر آتا ہے یہاں تک کہ لگتا ہے کہ شہ رگ کٹی جا رہی ہے

راقم کہتا ہے طب النبوی از ابو نعیم میں اسکی سند ہے

أخبرنا أبو بكر فيما كتب إلي، حَدَّثَنا أحمد بن عمير بن يوسف، حَدَّثَنا إبراهيم بن سعيد، حَدَّثَنا سعيد بن محمد الوراق، حَدَّثَنا محمد بن عَمْرو، [ص:218] عَن أَبِي سلمة، عَن أَبِي هُرَيرة، قال: قال رسول الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسلَّم: ما زالت أكلة خيبر تعاودني في كل عام حتى كان هذا أوان قطع أبهري.

اس کی سند ضعیف ہے سند میں سعید بن محمد الوراق ہے جس پر محدثین کی جرح ہے

حَدَّثَنا الجنيدي، حَدَّثَنا البُخارِيّ قال ابْن مَعِين سَعِيد بْن مُحَمد الوراق ليس بشَيْءٍ هو الثقفي الكوفي

مسند البزار میں بھی یہی سند ہے

حَدَّثنا إبراهيم بن سَعِيد الجوهري، قَال: حَدَّثنا سَعِيد بن مُحَمد الوراق، قَال: حَدَّثنا مُحَمد بن عَمْرو، عَن أبي سَلَمَة، عَن أبي هُرَيرة، قَالَ: قَالَ رَسُول اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيه وَسَلَّم: ما زالت أكلة خيبر تعادني حتى هذا أوان قطعت أبهري.

وَهَذَا الْحَدِيثُ لَا نَعْلَمُ رَوَاهُ عَنْ مُحَمد، عَن أبي سَلَمَة، عَن أبي هُرَيرة إلاَّ سَعِيد بن مُحَمد ولم يسمعه إلاَّ من إبراهيم بن سَعِيد وسعيد بن مُحَمد ليس بالقوي وحدث عَنْهُ جَمَاعَةٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَاحْتَمَلُوا حَدِيثَهُ، وَكان من أهل الكوفة.

اور امام البزار نے ذکر بھی کیا ہے کہ راوی سعید بن محمد الوراق قوی نہیں ہے

یہود انبیاء کو قتل کرتے رہے ہیں اور لوگوں نے اسی خبر سے یہ استخراج کیا کہ یہود کے دیے گئے زہر کے زیر اثر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ہوئی - اس سے دو مقصد حاصل ہوئے ایک یہ کہ یہود پر قتل نبی کا الزام لگ سکے دوم نبی کو شہید قرار دیا جا سکے - حالانکہ دونوں غیر حقیقی ہیں - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ شہید سے بہت بہت بلند ہے اور کسی قدرتی مرض میں وفات سے ان کی شان اقدس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی -دوم نبی پر کسی بھی زہر کا اثر نا ممکن ہے کیونکہ ان کے منہ میں لعاب

دھن خود شفاء پیدا کرتا تھا

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں خاص واقعہ نقل ہوا ہے کہ ایک سفر میں اصحاب رسول کا ایک مشرک بستی پر سے گذر ہوا – انھوں نے وہاں پڑاو کیا اور مشرکوں سے حق ضیافت طلب کیا - مشرکوں نے یہ دینے سے انکار کیا حتی کہ ان کے سردار کو بچھو نے ڈس لیا - مشرک دم کرنے والے کی تلاش میں مسلمانوں کے پاس پہنچے اور ایک صحابی نے حکمت کے تحت اس سردار کو اپنے تھوک اور سورہ فاتحہ سے دم کیا اور زہر کا اثر ختم ہو گیا - یعنی یہ ایک مخصوص واقعہ تھا - اس واقعہ کی بنیاد پر سورہ فاتحہ کو زہر کا دم سمجھا جاتا ہے - قابل غور ہے کہ اگر ایسا ہی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم جن پر مسلسل قرآن نازل ہوتا رہا اور وہ صبح و شام و رات سورہ فاتحہ کی تلاوت کرتے رہے تو یہ یہودن کے زہر کا اثر کیسے باقی رہا گیا ؟

راقم سمجھتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زہر آلودہ مقام سے کچھ بھی نہیں کھایا تھا اور وہ مسلسل اللہ کی پناہ میں تھے خود قرآن میں ہے و اللہ یعصمک من الناس (سورہ المائدہ) اللہ تم کو لوگوں سے بچائے گا – جوابا بعض کہتے ہیں کہ سورہ مائدہ تو جنگ خیبر کے بعد نازل ہوئی ہے ، لیکن وہ غور نہیں کرتے کہ اگر کوئی زہر رہ گیا تھا تو وہ اس آیت کے نزول کے بعد بھی جسم اطہر میں رہ گیا ؟ تبلیغ میں انبیاء مشقت برداشت کرتے رہے ہیں ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تکلیف دی گئی ، جنگ احد میں چہرہ مبارک پر چند زخم آئے تھے جو خراش نما تھے - لیکن ایسا نہیں ہوا کہ جسم اطہر کو نقصان پہنچا ہو یہاں تک کہ زہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محسوس ہوتا رہا ہو - لہذا راقم سمجھتا ہے کہ ایام خیبر میں زہر تناول کرنے والی روایات صحیح متن سے نہیں ہیں اور زہر کا اثر بیان کرنے والی روایات شاذ و منکر ہیں

امام بیہقی کتاب الاعتقاد والهداية إلى سبيل الرشاد على مذهب السلف وأصحاب الحديث میں لکھتے ہیں

وَالْأَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ بَعْدَمَا قُبِضُوا رُدَّتْ إِلَيْهِمْ أَرْوَاحُهُمْ فَهُمْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ كَالشُّهَدَاءِ

اور انبیاء علیھم السلام کی روحیں قبض ہونے کے بعد واپس لوٹا دی گئیں اور اب وہ شہید کی طرح اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں

بیہقی کیا کہہ رہے ہیں؟ اس کی کوئی دلیل نہیں شاید ان کے نزدیک روحیں قبض ہونے کے بعد فرشتے زمیں و آسمان میں بھٹکتے رہے پتا نہ کر پائے کہ ان کو کہاں رکھیں لہٰذا واپس قبروں میں انبیاء کے جسد میں ہی روحیں لوٹا دی گئیں۔ ایک مومن کے نزدیک صرف اصحاب رسول کی اہمیت ہے – متاخرین کے متجدد عقائد اور صوفی صفت محدثین کے عقائد کی کوئی اہمیت نہیں ہے

اسامہ بن زید کی سربراہی میں لشکر کی تیاری کا حکم

أُسَامَةَ بْنَ زَيْدِ بن زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ المتوفی ۵۴ ھ کے والد قریشی نہیں تھے بنی کلب کے تھے – یہ قیدی بنے اور حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے ان کو خرید کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ میں دیا- زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ کو رسول اللہ بہت پسند کرتے تھے یہاں تک کہ ان کو لوگ زید بن محمد کہتے اور آیت : {ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ} [الأحزاب: 5] نازل ہوئی اور واپس ان کو ان کے باپ کے نام سے پکارا گیا

رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے أُسَامَةَ بْنَ زَيْدِ بن زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ کو امیر لشکر مقرر کیا اور اس کی حکمت تھی کہ جہاں بھیجا جا رہا تھا وہ ان کے باپ کا مقتل تھا یعنی بیٹا اپنے باپ کا بدلہ لے لے- كشف المشكل من حديث الصحيحين از جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (المتوفى: 597هـ) میں ہے

وَالنَّبِيّ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم رَآهُ صَالحا للإمارة خُصُوصا فِي هَذِه السّريَّة الَّتِي بَعثه فِيهَا إِلَى مَوضِع مقتل أَبِيه

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اس امارت کے لئے ٹھیک سمجھتے تھے خاص کر اس سریہ کے لئے کیونکہ وہ جگہ ان کے باپ کا مقتل تھی

رسول اللہ کا حکم تھا کہ امراء قریش میں سے ہوں گے لہذا اس پر لوگوں نے کہا کہ ایک غیر قریشی، بنو الکلب والے کو کیوں امیر لشکر بنایا جا رہا ہے – یہ طعن بمعنی مشکل حدیث ہے کہ پہلے حکم سے الگ ہے- لہذا بطور تربیت رسول اللہ نے خطبہ دیا کہ اس کو ابھی قبول کرو اور ایک غلام کے بیٹے کو امیر مان لو- یہ حکم خاص سمجھا جائے گا اور عموم حکم تھا امراء قریش سے ہوں گے – لیکن اس وقت اس خاص حکم کی حکمت کو ہر کوئی نہیں سمجھ سکا

صحیح مسلم حدیث نمبر: 3730

حدثنا خالد بن مخلد ، حدثنا سليمان ، قال : حدثني عبد الله بن دينار ، عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما ، قال : بعث النبي صلى الله عليه وسلم بعثا وامر عليهم اسامة بن زيد فطعن بعض الناس في إمارته ، فقال النبي صلى الله عليه وسلم : " ان تطعنوا في إمارته فقد كنتم تطعنون في إمارة ابيه من قبل وايم الله إن كان لخليقا للإمارة ، وإن كان لمن احب الناس إلي وإن هذا لمن احب الناس إلي بعده "

ٗہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ` نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوج بھیجی اور اس کا امیر اسامہ بن زید کو بنایا۔ ان کے امیر بنائے جانے پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آج تم اس کے امیر بنائے جانے پر اعتراض کر رہے ہو تو اس سے پہلے اس کے باپ کے امیر بنائے جانے پر بھی تم نے اعتراض کیا تھا اور اللہ کی قسم! وہ (زید رضی اللہ عنہ) امارت کے مستحق تھے اور مجھے سب سے زیادہ عزیز تھے۔ اور یہ (اسامہ رضی اللہ عنہ) اب ان کے بعد مجھے سب سے زیادہ عزیز ہیں۔

بعض لوگوں نے کہا کہ یہ اعتراض منافقوں نے کیا جبکہ یہ جاہلانہ بات ہے بلا دلیل ہے - إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری از قسطلانی میں ہے

وكان أشدهم في ذلك كلامًا عياش بن أبي ربيعة المخزومي فقال: يستعمل هذا الغلام على المهاجرين وكان فيهم أبو بكر وعمر فسمع عمر ذلك فأخبر النبي -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-

عياش بن أبي ربيعة المخزومي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نے کہا کہ اس غلام کو مہاجرین پر امیر کیا جا رہا ہے جبکہ ان میں ابو بکر اور عمر بھی ہیں اس کی خبر رسول اللہ کو ہوئی

مصابيح الجامع از محمد بن أبي بكر المخزومي القرشي ابن الدماميني (المتوفى: 827 هـ) کے مطابق

ذكر ابن عساكر في "تاريخ دمشق" حديثًا في هذه القصة، فقال رجلٌ من المهاجرين -وكان أشدَّ الناس في ذلك قولًا عياشُ بنُ أبي ربيعة-: يستعمل هذا الغلامَ على المهاجرين

سب سے سخت قول عياش بن أبي ربيعة المخزومي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کا تھا کہ اس غلام کو مہاجرین پر امیر کیا جا رہا ہے

عياش بن أبي ربيعة المخزومي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نے ہجرت حبشہ کی ہے اور یہ مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے گئے

ابن حجر فتح الباری میں قَوْلُهُ بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ میں لکھتے ہیں کہ اس لشکر میں مندرجہ ذیل لوگوں کو بھیجا جا رہا تھا جن میں ابن حجر نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی شمار کیا ہے

وَكَانَ مِمَّن انتدب مَعَ أُسَامَةَ كِبَارُ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ مِنْهُمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَأَبُو عُبَيْدَةَ وَسَعْدٌ وَسَعِيدٌ

وَقَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ وَسَلَمَةُ بْنُ أَسْلَمَ فَتَكَلَّمَ فِي ذَلِكَ قَوْمٌ مِنْهُمْ عَيَّاشُ بْنُ أَبِي رَبِيعَةَ الْمَخْزُومِيُّ فَرَدَّ عَلَيْهِ عُمَرُ

راقم کہتا ہے یہ غلطی ہے اس قسم کی کوئی روایت نہیں ملی – یہ غلطی ہے کیونکہ جس موقعہ میں یہ حکم سنایا گیا اس میں مہاجرین کبار شامل تھے جن میں أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَأَبُو عُبَيْدَةَ وَسَعْدٌ وَسَعِيدٌ وَقَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ وَسَلَمَةُ بْنُ أَسْلَمَ تھے- تاریخ دمشق از ابن عساکر میں ہے

ولم يبق أحد من المهاجرين الأولين إلا انتدب في تلك الغزوة عمر بن الخطاب وأبو عبيدة وسعد بن أبي وقاص وأبو الأعور سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل في رجال من المهاجرين والأنصار عدة قتادة بن النعمان وسلمة بن أسلم بن حريش فقال رجال من المهاجرين وكان أشدهم في ذلك قولا عياش بن أبي ربيعة يستعمل هذا الغلام على المهاجرين الأولين

المهاجرين الاَولین میں سے عمر بن الخطاب وأبو عبيدة وسعد بن أبي وقاص وأبو الأعور سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل اور انصار میں سے قتادة بن النعمان وسلمة بن أسلم بن حريش کو اس لشکر میں بھیجا اس میں ابو بکر کو بھیجنے کا کوئی ذکر نہیں ہے لیکن اس قول میں المهاجرين الاَولین ہے اس کا مطلب ہے علی کو بھی کو اس غزوہ میں بھجوایا گیا؟ المهاجرين الاَولین سے مراد مکی اصحاب رسول ہیں جنہوں نے جنگ بدر سے پہلے ہجرت کی ان میں علی بھی شامل ہیں

ابن حجر فتح الباری میں قَوْلُهُ بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ میں لکھتے ہیں

.أَنَّهُ كَانَ تَجْهِيزُ أُسَامَةَ يَوْمَ السَّبْتِ قَبْلَ مَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَوْمَيْنِ

یہ اسامہ کو بھیجنے کا حکم ہفتہ کا ہے یعنی وفات النبی سے دو دن پہلے کا

بعض کا کہنا ہے کہ ایسا لشکر بھیجا جائے گا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا اس وقت تک مرض وفات شروع نہ ہوا تھا ایسا شارحین حدیث کا کہنا ہے- لہذا تیاری کی جا رہی تھی کہ وفات النبی ہوئی اور بعد میں یہ لشکر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے شروع ہوتے ہی فورا بھیجا

التاریخ الكبير المعروف بتاريخ ابن أبي خيثمة - السفر الثاني از أبو بكر أحمد بن أبي خيثمة (المتوفى: 279هـ) کے مطابق

وَأَخْبَرَنَا مُصْعَبُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ؛ قَالَ: أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اسْتَعْمَلَهُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسلم فتوفِّيَ وهُوَ فِي مُعَسْكَرٌ بِالْجُرُفِ، فَقَالَ رسولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمْضُوا بَعْثَ أُسَامَةَ"، وأُسَامَة يَوْمَئِذٍ ابْنُ ثَمانَ عَشْرَة سَنَةً، فَأَغَارَ أُسَامَة حَيْثُ أَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عليه وسلم وَرَجَعَ سَالِمًا.

مُصْعَبُ بنُ عَبْدِ اللهِ بنِ مُصْعَبٍ ابْنِ ثَابِتِ بنِ عَبْدِ اللهِ الأَسَدِيُّ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید کو سالار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور اسامہ بن زید کا لشکر جرف میں تھا – رسول اللہ نے کہا تھا اسامہ کا انتظار کرو اور اسامہ ان دنوں ۱۸ سال کے تھے پس اسامہ نے غزوہ کیا جیسا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا تھا اور واپس صحیح و سالم لوٹے

معلوم ہوا کہ اِسامۃ بن زید بن حارثۃ المتوفی ۵۴ ھ اس وقت مدینہ میں نہ تھے جب ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر پر مقرر کیا اور باقی اصحاب رسول نے اعتراضات کیے[9]

-

ایک واقعہ کی تفصیل میں اختلاف

صحیح اسناد سے معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مسجد میں ان کی غیر موجودگی میں امام ابو بکر بنیں - اس دن کے واقعات کے حوالے سے ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے جس میں محدثین کہتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لیا گیا – مصنف عبد الرزاق اور صحیح البخاری میں معمر کی سند سے ہے

قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَأَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ، قَالَتْ: " أَوَّلُ مَا اشْتَكَى رَسُولُ اللَّهِ (صلى الله عليه وسلم) فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ، فَاسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَّ لَهُ، قَالَتْ: فَخَرَجَ وَيَدٌ لَهُ عَلَى الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَيَدٌ أُخْرَى عَلَى يَدِ رَجُلٍ آخَرَ، وَهُوَ يَخُطُّ بِرِجْلَيْهِ فِي الْأَرْضِ "، فَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ: فَحَدَّثْتُ بِهِ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: أَتَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ؟ هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ،وَلَكِنَّ عَائِشَةَ لا تَطِيبُ لَهَا نَفْسًا بِخَيْرٍ .

امام زہری نے کہا ان کو عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ نے خبر دی ان کہ کو عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی انہوں نے کہا کہ مرض وفات النبی کا آغاز میمونہ کے گھر سے ہوا پھر آپ نے دیگر ازواج سے اذن لیا کہ میرے گھر آ جائیں جو ازواج نے دی – انہوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے فضل بن عباس اور ایک دوسرے شخص پر ہاتھ رکھے یہاں تک کہ نبی کے پیر سے زمین پر لکیر بن رہی تھی- عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ نے کہا کہ ابن عباس نے ذکر کیا ہ وہ نام جو عائشہ نے نہیں لیا وہ علی تھے

صحیح بخاری میں ہے

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ " لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ (صلى الله عليه وسلم) وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي، فَأَذِنَّ لَهُ فَخَرَجَ بَيْنَ

رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ الْأَرْضَ، وَكَانَ بَيْنَ الْعَبَّاسِ وَرَجُلٍ آخَرَ "، قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ، فَقَالَ لِي: وَهَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ

مسند احمد بن حنبل میں ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَت: لَمَّا مَرِضَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ، فَاسْتَأْذَنَ نِسَاءَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي، فَأَذِنَّ لَهُ، فَخَرَجَ رَسُولُ (صلى الله عليه وسلم) مُعْتَمِدًا عَلَى الْعَبَّاسِ وَعَلَى رَجُلٍ آخَرَ، وَرِجْلَاهُ تَخُطَّانِ فِي الْأَرْضِ، وَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ: فَقَالَ ابْنُ عَبَّاس: أَتَدْرِي مَنْ ذَلِكَ الرَّجُلُ؟ هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَلَكِنَّ عَائِشَةَ لَا تَطِيبُ لَهَا نَفْسًا، قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَقَالَ النَّبِيُّ (صلى الله عليه وسلم) وَهُوَ فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَمْعَةَ: " مُرْ النَّاسَ فَلْيُصَلُّوا " فَلَقِيَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: يَا عُمَرُ، صَلِّ بِالنَّاسِ، فَصَلَّى بِهِمْ، فَسَمِعَ رَسُولُ اللَّهِ (صلى الله عليه وسلم) صَوْتَهُ فَعَرَفَهُ، وَكَانَ جَهِيرَ الصَّوْتِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ (صلى الله عليه وسلم): " أَلَيْسَ هَذَا صَوْتَ عُمَرَ؟ "، قَالُوا: بَلَى، قَالَ: " يَأْبَى اللَّهُ جَلَّ وَعَزَّ ذَلِكَ وَالْمُؤْمِنُونَ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ "، قَالَتْ عَائِشَةُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ، وَإِنَّهُ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ بَكَى، قَالَتْ: وَمَا قُلْتِ ذَلِكَ إِلَّا كَرَاهِيَةَ أَنْ يَتَشَاءم النَّاسُ بِأَبِي بَكْرٍ أَنْ يَكُونَ أَوَّلَ مَنْ قَامَ مَقَامَ رَسُولِ اللَّهِ (صلى الله عليه وسلم) فَقَالَ: " مُرُوا أَبَا بَكْرٍ، فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ "، فَرَاجَعَتْهُ، فَقَالَ: " مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ، إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ

مسند احمد ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرویات میں ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ فَاسْتَأْذَنَ نِسَاءَهُ أَنْ

يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَّ لَهُ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَمِدًا عَلَى الْعَبَّاسِ وَعَلَى رَجُلٍ آخَرَ وَرِجْلَاهُ تَخُطَّانِ فِي الْأَرْضِ وَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَتَدْرِي مَنْ ذَلِكَ الرَّجُلُ هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَلَكِنَّ عَائِشَةَ لَا تَطِيبُ لَهَا نَفْسًا قَالَ الزُّهْرِيُّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَمْعَةَ مُرْ النَّاسَ فَلْيُصَلُّوا فَلَقِيَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَالَ يَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ فَصَلَّى بِهِمْ فَسَمِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَهُ فَعَرَفَهُ وَكَانَ جَهِيرَ الصَّوْتِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَيْسَ هَذَا صَوْتَ عُمَرَ قَالُوا بَلَى قَالَ يَأْبَى اللَّهُ جَلَّ وَعَزَّ ذَلِكَ وَالْمُؤْمِنُونَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ وَإِنَّهُ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ بَكَى قَالَ وَمَا قُلْتِ ذَلِكَ إِلَّا كَرَاهِيَةَ أَنْ يَتَأَثَّمَ النَّاسُ بِأَبِي بَكْرٍ أَنْ يَكُونَ أَوَّلَ مَنْ قَامَ مَقَامَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَرَاجَعْتُهُ فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ إِنَّكُمْ صَوَاحِبُ يُوسُفَ

عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کا آغاز میمونہ رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر میں ہوا تھا، نبی علیہ السلام نے اپنی ازواج مطہرات سے بیماری کے ایام میرے گھر میں گذارنے کی اجازت طلب کی تو سب نے اجازت دے دی، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عباس رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے آدمی کے سہارے پر وہاں سے نکلے، اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک زمین پر گھسٹتے ہوئے جا رہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر میں ہی عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے فرما دیا تھا کہ لوگوں سے کہہ دو، وہ نماز پڑھ لیں، عبداللہ واپس جا رہے تھے کہ راستے میں عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی، انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ دیا کہ اے عمر! آپ لوگوں کو نماز پڑھا دیں، چنانچہ وہ نماز پڑھانے لگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو فوراً پہچان گئے کیونکہ ان کی آواز بلند تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کیا یہ عمر کی آواز نہیں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کیوں نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اور مومنین اس سے انکار کرتے ہیں، ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ! ابوبکر رقیق القلب آدمی ہیں، وہ اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکیں گے، کیونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جب بھی قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تو رونے لگتے تھے، اور میں نے یہ بات صرف اس لئے کہی تھی کہ کہیں لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ نہ کہنا شروع کر دیں کہ یہ ہے وہ پہلا آدمی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑا ہوا تھا اور گنہگار بن جائیں، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، جب میں نے تکرار کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا اور فرمایا تم تو یوسف علیہ السلام کی عورتوں کی طرح ہو

اس حدیث پر شعَیب الأرنؤوط نے کہا ہے کہ الحكم على المتن: صحيح إسناده متصل ، رجاله ثقات ، رجاله رجال الشيخين- راقم کہتا ہے ان سندوں میں علت ہے -مسند احمد والی کو معمر سے عَبْدُ الأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى السَّامِيُّ الْقُرَشِيُّ نے روایت کیا ہے جو بصرہ کے ہیں اور اس پر محدثین کو اعتراض ہے کہ معمر کی روایت بصرہ میں صحیح نہیں ہیں - عبد الاعلی کے لئے ابن سعد کہتے ہیں ولم يكن بالقوى فى الحديث یہ حدیث میں قوی نہیں ہیں- دوم معمر کی بصرہ میں روایت بعض محدثین کے نزدیک صحیح نہیں ہے - قال اِبو حاتم صالح الحديث وما حدث به بالبصرة ففيه اِغاليط ابو حاتم نے کہا معمر صالح حدیث ہے جو بصرہ میں روایت کیا اس میں غلطیاں ہیں - کتاب معرفة الرجال عن يحيىٰ بن معين کے مطابق

وحدثني ابو بكر بن بن ابى النصر قال سألت يحيى بن معين قلت من اثبت الناس فى الزهرى ممن روى عنه قال مالك بن انس فقلت له ثم من بعد مالك بن انس فقال معمر

ابن معین نے کہا زہری کی روایت میں امام مالک سب سے بہتر ہیں پھر معمر

قال ابن العطار: إنه يدلس معمر تدلیس بھی کرتے ہیں

امام احمد نے کہا

قال عبد الله بن أحمد: حدثني أبي. قال: حدثنا عبد الرزاق، قال: سمعت ابن المبارك يقول: ما رأيت أحداً أروى عن الزهري من معمر، إلا ما كان من يونس، فإن يونس كتب كل شيء. «العلل»

ابن مبارک نے کہا میں نہیں دیکھتا کہ معمر کی زہری سے روایت کوئی لکھتا ہو سوائے اس کے کہ اس

روایت کے جو یونس کی زہری سے ہوں
یعنی بعض محدثین کے نزدیک معمر کی بصرہ میں روایت قابل قبول ہے (مثلا امام بخاری) اور بعض (مثلا ابی حاتم)کے نزدیک اس قسم کی روایات میں اغلاط ہو سکتی ہیں اور یہ غلطیوں سے بریء نہیں ہیں[10]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب وصیتیں

یہود کو عرب سے نکال دینا؟

مسند احمد کی روایت ہے

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، قَالَ: آخِرُ مَا تَكَلَّمَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَخْرِجُوا يَهُودَ أَهْلِ الْحِجَازِ، وَأَهْلِ نَجْرَانَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَاعْلَمُوا أَنَّ شِرَارَ النَّاسِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ

ابو عبیدة بن الجراح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آخری کلام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا وہ یہ تھا کہ یہود کو حجاز میں سے نکال دو

اس کی سند میں سعد بن سَمُرَة بن جُندَب الفَزَاری ہے –کتاب الثقات ممن لم يقع في الكتب الستة از ابن قُطْلُوْبَغَا السُّوْدُوْنِي (المتوفى: 879ھ) میں سعد بن سَمُرَة بن جُندَب الفَزَاری کے لئے کہتے ہیں

قلت: حديثه عن أبيه عن أبي عبيدة رَفَعَهُ: «أخرِجُوا اليهود من الحجاز

میں ابن قُطْلُوْبَغَا کہتا ہوں: اس کی حدیث اپنے باپ سے ان کی ابو عبیدہ سے اس نے رفع کی ہے

ابن قُطْلُوبَغَا کا مطلب ہے کہ سند نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں جاتی

مزید براں اس روایت کی تمام اسناد میں إبراهيم بن ميمون الصائغ المروزی کا تفرد ہے اس کو ابن معین نے ثقہ کہا إبو زرعة نے کہا لا بأس بہ کوئی برائی نہیں اور إبو حاتم لا يحتج بہ ، نا قابل دلیل کہا ہے- لہٰذا یہ ضعیف روایت ہے

روایت سراسر غلط ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری الفاظ ہم تک صحیح اسناد سے پہنچ چکے ہیں کہ انہوں نے قرآن کی آیت پڑھی اور کہا اے اللہ تو ہی رفیق الاعلی ہے -

صحیح ابن حبان اور صحیح مسلم کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
لأخرجن اليهود والنصارى من جزيرة العرب حتى لا أدع إلا مسلماً" (رواه مسلم/كتاب الجهاد برقم (1767
میں یہود و نصاری کو جزیرہ العرب سے نکال دوں گا یہاں تک کہ اس میں صرف مسلمان ہوں گے

اس کی سند میں مدلس إبو الزبیر محمد بن مسلم بن تُدرُس المکی ہے

کتاب جامع التحصیل فی إحکام المراسیل از صلاح الدین العلائی (المتوفی: 761ھ) کے مطابق
محمد بن مسلم أبو الزبير المكي مشهور بالتدليس قال سعيد بن أبي مريم ثنا الليث بن سعد قال جئت أبا الزبير فدفع لي كتابين فانقلبت بهما ثم قلت في نفسي لو أني عاودته فسألته اسمع هذا كله من جابر قال سألته فقال منه ما سمعت ومنه ما حدثت عنه فقلت له اعلم لي على ما سمعت منه فاعلم لي على هذا الذي عندي ولهذا توقف جماعة من الأئمة عن الاحتجاج بما لم يروه الليث عن أبي الزبير عن جابر وفي صحيح مسلم عدة أحاديث مما قال فيه أبو الزبير عن جابر وليست من طريق الليث وكأن مسلما رحمه الله اطلع على أنها مما رواه الليث عنه وإن لم يروها من طريقه والله أعلم

محمد بن مسلم إبو الزبیر المکی تدلیس کے لئے مشہور ہیں – سعید بن إبي مريم نے لیث بن سعد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں ابو الزبیر کے پاس گیا اس نے دو کتابیں دیں ان کو لے کر واپس آیا – پھر میں نے دل میں کہا جب اس کے پاس جاؤں گا تو اس سے پوچھوں گا کہ کیا یہ سب اس نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا بھی ہے ؟ لیث نے ابو الزبیر سے (واپس جا کر) سوال کیا تو اس نے جواب میں کہا: اس میں ہے جو ان سے سنا اور وہ بھی جو میں نے ان سے روایت کر دیا ہے- میں (لیث) نے اس سے کہا: مجھے اس کا علم دو جو تم نے سنا ہو- پس اس نے صرف وہ بتایا اور یہ اب میرے پاس ہے-اس وجہ سے ائمہ (حدیث) کی جماعت نے اس (ابو الزبیر) سے دلیل نہیں لی سوائے اس کے کہ جو لیث کی سند سے ہو – اور صحیح مسلم میں اس کی چند روایات ہیں جس میں ابو الزبیر عن جابر کہا ہے جو لیث کی سند سے نہیں اور امام مسلم اس بات سے واقف تھے کہ اس کی لیث کی سند والی روایات کون سی ہیں ، انہوں نے اس کو اس طرق سے روایت نہیں کیا اللہ آعلم

یعنی یہ امام مسلم کا مخصوص عمل ہے کہ انہوں نے ائمہ حدیث کے خلاف جا کر ابو الزبیر کی جابر سے وہ

روایت بھی لے لی ہیں جو لیث کے طرق سے نہ تھیں- اس سے معلوم ہوا کہ یہ مخصوص روایت تمام محدثین کے نزدیک صحیح نہیں تھی

مسند البزار کی سند ہے

وَحدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ قُمَيْرٍ قَالَ: نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْكَرِيمِ الصَّنْعَانِيُّ قَالَ: نا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَقِيلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ: أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَأُخْرِجَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ حَتَّى لَا أَدَعَ فِيهَا إِلَّا مُسْلِمًا» وَلَا نَعْلَمُ رَوَى وَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ عُمَرَ. إِلَّا هَذَا الْحَدِيثَ وَقَدْ رَوَى وَهْبٌ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَادِيثَ صَالِحَةً

وھب بن منبہ کہتے ہیں کہ جابر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ... پھر یہ روایت بیان کی

جامع التحصیل فی اِحکام المراسیل از صلاح الدین العلائی (المتوفی: 761ھ) کہتے ہیں

وهب بن منبه قال بن معين لم يلق جابر بن عبد الله إنما هو كتاب وقال في موضع آخر هو صحيفة ليست بشيء

وھب بن منبہ : ابن معین کہتے ہیں اس کی جابر بن عبد اللہ سے ملاقات نہیں ہوئی – بلکہ ایک کتاب تھی اور ایک دوسرے مقام پر کہا یہ کتاب کوئی چیز نہیں

مسند البزار کی روایت بھی ضعیف ہے

المعجم الکبیر طبرانی کی روایت ہے

حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى السَّاجِيُّ، ثنا بُنْدَارٌ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحٍ النَّرْسِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: ثنا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، ثنا أَبِي، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَخْرِجُوا الْيَهُودَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ

أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ کہتے ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود کو جزیرہ العرب سے نکال دو

اسکی سند میں يَحْيَى بنُ أَيُّوْبَ أَبُو العَبَّاسِ الغَافِقِيُّ ہے جن کے لئے ابو حاتم کہتے ہیں أَبُو حَاتِمٍ: وَمَحَلُّهُ الصِّدْقُ، وَلاَ يُحْتَجُّ بِهِ ان کا مقام صدق ہے اور ناقابل دلیل ہے – نسائی ان کو

قوی نہیں کہتے ہیں الدارقطنی کہتے ہیں في بعض حديثه اضطراب سيء الحفظ ان کی بعض احادیث مضطرب ہیں اور خراب حافظہ کے حامل ہیں ابن سعد کہتے ہیں منکر الحدیث ہے - لہذا روایت ضعیف ہے

موطا امام مالک کی روایت ہے

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلى الله عَلَيه وَسَلم قَالَ لا يجتمع دينان في جزيرة العرب

امام الزہری نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرب میں دو دین جمع نہ ہوں گے

اس کی سند منقطع ہے – امام الزہری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کی سند نہیں ہے

امام مالک اس کے ذیل میں کہتے ہیں

قَالَ مَالِك: وَقَدْ أَجْلَى عُمَرَ بْنُ الخَطَّابِ يَهُودَ نَجْرَانَ وَفَدَكَ

اور عمر نے نجران اور فدک کے یہود کو جلا وطن کیا

امام مالک نے وضاحت کی کہ عمر نے (صرف) نجران اور فدک (خیبر) کے یہود کو جلاوطن کیا نہ کہ تمام جزیرہ عرب کے یہود کو- عرب میں یمن شامل ہے اس میں یہود آج تک رہ رہے ہیں

شرح صحیح المسلم میں النووی کہتے ہیں

وَالصَّحِيحُ الْمَعْرُوفُ عَنْ مَالِكٍ أَنَّهَا مَكَّةُ وَالْمَدِينَةُ واليمامة وَالْيَمَامَةُ وَالْيَمَنُ

اور صحیح و معروف امام مالک سے ہے کہ جزیرہ العرب سے مراد مکہ مدینہ یمامہ اور یمن ہے

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے

حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: «لَا يَتْرُكُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى بِالْمَدِينَةِ فَوْقَ ثَلَاثٍ قَدْرَ مَا يَبِيعُوا سِلْعَتَهُمْ»، وَقَالَ: «لَا يَجْتَمِعُ دِينَانِ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ»

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا … عرب میں دو دین جمع نہ ہوں گے

کتاب الأموال لابن زنجویہ کی روایت ہے کہ یہ عمر رضی اللہ کی رائے تھی نہ کہ حدیث رسول ہے

أنا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ، أَخْرَجَ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوسَ مِنَ الْمَدِينَةِ، وَضَرَبَ لِمَنْ قَدِمَهَا مِنْهُمْ أَجَلًا، إِقَامَةُ ثَلَاثِ

لَيَالٍ قَدْرَ مَا يَبِيعُونَ سِلَعَهُمْ، وَلَمْ يَكُنْ يَدَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يُقِيمُ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، وَكَانَ يَقُولُ: «لَا يَجْتَمِعُ دِينَانِ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ

ابن عمر کہتے ہیں عمر رضی اللہ نے یہود اور نصآری اور مجوس کو مدینہ سے نکال دیا اور ان کو پابند کیا کہ تین رات کی مقدار مدینہ میں بزنس کریں اور اس کے بعد تین دن سے زیادہ کوئی نہ رکے اور کہتے کہ عرب میں دو دین جمع نہ ہوں گے

طحآوی مشکل الاثآر میں کہتے ہیں

قَالَ: أَبُو عُبَيْدَةَ جَزِيرَةُ الْعَرَبِ بَيْنَ حَفْرِ أَبِي مُوسَى إِلَى أَقْصَى الْيَمَنِ فِي الطُّولِ , وَأَمَّا الْعَرْضُ فَمَا بَيْنَ رَمْلِ يَبْرِينَ إِلَى مُنْقَطَعِ السَّمَاوَةِ قَالَ: وَقَالَ الْأَصْمَعِيُّ جَزِيرَةُ الْعَرَبِ مِنْ أَقْصَى عَدَنَ أَبْيَنَ إِلَى رِيفِ الْعِرَاقِ فِي الطُّولِ , وَأَمَّا الْعَرْضُ فَمِنْ جُدَّةَ وَمَا وَالَاهَا مِنْ سَاحِلِ الْبَحْرِ إِلَى أَطْرَارِ الشَّامِ

ابو عبیدہ نے کہا جزیرہ العرب حفر ابو موسی سے لے کر دور یمن تک طول میں ہے اور ... الْأَصْمَعِيُّ نے کہا کہ عدن یمن سے لے کر عراق کے ملک تک ہے

سنن ابی داود کی روایت ہے

حدَّثنا محمودُ بن خالدٍ، حدَّثنا عمرُ – يعني ابنَ عبد الواحد قال: قال سعيدٌ -يعني ابنَ عبد العزيز-: جزيرةُ العرب ما بين الوادي إلى أقصى اليمن إلى تُخُومِ العِراق إلى البحر

سعید بن عبد العزیز التّنوخی الدمشقی کہتے ہیں کہ جزیرہ العرب یمن سے لے کر عراق کی سرحد تک ہے سمندر تک

صحیح بخاری میں ہے

وَقَالَ يَعْقُوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ، سَأَلْتُ المُغِيرَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ جَزِيرَةِ العَرَبِ: فَقَالَ مَكَّةُ، وَالمَدِينَةُ، وَاليَمَامَةُ، وَاليَمَنُ، وَقَالَ يَعْقُوبُ وَالعَرْجُ أَوَّلُ تِهَامَةَ

يَعْقُوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ کہتے ہیں میں نے المُغِيرَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ سے جزیرہ العرب پر سوال کیا انہوں نے کہا مکہ مدینہ یمامہ یمن

یعنی یمن بھی جزیرہ العرب کا حصہ ہے اب یہ کیسے ممکن ہے کہ اگر یہود کو جزیرہ العرب سے نکالنے کا کوئی حکم نبوی تھا تو اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں عمل نہ ہوا بلکہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر

واجبی عمل کیا ؟ - اوپر عمر رضی اللہ عنہ کے اقوال دیے گئے ہیں کہ انہوں نے مدینہ میں یہود کے لئے تین دن سے اوپر رہنے پر پابندی لگا دی تھی اور وہ شاید اس کو تمام عرب پر لگانا چاہتے تھے لیکن ایسا کر نہ سکے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی یمن کے یہود کو چھوڑ دیا بلکہ عبد اللہ ابن سبا جس نے عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں فتنہ پردازی کی وہ بھی یمن سے تھا - مسند احمد کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو مرض وفات میں نصیحت کی کہ

جب تم خلیفہ بنو تو یہود کو یمن سے نکال دینا

اس کی سند میں قيس ابن الربيع الأسدي الكوفي متکلم فیہ راوی ہے

وقال ابن هانىء: وسئل (يعني أبا عبد الله) عن قيس بن الربيع؟ فقال: ليس حديثه بشيء. «سؤالاته» (2267)

ابن ہانی کہتے ہیں میں نے امام احمد سے قیس پر سوال کیا کہا اس کی حدیث کوئی چیز نہیں

وقال المروذي: سألته (يعني أبا عبد الله) عن قيس بن الربيع، فلينه

مروزی کہتے ہیں امام احمد سے قیس پر سوال کیا تو انہوں نے کہا اس میں کمزوری ہے

تاریخ کے مطابق علی رضی اللہ عنہ خود مدینہ چھوڑ کر کوفہ منتقل ہوئے یعنی جزیرہ العرب (جو بقول روایات عمر نے یہود سے خالی کرا دیا تھا) اس کو چھوڑ کر یہود جہاں رہتے تھے (یعنی عراق و بابل) وہاں منتقل ہو گئے – یہ تاریخی شواہد ثابت کرتے ہیں کہ اس طرح کا کوئی حکم نبوی نہ تھا - اگر ہوتا تو خلفا اربع سب سے پہلے اس پر عمل کرتے - اطلاعا عرض ہے کہ یہود کی ایک بہت بڑی تعداد سلیمان علیہ السلام کے دور سے آج تک یمن میں آباد ہے – ان کو جزیرہ العرب سے نہیں نکالا گیا

اہل تشیع کی کتب حدیث میں یہود کو جزیرہ العرب سے نکالنے کی وصیت نہیں ملی

مشرکین کو عرب سے نکالنے کی وصیت کی ؟

واقعہ قرطاس والی روایت جو صحیح بخاری میں ابن عبّاس سے ہی مروی ہے اس میں ہے تین وصیتیں کیں جو ان تمام اوپر والی روایات کی مخالف ہونے کی وجہ سے شاذ و منکر ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ الأَحْوَلِ، سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: يَوْمُ الخَمِيسِ وَمَا يَوْمُ الخَمِيسِ، ثُمَّ بَكَى حَتَّى بَلَّ دَمْعُهُ الحَصَى، قُلْتُ يَا أَبَا عَبَّاسٍ: مَا يَوْمُ الخَمِيسِ؟ قَالَ: اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ، فَقَالَ: «ائْتُونِي بِكَتِفٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لاَ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا»، فَتَنَازَعُوا، وَلاَ يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ، فَقَالُوا: مَا لَهُ أَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوهُ؟ فَقَالَ: «ذَرُونِي، فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ»، فَأَمَرَهُمْ بِثَلاَثٍ، قَالَ: «أَخْرِجُوا المُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ العَرَبِ، وَأَجِيزُوا الوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ» وَالثَّالِثَةُ خَيْرٌ، إِمَّا أَنْ سَكَتَ عَنْهَا، وَإِمَّا أَنْ قَالَهَا فَنَسِيتُهَا، قَالَ سُفْيَانُ: هَذَا مِنْ قَوْلِ سُلَيْمَانَ

سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ الأَحْوَلِ کہتے ہیں انہوں نے سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ سے سنا انہوں نے ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سے سنا ... ابن عباس کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین وصیتیں کیں

أَخْرِجُوا المُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ العَرَبِ

مشرکین کو جزیرہ العرب سے نکال دینا

وَأَجِيزُوا الوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ

وفود کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا جیسا میں کرتا ہوں

تیسری وصیت راوی بھول گیا

امام بخاری کے مطابق یہ سفیان بن عینیہ ہیں جو کہتے ہیں سلیمان الأَحْوَل بھول گیا تھا جیسا انہوں نے لکھا وَإِمَّا أَنْ قَالَهَا فَنَسِيتُهَا، قَالَ سُفْيَانُ: هَذَا مِنْ قَوْلِ سُلَيْمَانَ -

راقم کہتا ہے اگر سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ الأَحْوَل بھول گیا تو سعید بن جبیر کا کوئی اور شاگرد ہی بتا دیتا[11]

اس کے برعکس مصنف عبد الرزاق اور مسند الحمیدی کے مطابق سلیمان الأحول خود کہتے

فَإِمَّا أَنْ يَكُونَ سَعِيدٌ سَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ عَمْدًا، وَإِمَّا أَنْ يَكُونَ قَالَهَا فَنَسِيتُهَا

پتا نہیں سعید بن جبیر اس تیسری وصیت پر عمدا خاموش رہے یا انہوں نے کہا بھول گئے

سنن ابو داود میں ہے

وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ: عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ سُلَيْمَانُ: لَا أَدْرِي أَذَكَرَ سَعِيدٌ الثَّالِثَةَ فَنَسِيتُهَا أَوْ سَكَتَ عَنْهَا

حمیدی نے کہا سفیان بن عینیہ کہا سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ الأَحْوَ ل نے کہا مجھے نہیں پتا کہ سعید نے تیسری کا ذکر کیا بھی تھا یا سعید تیسری بتانا بھول گئے یا اس پر چپ رہے

مسند احمد ح ۱۹۳۵ میں الفاظ ہیں

وَسَكَتَ سَعِيدٌ عَنِ الثَّالِثَةِ، فَلا أَدْرِي أَسَكَتَ عَنْهَا عَمْدًا – وَقَالَ مَرَّةً: أَوْ نَسِيَهَا – وقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً: وَإِمَّا أَنْ يَكُونَ تَرَكَهَا

سعید بن جبیر اس تیسری پر چپ رہے - مجھ سلیمان کو علم نہیں کہ وہ عمدا خاموش رہے اور ایک بار کہا بھول گئے اور سفیان بن عینیہ نےکہا یا اس کو بتانا چھوڑ دیا

یعنی تیسری وصیت کو میں (سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ الأَحْوَ ل) نے نہیں سعید بن جبیر بھولے یا چھپایا واضح رہے کہ اس موقعہ پر ایک حدیث پیش کی جائے جس میں ہے کہ جس نے کوئی علمی بات جو اس کو پتا ہو چھپایا اس کو اگ کا طوق ڈالا جائے گا- یہ کیسے ممکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک وصیت جو امت میں صرف سعید بن جبیر کو پتا تھی اور انہوں نے بھی صرف سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ الأَحْوَ ل کو بتائی وہ خود یا سلیمان اس کو بھول گئے؟ عجیب بات ہے یہ اتنی اہم وصیت جو ابن عباس سے سعید بن جبیر نے سنی انہوں نے بھی کسی اور کو نہ بتائی- واضح رہے کہ یہ حدیث قرطاس ہی ہے جس میں یہ تین وصیتیں ہیں لیکن جب طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ اس روایت کو ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں تو کسی بھی قسم کی وصیت کا ذکر نہیں کرتے اور طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ روایت کرتے کہ اصحاب رسول کا کہنا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وصیت نہیں کی تھی

سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ الأَحْوَ ل کی روایت کے مطابق یہود نہیں بلکہ مشرکین کو نکالنے کا حکم دیا - قرآن میں سورہ النصر کے مطابق عرب میں وفات رسول تک مشرکین جوق در جوق اسلام قبول کر چکے تھے اور اسلام عرب کے تمام ادیان پر غالب تھا –اس تناظر میں واضح ہے کہ ایسے کوئی مشرکین رہے ہی نہ تھے جن کی کوئی اجتماعیت ہو اور ان کو نکالنے کا کوئی حکم رہ گیا اور مرض وفات میں اس کا حکم عام نہ کیا

بلکہ صرف ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دیا۔

شیعہ حضرات کو بخاری کی اس روایت سے ایک جواز مل گیا کہ وہ کہہ سکیں کہ صحابہ نے علی وصی اللہ کی بات چھپائی لیکن اصل میں یہ راوی کی غلطی ہے – خود ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وصیت نہ کی

اہل تشیع کی کتب حدیث میں مشرکین کو جزیرہ العرب سے نکالنے کی وصیت نہیں ملی

ہر راوی اپنے ذوق کے مطابق وصیت گنوا رہا تھا[12]

بعض کہتے تھے علی کی خلافت کی وصیت کی

بعض کہتے یہود کو جزیرہ العرب سے نکالنے کی وصیت کی

بعض کہتے تھے مشرکین کو جزیرہ العرب سے نکالنے کی وصیت کی

علی کی امامت کی وصیت کی؟

صحیح بخاری کی روایت ہے

"...... علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم، مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بیماری میں وفات پا جائیں گے کیونکہ میں بنو عبدالمطلب کے مرنے والوں کے چہرے پہچانتا ہوں اے علی رضی اللہ عنہ آؤ چلیں اور رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرلیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ کون ہوگا اگر خلافت ہمارے خاندان میں رہنے والی ہے تو ہمیں علم ہو جائے گا اور اگر کسی دوسرے کے لیے ہوگی تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرلیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصیت کر جائیں گے۔ علی رضی اللہ عنہ نے کے اللہ کی قسم! اگر ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت کے بارے میں سوال کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کردیا تو لوگ ہمیں کبھی بھی خلیفہ نہ بنائیں گے میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی بھی خلافت کے برائے میں سوال نہ کروں گا –"

صحیح بخاری کی روایت ہے

"الاسود کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لوگوں نے ذکر کیا کہ کیا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وصی ہونے کی وصیت کی تھی؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آخر کس وقت ان کے متعلق یہ وصیت کی؟ میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینے سے یا گود سے تکیہ لگائے ہوئے تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی مانگا اور میری گود میں جھک پڑے مجھے تو معلوم بھی نہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگی ہے تو بتاؤ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کب وصیت کی؟"

(ترجمہ حدیث بخاری ص ۳۸۲ جلد ۱)

تاریخ طبری میں ہے

حَدَّثَنَا ابْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: حدثنا سلمة، قال: حدثني محمد بن إسحاق، عَنْ عَبْدِ الْغَفَّارِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنِ الْمِنْهَالِ بن عمرو، عن عبد الله ابن الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، [عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هذه الآية على رسول الله ص: «وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ» .... ان هذا أخي ووصى وَخَلِيفَتِي فِيكُمْ، فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : بتحقیق یہ (علی) تمہارے درمیان میرا بھائی ، وصی اور جانشین ہے. اس کی باتوں کو سنو اور اس کی پیروی کرو

اس کی سند میں عبد الغفار بن القاسم بن قیس بن قہد الأنصاری، ثم الکوفی ہے رافضی متروک الحدیث ہے اور المنهال بن عمرو ہے جو بد مذہب تھا

شیعہ کتاب العمدة از ابوالحسین یحیی بن الحسن بن الحسین البطریق الاسدی المتوفی ۵۹۵ ھ کی کتاب میں ہے

ومن " مسند احمد بن حنبل ، وبالاسناد المقدم قال : حدثنا عبدالله بن احمد بن حنبل ، حدثنا هيثم بن خلف ، قال : حدثنا مُحَمَّد بن ابي عمر الدورى ، قال : حدثنا شاذان ، قال : حدثنا جعفر بن زياد ، عن مطر ، عن انس يعنى ابن مالك قال : قلنا لسلمان : اسئل النبي (ص) من وصيه ؟ فقال له سلمان : يا رسول الله من وصيك ؟ فقال : يا سلمان ، من

كان وصي موسى ؟ فقال : يوشع بن نون ، قال : قال . فان وصيي ووارثي ، يقضي ديني وينجز موعدي ،علي بن ابي طالب عليه السلام

انس بن مالک کہتے ہیں ہم نے سلمان فارسی سے کہا رسول اللہ سے ان کی وصیت پوچھ لی ؟سلمان فارسی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (ص) سے پوچھا کہ آپ (ص) کی وصیت کس کے لئے ہے ؟ رسول اللہ (ص) نے فرمایا : اے سلمان تم بتاؤ کہ وصی موسیٰ(ع) کون تھے؟ میں نے کہا ان کے وصی یوشع بن نون(ع) تھے - پیغمبر(ص) نے فرمایا میرا وصی میرے بعد علی ابن ابی طالب ہے۔

البطریق کے مطابق یہ روایت مسند احمد کی ہے جبکہ یہ مسند میں نہیں ملی۔ سند میں بہت مسائل ہیں
– جعفر بن زیاد الاحمر المتوفی ۱۶۷ ھ ، مطرسب شیعہ ہیں –

علی نے آخری عہد کیا

مسند احمد کی روایت ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، [قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ:] وَسَمِعْتُهُ أَنَا مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ أُمِّ مُوسَى، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: وَالَّذِي أَحْلِفُ بِهِ، إِنْ كَانَ عَلِيٌّ لَأَقْرَبَ النَّاسِ عَهْدًا بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَتْ: عُدْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةً بَعْدَ غَدَاةٍ يَقُولُ: " جَاءَ عَلِيٌّ؟ " مِرَارًا، قَالَتْ: وَأَظُنُّهُ كَانَ بَعَثَهُ فِي حَاجَةٍ. قَالَتْ: فَجَاءَ بَعْدُ فَظَنَنْتُ أَنَّ لَهُ إِلَيْهِ حَاجَةً، فَخَرَجْنَا مِنَ الْبَيْتِ، فَقَعَدْنَا عِنْدَ الْبَابِ، فَكُنْتُ مِنْ أَدْنَاهُمْ إِلَى الْبَابِ، فَأَكَبَّ عَلَيْهِ عَلِيٌّ، فَجَعَلَ يُسَارُّهُ وَيُنَاجِيهِ، ثُمَّ قُبِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَوْمِهِ ذَلِكَ، فَكَانَ أَقْرَبَ النَّاسِ بِهِ عَهْدًا

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار دریافت کرتے علی آ گئے ؟ کیا علی آ گئے؟ ام سلمہ نے کہا علی کسی ضرورت کے تحت گئے ہوئے تھے - پس میں (ان کو ڈھونڈنے) گھر

سے نکلی تو علی دروازے پر ہی مل گئے پس نبی نے علی کو سیدھی طرف بٹھایا اور ہلکی آواز میں بات کی پھر آپ کی وفات ہوئی اور اس دن عہد کرنے میں وہ سب سے قریب تھے

شعیب الأرنؤوط – عادل مرشد اس روایت پر کہتے ہیں إسناده ضعيف

علی کو خاص وصیت کی

شیعہ کتاب مستدرك الوسائل از میرزا حسین النوری الطبرسی المتوفی ۲۳۱ میں روایت ہے

عن الصادق ، عن أبيه عن جده عن أميرالمؤمنين (عليهم السلام) قال : (قلنا لرسول الله (صلى الله عليه وآله) عند وفاته : يا رسول الله أوصنا ، فقال : أوصيكم بركعتين بين المغرب والعشاء الاخرة ، تقرأ في الاولى : الحمد ، وإذا زلزلت الارض زلزالها ، ثلاث عشرة مرة

امام جعفر نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے دادا علی سے روایت کیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی وفات پر فرمایا اے رسول اللہ کوئی وصیت کریں – آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میں تم کو دو رکعت کی وصیت کرتا ہوں مغرب اور عشاء کے درمیان پہلی میں پڑھو الحمد اور سورہ الزلزال تیرہ بار

صفیہ رضی اللہ عنہا سے آخری کلام کیا

معجم الکبیر از طبرانی میں ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَضْرَمِيُّ، ثنا أَبُو كُرَيْبٍ، ثنا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي ذُؤَيْبٌ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا حَضَرَ قَالَتْ صَفِيَّةُ: يَا رَسُولَ اللهِ لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِنْ نِسَائِكَ أَهْلٌ يُلْجَأُ إِلَيْهِمْ وَإِنَّكَ أَجْلَيْتَ أَهْلِي، فَإِنْ حَدَثَ حَدَثٌ فَإِلَى مَنْ؟ قَالَ: «إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ»

ذُؤَيْبٌ نے کہا جب رسول اللہ (کی وفات کا) وقت آیا صفیہ بولیں : آپ کی تمام بیویوں کے گھر

والے ہیں جن سے وہ مدد لے سکتی ہیں اور میں تو اپنے گھر والوں کو چھوڑ چکی ہوں تو اگر کچھ ہو تو کس کی طرف جاؤں ؟ اپ نے فرمایا علی بن ابی طالب

سند میں ابن اسحاق مدلس ہے ضعیف ہے –

سابقوں الاولوں کے پوتوں کے حوالے سے وصیت

مسند البزار کی روایت ہے

وَحَدَّثَنَا بِشْرٍ بْنُ خَالِدٍ الْعَسْكَرِيُّ، قَالَ نا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ الْقَاسِمِ بْنِ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: لَمَّا حَضَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْوَفَاةُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْصِنَا قَالَ: " أُوصِيكُمْ بِالسَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ وَبِأَبْنَائِهِمْ مِنْ بَعْدَهُمْ وَبِأَبْنَائِهِمْ مِنْ بَعْدَهُمْ وَبِأَبْنَائِهِمْ مِنْ بَعْدَهُمْ إِلَّا تَفْعَلُوا لَا يُقْبَلُ مِنْكُمْ صُرِفٌ وَلَا عَدْلٌ [ص:234] وَهَذَا الْحَدِيثُ لَا نَعْلَمُهُ يُرْوَى إِلَّا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ نَسْمَعْ حَدِيثَ جَعْفَرِ بْنِ عَوْنٍ، إِلَّا مِنْ بِشْرِ بْنِ خَالِدٍ

عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رضی اللہ عنہ نے کہا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت آیا ہم کہنے لگے رسول اللہ وصیت کر دیں- اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے بعد تم کو سابقوں الاولوں اور ان کے بیٹوں اور پوتوں (کے ساتھ حسن سلوک) کی وصیت کرتا ہوں اگر ایسا نہ کیا تو تمہارا صدقہ و عدل قبول نہ ہو گا

البزار نے کہا اس حدیث کوہم صرف عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ کی اس سند سے جانتے ہیں اور اس کو جَعْفَرِ بْنِ عَوْنٍ سے صرف بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ الْعَسْكَرِيُّ نے سنا ہے

راقم کہتا ہے **حُمَيْدِ بْنِ الْقَاسِمِ بْنِ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ** مجہول ہے سند ضعیف ہے

نماز کی وصیت کی ؟

ایک روایت ابو داود اور سنن ابن ماجہ میں بیان ہوئی ہے

ابن ماجہ کی سند ہے

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ سَفِينَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وعلى آله وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ الصَّلَاةَ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَمَا زَالَ يَقُولُهَا حَتَّى مَا يَفِيضُ بِهَا لِسَانُهُ

قتادہ روایت کرتے ہیں صالح ابی الخلیل سے وہ سفینہ سے وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ مرض جس میں ان کی وفات ہوئی اس میں نماز (کی پابندی) کا اور لونڈی غلاموں (سے حسن سلوک) کا کہتے رہے یہاں تک کہ وفات ہوئی

البانی اس روایت کو صحیح کہتے ہیں لیکن إبي عبدالرحمٰن مقبل بن ہادی الوادعی نے باقاعدہ ان راویات کو بیان کیا ہے جو صحیح سمجھی گئی ہیں اور معلول ہیں لہٰذا کتاب إحاديث معلة ظاهرها الصحة میں لکھتے ہیں

قال البوصيري في"مصباح الزجاجة" (ج2ص51) : هذا إسناد صحيح على شرط الشيخين، فقد احتجا بجميع رواته ثم ذكر مخرجيه.

قال أبو عبد الرحمن: الحديث منقطع، ففي "تهذيب التهذيب" في ترجمة صالح بن أبي مريم أبي خليل انه أرسل عن سفينة.

البوصيري نے مصباح الزجاجة میں کہا ہے اس کی اسناد شیخین کی شرط پر صحیح ہیں کیونکہ ان دونوں نے ان سے دلیل لی ہے پھر اس کی تخریج نقل کی

ابو عبد الرحمن نے کہا یہ حدیث منقطع ہے پس تہذیب التہذیب میں صالح بن أبي مريم أبي خليل کے ترجمہ میں ہے کہ وہ سفینہ سے ارسال کرتے تھے

لہٰذا یہ بات ثابت نہیں ہے

مسند احمد کی روایت ہے

حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عِيسَى الرَّاسِبِيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الْفَضْلِ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: أَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ آتِيَهُ بِطَبَقٍ يَكْتُبُ فِيهِ مَا لَا تَضِلُّ أُمَّتُهُ مِنْ بَعْدِهِ، قَالَ: فَخَشِيتُ أَنْ تَفُوتَنِي نَفْسُهُ، قَالَ: قُلْتُ: إِنِّي أَحْفَظُ وَأَعِي. قَالَ: " أُوصِي بِالصَّلَاةِ، وَالزَّكَاةِ، وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

نُعَيْمِ بْنِ يَزِيدَ نے علی بن ابی طالب سے روایت کیا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ شانے کی ایک ہڈی لے آ ؤں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ایک ایسی چیز لکھ دیں جس سے آپ کی امت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد گمراہ نہ ہونے پائے ۔مجھ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اس کو لاتے لاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہ ہو جائے اس لئے میں نے عرض کیا آپ فرمائیں میں یاد رکھوں گا ۔اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ میں وصیت کرتا ہوں نماز اور زکوۃ کی پابندی کرنے کی اور ان غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی جو تمہاری ملک میں ہوں

اس کی سند میں نعیم بن یزید مجہول راوی ہے- أبو حاتم کہتے ہیں مجهول ہے

رسول اللہ کی وصیتوں سے متعلق روایات میں جو اضطراب ہے وہ آپ نے دیکھ لیا الغرض یہ وصیتیں

ثابت نہیں ہیں – خلفاء ابو بکر و عمر و عثمان و علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کا اس پر عمل نہیں ملتا

اہل حدیث کی عزت کرنا

بعض کذاب محدثین نے یہ تک بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی کہ اہل حدیث کی عزت کرنا- کتاب **شرف أصحاب الحديث** از خطیب بغدادی میں اس کی سند و متن ہے

<table>
<tr>
<td>وَأَخْبَرَنَا ابْنُ الْفَضْلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَهْلٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زِيَادٍ الْقَطَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْجَهْمِ السِّمَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَالِدٍ الْمُقْرِئُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْبَاهِلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ذَكْوَانَ الْأَزْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هَارُونَ الْعَبْدِيُّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ كَانَ إِذَا رَأَى الشَّبَابَ قَالَ: مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْصَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُوَسِّعَ</td>
<td>حضرت خطیب بغدادیؒ اپنی شہرہ آفاق اور عظیم المرتبت تصنیف "شرف اصحاب الحدیث" میں صحابی رسولؐ حضرت ابو سعید خدریؓ سے بواسطہ ابن الفضل نقل کرتے ہیں :
اِذَا رَاٰی الشَّبَابَ قَالَ مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُّوَسِّعَ لَكُمْ فِي الْمَجْلِسِ وَاَنْ نُّفْهِمَكُمُ الْحَدِيْثَ فَاِنَّكُمْ خُلُوْفُنَا وَاَهْلُ الْحَدِيْثِ بَعْدَنَا-
محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
www.KitaboSunnat.com
283
کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت ابو سعید خدریؓ جب حدیث کے نوجوان طلبہ کو دیکھتے تو (خوشی سے اُچھل جاتے اور) اُنہیں مخاطب کر کے کہتے تمہیں رسول اللہ ﷺ کی یہ وصیت مبارک ہو (جو حضور علیہ السلام نے تمہارے حق میں فرمائی) آپ نے ہمیں حکم دے رکھا ہے کہ ہم تمہارے لئے اپنی (درس و تدریس کی) مجلسوں میں فراخی پیدا کریں (پاس بٹھائیں) اور تمہیں رسول اللہ ﷺ کی احادیث سمجھائیں کیونکہ ہمارے بعد تم ہمارے جانشین ہو اور تم ہی اہلحدیث ہو-</td>
</tr>
</table>

لَكُمْ فِي الْمَجْلِسِ، وَأَنْ نُفْهِمَكُمُ الْحَدِيثَ. فَإِنَّكُمْ خَلُوفُنَا، وَأَهْلُ الْحَدِيثِ بَعْدَنَا	

اس کی سند میں عمارة بن جوين ، أبو هارون العبدى البصرى متروك الحديث ہے جو بصرہ کا محدث تھا اور لوگوں کو خوش کرنے روایت گھڑتا تھا

سوال ہے کیا کوئی وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے؟[13]

صحیح بخاری کی روایت ہے

طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَي – رضي الله عنهما -: هَلْ أَوْصَى رَسُولُ اللهِ – صلى الله عليه وسلم -؟ , فَقَالَ: لَا , قُلْتُ: كَيْفَ كُتِبَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ الْوَصِيَّةُ؟ , أَوْ فَلِمَ أُمِرُوا بِالْوَصِيَّةِ؟ , قَالَ: " أَوْصَى بِكِتَابِ اللهِ – عزَّ وجل

طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ کہتے ہیں میں نے صحابی رسول عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی ؟ انہوں نے کہا نہیں میں نے کہا کیسے جبکہ مسلمانوں پر وصیت فرض ہے یا ان کو وصیت کا حکم ہے ؟ عبد اللہ نے کہا انہوں نے کتاب اللہ کی وصیت کی

صحیح مسلم کی روایت ہے

حدَّثنا مُسدَّدٌ ومحمدُ بن العلاءِ، قالا: حدَّثنا أبو معاويةَ، عن الأعمشِ، عن أبي وائلِ، عن مسروقٍ عن عائشة، قالتْ: ما تركَ رسولُ الله – صلَّى الله عليه وسلم – ديناراً، ولا درهماً، ولا بعيراً، ولا شاةً، ولا أوصىَ بشيءٍ

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دینار چھوڑا نہ درہم نہ بعیر نہ بکری اور نہ کسی چیز کی وصیت کی

مسند احمد کی روایت ہے

عَنِ الْأَرْقَمِ بْنِ شُرَحْبِيلَ قَالَ: سَافَرْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ – رضي الله عنهما – مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى الشَّامِ ... فَمَاتَ رَسُولُ اللهِ – صلى الله عليه وسلم – وَلَمْ يُوصِ

الْأَرْقَمِ بْنِ شُرَحْبِيلَ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ سے شام تک کا سفر کیا .... (اس دوران سوالات کیے).. ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا – رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور انھوں نے کوئی وصیت نہ کی

شعیب الأرنؤوط اور احمد شاکر اس کو إسناده صحیح کہتے ہیں- یہ روایت مسند ابویعلی میں بھی ہے جہاں حسین سلیم إسد اس کو صحیح کہتے ہیں

یعنی عبد بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ ، عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سب بیان کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وصیت نہیں کی

وفات اور آخری احکام و کلام

آخری ایام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کی شدت کی وجہ سے حکم کیا کہ ابو بکر نماز پڑھائیں
صحیح بخاری کی حدیث ہے

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے تقریر فرمائی اور کہا کہ بیشک اللہ تعالی نے ایک بندے کو انتخاب کرنے کا موقع دیا کہ وہ دنیا پسند کرتا ہے یا اس چیز کو جو اللہ کے پاس ہے پس اس بندے نے اس چیز کو پسند کیا جو اللہ تعالی کے پاس ہے۔" یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے ہم لوگوں کو ان کے رونے پر تعجب ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک بندے کا واقعہ بیان کررہے جس کو ان دوچیزوں میں سے انتخاب کرنے کا موقع دیا گیا ہے آخراس میں رونے کی کیا بات ہے (لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئ) تب ہم سمجھے کہ وہ بندے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھےاورابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب میں سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ اپنی صحبت اور اپنے مال سے مجھ پر احسان کرنے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں،اگر میں کسی کو اللہ تعالی کے علاوہ خلیل بناتا تو بیشک وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا، لیکن اسلام کی اخوت اور مودت کافی ہے مسجد کے اندر کھلنے والے سارے دروازے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ بند کردیئے جائیں۔"

سنن ابن ماجہ ح ۱۲۳۵ میں ہے

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ الْأَرْقَمِ بْنِ شُرَحْبِيلَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا مَرِضَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ كَانَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ، فَقَالَ: "ادْعُوا لِي عَلِيًّا" قَالَتْ عَائِشَةُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، نَدْعُو لَكَ أَبَا بَكْرٍ؟ قَالَ: "ادْعُوهُ" قَالَتْ حَفْصَةُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، نَدْعُو لَكَ عُمَرَ؟ قَالَ: "ادْعُوهُ". قَالَتْ أُمُّ الْفَضْلِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، نَدْعُو لَكَ الْعَبَّاسَ؟ قَالَ: "نَعَمْ". فَلَمَّا اجْتَمَعُوا رَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - رَأْسَهُ، فَنَظَرَ فَسَكَتَ، فَقَالَ عُمَرُ: قُومُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -. ثُمَّ جَاءَ بِلَالٌ يؤذنه بِالصَّلَاةِ، فَقَالَ: "مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ" فَقَالَتْ عَائِشَةُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ حَصِرٌ، وَمَتَى لَا يَرَاكَ يَبْكِي، وَالنَّاسُ يَبْكُونَ، فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ

يُصَلِّي بِالنَّاسِ.
فَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ فَصَلَّى بِالنَّاسِ، فَوَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - من نَفْسِهِ خِفَّةً، فَخَرَجَ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ، وَرِجْلَاهُ تَخُطَّانِ فِي الْأَرْضِ، فَلَمَّا رَآهُ النَّاسُ سَبَّحُوا بِأَبِي بَكْرٍ، فَذَهَبَ لِيَتَأَخَّرَ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: أَيْ مَكَانَكَ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، فَجَلَسَ عَنْ يَمِينِهِ وَقَامَ أَبُو بَكْرٍ، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَأْتَمُّ بِالنَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، وَالنَّاسُ يَأْتَمُّونَ بِأَبِي بَكْرٍ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مِنْ الْقِرَاءَةِ مِنْ حَيْثُ كَانَ بَلَغَ أَبُو بَكْرٍ-قَالَ وَكِيعٌ: وَكَذَا السُّنَّةُ- قَالَ: فَمَاتَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي مَرَضِهِ ذَلِكَ

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہوئی، اس وقت آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "علی (رضی اللہ عنہ) کو بلاؤ" عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کے رسول! کیا ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انہیں بلاؤ" حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کے رسول! کیا عمر رضی اللہ عنہ کو بلا دیں؟ آپ نے فرمایا: "بلا دو"، ام الفضل نے کہا: اللہ کے رسول! کیا ہم عباس کو بلا دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں" جب سب لوگ جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھا کر ان لوگوں کی طرف دیکھا، اور خاموش رہے۔
عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھ جاؤ، پھر بلال رضی اللہ عنہ آپ کو نماز کی اطلاع دینے کے لیے لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں" عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کے رسول! ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل آدمی ہیں، پڑھنے میں ان کی زبان رک جاتی ہے، اور جب آپ کو نہ دیکھیں گے تو رونے لگیں گے، اور لوگ بھی رونا شروع کر دیں گے، لہٰذا اگر آپ عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں (تو بہتر ہو)، لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نکلے، اور انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طبیعت میں کچھ ہلکا پن محسوس کیا، تو دو آدمیوں پر ٹیک دے کر تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پاؤں زمین پر گھسٹ رہے تھے، جب لوگوں نے آپ کو آتے دیکھا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو «سبحان اللہ» کہا، وہ پیچھے ہٹنے لگے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر رہو، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لئے، اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دائیں جانب بیٹھ گئے، اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے رہے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

اقتداء کر رہے تھے، اور لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کر رہے تھے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءت وہاں سے شروع کی جہاں تک ابوبکر رضی اللہ عنہ پہنچے تھے ۔ وکیع نے کہا: یہی سنت ہے، راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی مرض میں انتقال ہو گیا۔اس کی سند ضعیف ہے سند میں ابو إسحاق عمرو بن عبد الله السبیعی ہے جو مدلس ہے اور اس میں عنعنة ہے

انہی ایام میں فاطمہ بنت رسول آئیں اور والد کے لئے پریشان تھیں تو ان کو والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دلاسہ دیا

ام المومنین سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں۔ نبی کریمؐ نے حضرت فاطمہ کو بلوایا۔ اور ان سے کچھ رازداری کی گفتگو کی۔ جس پر فاطمہ رونے لگیں۔ پھر آپ نے کچھ گفتگو کی تو فاطمہ ہنسنے لگیں۔ ام المومنین فرماتی ہیں میں نے فاطمہ سے سوال کیا کہ ایسی رازداری کی کیا خاص بات تھی ؟ کہ پہلے تم روئیں ، پھر ہنسیں۔ انھوں نے جواب دیا حضور نے پہلی بار سرگوشی فرمائی تھی ، تو آپ نے مجھے اپنی موت کی خبر دی تھی۔ جس پر میں رونے لگی۔ آپ نے دوبارہ سرگوشی کی اور فرمایا تو میرے گھر والوں میں سب سے پہلے مجھ سے ملے گی ۔ جس پر میں ہنسنے لگی۔

بخاری جلد 1 صفحہ 532 جلد 2 صفحہ 638 اور مسلم جلد 2 صفحہ 290۔

فاطمہ رضی اللہ عنہ نے یہ خبر کہ وفات النبی قریب ہے کسی کو نہ دی کیونکہ یہ راز داری میں کہی گئی بات تھی لیکن وفات کے بعد جب پوچھا گیا تو بتا دیا۔ اس روایت سے اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی روایت سے یہ بھی ملا کہ رسول اللہ ﷺ الوسیلہ میں اس وقت ہیں اور وفات کے بعد سیدہ فاطمہ بھی یقینا وہیں پہنچی اور یہ ملاقات وہیں ہوئی

سنن ابن ماجہ میں ہے

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ أَبُو الزُّبَيْرِ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَمَّا وَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ – مِنْ كَرْبِ الْمَوْتِ مَا وَجَدَ، قَالَتْ فَاطِمَةُ: واكَرْبَ أَبَتَاهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: "لَا كَرْبَ عَلَى أَبِيكِ بَعْدَ الْيَوْمِ، إِنَّهُ قَدْ حَضَرَ مِنْ أَبِيكِ مَا لَيْسَ بِتَارِكٍ مِنْهُ أَحَدًا، الْمُوَافَاةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

نصر بن علی، عبداللہ بن زبیر، ثابت بنانی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سکرات شروع ہوئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہائے میرے والد کی تکلیف۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آج کے بعد تمہارے والد پر کبھی سختی اور تکلیف نہ آئے گی۔ تمہارے والد پر وہ وقت آگیا جو سب پر آنے والا ہے اب قیامت کے روز ملاقات ہوگی۔

اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں عبد اللہ بن الزبیر الباہلی مجہول ہے – الذھبی ، المعلمی الیمانی وغیرہ اس کو مجہول الحال کہتے ہیں اور یہ حدیث بھی صحیح بخاری کی حدیث کے خلاف ہے جس میں جنت میں ملاقات کا ذکر ہے نہ کہ روز محشر میں

صحیح بخاری کی حدیث ہے

حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ ، أَخْبَرَنِي مَعْمَرٌ وَيُونُسُ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ، أَنَّ عَائِشَةَ وَابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، قَالَا: "لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً عَلَى وَجْهِهِ فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ، فَقَالَ: وَهُوَ كَذَلِكَ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوا"

.مجھ سے بشر بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھ کو معمر اور یونس نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انہیں عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزع کی حالت طاری ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر چہرہ پر بار بار ڈال لیتے پھر جب شدت بڑھتی تو اسے ہٹا دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حالت میں فرمایا تھا، اللہ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کو ان کے کئے سے

ڈرانا چاہتے تھے۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ مدینہ سے باہر تھے کہ پیر کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی

صحیح بخاری کی حدیث ہے

وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَالِمٍ: عَنْ الزُّبَيْدِيِّ، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ، أَخْبَرَنِي الْقَاسِمُ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: شَخَصَ بَصَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى ثَلَاثًا وَقَصَّ الْحَدِيثَ، قَالَتْ: فَمَا كَانَتْ مِنْ خُطْبَتِهِمَا مِنْ خُطْبَةٍ إِلَّا نَفَعَ اللَّهُ بِهَا لَقَدْ خَوَّفَ عُمَرُ النَّاسَ وَإِنَّ فِيهِمْ لَنِفَاقًا فَرَدَّهُمُ اللَّهُ بِذَلِكَ

.اور عبداللہ بن سالم نے زبیدی سے نقل کیا کہ عبدالرحمٰن بن قاسم نے بیان کیا، انہیں قاسم نے خبر دی اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر (وفات سے پہلے) اٹھی اور آپ نے فرمایا:اے اللہ! مجھے رفیق اعلیٰ میں (داخل کر) آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا

دوسری حدیث ہے

ہم سے معلی بن اسد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالعزیز بن مختار نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، وفات سے کچھ پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پشت سے ان کا سہارا لیے ہوئے تھے۔آپ نے کان لگا کر سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا کر رہے ہیں

اللهم اغفر لي وارحمني، وألحقني بالرفيق

اے اللہ! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم کر اور میرے رفیقوں سے مجھے ملا۔

عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو آخری وقت تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا گمان نہیں تھا لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری الفاظ کہے کہ

مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا

ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام کیا نبیوں صدیقین شہداء صالحین

فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، وَأَخَذَتْهُ بُحَّةٌ، يَقُولُ: {مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ} [النساء: 69] الآيَةَ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ خُيِّرَ

فرمایا پس اس وقت میں جان گئی کہ آپ نے (دنیا کی رفاقت چھوڑنے کا) فیصلہ کر لیا

مبحث الثانی : وفات پر اجماع صحابہ

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تقریر اور اجماع صحابہ

عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا گمان نہیں تھا - انہوں نے وفات النبی والے دن کہا کہ جو یہ کہے کہ نبی کی وفات ہو گئی اس کی میں گردن اڑا دوں گا۔

صحیح بخاری کی روایت ہے

ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ مجھے معمر بن راشد اور یونس نے خبر دی، انہیں زہری نے، کہا کہ مجھے ابوسلمہ نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ (جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی) ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے جو سنح میں تھا گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور اترتے ہی مسجد میں تشریف لے گئے۔ پھر آپ کسی سے گفتگو کئے بغیر عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آئے (جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش رکھی ہوئی تھی) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برد حبرہ (یمن کی بنی ہوئی دھاری دار چادر) سے ڈھانک دیا گیا تھا۔ پھر آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ کھولا اور جھک کر اس کا بوسہ لیا اور رونے لگے۔ آپ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ دو موتیں آپ پر کبھی جمع نہیں کرے گا۔ سوا ایک موت کے جو آپ کے مقدر میں تھی سو آپ وفات پا چکے۔ ابوسلمہ نے کہا کہ مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جب باہر تشریف لائے تو عمر رضی اللہ عنہ اس وقت لوگوں سے کچھ باتیں کر رہے تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ لیکن عمر رضی اللہ عنہ نہیں مانے۔ پھر دوبارہ آپ نے بیٹھنے کے لیے کہا۔ لیکن عمر رضی اللہ عنہ نہیں مانے۔ آخر

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا تو تمام مجمع آپ کی طرف متوجہ ہو گیا اور عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا امابعد! اگر کوئی شخص تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ باقی رہنے والا ہے۔ کبھی وہ مرنے والا نہیں۔ اللہ پاک نے فرمایا ہے اور محمد صرف اللہ کے رسول ہیں اور بہت سے رسول اس سے پہلے بھی گزر چکے ہیں «الشاکرین» تک (آپ نے آیت تلاوت کی) قسم اللہ کی ایسا معلوم ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آیت کی تلاوت سے پہلے جیسے لوگوں کو معلوم ہی نہ تھا کہ یہ آیت بھی اللہ پاک نے قرآن مجید میں اتاری ہے۔ اب تمام صحابہ نے یہ آیت آپ سے سیکھ لی پھر تو ہر شخص کی زبان پر یہی آیت تھی

دوسری روایت میں ہے

اللہ کی قسم! ایسا محسوس ہوا کہ جیسے پہلے سے لوگوں کو معلوم ہی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے اور جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاوت کی تو سب نے ان سے یہ آیت سیکھی۔ اب یہ حال تھا کہ جو بھی سنتا تھا وہی اس کی تلاوت کرنے لگ جاتا تھا۔ (زہری نے بیان کیا کہ) پھر مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے اس وقت ہوش آیا، جب میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا، جس وقت میں نے انہیں تلاوت کرتے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی ہے تو میں سکتے میں آ گیا اور ایسا محسوس ہوا کہ میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا پائیں گے اور میں زمین پر گر جاؤں گا۔

صحیح ابن حبان اور مسند احمد میں ہے

لَقَدْ مُتَّ الْمَوْتَةَ الَّتِي لا تَمُوتُ بَعْدَهَا

بے شک ان کی موت نے ان کو مار دیا اب اس کے بعد موت نہیں

اللہ کا شکر ہے کہ ہم تک ابو بکر رضی اللہ عنہ کا قول پہنچ گیا

ابن حجر فتح الباری میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے قول پر تبصرہ کرتے ہیں

وَأَشَدُّ مَا فِيهِ إِشْكَالًا قَوْلُ أَبِي بَكْرٍ لَا يَجْمَعُ اللَّهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ وَعَنْهُ أَجْوِبَةٌ فَقِيلَ هُوَ عَلَى حَقِيقَتِهِ وَأَشَارَ بِذَلِكَ إِلَى الرَّدِّ عَلَى مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ سَيَحْيَا فَيَقْطَعُ أَيْدِي رِجَالٍ لِأَنَّهُ لَوْ صَحَّ ذَلِكَ لَلَزِمَ أَنْ يَمُوتَ مَوْتَةً أُخْرَى

فَأَخْبَرَ أَنَّهُ أَكْرَمُ عَلَى اللهِ مِنْ أَنْ يَجْمَعَ عَلَيْهِ مَوْتَتَيْنِ كَمَا جَمَعَهُمَا عَلَى غَيْرِهِ كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ وَكَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهَذَا أَوْضَحُ الْأَجْوِبَةِ وَأَسْلَمُهَا وَقِيلَ أَرَادَ لَا يَمُوتُ مَوْتَةً أُخْرَى فِي الْقَبْرِ كَغَيْرِهِ إِذْ يحيا ليسئل ثُمَّ يَمُوتُ وَهَذَا جَوَابُ الدَّاوُدِيِّوَقِيلَ لَا يَجْمَعُ اللَّهُ مَوْتَ نَفْسِكَ وَمَوْتَ شَرِيعَتِكَ وَقِيلَ كَنَّى بِالْمَوْتِ الثَّانِي عَنِ الْكَرْبِ أَيْ لَا تَلْقَى بَعْدَ كَرْبِ هَذَا الْمَوْتِ كَرْبًا آخَرَ ثَانِيهَا

اور سب سے شدید اشکال ابو بکر کے قول میں ہے کہ اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہ کرے گا اور اس اشکال کا جواب ہے کہ کہا گیا ہے یہ جمع موت نہ ہونا حقیقت کے بارے میں ہے اور اس کي طرف اشارہ ہے کہ اس میں رد ہے اس کا جو یہ دعوي کرے کہ نبي زندہ ہو کر ہاتھ کاٹیں گے کیونکہ اگر یہ صحیح ہو تو لازم ہو گا کہ ان کو پھر ایک موت اور آئے گي پس خبر دي کہ اللہ نے ان کي تکریم کي کہ ان پر دو موتوں کو جمع نہ کرے گا جیسا اوروں پر کیا (قرآن میں ہے) وہ جو گھروں سے نکلے اور وہ ڈر میں تھے .. اور وہ جو ایک قریہ پر سے گزرا اور یہ سب سے واضح جواب ہے

اور کہا گیا ہے ابو بکر کا اردہ و مقصد تھا کہ ان کو اور موت نہ ہو گي قبر میں اوروں کي طرح کہ جب ان کو سوال کے لئے زندہ کیا جاتا ہے اور پھر موت دي جاتي ہے اور یہ جواب أَحْمَدُ بْنُ نَصْرٍ الدَّاوُدِيُّ المالكي (المتوفي 402 ھ) نے دیا ہے

اور کہا جاتا ہے اللہ تعالي آپ کے نفس کي موت کو اور آپ کي شَرِيعَتِ کي موت کو جمع نہ کرے گا

اور کہا جاتا ہے یہ موت کنایہ ہے دوسري موت سے کرب پر یعني اب اس کرب کے بعد کوئي اور کرب نہ ہو گا

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں بدر الدین العینی (المتوفى: 855ھ) نے شرح کی

قَوْله: (لَا يذيقك الله الموتتين) ، بِضَم الْيَاء من الإذاقة، وَأَرَادَ بالموتتين: الْمَوْت فِي الدُّنْيَا وَالْمَوْت فِي الْقَبْر وهما الموتتان المعروفتان المشهورتان، فَلذَلِك ذكرهمَا بالتعريف، وهما الموتتان الواقعتان لكل أحد غير الْأَنْبِيَاء، عَلَيْهِم الصَّلَاة وَالسَّلَام، فَإِنَّهُم لَا يموتون فِي قُبُورهم، بل هم أَحيَاء

ابو بکر کا قول اللہ آپ پی دو موتوں کو جمع نہ کرے گا … یہ موت دنیا کی ہے اور قبر میں ہے یہ دو معروف موتیں ہیں جو سوائے انبیاء سب کو اتی ہیں – انبیاء اپنی قبروں میں نہیں مرتے بلکہ زندہ ہیں

اب واپس ابو بکر رضی اللہ عنہ کے قول پر غور کریں

لا يُذيقُكَ اللهُ المَوْتَتَيْنِ أبداً، أما المَوْتَةُ التي كُتِبَتْ عليك؛ فقد مُتَّها

اللہ کبھی بھی آپ کو دو موتیں نہ چکھائے گا – جہاں تک وہ موت ہے جو لکھی تھی بلاشبہ وہ ہو گئ

ابو بکر نے اس موت کی تصدیق کی اور فرمایا کہ یہ اب دوسری بار ممکن نہیں ہے کہ نبی زندہ ہوں پھر وفات ہو۔ سنن ترمذی میں ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الجَعْدِ، عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ فَارَقَ الرُّوحُ الجَسَدَ وَهُوَ بَرِيءٌ [ص:139] مِنْ ثَلَاثٍ: الكَنْزِ، وَالغُلُولِ، وَالدَّيْنِ دَخَلَ الجَنَّةَ " هَكَذَا قَالَ سَعِيدٌ: الكَنْزُ، وَقَالَ أَبُو عَوَانَةَ فِي حَدِيثِهِ: الكِبْرُ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ مَعْدَانَ وَرِوَايَةُ سَعِيدٍ أَصَحُّ

ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جس کی روح جسم سے الگ ہوئی اور وہ تین چیزوں سے بَرِیء تھا خزانہ ، غنیمت میں خیانت، اور قرض سے تو وہ جنت میں داخل ہوا – ترمذی نے کہا سعید نے روایت میں خزانہ بولا ہے اور ... سعید کی سند سے روایت اصح ہے

الدر المنثور از السیوطی میں ہے
وَقَالَ الدَّارَقُطْنِيّ إِنَّمَا هُوَ الْكَنْز بالنُّون وَالزَّاي
دارقطنی کہتے ہیں یہ حدیث کنز (خزانہ) کے لفظ سے ہے۔ فارق سے ہی اردو میں فراق کا لفظ نکلا ہے یعنی جدائی ہونا۔ اس کو اردو شاعری میں بہت استعمال کیا جاتا ہے۔ ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جس کی روح جسم سے الگ ہوئی۔ جسم سے روح کا الگ ہونا موت ہے – ظاہر ہے اس روح کو جنت من لے جایا گیا جہاں معراج کے موقعہ پر دیگر انبیاء کو دیکھا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ تو سب سے بڑھ کر رفیق ہے۔ وفات کے

وقت انبیاء کو آپشن دیا جاتا ہے کہ وہ دنیاوی زندگی واپس چاہتے ہیں یا اللہ سے ملاقات کو پسند فرماتے ہیں – عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جب نبی نے یہ الفاظ اے اللہ تو سب سے بڑھ کر رفیق ہے ادا کیے میں سمجھ گئی کہ آپشن دے دیا گیا ہے اور آپ کی اب (واپس دنیا میں زندہ ہو کر) دنیا کے رفقاء سے ملنے کی تمنا نہیں ہے صرف اللہ تعالی سے ملاقات و لقاء کی تمنا ہے

فرقوں کا اجماع صحابہ کا رد کرنا

اس امت کا سب سے اہم اجماع تھا جب وفات النبی پر اختلاف ہوا اور عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس پر خطبہ دیا اور تمام صحابہ نے وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ قبول کیا

اسی اجماع صحابہ کا ذکر عثمانی صاحب نے اس طرح کیا

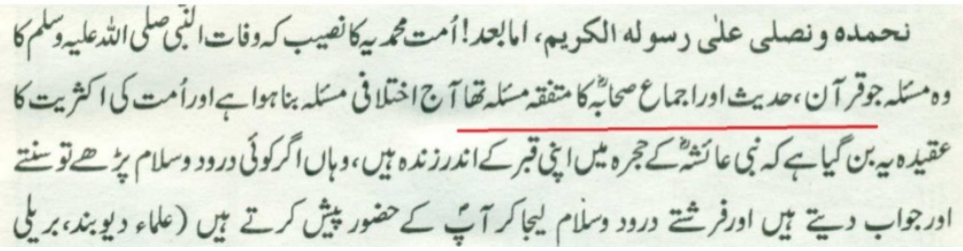
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، امابعد! اُمت محمدیہ کا نصیب کہ وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مسئلہ جو قرآن، حدیث اور اجماع صحابہؓ کا متفقہ مسئلہ تھا آج اختلافی مسئلہ بنا ہوا ہے اور اُمت کی اکثریت کا عقیدہ یہ بن گیا ہے کہ نبی عائشہؓ کے حجرہ میں اپنی قبر کے اندر زندہ ہیں، وہاں اگر کوئی درود وسلام پڑھے تو سنتے اور جواب دیتے ہیں اور فرشتے درود وسلام لیجا کر آپؐ کے حضور پیش کرتے ہیں (علماء دیوبند، بریلی

افسوس امت میں اس کا بھی صریح انکار کر کے رسول اللہ کو قبر النبی میں زندہ کی صفت دی گئی ہے لہٰذا ایک اہل حدیث عالم کہتے ہیں[1]

[1]

http://www.urdufatwa.com/index.php?/Knowledgebase/Article/View/2368/0/

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع والی بات تو ....اس وقت ابھی رسول اللہ ﷺ قبر میں داخل ہی نہیں کیے گئے تھے، پھر وہ اجماع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت اور دنیاوی زندگی کے ختم ہونے پر تھا

یعنی ان اہل حدیث عالم کے مطابق اجماع تو تدفین سے پہلے ہوا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہو گئے

نماز جنازہ؟

سورہ الفتح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی گئ
لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا
کہ اللہ اپ کے پچھلے اور اگلے گناہ معاف کر دے اور نعمت تمام کر دے اور سیدھے رستہ پر ہدایت دے
اور سورہ النصر میں کہا استغفار کرو وہ توبہ قبول کرے گا - اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی آخری دور کی حدیث میں خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا بہشت میں مقام دکھا دیا گیا اور کہا گیا کہ زندگی پوری کر کے یہاں آ جائیں گے - وفات سے چند دن پہلے رسول اللہ نے خبر دی کہ ایک بندے کو اختیار دے دیا گیا ہے کہ دینا کو لے یا آخرت کو – عین وفات کے وقت ، عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اپ نے جو الفاظ کہے اس پر میں جان گئی کہ اپ نے آخرت کو چن لیا ہے- اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کی ضرورت ختم ہوئی ان کی نماز جنازہ نہیں ہوئی- نماز جنازہ تو اس کی ہوتی ہے جس کے گناہ ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسا قبول نہیں کیا جا سکتا کہ ان کے نامہ اعمال میں وفات کے وقت گناہ تھے لہذا اس بنا پر ان کی نماز جنازہ کا کسی صحیح السند روایت میں ذکر نہیں ہے –

جنازہ سے متعلق پہلی روایت

مسند احمد میں أبو عسيب یا أَبِي عَسِيمٍ نام کے ایک شخص سے ایک روایت ہے جس کا متن عجیب و غریب ہے اس میں ہے نماز ہوئی
حَدَّثَنَا بَهْزٌ، وَأَبُو كَامِلٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ يَعْنِي الْجَوْنِيَّ، عَنْ أَبِي عَسِيبٍ، أَوْ أَبِي عَسِيمٍ، قَالَ بَهْزٌ: إِنَّهُ شَهِدَ الصَّلَاةَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، قَالُوا: كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْهِ؟ قَالَ: " ادْخُلُوا أَرْسَالًا أَرْسَالًا "، قَالَ: " فَكَانُوا يَدْخُلُونَ مِنْ هَذَا الْبَابِ فَيُصَلُّونَ عَلَيْهِ، ثُمَّ يَخْرُجُونَ مِنَ الْبَابِ الْآخَرِ "، قَالَ: " فَلَمَّا وُضِعَ فِي لَحْدِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ الْمُغِيرَةُ: قَدْ بَقِيَ مِنْ رِجْلَيْهِ شَيْءٌ لَمْ يُصْلِحُوهُ، قَالُوا: فَادْخُلْ فَأَصْلِحْهُ، فَدَخَلَ، وَأَدْخَلَ يَدَهُ فَمَسَّ قَدَمَيْهِ، فَقَالَ: أَهِيلُوا عَلَيَّ التُّرَابَ، فَأَهَالُوا عَلَيْهِ التُّرَابَ، حَتَّى بَلَغَ أَنْصَافَ سَاقَيْهِ، ثُمَّ خَرَجَ، فَكَانَ يَقُولُ أَنَا أَحْدَثُكُمْ عَهْدًا بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بَهْزُ بنُ أَسَدٍ أَبُو الأَسْوَدِ العَمِّيُّ البَصْرِيُّ[14] المتوفی بعد ۲۰۰ ھ استاد امام احمد حدیث بیان کرتے ہیں ... ابو عسیب یا ابو عسیم بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ میں حاضر ہوئے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ آپ کی نمازِ جنازہ کیسے پڑھیں؟ کہا: ٹولیوں کی شکل میں شامل ہو جاؤ۔ چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین ایک دروازے سے داخل ہوتے اور آپ نماز جنازہ پڑھتے، پھر دوسرے دروازے سے نکل جاتے تھے پس جب آپ کو لحد میں رکھ دیا گیا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں سے کوئی صحیح نہیں ہے۔ پس کہا داخل ہو اور صحیح کرو۔ پس ہاتھ ڈال کر قدم کو مس کیا۔ کہا مٹی ڈالو۔ پس مٹی ڈالی گئی یہاں تک کہ نصف پنڈلیوں کے۔ پس اس کے بعد (دفنانے والے) باہر نکلے

البغوی ، ابو عسیب یا ابو عسیم کے لئے کہتے ہیں : لا أدري له صحبة أم لا نہیں جانتا کہ یہ صحابی بھی ہے یا نہیں۔ ابن حجر نے الإصابة فی تمیز الصحابة میں إبو عسیب اور إبو عسیم کو دو الگ لوگوں میں شمار کیا ہے۔

اس روایت میں دعوی کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ پڑھا گیا لیکن اس میں کچھ مشکلات ہیں

اول حجرہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا میں دو دروازے تھے کسی حدیث میں بیان نہیں ہوا

دوم قدم دفنانے میں صحیح انداز میں نہیں رکھا جا سکا اور پھر بعد میں اس کو ہاتھ ڈال کر درست کرنا پڑا بھی عجیب بات ہے جبکہ اہل بیت وہاں موجود ہیں اور ان کی ذمہ داری ہے کہ تدفین کا انتظام کریں لیکن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ بتاتے ہیں کہ قدم درست نہیں رکھا گیا

سیر الاعلام النبلاء از امام الذھبی میں ہے

هُشَيْمٌ: حَدَّثَنَا مُجَالِدٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ المُغِيْرَةِ، قَالَ: أَنَا آخِرُ النَّاسِ عَهْداً بِرَسُوْلِ اللهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لَمَّا دُفِنَ، خَرَجَ عَلِيُّ بنُ أَبِي طَالِبٍ مِنَ القَبْرِ، فَأَلْقَيْتُ خَاتَمِي، فَقُلْتُ: يَا أَبَا الحَسَنِ، خَاتَمِي! قَالَ: انْزِلْ، فَخُذْهُ. قَالَ: فَمَسَحْتُ يَدِي عَلَى الكَفَنِ، ثُمَّ خَرَجْتُ

مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں آخری انسان تھا جس نے رسول اللہ سے عہد کیا جب وہ دفن ہوئے کہ علی بن ابی طالب قبر سے نکلے تو میں نے اپنی انگوٹھی قبر میں پھینک دی – اور کہا اے ابو الحسن میری انگوٹھی- علی نے کہا اترو اس کو لو – مغیرہ نے کہا پس میں نے کفن کو مسح کیا پھر نکلا

طبقات الکبری از ابن سعد میں ہے

أَخْبرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَفْصٍ التَّيْمِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّهُ قَالَ: لَمَّا وُضِعَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي لَحْدِهِ أَلْقَى المغيرة ابن شُعْبَةَ خَاتَمَهُ فِي الْقَبْرِ ثُمَّ قَالَ: خَاتَمِي خَاتَمِي! فَقَالُوا: ادْخُلْ فَخُذْهُ! فَدَخَلَ ثُمَّ قَالَ: أَهِيلُوا عَلَيَّ التُّرَابَ. فَأَهَالُوا عَلَيْهِ التُّرَابَ حَتَّى بَلَغَ أَنْصَافَ سَاقَيْهِ فَخَرَجَ

عروہ نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں رکھا گیا مغیرہ بن شعبہ نے اپنی انگوٹھی قبر میں پھینک دی پھر کہا میری انگوٹھی پس لوگوں نے کہا داخل ہو اس کو لو – پس مغیرہ داخل ہوئے پھر کہا مٹی ڈالو یہاں تک کہ وہ ان کی پنڈلی تک آئی

طبقات از ابن سعد میں ہے علی اس قول کا رد کرتے

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ. حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: لا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّكَ نَزَلْتَ فِيهِ وَلا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ خَاتَمَكَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَنَزَلَ عَلِيٌّ وَقَدْ رَأَى مَوْقِعَهُ فتَنَاوَلَهُ

فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ

علی نے کہا یہ مت لوگوں سے بیان کرو کہ تم اترے یا یہ کہ تمہاری انگوٹھی قبر میں تھی اور میرے سامنے اترے اور میں نے دیکھا پس وہ اس پر ان کو برا کہتے اور رد کرتے

اوپر والی تمام خبریں کمزور ہیں اور یہ اصل میں متاخرین اہل بیت کا اصحاب مغیرہ سے اختلاف ہے – اہل بیت کے مطابق قبر میں آخری شخص قثم بن عباس تھے جو نکلے- کہا جاتا ہے کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے وہ تھے لہذا ابو عسیب یا ابو عسیم نام کے مجہول شخص نے بیان کیا کہ آخری مغیرہ تھے جبکہ اہل بیت اس کو کذب کہتے تھے

طبقات ابن سعد میں ہے

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قُلْتُ: " زَعَمَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ أَنَّهُ آخِرُ النَّاسِ عَهْدًا بِرَسُولِ اللَّهِ صلّى الله عليه وسلم قَالَ: كَذَبَ وَاللَّهِ أَحْدَثُ النَّاسِ عَهْدًا بِرَسُولِ اللَّهِ صلّى الله عليه وسلم قُثَمُ بْنُ الْعَبَّاسِ، كَانَ أَصْغَرُ مَنْ كَانَ فِي الْقَبْرِ، وَكَانَ آخِرَ مَنْ صَعِدَ "

علی بن عبد اللہ بن عباس نے کہا یہ مغیرہ کا دعوی ہے کہ وہ آخری شخص تھے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا تو یہ کذب ہے اللہ کی قسم لوگوں نے بیان کیا ہے کہ آخری تو قثم بن عباس تھے جو قبر میں موجود لوگوں میں سب سے چھوٹے تھے اور سب سے آخر میں نکلے

جنازہ سے متعلق دوسری روایت

مستدرک الحاکم کی روایت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

حَدَّثَنَا حَمْزَةُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَبَّاسِ الْعَقَبِيُّ، بِبَغْدَادَ، ثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوْحٍ الْمَدَائِنِيُّ، ثنا سَلَّامُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمَدَائِنِيُّ، ثنا سَلَامُ بْنُ سُلَيْمٍ الطَّوِيلُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنِ الْحَسَنِ الْعُرَنِيِّ، عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ طَلِيقٍ، عَنْ مُرَّةَ بْنِ شَرَاحِيلَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا: مَنْ يُصَلِّي عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ فَبَكَى وَبَكَيْنَا وَقَالَ: «مَهْلًا، غَفَرَ اللهُ لَكُمْ، وَجَزَاكُمْ عَنْ نَبِيِّكُمْ خَيْرًا،

إِذَا غَسَّلْتُمُونِي وَحَنَّطْتُمُونِي وَكَفَّنْتُمُونِي فَضَعُونِي عَلَى شَفِيرِ قَبْرِي، ثُمَّ اخْرُجُوا عَنِّي سَاعَةً، فَإِنَّ أَوَّلَ مَنْ يُصَلِّي عَلَيَّ خَلِيلِي وَجَلِيسِي جِبْرِيلُ وَمِيكَائِيلُ، ثُمَّ إِسْرَافِيلُ، ثُمَّ مَلَكُ الْمَوْتِ مَعَ جُنُودٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، ثُمَّ لِيَبْدَأْ بِالصَّلَاةِ عَلَيَّ رِجَالُ أَهْلِ بَيْتِي، ثُمَّ نِسَاؤُهُمْ، ثُمَّ ادْخُلُوا أَفْوَاجًا أَفْوَاجًا وَفُرَادَى وَلَا تُؤْذُونِي بِبَاكِيَةٍ، وَلَا بِرَنَّةٍ وَلَا بِصَيْحَةٍ، وَمَنْ كَانَ غَائِبًا مِنْ أَصْحَابِي فَأَبْلِغُوهُ مِنِّي السَّلَامَ، فَإِنِّي أُشْهِدُكُمْ عَلَى أَنِّي قَدْ سَلَّمْتُ عَلَى مَنْ دَخَلَ فِي الْإِسْلَامِ، وَمَنْ تَابَعَنِي عَلَى دِينِي هَذَا مُنْذُ الْيَوْمِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»

جب رسول اللہ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو ہم نے پوچھا : یارسول اللہ! آپ کی نمازِ جنازہ کون پڑھائے گا؟ اس پر آپ رو دیئے او رہم بھی اشک بار ہوگئے۔ پھر کچھ دیر بعد آپ نے فرمایا: اللہ تعالی تمہاری مغفرت فرمائے اور تمہارے نبی کی طرف سے تمہیں جزائے خیر دے۔ جب تم مجھے غسل دے لو ، مجھے کافور لگا لو اور مجھے کفن دے دو تو مجھے میری قبر کے کنارے رکھ دینا، پھر کچھ دیر کے لئے مجھ سے دور ہوجانا، چنانچہ سب سے پہلے میری نمازِ جنازہ میرے جبرئیل و میکائیل پڑھیں گے، پھر اسرافیل، ازاں بعد ملک الموت فرشتوں کے لشکروں سمیت میری نماز جنازہ پڑھیں گے۔پھر میری نمازِ جنازہ کا آغاز میرے اہل بیت کے فرد، ان کے بعد اہل بیت کی عورتیں کریں۔پھر تم گروہ در گروہ اور تنہا تنہا داخل ہونا(اور نماز ادا کرنا) الحاکم کہتے ہیں عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الَّذِي فِي هَذَا الْإِسْنَادِ مَجْهُولٌ، لَا نَعْرِفُهُ بِعَدَالَةٍ وَلَا جَرْحٍ وَالْبَاقُونَ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ "

اس کی سند میں عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ہے جو مجھول ہے

جنازہ سے متعلق تیسری روایت

ابن ماجہ ، الشريعة از ابو بکر الآجُرِّيُّ البغدادی (المتوفى: 360ھ) میں روایت ہے

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ [ص:2362]: حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ سُلَيْمَانَ , عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ قَالَ: وَحَدَّثَنِي حُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ اللهِ , عَنْ عِكْرِمَةَ , عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَذَكَرَ وَفَاةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ , وُضِعَ عَلَى سَرِيرِهِ فِي بَيْتِهِ , وَقَدْ كَانَ الْمُسْلِمُونَ اخْتَلَفُوا فِي دَفْنِهِ , فَقَالَ قَائِلٌ: نَدْفِنُهُ فِي مَسْجِدِهِ , وَقَالَ قَائِلٌ: يُدْفَنُ مَعَ أَصْحَابِهِ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَا قُبِضَ نَبِيٌّ إِلَّا دُفِنَ حَيْثُ يُقْبَضُ» فَرُفِعَ فِرَاشُ رَسُولِ

اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي تُوُفِّيَ عَلَيْهِ فَحُفِرَ لَهُ تَحْتَهُ ثُمَّ دَخَلَ النَّاسُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَالًا , الرِّجَالُ حَتَّى إِذَا فَرَغُوا دَخَلَ النِّسَاءُ , حَتَّى إِذَا فَرَغْنَ دَخَلَ الصِّبْيَانُ , وَلَمْ يَؤُمَّ النَّاسَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ ثُمَّ دُفِنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَسَطِ اللَّيْلِ لَيْلَةَ الْأَرْبِعَاءِ عبدالله ابن عبّاس رضی الله تعالی عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات منگل کو ہوئی ...
ابوبکر نے کہا کہ نبی جہاں وفات پائیں وہیں دفن ہوتے ہیں بدھ کی رات تدفین ہوئی

ابن ماجہ میں ہے کہ لوگ ایک دروازے سے داخل ہوتے نماز پڑھتے نکل جاتے ... علی بن ابی طالب، فضل بن العباس، قثم بن العباس، اور شقران مولی رسول اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں اتارا

اس کی سند میں راوی حسین بن عبد اللہ ابن عبید اللہ بن عباس بن عبد المطلب المدنی ہے جو ضعیف ہے اس کے علاوہ محمّد بن اسحاق بن یسار ہے جو مختلف فیہ ہے - یہ روایت صحیح روایت کے بھی خلاف ہے جس کے مطابق آپ کی وفات پیر کو ہوئی

ان وجوہات کی بنا پر یہ شاذ ہے

جنازہ سے متعلق چوتھی روایت

الشمائل للترمذی ، مسند عبد بن حمید ، ، المعجم الکبیر للطبرانی دلائل النبوۃ للبیہقی السنن الکبری للنسائی کی روایت ہے

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ قَالَ [ص:337]: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ نُبَيْطٍ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ أَبِي هِنْدَ، عَنْ نُبَيْطِ بْنِ شَرِيطٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ، وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ: أُغْمِيَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ فَأَفَاقَ، فَقَالَ: «حَضَرَتِ الصَّلَاةُ» ؟ فَقَالُوا: نَعَمْ. فَقَالَ: «مُرُوا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ، وَمُرُوا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ لِلنَّاسِ» – أَوْ قَالَ: بِالنَّاسِ – قَالَ: ثُمَّ أُغْمِيَ عَلَيْهِ، فَأَفَاقَ، فَقَالَ: «حَضَرَتِ الصَّلَاةُ؟» فَقَالُوا: نَعَمْ. فَقَالَ: «مُرُوا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ، وَمُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ» ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: إِنَّ أَبِي رَجُلٌ أَسِيفٌ، إِذَا قَامَ ذَلِكَ الْمَقَامَ بَكَى فَلَا يَسْتَطِيعُ، فَلَوْ أَمَرْتَ غَيْرَهُ قَالَ: ثُمَّ أُغْمِيَ عَلَيْهِ فَأَفَاقَ فَقَالَ: «مُرُوا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ، وَمُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ

بِالنَّاسِ، فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ أَوْ صَوَاحِبَاتُ يُوسُفَ» قَالَ: فَأَمِرَ بِلَالٌ فَأَذَّنَ، وَأَمِرَ أَبُو بَكْرٍ فَصَلَّى بِالنَّاسِ، ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ خِفَّةً، فَقَالَ: «انْظُرُوا لِي مَنْ أَتَّكِئُ عَلَيْهِ» ، فَجَاءَتْ بَرِيرَةُ [ص:338] وَرَجُلٌ آخَرُ، فَاتَّكَأَ عَلَيْهِمَا فَلَمَّا رَآهُ أَبُو بَكْرٍ ذَهَبَ لِيَنْكُصَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَنْ يَثْبُتَ مَكَانَهُ، حَتَّى قَضَى أَبُو بَكْرٍ صَلَاتَهُ، ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ، فَقَالَ عُمَرُ: وَاللهِ لَا أَسْمَعُ أَحَدًا يَذْكُرُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ إِلَا ضَرَبْتُهُ بِسَيْفِي هَذَا قَالَ: وَكَانَ النَّاسُ أُمِّيِّينَ لَمْ يَكُنْ فِيهِمْ نَبِيٌّ قَبْلَهُ، فَأَمْسَكَ النَّاسُ، فَقَالُوا: يَا سَالِمُ، انْطَلِقْ إِلَى صَاحِبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَادْعُهُ، فَأَتَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَتَيْتُهُ أَبْكِي دَهِشًا، فَلَمَّا رَآنِي قَالَ: أَقُبِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قُلْتُ: إِنَّ عُمَرَ يَقُولُ: لَا أَسْمَعُ أَحَدًا يَذْكُرُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ إِلَا ضَرَبْتُهُ بِسَيْفِي هَذَا، فَقَالَ لِي: انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ، فَجَاءَ هُوَ وَالنَّاسُ قَدْ دَخَلُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَفْرِجُوا لِي، فَأَفْرَجُوا لَهُ فَجَاءَ حَتَّى أَكَبَّ عَلَيْهِ وَمَسَّهُ، فَقَالَ: {إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ} [الزمر: 30] ثُمَّ قَالُوا: يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَقُبِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَعَلِمُوا أَنْ قَدْ صَدَقَ، قَالُوا: يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَيُصَلَّى عَلَى رَسُولِ اللهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالُوا: وَكَيْفَ؟ قَالَ: يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُونَ وَيُصَلُّونَ وَيَدْعُونَ، ثُمَّ يَخْرُجُونَ، ثُمَّ يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُونَ وَيُصَلُّونَ وَيَدْعُونَ، ثُمَّ يَخْرُجُونَ، حَتَّى يَدْخُلَ النَّاسُ، قَالُوا: يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَيُدْفَنُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالُوا: أَيْنَ؟ قَالَ: فِي الْمَكَانِ الَّذِي قَبَضَ اللهُ فِيهِ رُوحَهُ، فَإِنَّ اللهَ لَمْ يَقْبِضْ رُوحَهُ إِلَا فِي مَكَانٍ طَيِّبٍ. فَعَلِمُوا أَنْ قَدْ صَدَقَ، ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَغْسِلَهُ بَنُو أَبِيهِ وَاجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُونَ يَتَشَاوَرُونَ، فَقَالُوا: انْطَلِقْ بِنَا إِلَى إِخْوَانِنَا مِنَ الْأَنْصَارِ نُدْخِلُهُمْ مَعَنَا فِي هَذَا الْأَمْرِ، فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: مَنْ لَهُ مِثْلُ هَذِهِ الثَّلَاثِ {ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا} [التوبة: 40] مَنْ هُمَا؟ قَالَ: ثُمَّ بَسَطَ يَدَهُ فَبَايَعَهُ وَبَايَعَهُ النَّاسُ بَيْعَةً حَسَنَةً جَمِيلَةً

سالم بن عبید الاشجعی بیان کرتے ہیں رسول اللہ کے مرض میں آپ پر غشی طاری ہوئی، پھر افاقہ ہو گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا نماز کا وقت ہوگیا ہے؟ عرض کی گئ، جی ہاں! آپ نے فرمایا، بلال کو حکم دو کہ وہ اذان کہیں اور ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ سیدہ عائشہؓ نے عرض کی، میرے والد تو نہایت نرم دل لدمی ہیں۔ جب وہ اس جگہ (مصلی رسول) پر کھڑے ہوں گے تو رونے لگیں گے اور نماز نہ پڑھا سکیں گے، اگر آپ کسی اور کو حکم دیں تو اچھا ہو گا۔ آپ غشی طاری ہوئی، پھر

افاقہ ہوا تو فرمایا، بلال کو حکم دو کہ وہ اذان کہیں اور ابوبکرؓ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، تم تو یوسف والیاں ہو۔ پھر سیدنا بلالؓ کو حکم دیا گیا، انہوں نے اذان کہی اور سیدنا ابوبکرؓ کو حکم دیا گیا، انہوں نے نماز پڑھائی۔ پھر رسول اللہ نے کچھ سکون محسوس کیا تو فرمایا، میرے سہارا لینے (اور مسجد جانے) کے لیے کسی کو دیکھو۔ بریرہ اور ایک لدمی لمئے۔ آپ نے ان دونوں کا سہارا لیا(اور مسجد میں لمئے)، جب سیدنا ابوبکرؓ نے آپ کو دیکھا تو (مصلی امانت سے) پیچھے ہٹنے لگے، آپ نے ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ اپنی جگہ میں رہیں، یہاں تک کہ سیدنا ابوبکرؓ نے نماز پوری کر لی۔ پھر رسول اللہ فوت ہوگئے۔ سیدنا عمرؓ نے کہا، اللہ کی قسم! میں کسی کو یہ کہتے نہیں سنوں گا کہ رسول اللہ فوت ہوگئے۔ مگر اپنی تلوار سے قتل کر دوں گا اور کہا، لوگ ان پڑھ تھے، ان میں آپ سے پہلے کوئی نبی نہیں تھا (جہالت ابھی باقی ہے، پھر رسول اللہ کیسے فوت ہو سکتے ہیں؟)۔ لوگ سہم گئے اور انہوں نے کہا، اے سالم! تم رسول اللہ کے ساتھی (سیدنا ابوبکرؓ) کے پاس جاو اور ان کو بلاؤ۔ میں سیدنا ابوبکرؓ کے پاس گیا، آپؓ اپنی مسجد میں تھے، میں آپؓ کے پاس روتے ہوئے اور دہشت زدہ گیا۔ جب آپؓ نے مجھے دیکھا تو پوچھنے لگے، کیا رسول اللہ وفات پا گئے ہیں؟ میں نے کہا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں کہ میں کسی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے نہیں سنوں گا، مگر اپنی اس تلوار سے اسے قتل کردوں گا۔ آپؓ نے مجھے فرمایا، چلو۔ میں آپؓ کے ساتھ چلا۔ آپؓ تشریف لائے تولوگ رسول اللہ کے گھر میں داخل چکے تھے۔ آپؓ نے فرمایا، لوگو! مجھے راستہ دو! لوگوں نے آپؓ کو راستہ دے دیا۔ آپؓ لہ کر رسول اللہ پر جھک گئے اور آپ کو بوسہ دیا، پھر قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی (اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ)(الزمر:۳۹/۳۰) (اے نبی! یقیناً آپ فوت ہونے والے ہیں اور وہ کافر بھی فوت ہونے والے ہیں)، پھر لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول کے ساتھی! کیا رسول اللہ فوت ہو گئے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا، ہاں! لوگوں نے یقین کر لیا کہ آپؓ سچ کہہ رہے ہیں۔ لوگوں نے کہا، اے رسول اللہ کے ساتھی: کیا رسول اللہ کا جنازہ پڑھا جائے گا؟ آپؓ نے فرمایا، ہاں! انہوں نے کہا، کیسے؟ فرمایا، کچھ لوگ (حجرۂ عائشہ میں) داخل ہوں گے اور اللہ اکبر کہیں گے، درود و سلام پڑھیں گے اور دعا کریں گے، پھر وہ نکل لمئیں گے، پھر کچھ لوگ داخل ہوں گے اور اللہ اکبر کہیں، درود و سلام پڑھیں گے اور دعا کرکے نکل

ﺎئیں گے، یہاں تک کہ (تمام) داخل ہو جائیں گے۔ لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول کے ساتھی؟ کیا رسول اللہ کو دفن کیا جائے گا؟ فرمایا، ہاں! انہوں نے کہا، کہاں؟ فرمایا، اسی جگہ میں، جہاں اللہ تعالی نے ان کی روح قبض کی ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے ان کی روح عمدہ جگہ میں قبض فرمائی ہے۔ انہوں نے جان لیا کہ آپ نے سچ فرمایا ہے۔ پھر آپؓ نے حکم دیا کہ آپ کو آپ کے خاندان والے غسل دیں۔ مہاجرین مشورہ کے لیے جمع ہوئے، انہوں نے کہا، آپ ہمارے ساتھ ہمارے انصاری بھائیوں کی طرف چلیں تاکہ ہم ان کو بھی اس معاملے میں اپنے ساتھ شامل کرلیں۔ انصار نے کہا، ایک امیر ہم میں سے ایک تم میں سے ہو گا۔ اس پر سیدنا عمر بن خطابؓ نے فرمایا، کس کے لیے ان تین فضائل جیسی کوئی فضیلت ہے؟ اس جیسی منقبت کس کے لیے ہے؟ (ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ اِذۡ ہُمَا فِی الۡغَارِ اِذۡ یَقُوۡلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا) (التوبہ: ۹/۴۰) آپ دو میں سے دوسرے تھے، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب آپ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے کہ گھبراؤ نہیں، اللہ ہمارے ساتھ ہے وہ دونوں کون ہیں؟ پھر آپ نے ہاتھ بڑھایا اور بیعت کی اور سب لوگوں نے اچھی اور خوبصورت بیعت کی۔

اس کی سند مظبوط نہیں- کتاب الاغتباط بمن رمی من الرواة بالاختلاط از سبط ابن العجمی (المتوفى: 841ھ) کے مطابق سلمة بن نبيط بن شريط الأشجعي قال البخاري يقال اختلط بآخره بخاری کہتے ہیں آخری عمر میں اختلاط کا شکار تھے- کتاب إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال از مغلطاي (المتوفى: 762ھ)کے مطابق وذكره العقيلي في جملة الضعفا عقیلی نے ان کا ذکر ضعیف راویوں میں کیا ہے

روایت کا متن بھی صحیح احادیث کے خلاف ہے اس میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا انہوں نے نماز مکمل کی اور یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض ہوئی

حَتَّى قَضَى أَبُو بَكْرٍ صَلَاتَهُ، ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ،

حالانکہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ نبی کی وفات کے وقت ابو بکر مقام السنح میں تھے اور وفات النبی کے وقت نماز کا وقت نہ تھا - اس روایت میں ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت مسجد النبی میں ہوئی یہ بھی صحیح احادیث کے خلاف ہے – صحیح بخاری کے مطابق ابو بکر کی بیعت سقیفه بنی ساعده باغ میں ہوئی تھی

لہٰذا یہ منکر روایت ہے

جنازہ سے متعلق پانچویں روایت

طبرانی الکبیر میں اس کی سند ہے حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْبَرَاءِ، ثنا عَبْدُ الْمُنْعِمِ بْنُ إِدْرِيسَ بْنِ سِنَانٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ

فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِذَا أَنْتَ قُبِضْتَ فَمَنْ يُغَسِّلُكَ؟ وَفِيمَ نُكَفِّنُكَ؟ وَمَنْ يُصَلِّي عَلَيْكَ؟ وَمَنْ يَدْخُلُ الْقَبْرَ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا عَلِيُّ أَمَّا الْغُسْلُ فاغْسِلْنِي أَنْتَ، وَالْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ يَصُبُّ عَلَيْكَ الْمَاءَ، وَجِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثَالِثُكُمَا، فَإِذَا أَنْتُمْ فَرَغْتُمْ مِنْ غُسْلِي فَكَفِّنُونِي فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ جُدُدٍ، وَجِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَأْتِينِي بِحَنُوطٍ مِنَ الْجَنَّةِ، فَإِذَا أَنْتُمْ وَضَعْتُمُونِي عَلَى السَّرِيرِ فَضَعُونِي فِي الْمَسْجِدِ وَاخْرُجُوا عَنِّي، فَإِنَّ أَوَّلَ مَنْ يُصَلِّي عَلَيَّ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ فَوْقِ عَرْشِهِ، ثُمَّ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، ثُمَّ مِيكَائِيلُ، ثُمَّ إِسْرَافِيلُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، ثُمَّ الْمَلَائِكَةُ زُمَرًا زُمَرًا، ثُمَّ ادْخُلُوا، فَقُومُوا صُفُوفًا لَا يَتَقَدَّمُ عَلَيَّ أَحَدٌ»

عبد المنعم بن إدريس بن سنان اليمانی اپنے باپ سے وہ وھب بن منبہ سے روایت کرتے ہیں کہ علی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا سول اللہ ! جب آپ کی روح قبض ہو گی تو آپ کو غسل کون دے گا؟ ہم آپ کو کفن کس طرح دیں گے، آپ کی نماز جنازہ کون پڑھائے گا اور آپ کو قبر میں کون اُتارے گا؟ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غسل مجھے تم دینا، فضل بن عباس مجھ پر پانی بہائیں گے اور جبرئیل علیہ السلام تمہارے تیسرے ساتھی ہوں گے۔ سو جب تم میرے غسل سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے تین نئے کپڑوں میں کفنانا اور جبرئیل علیہ السلام میرے لئے جنت سے حنوط (خوشبو) لائیں گے اور تم مجھے چارپائی میں رکھو تو مجھے مسجد میں رکھ کر مجھ سے پرے ہٹ جانا۔ چنانچہ سب سے پہلے جو میری نمازِ جنازہ پڑھیں گے، وہ ربّ تعالیٰ عرش کے اوپر سے پڑھیں گے۔ پھر جبرئیل بعد ازاں میکائیل، اس کے بعد اسرافیل پھر تمام فرشتے جماعت در جماعت میری نمازِ جنازہ پڑھیں گے۔ پھر تم حجرہ میں داخل ہونا اور صفوں میں کھڑے ہونا، کوئی بھی میرا پیش امام نہ بنے

اس کی سند میں عبد المنعم بن إدريس بن سنان اليمانی ہے دارقطنی کتاب الضعفاء والمتروکین کہتے ہیں اپنے باپ سے روایت کرنے میں متروک ہیں

جنازہ سے متعلق چھٹی روایت

تاریخ الطبری کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم تین دن بعد دفن ہوا

حَدَّثَنَا ابْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ زِيَادِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: لما قبض النبي ص كَانَ أَبُو بَكْرٍ غَائِبًا، فَجَاءَ بَعْدَ ثَلاثٍ، وَلَمْ يَجْتَرِئْ أَحَدٌ أَنْ يَكْشِفَ عَنْ وَجْهِهِ، حَتَّى أُرْبِدَ بَطْنُهُ

ابراہیم النخعی نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض ہوئی ابو بکر غائب تھے کسی میں یہ جرات نہ ہوئی کہ کپڑا اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ سکتا یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیٹ پھول گیا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تین دن بعد آئے

اس کی سند منقطع ہے ابراہیم النخعی کی کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی کتاب جامع التحصیل کے مطابق وقال علی بن المدینی إبراهیم النخعی لم یلق إحدا من إصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی بن المدینی کہتے ہیں کہ ابراہیم کی کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی دوم ان سے سننے والے ابی ایوب بھی مجھول ہیں - کتاب المعجم الصغیر لرواۃ الإمام ابن جریر الطبری از إکرم بن محمد زیادۃ الفالوجی الاثری کے مطابق . أبو أيوب – غير مسمى، ولا منسوب – من الخامسة، عن إبراهيم. وعنه: أبو معشر، زياد بن كليب، التميمي، الحنظلي، الكوفي (3219) لم أعرفه، ولم أجد له ترجمة
لہذا یہ ابو ایوب مجھول ہے، أبو معشر، زياد بن كليب ضعیف ہے

جنازہ سے متعلق ساتویں روایت

طبقات ابن سعد میں ہے

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ. حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ ابْنِ أَبِي عَوْنٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ .... قلنا: يا رسول الله من يغسلك ؟ فقال: رجال من أهلي الأدنى فالأدنى. قلنا: يا رسول الله ففيم نكفنك ؟ فقال: في ثيابي هذه إن شئتم أو ثياب مصر أو في حلة يمانية. قال: قلنا: يا رسول الله من يصلي عليك ؟ وبكينا وبكى فقال: مهلا رحمكم الله وجزاكم عن نبيكم خيرا، إذا

أنتم غسلتموني وكفنتموني فضعوني على سريري هذا على شفة قبري في بيتي هذأ، ثم اخرجوا عني ساعة فإن أول من يصلي علي حبيبي وخليلي جبريل ثم ميكائيل ثم إسرافيل ثم ملك الموت معه جنوده من الملائكة بأجمعهم، ثم ادخلوا فوجا فوجا فصلوا علي وسلموا تسليما

عَبد الله بُن جعفر المخرمي نے عبد الواحد بن إِبِي عون سے روایت کیا اس نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا کہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اے رسول اللہ آپ کو غسل کون دے گا ؟ فرمایا میرے گھر والے بڑے پھر چھوٹے - ہم نے پوچھا ہم کفن کیسے دیں گے ؟ فرمایا انہی کپڑوں میں اگر چاہو یا مصر کے کپڑوں میں یا یمن کے کپڑوں میں - ہم نے پوچھا ہم نماز جنازہ کیسے پڑھیں ؟ فرمایا جب تم غسل سے دو کفن دے دو مجھ کو بستر پر رکھنا اس قبر میں اس گھر میں رکھنا پھر وہاں سے نکل جانا پھر سب سے اول میرے حبیب اور دوست جبریل نماز جنازہ پڑھیں گے پھر میکائیل نماز جنازہ پڑھیں گے،پھر إسرافیل نماز جنازہ پڑھیں گے، پھر ملک الموت تمام فرشتوں کے لشکر کے ساتھ نماز جنازہ پڑھیں گے پھر تم فوج در فوج داخل ہونا نماز پڑھنا اور سلام کہنا

سند میں واقدی ہے اور سند ابن إِبِي عون اور ابن مسعود کے درمیان منقطع ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کے حوالے سے کسی بھی صحیح السند روایت کا مفقود ہونا ظاہر کرتا ہے کہ یہ نہیں ہوئی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انبیاء کی نماز جنازہ پڑھنے پر کوئی نص موجود نہیں اور وفات سے قبل نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم (یعنی گناہ کے حوالے سے اللہ کی حفاظت میں) تھے[15]

راقم کہتا ہے انبیاء اپنی امت میں تقوی کا نشان ہوتے ہیں- نماز جنازہ تو اس کی پڑھی جاتی ہے جس کے گناہ ہوں-

سنن الکبری بیہقی میں ہے

أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ، ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ أَنْبَأَ الرَّبِيعُ، قَالَ: قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَذَلِكَ لِعِظَمِ أَمْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَبِي هُوَ وَأُمِّي وَتَنَافُسِهِمْ فِي أَنْ لَا يَتَوَلَّى الْإِمَامَةَ فِي الصَّلَاةِ عَلَيْهِ وَاحِدٌ وَصَلَّوْا عَلَيْهِ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ

أَبُو سَعِيدِ بْنُ أَبِي عَمْرٍو نے ہم کو خبر دی کہ أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ نے کہا ان کو الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ، نے خبر دی کہ امامؒ شافعی نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں، آپ کی عظمت کی بنا پر اصحاب رسول نے فردا فردا درود (یا الصَّلَاةِ) پڑھا کیونکہ اصحاب رسول نہیں چاہتے تھے کہ نماز جنازہ کا کوئی امام ہو جائے

یہ قول امام شافعی کا ہے اور اس خبر کا مصدر معلوم نہیں ہے – امام شافعی سے لے کر صحابی تک کوئی سند نہیں ہے

غسل ، کفن ، تدفین اور چادر کا ڈالا جانا

صحیح مسلم کی روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
كُفِّنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا

ابن ماجہ میں ہے کہ گھر میں آواز بلند ہوئی کہ لباس نہ ہٹایا جائے
حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ الْأَزْهَرِ الْوَاسِطِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: لَمَّا أَخَذُوا فِي غُسْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَادَاهُمْ مُنَادٍ مِنَ الدَّاخِلِ: "لَا تَنْزِعُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيصَهُ" , (جة) 1466 [قال الألباني]: منكر

بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینا شروع کیا تو کسی آواز لگانے والے نے اندر سے آواز لگائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ نہ اتارو۔

اس کی سند میں ابو بردہ عمرو بن یزید التیمی ضعیف ہیں- البانی نے اس کو منکر کہا ہے

امام مالک نے اس قول کو بلا سند موطا میں نقل کیا ہے
حَدَّثَنِي يَحْيَى، عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم تُوُفِّيَ يَوْمَ الإِثْنَيْنِ، وَدُفِنَ يَوْمَ الثُّلاَثَاءِ، وَصَلَّى النَّاسُ عَلَيْهِ أَفْذَاذًا لاَ يَؤُمُّهُمْ أَحَدٌ، فَقَالَ نَاسٌ: يُدْفَنُ عِنْدَ الْمِنْبَرِ، وَقَالَ آخَرُونَ: يُدْفَنُ بِالْبَقِيعِ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: مَا دُفِنَ نَبِيٌّ قَطُّ إِلاَّ فِي مَكَانِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، فَحُفِرَ لَهُ فِيهِ، فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ غُسْلِهِ، أَرَادُوا نَزْعَ قَمِيصِهِ، فَسَمِعُوا صَوْتًا يَقُولُ: لاَ تَنْزِعُوا الْقَمِيصَ، فَلَمْ يُنْزَعِ الْقَمِيصُ، وَغُسِّلَ وَهُوَ عَلَيْهِ صلى الله عليه وسلم

اس بلاغ کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی قمیص میں دفن کیا گیا جو ان کے جسد اطہر پر تھی- یہ صحیح ممکن نہیں کیونکہ صحیحین میں کفن کا ذکر آ گیا ہے

بیہقی دلائل النبوہ میں اور حاکم مستدرک ح ۴۳۹۸ میں ایک روایت بیان کرتے ہیں
أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَقِيهُ فِي كِتَابِ السُّنَنِ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ بْنِ دَاسَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ السِّجِسْتَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ، عَنْ أَبِيهِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ: لَمَّا أَرَادُوا غُسْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا: وَاللهِ مَا نَدْرِي أَنُجَرِّدُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثِيَابِهِ، كَمَا نُجَرِّدُ مَوْتَانَا، أَمْ نُغَسِّلُهُ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهُ، فَلَمَّا اخْتَلَفُوا، أَلْقَى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ النَّوْمَ حَتَّى مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ إِلَّا وَذَقْنُهُ فِي صَدْرِهِ، ثُمَّ كَلَّمَهُمْ مُكَلِّمٌ مِنْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ لَا يَدْرُونَ مَنْ هُوَ، أَنِ اغْسِلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَعَلَيْهِ ثِيَابُهُ , فَقَامُوا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَغَسَّلُوهُ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ وَيُدَلِّكُونَهُ بِالْقَمِيصِ دُونَهُ أَيْدِيهِمْ، فَكَانَتْ عَائِشَةُ تَقُولُ: لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي، مَا اسْتَدْبَرْتُ، مَا غَسَّلَهُ إِلَّا نِسَاؤُهُ هَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ، جب اصحاب رسول نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا : معلوم نہیں کہ جس طرح ہم اپنے فوت ہونے والے دیگر افراد کے کپڑے اتار دیتے تھے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی کپڑے اتار دیں یا ہم کپڑوں سمیت غسل دیں ، جب انہوں نے اختلاف کیا تو اللہ نے ان پر نیند طاری کر دی حتیٰ کہ ان میں سے ہر شخص کی تھوڑی اس کے سینے کے ساتھ لگنے لگی ۔ پھر گھر کے ایک کونے سے کسی نے ان سے بات کی مگر صحابہ کو اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ وہ کون تھا ، (اس نے کہا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں سمیت غسل دو ، وہ کھڑے ہوئے اور آپ کو اس طرح غسل دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص آپ پر تھی ، وہ قمیص کے اوپر پانی گراتے تھے اور آپ کی قمیص کے ساتھ ملتے تھے

اسکو نقل کرنے کے بعد بیہقی لکھتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔ حاکم بھی اس کو شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں

مسند احمد میں ہے

حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَمَّا أَرَادُوا غُسْلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَلَفُوا فِيهِ، فَقَالُوا: وَاللهِ مَا نَدْرِي كَيْفَ نَصْنَعُ؟ أَنُجَرِّدُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا نُجَرِّدُ مَوْتَانَا أَمْ نُغَسِّلُهُ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهُ؟ قَالَتْ: فَلَمَّا اخْتَلَفُوا أَرْسَلَ اللهُ عَلَيْهِمُ السِّنَةَ، حَتَّى وَاللهِ مَا مِنَ الْقَوْمِ مِنْ رَجُلٍ إِلَّا ذَقْنُهُ فِي صَدْرِهِ نَائِمًا، قَالَتْ: ثُمَّ كَلَّمَهُمْ مِنْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ، لَا يَدْرُونَ مَنْ هُوَ، فَقَالَ: " اغْسِلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهُ ". قَالَتْ: فَثَارُوا إِلَيْهِ، " فَغَسَّلُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي قَمِيصِهِ يُفَاضُ عَلَيْهِ الْمَاءُ وَالسِّدْرُ، وَيُدَلِّكُهُ الرِّجَالُ بِالْقَمِيصِ "، وَكَانَتْ تَقُولُ: لَوْ اسْتَقْبَلْتُ مِنَ الْأَمْرِ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا غَسَّلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا نِسَاؤُهُ

اضافہ ہے : عائشہ فرماتی تھیں اگر مجھ کو اس کا پہلے سے پتا ہوتا تو میں نہیں سمجھتی کہ ان کو کوئی اور غسل دیتا سوائے ان کی ازواج کے

صحیح ابن حبان میں ہے

أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى بْنِ مُجَاشِعٍ، حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا اجْتَمَعُوا لِغُسْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَلَفُوا

بَيْنَهُمْ، فَقَالُوا: وَاللّٰهِ مَا نَدْرِي أَنُجَرِّدُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا نُجَرِّدُ مَوْتَانَا، أَوْ نُغَسِّلُهُ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهُ؟، قَالَتْ: فَأَرْسَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّوْمَ حَتَّى إِنَّ مِنْهُمْ مِنْ رَجُلٍ إِلَّا ذَقْنُهُ فِي صَدْرِهِ، ثُمَّ نَادَى مُنَادٍ (1) مِنْ جَانِبِ الْبَيْتِ - مَا يَدْرُونَ مَا هُوَ - أَنِ اغْسِلُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ قَمِيصُهُ، قَالَ: فَوَثَبُوا إِلَيْهِ وَثْبَةَ رَجُلٍ وَاحِدٍ، فَغَسَّلُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ قَمِيصُهُ، يَصُبُّونَ عَلَيْهِ الْمَاءَ وَيُدَلِّكُونَهُ مِنْ وَرَاءِ الْقَمِيصِ، وَكَانَ الَّذِي أَجْلَسَهُ فِي حِجْرِهِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، أَسْنَدَهُ إِلَى صَدْرِهِ، قَالَتْ: «فَمَا رُئِيَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ مِمَّا يُرَى مِنَ الْمَيِّتِ

اضافہ ہے : نبی علیہ السلام کو ان کی قمیص میں ہی غسل دیا گیا اور علی حجرے میں نبی کو سینے سے لگائے بیٹھے ہوئے تھے اور میں (عائشہ) نے نبی میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو میت میں دیکھی جاتی ہے

اس روایت میں ابن اسحاق کا تفرد ہے جو محدثین میں امام مالک کے نزدیک متروک ہے - روایت کا اصل مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ علی نے غسل میں پانی نہیں ڈالا اور جسم اطہر پر سے قمیص نہیں اتاری گئی - دوسری طرف عروہ کی روایت ہے جو امام بخاری نے قبول کی ہے کہ اس میں ہے کہ کفن میں قمیص نہیں تھی - عروہ کی حدیث یحیٰی بن عباد بن عبد اللہ بن الزبیر کی حدیث سے بڑھ کر ہے کیونکہ ان کی ثقاہت معروف ہے -

صحیح بخاری میں ہے

حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «كُفِّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلاَثَةِ أَثْوَابٍ سُحُولٍ كُرْسُفٍ، لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلاَ عِمَامَةٌ»

عُرْوَةَ نے روایت کیا عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید براق (کرسف = کاٹن کے) کپڑوں میں کفن دیا گیا جس میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ تھا

اب اگر قمیص اتاری ہی نہیں گئی تھی تو کفن میں قمیص کا رہ جانا ضروری ہے - مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح از علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري (المتوفى: 1014ھ) میں ہے

قَالَ ابْنُ الْهُمَامِ: قَدْ ذَكَرُوا أَنَّهُ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - غُسِّلَ فِي قَمِيصِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، فَكَيْفَ يُلْبِسُونَهُ الْأَكْفَانَ فَوْقَهُ وَفِيهِ بَلَلٌ؟ قُلْتُ: لَا دَلَالَةَ فِيهِ عَلَى أَنَّهُمْ أَلْبَسُوهُ الْكَفَنَ فَوْقَ الْقَمِيصِ مَبْلُولًا إِذْ يُحْتَمَلُ سَتْرُ عَوْرَتِهِ، ثُمَّ قَلْعُ قَمِيصِهِ ثُمَّ إِلْبَاسُ كَفَنِهِ بِقَمِيصٍ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ

ابْنُ الْهُمَامِ: ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی قمیص میں غسل دیا گیا جس میں وفات ہوئی پس پھر کیسے ان کو اس کے اوپر کفن دیا گیا جبکہ قمیص اگر اوپر تھی تو گیلی ہو چکی تھی ؟ میں کہتا ہوں کوئی دلیل نہیں ہے کہ ان کو کفن اس گیلی قمیص پر دیا گیا جو وہ پہنے ہوئے تھے اگر جسم چھپانا مقصد تھا ، بلکہ قمیص کو کاٹ دیا گیا اور پھر کفن دیا گیا و اللہ اعلم

راقم کہتا ہے ابن الھمام کی شرح اچھی ہے اس سے عروہ اور عباد بن عبد اللہ بن الزبیر کے متضاد اقوال میں تطبیق ممکن ہے

ابن ماجہ میں ہے

حديث نمبر: 1467حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خِذَامٍ، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى، أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: "لَمَّا غَسَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ذَهَبَ يَلْتَمِسُ مِنْهُ مَا يَلْتَمِسُ مِنَ الْمَيِّتِ، فَلَمْ يَجِدْهُ، فَقَالَ بِأَبِي الطَّيِّبُ: طِبْتَ حَيًّا وَطِبْتَ مَيِّتًا".

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا، تو آپ کے جسم سے وہ ڈھونڈنے لگے جو میت کے جسم میں ڈھونڈتے ہیں لیکن کچھ نہ پایا، تو کہا: میرے باپ آپ پر قربان ہوں، آپ پاک صاف ہیں، آپ زندگی میں بھی پاک تھے، مرنے کے بعد بھی پاک رہے

البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے- راقم کہتا ہے سند منقطع ہے – جامع التحصیل فی إحکام المراسیل از العلائی (المتوفی: 761ھ-) کے مطابق سعيد بن المسيب... رآه على المنبر - سعید نے صرف منبر پر علی کو دیکھا تھا ان سے کچھ سنا نہیں ہے - راقم کہتا ہے یہ بات تمام اصحاب رسول کے ایمان میں موجود تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طاہر ہی رہیں گے اس کی تحقیق کی کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ یہ ایمانیات میں سے ہے

سنن ابن ماجہ ۱۵۵۷ میں ہے

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ شَبَّةَ بْنِ عُبَيْدَةَ بْنِ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ طُفَيْلٍ الْمُقْرِئُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ الْقُرَشِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: "لَمَّا مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَلَفُوا فِي اللَّحْدِ، وَالشَّقِّ، حَتَّى تَكَلَّمُوا فِي ذَلِكَ

وَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمْ"، فَقَالَ عُمَرُ: "لَا تَصْخَبُوا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيًّا وَلَا مَيِّتًا، أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا، فَأَرْسَلُوا أَلَى الشَّقَّاقِ، وَاللَّاحِدِ جَمِيعًا، فَجَاءَ اللَّاحِدُ فَلَحَدَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ دُفِنَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا، تو لوگوں نے بغلی اور صندوقی قبر کے سلسلے میں اختلاف کیا، یہاں تک کہ اس سلسلے میں باتیں بڑھیں، اور لوگوں کی آوازیں بلند ہوئیں، تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زندگی میں یا موت کے بعد شور نہ کرو، یا ایسا ہی کچھ کہا، بالآخر لوگوں نے بغلی اور صندوقی قبر بنانے والے دونوں کو بلا بھیجا، تو بغلی قبر بنانے والا پہلے آ گیا، اس نے بغلی قبر بنائی، پھر اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا۔

اس کی سند ضعیف ہے - سند میں عبید بن طفیل مجہول اور عبد الرحمٰن بن ابی ملیکہ ضعیف ہے

سنن ابو داود میں ہے

حدَّثنا اِحمدُ بن صالح، حدّثنا ابنُ اِبِي فُدَيك، اِخبرني عَمرو بن عثمانَ بن هانىء عن القاسِم،

عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں

دخلت على عائشة فقلت : يا أمه اكشفي لي عن قبر النبي صلى الله عليه وسلم وصاحبيه رضي الله عنهما، فكشفت عن ثلاثة قبور، لا مشرفة ولا لاطئة مبطوحة ببطحاء العرصة الحمراء

میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور عرض کیا امی جان میرے لیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں ساتھیوں (سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کی قبروں کو کشف کریں (یعنی ان کی قبور دکھا دیں) تو انہوں نے میرے لیے تینوں قبروں پر سے پردہ ہٹایا- نہ وہ اونچی تھیں اور نہ بالکل زمین کے ساتھ برابر بچھی ہوئی تھیں-میدان کی سرخ کنکریاں ان پر بچھی ہوئی تھیں

یہ ترجمہ اہل حدیث کرتے ہیں کہ کنکریاں تھیں لیکن بریلوی ترجمہ کرتے ہیں کہ قبر پر سرخ چادر بچھی ہوئی تھی

سند میں عمرو بن عثمان بن ہانیء المدنی مجہول ہے ابن حجر نے مستور کہا ہے

لہذا سند ضعیف ہے لیکن البانی نے اس کو صحیح اور بعض نے حسن کہہ دیا ہے البتہ راقم کے نزدیک سند لائق التفات نہیں ہے

لفظ العَرْصة کا مطلب صحن ہے

https://www.almaany.com/en/dict/ar-en/العَرْصة/

لہذا کنکر ترجمہ قریب ترین ہے

کیا انبیاء وہاں دفن ہوتے ہیں جہاں وفات ہوتی ہے ؟

صحیح بخاری – حدیث نمبر: 1390 —کتاب: جنازے کے احکام و مسائل – باب : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کا بیان ۔ [صحیح بخاری]

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا ' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا ' ان سے ہلال بن حمید نے ' ان سے عروہ نے اور ان سے ام المؤمنین عائشہؓ نے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اس مرض کے موقع پر فرمایا تھا جس سے آپ ﷺ جانبر نہ ہو سکے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی یہود و نصاریٰ پر لعنت ہو ۔ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا لیا ۔ اگر یہ ڈر نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی قبر بھی کھلی رہنے دی جاتی ۔ لیکن ڈر اس کا ہے کہ کہیں اسے بھی لوگ سجدہ گاہ نہ بنا لیں ۔ اور ہلال سے روایت ہے کہ عروہ بن زبیر نے میری کنیت (ابوعوانہ یعنی عوانہ کے والد) رکھ دی تھی ورنہ میرے کوئی اولاد نہ تھی ۔ ... حدیث متعلقہ ابواب: قبر کی شکل کوہان نما ہونی چاہیے ۔ ایسی مسجد جس میں قبر یا مزار ہو ، میں نماز پڑھنا منع ہے ۔ اولیاء صلحاء اور شہداء میں جن جن کے اجسام کو جب تک اللہ تعالیٰ قبروں میں محفوظ رکھنا چاہیں وہ بھی مٹی کے اثر سے محفوظ رہتے ہیں ۔

اس کے بر خلاف بعض روایات میں ہے کہ انبیاء کی تدفین وہاں ہوتی ہے جہاں ان کی وفات ہوتی ہے موطا میں ہے کہ امام مالک کو یہ بات پہنچی یعنی یہ مشہور ہوا تھا لیکن یہ مشہور اہل بیت کے متروک الحدیث شخص الْحُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنُ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ المتوفی ۱۴۱ ھ نے کیا اس کی تفصیل یہ ہے

پہلا طرق

اس طرق سے تخریج کی ہے ابن ماجہ (سننہ- 1628) وابو یعلی (مسندہ – 23,22) وابن عدی (الکامل – 3/760) والطبری (تاریخ- 3/213) ان سب نے محمد بن إسحاق عن حسین بن عبد اللہ کی سند سے روایت کیا ہے

سنن ابن ماجہ کی روایت ۱۶۲۸ ہے

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِي، حدثنا وَهْبُ بْنُ جرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْحَاقَ، حَدَّثَنِي حُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عِكْرِمَةَ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا أَرَادُوا أَنْ يَحْفِرُوا لِرَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بَعَثُوا أَلَى أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ، وَكَانَ يَضْرَحُ كَضَرِيحِ أَهْلِ مَكَّةَ، وَبَعَثُوا أَلَى أَبِي طَلْحَةَ، وَكَانَ هُوَ الَّذِي يَحْفِرُ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ، وَكَانَ يَلْحَدُ، فَبَعَثُوا أَلَيْهِمَا رَسُولَيْنِ، فقَالُوا: اللَّهُمَّ خِرْ لِرَسُولِكَ، فَوَجَدُوا أَبَا طَلْحَةَ، فَجِيءَ بِهِ، وَلَمْ يُوجَدْ أَبُو عُبَيْدَةَ، فَلَحَدَ لِرَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -. قَالَ: فَلَمَّا فَرَغُوا مِنْ جَهَازِهِ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ، وُضِعَ عَلَى سَرِيرِهِ فِي بَيْتِهِ، ثُمَّ دَخَلَ النَّاسُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَرْسَالًا يُصَلُّونَ عَلَيْهِ، حَتَّى أَذَا فَرَغُوا أَدْخَلُوا النِّسَاءَ، حَتَّى أَذَا فَرَغُوا أَدْخَلُوا الصِّبْيَانَ، وَلَمْ يَؤُمَّ النَّاسَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَحَدٌ. لَقَدْ اخْتَلَفَ الْمُسْلِمُونَ فِي الْمَكَانِ الَّذِي يُحْفَرُ لَهُ، فَقَالَ قَائِلُونَ: يُدْفَنُ فِي مَسْجِدِهِ. وَقَالَ قَائِلُونَ: يُدْفَنُ مَعَ أَصْحَابِهِ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَقُولُ: "مَا قُبِضَ نَبِيٌّ أَلَّا دُفِنَ حَيْثُ يُقْبَضُ"، قَالَ: فَرَفَعُوا فِرَاشَ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - الَّذِي تُوُفِّيَ عَلَيْهِ فَحَفَرُوا لَهُ، ثُمَّ دُفِنَ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَسَطَ اللَّيْلِ مِنْ لَيْلَةِ الْأَرْبِعَاءِ، وَنَزَلَ فِي حُفْرَتِهِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَالْفَضْلُ بْنُ الْعَبَّاسِ، وَقُثَمُ أَخُوهُ، وَشُقْرَانُ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -. وَقَالَ أَوْسُ بْنُ خَوْلِيٍّ -وَهُوَ أَبُو لَيْلَى- لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ: أَنْشُدُكَ اللَّهَ وَحَظَّنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، قَالَ لَهُ عَلِيٌّ: انزِل، وَكَانَ شُقْرَانُ مَوْلَاهُ أَخَذَ قَطِيفَةً كَانَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَلْبَسُهَا، فَدَفَنَهَا فِي الْقَبْرِ، وَقَالَ: وَاللَّهِ لَا يَلْبَسُهَا أَحَدٌ بَعْدَكَ أَبَدًا، فَدُفِنَتْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قبر کھودنے کا ارادہ کیا، تو ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بلوا بھیجا، وہ مکہ والوں کی طرح صندوقی قبر کھودتے تھے، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بھی بلوا بھیجا، وہ مدینہ والوں کی طرح بغلی قبر کھودتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دونوں کے پاس قاصد بھیج دیئے، اور دعا کی کہ اے اللہ ! تو اپنے رسول کے لیے بہتر اختیار فرما، بالآخر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ملے، اور ان کو لایا گیا، ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نہیں ملے، لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بغلی قبر کھودی گئی، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب لوگ منگل کے دن آپ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو گئے، تو آپ اپنے گھر میں تخت پر رکھے گئے، اور لوگوں نے جماعت در جماعت اندر آنا شروع کیا، لوگ نماز جنازہ پڑھتے جاتے

تھے، جب سب مرد فارغ ہو گئے، تو عورتیں جانے لگیں جب عورتیں بھی فارغ ہو گئیں، تو بچے جانے لگے، اور آپ کے جنازے کی کسی نے امامت نہیں کی۔ پھر لوگوں نے اختلاف کیا کہ آپ کی قبر کہاں کھودی جائے، بعض نے کہا کہ آپ کو مسجد میں دفن کیا جائے، بعض نے کہا کہ آپ کو آپ کے ساتھیوں کے پاس مقبرہ بقیع میں دفن کیا جائے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: "جس نبی کا بھی انتقال ہوا اسے وہیں دفن کیا گیا جہاں پہ اس کا انتقال ہوا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ حدیث سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر اٹھایا جس پر آپ کا انتقال ہوا تھا، لوگوں نے آپ کے لیے قبر کھودی، پھر آپ کو بدھ کی لدھی رات میں دفن کیا گیا، آپ کی قبر میں علی بن ابي طالب، فضل بن عباس، ان کے بھائی قثم بن عباس، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام شقران رضی اللہ عنہم اترے۔ ابولیلیٰ اوس بن خولہ رضی اللہ عنہ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا: میں آپ کو اللہ کی قسم اور اپنی اس صحبت کی قسم دیتا ہوں جو ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاصل ہے، (مجھ کو بھی قبر میں اترنے دیں) تو علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اتر جاو، اور شقران جو آپ کے غلام تھے، نے ایک چادر لی جس کو آپ اوڑھا کرتے تھے، اسے بھی آپ کے ساتھ قبر میں دفن کر دیا اور کہا: قسم اللہ کی! اس چادر کو آپ کے بعد کوئی نہ اوڑھے، چنانچہ اسے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔

البانی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن شعیب الأرنؤوط نے کہا صحیح لغیرہ، وهذا إسناد ضعيف لضعف حسين بن عبد الله قرار دیا ہے

راقم کہتا ہے اس میں الْحُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنُ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ہے جو متروک ہے
أَبُو زُرْعَةَ وَغَيْرُهُ: ليس بقوي.
وقال النسائي: متروك.
مسند احمد میں ہے

حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ وَحَدَّثَنِي حُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: " لَمَّا أَرَادُوا أَنْ يَحْفِرُوا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ يَضْرَحُ كَحَفْرِ

أَهْلِ مَكَّةَ، وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ زَيْدُ بْنُ سَهْلٍ يَحْفِرُ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ، فَكَانَ يَلْحَدُ، فَدَعَا الْعَبَّاسُ رَجُلَيْنِ، فَقَالَ لِأَحَدِهِمَا: اذْهَبْ إِلَى أَبِي عُبَيْدَةَ، وَلِلْآخَرِ: اذْهَبْ إِلَى أَبِي طَلْحَةَ، اللَّهُمَّ خِرْ لِرَسُولِكَ. قَالَ فَوَجَدَ صَاحِبُ أَبِي طَلْحَةَ أَبَا طَلْحَةَ فَجَاءَ بِهِ، فَلَحَدَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

حُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ (متروک) نے روایت کیا عکرمہ سے اس نے ابن عباس سے روایت کیا کہ ابن عباس نے کہ ابو عبیدہ اہل مکہ کے لئے قبریں کھودتے تھے اور ابو طلحہ اہل مدینہ کے لئے ... عباس نے ان کو بلایا تو ابو ابو طلحہ آ گئے اور لحد بنائی گئی

دوسرا طرق

اس کی تخریج الترمذی (سننہ – 1018) وابو یعلی (مسندہ – 45) والمروزی (مسند إبی بکر – 43) میں عبد الرحمٰن بن إبی بکر کی سند سے کی ہے

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَلَفُوا فِي دَفْنِهِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مَا نَسِيتُهُ، قَالَ: مَا قَبَضَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلاَّ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُدْفَنَ فِيهِ، ادْفِنُوهُ فِي مَوْضِعِ فِرَاشِهِ. هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُلَيْكِيُّ يُضَعَّفُ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ، وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هَذَا الوَجْهِ، فَرَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْضًا.

عبد الرحمن بن أبی بکر بن عبيد الله المليكي پر اقوال ہیں

یحیٰی بن سعید :- ضعیف الحدیث

وقال الإمام إحمد :- منکر الحدیث

وقال الإمام البخاری :- منکر الحدیث

وقال الإمام النسائی :- متروک الحدیث

(انظر:- الکامل فی الضعفاء لابن عدی 4/295)

تیسرا طرق

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے

عِيسَى بْنُ يُونُسَ , عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ , عَنْ أَبِيهِ , أَنَّهُمْ شَكُّوا فِي قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ [ص:428] يَدْفِنُونَهُ؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «أَنَّ النَّبِيَّ لَا يُحَوَّلُ عَنْ مَكَانِهِ , يُدْفَنُ حَيْثُ يَمُوتُ» فَنَحَّوْا فِرَاشَهُ فَحَفَرُوا لَهُ مَوْضِعَ فِرَاشِهِ "

مسند احمد میں ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي، أَنَّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَدْرُوا أَيْنَ يَقْبُرُونَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى قَالَ أَبُو بَكْرٍ: رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "لَنْ يُقْبَرَ نَبِيٌّ إِلَّا حَيْثُ يَمُوتُ" فَأَخَّرُوا فِرَاشَهُ، وَحَفَرُوا لَهُ تَحْتَ فِرَاشِهِ.

ابن جریج کے والد نے ابو بکر سے شکوہ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں دفنا دیا جس پر ابو بکر نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کسی نبی کو قبر نہیں دی جاتی مگر وہیں جہاں اس کی موت ہوتی ہے

اس کی سند منقطع ہے - ابن جریج المتوفی ۱۵۰ ہجری ہیں ان کا نام ہے عبد الملک بن عبد العزیز بن جُریج

وقال حرب بن إسماعيل: قال أحمد بن حنبل: هو عبد الملك بن عبد العزيز بن جريج، وأبوه يروي عن عائشة، وذهب أحمد إلى أنه لم يلق عائشة. «بحر الدم»

احمد کہتے ہیں ابن جریج کے والد کا عائشہ سے سماع نہیں معلوم ہوا ابو بکر سے بھی ممکن نہیں ہے

شعیب مسند احمد میں کہتے ہیں یہ طرق منقطع ہے

وهذا إسناد ضعيف لانقطاعه، ابن جريج: هو عبد الملك بن عبد العزيز بن جريج، ووالده عبد العزيز بن جريج لم يدرك أبا بكر، على لين فيه

چوتھا طرق

سنن الکبری نسائی میں سلمة بن نبيط بن شريط الأشجعي کی روایت ہے جس کے متن میں ہے
أن الناس قالوا لأبي بكر: أين يدفن رسول الله – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -؟ قال: في المكان الذي قبض الله فيه روحه، فإن الله لم يقبض روحه إلا في مكان طيب. فعلموا أنه قد صدق
لوگوں نے ابو بکر سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کہاں کریں ؟ کہا اس مکان میں جس میں اللہ نے ان کی روح قبض کی کیونکہ اللہ نے ان کی روح پاک مکان میں ہی قبض کی ہو گی – پس لوگ جان گئے کہ یہ سچ کہتے ہیں

اس سند پر تبصرہ جنازہ سے متعلق چوتھی روایت کے عنوان کے تحت ہو چکا ہے - اس متن میں اور نکارت بھی ہے جس کی بنا پر یہ قابل رد ہے

الغرض یہ تمام طرق قابل رد ہیں ان میں متروکین ہیں انقطاع ہے-

انبیاء وہاں دفن نہیں ہوئے جہاں وفات ہوئی اس کی مثال ہے کہ مسند ابی یعلی میں ہے کہ یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں ایک جھیل میں تھیں کہ اس کی تہہ میں سے بنی اسرائیل نے خروج مصر کے وقت نکالیں- یحیٰی علیہ السلام کا سر جسد سے الگ کر دیا گیا اور ظاہر ہے جیل میں ان کی تدفین نہیں ہوئی- بہت سے انبیاء کا بنی اسرائیل نے قتل کیا ان کی تدفین بھی ان مقامات پر نہیں ہوئی جہاں قتل ہوا – بعض انبیاء کا قتل مسجد الاقصی میں ہوا- موسی علیہ السلام نے وفات کے وقت اپنے اپ کو بنی اسرائیل سے چھپا لیا یہاں تک کہ لوگ جان نہ سکے ان کی قبر کہاں ہے اور آج تک یہود کو معلوم نہیں کہ موسی علیہ السلام کہاں دفن ہیں

اہل تشیع میں سے بعض کی رائے

اہل تشیع کا کہنا کہ وہ مقام جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم دفن ہیں وہ حجرہ فاطمہ ہے
روى الصدوق في أماليه رواية مطوّلة ، عن ابن عباس ، جاء فيها فخرج رسول الله « صلى الله عليه وآله » ، وصلّى بالناس ، وخفف الصلاة ، ثم قال : ادعوا لي علي بن أبي طالب ، وأسامة بن زيد ، فجاءا ، فوضع « صلى الله عليه وآله » يده على عاتق علي ، والأخرى على أسامة ، ثم قال : انطلقا بي إلى فاطمة فجاءا به ، حتى وضع رأسه في حجرها ، فإذا الحسن والحسين . . » ثم ذكر قضية وفاته هنا

امالی میں صدوق کا کہنا ہے کہ نبی آخری ایام میں ... بیت فاطمہ گئے اور وہیں انتقال ہوا
شیعہ کہتے ہیں آخری وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم علی کی گود میں تھے ان کے گھر میں اور وہیں دفن ہوئے۔ مسند احمد کی روایت ہے

نعیم بن یزید علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ....کہ میں ایک طبق لے آوں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لکھ دیں کہ امّت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگی۔ علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح (اس سے پہلے) پرواز نہ کر جائے اس لیے میں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں میں ہوشمندی کے ساتھ یاد رکھوں گا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز، زکوۃ، اور لونڈی،غلاموں کے بارے میں وصیت کی[16]۔

(ترجمہ روایت مسند احمد بن حنبل ص۹۰ جِلد۱)

شیعہ کہتے ہیں حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا منبر کے مشرق میں نہیں اس کے پیچھے تھا یعنی مسجد النبی کے جنوب میں لیکن ہم تک جو روایات پہنچی ہیں اس میں ہے کہ حجرہ عائشہ منبر کے مشرق کی سمت میں تھا جہاں آج قبر نبوی مشہور ہے۔

بنیادی طور سے مسجد انگریزی زبان کے ایک کے حرف

L

کے نشان کی تھی

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف ہوتے تو سر حجرے کے اندر کر دیتے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بالوں کے اندر کنگھا کر دیتیں۔ کبھی مسجد میں بیٹھے بیٹھے حجرہ کے اندر ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز مانگ لیتے۔

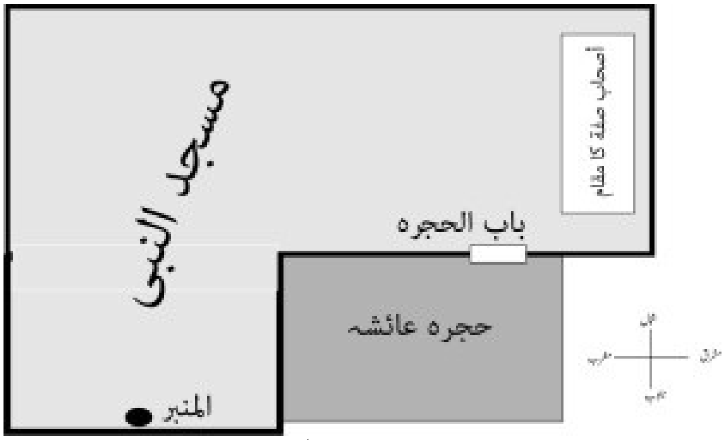

رافضیوں کی طرف سے یہ کاوش اس لئے کی جاتی ہے کہ کسی طرح قبر نبی کو علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں ثابت کیا جائے لیکن اس کے نتائج دور رس ہیں –اس صورت میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ علی نے ابو بکر اور عمر کی تدفین اپنے گھر میں کی۔ اغلبًا اس کا جواب دینے کے لئے یہ روایت گھڑی گئی جو ابن عساکر (المتوفی571) نے تاریخ دمشق میں بیان کی[17]

أنبأنا أبو علي محمد بن محمد بن عبد العزيز بن المهدي وأخبرنا عنه أبو طاهر إبراهيم بن الحسن بن طاهر الحموي عنه أنا أبو الحسن أحمد بن محمد بن أحمد العتيقي سنة سبع وثلاثين وأربع مائة نا عمر بن محمد الزيات نا عبد الله بن الصقر نا الحسن بن موسى نا محمد بن عبد الله الطحان حدثني أبو طاهر المقدسي عن عبد الجليل المزني عن حبة العرني عن علي بن أبي طالب قال لما حضرت أبا بكر الوفاة أقعدني عند رأسه وقال لي يا علي إذا أنا مت فغسلني بالكف الذي غسلت به رسول الله صلى الله عليه وسلم وحنطوني واذهبوا بي إلى البيت الذي فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم فاستأذنوا فإن رأيتم الباب قد يفتح فادخلوا بي وإلا فردوني إلى مقابر المسلمين حتى يحكم الله بين عباده قال فغسل وكفن وكنت أول من يأذن إلى الباب فقلت يا رسول الله هذا أبو بكر مستأذن فرأيت الباب قد تفتح وسمعت قائلا يقول ادخلوا الحبيب إلى حبيبه فإن الحبيب إلى الحبيب مشتاق

حبۃ العرنی نے علی سے روایت کیا کہ جب ابو بکر کا انتقال ہوا میں ان کے سرہانے تھا انہوں نے کہا اے علی جب میں مر جاؤں تم اس برتن سے غسل دینا جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا اور خوشبو لگانا اور اس گھر جانا جس میں رسول اللہ ہیں ان سے اجازت لینا اگر دیکھو دروازہ کھل گیا تم مجھ کو اس میں داخل کرنا ورنہ مسلمانوں کے قبرستان میں لانا یہاں تک کہ اللہ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے (یعنی قیامت) پس علی نے کہا : میں نے غسل دیا اور کفن دیا اور میں پہلا تھا جس نے دروازہ پر

اجازت لی پس میں نے کہا اے رسول اللہ یہ ابو بکر ہے اجازت مانگتا ہے میں نے دیکھا دروازہ کھلا اور سنا ایک کہنے والے کو کہ حبیب کو جیبب کے پاس داخل کرو کیونکہ جیبب حبیب کا مشتاق ہے

س روایت کو نقل کرنے کے بعد خود ابن عساکر نے اس پر جرح کرتے ہوئے کہا

هذا منكر وراويه أبو الطاهر موسى بن محمد بن عطاء المقدسي وعبد الجليل مجهول والمحفوظ أن الذي غسل أبا بكر امرأته أسماء بنت عميس [تاريخ دمشق لابن عساكر: 30/ 437]۔

یہ منکر ہے اس میں أبو الطاهر موسى بن محمد بن عطاء المقدسي [الوفاة: 221 – 230 ه] اور عبد الجليل مجہول ہیں اور محفوظ ہے کہ ابو بکر کو ان کی بیوی اسماء بنت عمیس نے غسل دیا

بعض محدثین نے موسی بن محمد بن عطاء بن طاہر البَلْقاویّ المقدسّی کو کذاب بھی کہا ہے

ورماه بالكذب أبو زرعة وأبو حاتم .

وقال الدَّارَقُطْنيّ: متروك.

قال العُقَيْلي: يُحَدِّث عن الثقات بالبواطيل والموضوعات.

وقال ابن حبان: كان يضع الحديث على الثقات، لا تحل الرواية عنه - یہ حدیث گھڑتا تھا اس سے روایت کرنا حلال نہیں .

وقال ابن عدي: منكر الحديث، يسرق الحديث منکر حدیث ہے – حدیث چور ہے .

مذکورہ روایت میں شیعیت کا پرچار ہے[18]

اول ابو بکر نے اپنی اولاد کی بجائے علی کو احکام دیے

دوم یہ علی کی خلافت کی طرف اشارہ ہوا

سوم ابو بکر کی تدفین حجرہ نبی میں علی کے طفیل ہوئی

افسوس ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجُرّیُّ البغدادی (المتوفی: 360ھ) نے ایک کذاب کے قول پر عقیدہ لے لیا - تفسیر مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر ج21 ص433 میں سورہ کہف کی آیت فَضَرَبْنَا عَلَى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا میں فخر الدین الرازی خطیب الری (المتوفی: 606ھ) نے کرامت اولیاء کی مثال کے طور پر اس کا ذکر کیا

إِنَّا الْآثَارُ» فَلْنَبْدَأْ بِمَا نُقِلَ أَنَّهُ ظَهَرَ عَنِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ مِنَ الْكَرَامَاتِ ثُمَّ بِمَا ظَهَرَ عَنْ سَائِرِ الصَّحَابَةِ، أَمَّا أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَمِنْ كَرَامَاتِهِ أَنَّهُ لَمَّا حُمِلَتْ جِنَازَتُهُ إِلَى بَابِ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنُودِيَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا أَبُو بَكْرٍ بِالْبَابِ فَإِذَا الْبَابُ قَدِ انْفَتَحَ وَإِذَا بِهَاتِفٍ يَهْتِفُ مِنَ الْقَبْرِ أَدْخِلُوا الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ

اس قول سے الیاس گھمن صاحب نے بھی دلیل لے لی کہ صدیق اکبر قبر میں حیات النبی کا عقیدہ رکھتے تھے نعوذ باللہ- جبکہ یہ روایت بقول ابن عساکر منکر ہے لیکن الیاس گھمن صاحب نے دلیل لی کہ خلیفہ راشد نے فیصلہ کر دیا کہ نبی قبر میں زندہ ہیں

https://youtu.be/drsYSCDIssY

غور کریں روایت منکر ، راوی حدیث چور مشہور اس کی بات سے فیصلہ ہوا کہ ابو بکر قبر میں زندگی مانتے تھے

تین چاند والی روایت

گزشتہ امتوں کے حوالے سے معلوم تھا کہ انہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا دیا اس بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین حجرہ میں کی گئ - ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی خواہش تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن ہوں- خلفاء شیخین کی اس خواہش کا احترام کیا گیا اور ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کیا گیا

اس حوالے سے ایک خواب کی حدیث بھی بیان کی جاتی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ تین چاند ان کے حجرے میں گرے – لوگوں نے اس کو صحیح کہہ دیا ہے جبکہ یہ تین چاند والی روایت مضطرب المتن اور سندا مضبوط نہیں- امام بخاری و مسلم نے اس حدیث کو اسی بنا پر صحیح میں شامل نہیں کیا ہو گا-

پہلا طرق

موطا امام مالک ۔ جلد اول ۔ کتاب الجنائز ۔ حدیث 489 مردہ کے دفن کے بیان میں

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ رَأَيْتُ ثَلَاثَةَ أَقْمَارٍ سَقَطْنَ فِي حُجْرَتِي فَقَصَصْتُ رُؤْيَايَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدُفِنَ فِي بَيْتِهَا قَالَ لَهَا أَبُو بَكْرٍ هَذَا أَحَدُ أَقْمَارِكِ وَهُوَ خَيْرُهَا

یحیی بن سعید سے روایت ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے حجرے میں تین چاند گر پڑے سو میں نے اس خواب کو ابوبکر صدیق سے بیان کیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو عائشہ کے حجرہ میں دفن ہو چکے تھے ابوبکر نے کہا کہ ان تین چاندوں میں سے ایک چاند آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور یہ تینوں چاندوں میں بہتر ہیں

موطا کی سند ضعیف ہے – یحیٰی بن سعید الأنصاری مدلس نے عن سے روایت کیا ہے- یہ منقطع بھی ہے کیونکہ دیگر اسناد میں یحیٰی نے اس کو ابن المسیب سے روایت کیا ہے

طبرانی میں ہے

حَدَّثَنَا أَبُو يَزِيدَ يُوسُفُ بْنُ يَزِيدَ الْقَرَاطِيسِيُّ، ثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، ثنا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ، يَقُولُ: قَالَتْ عَائِشَةُ لِأَبِي بَكْرٍ: " رَأَيْتُ ثَلَاثَةَ أَقْمَارٍ سَقَطْنَ فِي

حُجْرَتِي، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: يُدْفَنُ فِي بَيْتِكِ ثَلَاثَةٌ هُمْ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ". قَالَ يَحْيَى: فَسَمِعْتُ النَّاسَ يَتَحَدَّثُونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قُبِضَ فِي بَيْتِهَا، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: «أَحَدُ أَقْمَارِكِ، وَهُوَ خَيْرُهَا»

عائشہ رضی اللہ عنہا نے تین چاند حجرہ میں گرتے دیکھے ابو بکر سے اس کا ذکر کیا انہوں نے کہا تمھارے گھر میں تین دفن ہوں گے جو زمین میں سب سے بہتر ہوں گے- يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ انصاری نے کہا میں نے لوگوں سے سنا کہ وہ روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حجرہ میں وفات ہوئی تو ابو بکر نے کہا یہ ایک چاند ہے جو سب سے بہتر ہے

کتاب جامع التحصیل از العلائی الدمشقی کے مطابق

وقال أبو حاتم سعيد بن المسيب عن عائشة رضي الله عنها إن كان شيئا من وراء الستر

ابو حاتم نے کہا ابن مسیب کا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنا اس پر پردے کے پیچھے کچھ ہے ان الفاظ کو عدم سماع پر سمجھا گیا ہے اور تدلیس کی کتاب میں بیان ہوا ہے –یعنی یہ واضح نہیں کہ ابن مسیب نے کب کیسے ام المومنین سے سنا- امام بخاری نے ابن مسیب کی عائشہ رضی اللہ عنہا سے کوئی روایت نہیں لکھی البتہ امام مسلم نے شواہد میں ایک لکھی ہے

دوسرا طرق

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْمُطَرِّزُ , أَيْضًا , قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ , عَنْ أَيُّوبَ , عَنْ أَبِي قِلَابَةَ , أَنَّ عَائِشَةَ , رَحِمَهَا اللَّهُ [ص:2366] رَأَتْ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ قَمَرًا جَاءَ يَهْوِي مِنَ السَّمَاءِ فَوَقَعَ فِي حُجْرَتِهَا , ثُمَّ قَمَرٌ ثُمَّ قَمَرٌ , ثَلَاثَةُ أَقْمَارٍ فَقَصَّتْهَا عَلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنْ صَدَقَتْ رُؤْيَاكِ دُفِنَ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ ثَلَاثَةٌ فِي بَيْتِكِ , أَوْ قَالَ: فِي حُجْرَتِكِ. قَالَ أَيُّوبُ: فَحَدَّثَنِي أَبُو يَزِيدَ الْمَدِينِيُّ قَالَ: لَمَّا مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدُفِنَ , قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: يَا عَائِشَةُ هَذَا خَيْرُ أَقْمَارِكِ

اس میں عبد الله بن زيد أبو قلابة الجرمي مدلس کا عنعنہ ہے جس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے

الحافظ الضیاء کہتے ہیں ولا يعرف له سماع من عائشة رضي الله عنهم

اس کا سماع عائشہ رضی اللہ عنہا سے معلوم نہیں

تیسرا طرق

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْفَضْلِ الْأَسْفَاطِيُّ، ثنا مُوسَى بْنُ عَبْدِ اللهِ السَّلَفِيُّ، ثنا عُمَرُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَبَحُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «هَلْ أَحَدٌ

مِنْكُمْ رَأَى رُؤْيَا؟» ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: يَا رَسُولَ اللهِ رَأَيْتُ ثَلَاثَةَ أَقْمَارٍ هَوَيْنَ فِي حُجْرَتِي، فَقَالَ لَهَا: " إِنْ صَدَقَتْ رُؤْيَاكِ دُفِنَ فِي بَيْتِكِ - أُرَاهُ قَالَ: - أَفْضَلُ أَهْلِ الْجَنَّةِ " فَقُبِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَفْضَلُ أَقْمَارِهَا، ثُمَّ قُبِضَ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ قُبِضَ عُمَرُ، فَدُفِنُوا فِي بَيْتِهَا

اس کی سند میں حسن بصری ہیں جو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہے ہیں - حسن بصری مدلس ہیں ان کا کسی بدری صحابی سے سماع نہیں ہے

مسند اسحاق بن راھویہ میں ہے

أَخْبَرَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، نا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ، يَقُولُ: كَانَ الْمُسْلِمُونَ اخْتَلَفُوا فِي دَفْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ يُدْفَنُ، فَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ: يُدْفَنُ فِي الْبَقِيعِ حَيْثُ اخْتَارَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِوَلَدِهِ وَلِلْمُسْلِمِينَ قَالَ: فَقَالُوا أَتُبْرِزُونَ قَبْرَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا أَحْدَثَ أَحَدٌ حَدَثًا عَاذَبَهُ، قَالَ: وَقَالَ طَائِفَةٌ: نَدْفِنُهُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُشِيَ عَلَيْهِ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ: " قَاتَلَ اللَّهُ أَقْوَامًا اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ فَعَرَفُوا أَنَّ ذَلِكَ نَهْيًا مِنْهُ، فَقَالُوا: يُدْفَنُ حَيْثُ اخْتَارَ اللَّهُ أَنْ يُقْبَضَ رُوحُهُ فِيهِ فَحُفِرَ لَهُ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ "

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کو لیکر لوگوں نے اختلاف کیا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے تو کچھ لوگوں نے کہا کہ بقیع قبرستان میں اس جگہ پر دفن کیا جائے جہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے اور دیگر مسلمانوں کو دفن کیا تھا، تو اس پر لوگوں نے کہا کہ کیا تم اللہ کے رسول کی قبر کو ظاہر و باہر کر کے رکھو گے کہ جب کبھی کوئی بدعت ایجاد کرے تو اسی کی آڑ میں وہ پناہ گزیں ہو جائے گا۔ایک جماعت نے یہ کہا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد نبوی میں دفن کریں گے ۔تو اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے ہوشی طاری ہوئی لیکن جیسے ہی آپ کو آرام ملا آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالی ایسے لوگوں کو ہلاک و برباد کرے جنھوں نے اپنے انبیاء کرام کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا“۔بس یہیں سے لوگوں نے جان لیا کہ ایسا کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف سے ممنوع ہے پھر لوگوں نے یہی کہا کہ آپ کو اسی جگہ دفن کرنا چاہیئے جس جگہ کو اللہ تعالی نے آپ کی روح قبض کرنے کے لئے منتخب فرمائی ہے، بالآخر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قبر کھودی گئی۔

اس کی سند منقطع ہے – حسن نے خبر نہیں دی کہ انہوں نے کس سے یہ سب سنا-

صالح بن عبد العزیز سندی اپنی ناقص تحقیق میں لکھتے ہیں

اس اثر کے تمام رجال ثقہ ہیں[۲] اور اس کی سند متصل ہے کیونکہ حسن بصری کی ملاقات اور سماع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے۔ اس روایت میں محلِ شاہد، مسجد میں دفن کرنے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اعتراض اور انکار ہے۔ اب یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ یہ قصہ بغیر انکار و اعتراض کے صحیح نہیں ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ دفن کی تجویز پیش کرنے والے پر اعتراض بھی کیا گیا تھا اور اس عمل کو حدیث کی روشنی میں "قبر کو مسجد بنانا" بھی

(۱) مسند إسحاق بن راهويه (۳/۸۳۷).

جبکہ سند میں کہیں بھی نہیں موجود کہ یہ سماع عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہوا- البانی کا کتاب إرواء الغليل في تخريج إحاديث منار السبيل المؤلف : محمد ناصر الدين الألباني (المتوفى : 1420ھ) میں کہنا ہے

إلا أن الحسن وهو البصرى مدلس وقد عنعنه , بل لعله لم يسمع من عائشة أصلا

خبردار حسن ، حسن بصری ہے جو مدلس ہے .. اور اس کا سماع عائشہ سے اصلا سے ہو سکتا ہے نہ ہو

البانی کتاب سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها میں ح ٢٠٩١ كان أكثر دعائه: يا مقلب القلوب! ثبت قلبي على دينك پر بحث میں کہتے ہیں

أن الحسن - وهو البصري - لم يسمع من عائشة

حسن بصری کا سماع عائشہ سے نہیں ہے

طبقات الکبری از ابن سعد میں ہے

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: ائْتَمَرُوا أَنْ يَدْفِنُوهُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كَانَ وَاضِعًا رَأْسَهُ فِي حِجْرِي إِذْ قَالَ: قَاتَلَ اللَّهُ أَقْوَامًا اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ. وَاجْتَمَعَ رَأْيُهُمْ أَنْ يَدْفِنُوهُ حَيْثُ قُبِضَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ

حسن نے کہا کج ارادہ ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں دفن کیا جائے تو عائشہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس سر مجھ پر تھا حجرہ میں اس وقت آپ نے کہا اللہ کی مار ہو ان قوموں پر جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا دیا پس اس رائے پر اجماع ہو کہ ان کو عائشہ کے گھر میں ہی دفن کر دیا جائے

یہ روایت بھی منقطع ہے – حسن کا سماع عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہیں ہے

چوتھا طرق

مستدرک حاکم میں ہے

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَمْشَاذٍ، ثنا جُنَيْدُ بْنُ حَكِيمٍ الدَّقَّاقُ، ثنا مُوسَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ السُّلَمِيُّ، ثنا عُمَرُ بْنُ حَمَّادِ بْنِ

سَعِيدٍ الْأَبَحُّ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الرُّؤْيَا، قَالَ: «هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمْ رُؤْيَا الْيَوْمَ» ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: رَأَيْتُ كَأَنَّ ثَلَاثَةَ أَقْمَارٍ سَقَطْنَ فِي حُجْرَتِي، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنْ صَدَقَتْ رُؤْيَاكِ دُفِنَ فِي بَيْتِكِ ثَلَاثَةٌ هُمْ أَفْضَلُ أَوْ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ» ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدُفِنَ فِي بَيْتِهَا، قَالَ لَهَا أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: هَذَا أَحَدُ أَقْمَارِكِ وَهُوَ خَيْرُهَا، ثُمَّ تُوُفِّيَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَدُفِنَا فِي بَيْتِهَا

اس کی سند میں عمر بن حماد بن سعید الابح ہے یہ منکر الحدیث ہے - ابن حبان کے نزدیک متروک ہے

پانچواں طرق

مستدرک حاکم میں ہے

أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مَحْبُوبِ بْنِ فُضَيْلٍ، التَّاجِرُ الْمَحْبُوبِيُّ بِمَرْوَ، ثَنَا أَبُو عِيسَى مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى بْنِ سَوْرَةَ الْحَافِظُ بِتِرْمِذَ، ثَنَا سَهْلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْجَارُودِيُّ، ثَنَا مَسْعَدَةُ بْنُ الْيَسَعِ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: " رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ ثَلَاثَةَ أَقْمَارٍ سَقَطْنَ فِي حُجْرَتِي فَقَصَصْتُ رُؤْيَايَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَلَمَّا دُفِنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: هَذَا أَحَدُ أَقْمَارِكِ وَهُوَ خَيْرُهَا «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ»

عائشہ رضی اللہ عنہا نے تین چاند حجرہ میں گرتے دیکھے ابو بکر سے اس کا ذکر کیا- پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے حجرے میں تدفین ہوئی ابو بکر نے کہا یہ پہلا چاند ہے

سند میں مَسْعَدة بْن اليَسَع الباهليُّ البصْريّ کذاب ہے

اس روایت کے متن میں اضطراب بھی ہے - خواب ام المومنین نے دور نبوی میں دیکھا لیکن ذکر ابو بکر سے کیا ان کو اس کی تاویل معلوم نہیں تھی یہاں تک کہ روایت میں ہے کہ وفات النبی پر اس خواب کی تاویل ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کی – ظاہر ہے جو خواب دور نبوی میں دیکھا ہو اور حجرہ سے متعلق ہو تو یقینا عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتیں اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کی اہمیت ابو بکر کی بات سے کہیں بڑھ کر ہوتی کہ اس کو بیان کیا جاتا - یعنی اس روایت کے بعض متن میں ہے کہ خواب کی تاویل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کی اور بعض

میں ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کی - پھر اس خواب میں سب کو چاند کہا گیا ہے - یاد رہے کہ یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا بھائی ستارے تھے اور والدین سورج وچاند، حفظ مراتب کا خیال رکھا گیا تھا - لیکن اس تین چاند گرنے والے خواب میں حفظ مراتب نظر نہیں آ رہا یعنی نبی اور امتیوں تینوں کو چاند کہا گیا ہے- متن صحیح معلوم نہیں ہو رہا-

قبر نبوی میں چادر کا رکھا جانا

بعض باتیں، مقام امت اور رسول کے آپس کے خاص تعلق سے متعلق ہوتی ہیں ان کو انبیاء و رسل کے بعد کسی اور تو نہیں دیا جا سکتا مثلا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ صحابہ عطر میں ملاتے تھے- آپ کا لعاب دھن باعث شفا تھا- اب کسی اور صحابی یا تابعی کا پسینہ یا لعاب بابرکت نہیں سمجھا جائے گا – اسی طرح بعض اعمال صرف ایک نبی کا ہی خاصہ ہو سکتے ہیں اگر ان کو بڑھا کر غیر نبی کے ساتھ کیا جائے تو اس کو غلو کہا جائے گا

ترمذی کی حدیث ہے

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ الطَّائِيُّ البَصْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ فَرْقَدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: “الَّذِي أَلْحَدَ قَبْرَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو طَلْحَةَ، وَالَّذِي أَلْقَى القَطِيفَةَ تَحْتَهُ شُقْرَانُ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ” قَالَ جَعْفَرٌ: وَأَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي رَافِعٍ قَالَ: سَمِعْتُ شُقْرَانَ يَقُولُ: أَنَا وَاللَّهِ طَرَحْتُ القَطِيفَةَ تَحْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي القَبْرِ. وَفِي البَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: “حَدِيثُ شُقْرَانَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ”، وَرَوَى عَلِيُّ بْنُ المَدِينِيِّ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ فَرْقَدٍ هَذَا الحَدِيثَ

زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ الطَّائِيُّ البَصْرِيُّ نے عُثْمَانُ بْنُ فَرْقَدٍ سے انہوں نے جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ سے سنا انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لو لحد میں رکھا وہ أَبُو طَلْحَةَ ہیں اور وہ جس نے چادر آپ کے نیچے رکھی وہ شقران ہیں مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم- جعفر نے کہا اور مجھ کو عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي رَافِعٍ نے خبر دی میں نے شقران سے سنا کہا بے شک اللہ کی قسم میں نے ہی چادر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے قبر میں بچھائی – ترمذی نے کہا اور اس باب میں ابن عباس کی بھی روایت ہے – حدیث شقران حسن غریب ہے اور عَلِيُّ بْنُ المَدِينِيِّ، نے عُثْمَانَ بْنِ فَرْقَدٍ سے اس کو روایت کیا ہے

عُثْمَانُ بْنُ فَرْقَدٍ کی سند سے بیان ہونے والی اس روایت میں الفاظ کا اضطراب ہے- قبر میں چادر رکھنے

والی روایت کو البانی صحیح کہتے ہیں – متقدمین احناف قبر پر چادر ڈالنے والی روایت کو ضعیف کہتے ہیں

کتاب إكمال تهذيب الكمال في إسماء الرجال از مغلطاى بن قليج الحنفي، إبو عبد الله، علاء الدين (المتوفى: 762ھ) کے مطابق

عثمان بن فرقد أبو معاذ العطار، ويقال: أبو عبد الله البصري: قال أبو حاتم: روى حديثا منكرا، عن جعفر، عن عبيد الله بن أبي رافع عن شقران " ألقى في قبر النبي – صلى الله عليه وسلم – قطيفة حمراء "، كذا ذكره المزي والذي في كتاب ابن أبي حاتم: سألت أبي عن عثمان بن فرقد، فقال: شيخ بصري والحديث الذي رواه عن جعفر عن عبيد الله بن أبي رافع عن شقران أنه " ألقى في قبر النبي قطيفة " حديث منكر. انتهى كلامه وبينهما من الاختلاف ما ترى [ق 102 / أ] وقال الحاكم: سألت الدارقطني، فقلت: عثمان بن فرقد. قال العطار: يخالفه الثقات وفي كتاب " الجرح والتعديل " عن الدارقطني: يخالف الثقات وذكره ابن خلفون في كتاب " الثقات ".وقال أبو الفتح الأزدي فيما ذكره ابن الجوزي: يتكلمون فيه

مغلطای حنفی، عثمان بن فرقد کے ترجمہ میں کہتے ہیں کہ قبر پر چادر ڈالنے کے الفاظ والی روایت ضعیف ہے

ابو حاتم کہتے ہیں یہ منکر روایت کرتا ہے عثمان بن فرقد عن جعفر، عن عبید اللہ بن إبی رافع عن شقران سے کہ قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سرخ چادر ڈالی – اس کا ذکر المزی نے کیا ہے اور جو کتاب ابن ابي حاتم (العلل) میں ہے کہ اپنے باپ سے عُثْمَانُ بْنُ فَرْقَدٍ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا عثمان بن فرقد بصرہ کا بوڑھا ہے اور حدیث روایت کرتا ہے کہ شقران نے قبر نبی پر چادر ڈالی تو یہ حدیث منکر ہے انتھی کلامہ اور اس میں اختلاف ہے جیسا کہ دیکھا اور حاکم کہتے ہیں دارقطنی سے سوال کیا عثمان بن فرقد پر کہا یہ ثقات کی مخالفت کرتا ہے اور کتاب الجرح و التعدیل میں ہے کہ دارقطنی نے کہا ثقات کی مخالفت کرتا ہے اور ابن خلفوں نے ذکر کیا کتاب الثقات میں کہ الازدی نے کہا کہ ابن الجوزی نے کہا کہ اس پر کلام کیا جاتا ہے

صحیح حدیث میں ہے کہ قبر پر چادر نہیں ڈالی گئ بلکہ اس میں بچھائی گئی لہذا عثمان بن فرقد کی قبر پر چادر ڈالنے کی روایت صحیح نہیں ہے - مغلطای جس روایت کو ضعیف کہہ رہے ہیں اس میں **ألقى في**

قبر کا لفظ ہے - قرآن میں سورہ یوسف میں ہے کہ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے کہا: اذهبوا بقميصي هذا و ألقوه على وجه أبي يأت بصيرا **میری یہ قمیص لے جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈالو واپس بینا ہو جائیں گے** - القو کا لفظ پھینکنے کے لئے استعمال ہوتا ہے لہٰذا اگر اس سے قبر میں پھینکنے کا مفہوم لیا جائے تو غلط نہیں لیکن عثمان بن فرقد کی روایت میں اس لفظ سے ابہام پیدا ہو جاتا ہے کہ چادر قبر میں ڈالی گئی (دفن کی گئی) یا اس پر بعد تدفین ڈالی گئی

صحیح مسلم کی حدیث ہے

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، وَوَكِيعٌ، جَمِيعًا عَنْ شُعْبَةَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، – وَاللَّفْظُ لَهُ – قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "جُعِلَ فِي قَبْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطِيفَةٌ حَمْرَاءُ" قَالَ مُسْلِم: "أَبُو جَمْرَةَ، اسْمُهُ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ، وَأَبُو التَّيَّاحِ، اسْمُهُ يَزِيدُ بْنُ حُمَيْدٍ مَاتَا بِسَرَخْسَ"

ابن عباس کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں سرخ چادر رکھی گئ

نسائی میں اس روایت میں الفاظ ہیں

أَخْبَرَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ، عَنْ يَزِيدَ وَهُوَ ابْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: "جُعِلَ تَحْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ دُفِنَ قَطِيفَةٌ حَمْرَاءُ

ابن عباس کہتے ہیں کہ دفن کرتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے ایک سرخ چادر رکھی گئ-

ترمذی میں یہ بھی ہے

وَقَدْ رُوِيَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ" أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يُلْقَى تَحْتَ المَيِّتِ فِي القَبْرِ شَيْءٌ "، وَإِلَى هَذَا ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ

اور ابن عباس سے روایت کیا جاتا ہے کہ وہ اس سے کراہت کرتے تھے کہ میت کے نیچے قبر میں کچھ رکھا جائے اوراسی طرف بعض اہل علم کا مذھب ہے

کتاب تہذیب الکمال فی إسماء الرجال از المزی میں اس روایت پر پر تعلیق میں حنفی عالم بشار عواد المعروف

لکھتے ہیں

أخرج مسلم (967) في الجنائز عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قال: جَعَلَ في قبر رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قطيفة حمراء"والقطيفة: كساء له خمل، وهذه القطيفة ألقاها شقران مولى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى الله عليه وسلم، وَقَالَ: كرهت أن يلبسها أحد بعده

اس کی تخریج مسلم نے الجنائز میں کی ہے کہ ابن عباس نے کہا : قبر رسول میں چادر رکھی جو سرخ تھی… اور کہا اس سے کراہت کی کہ اس (چادر) کو رسول اللہ کے بعد کوئی اور اوڑھے

اسد الغابہ از ابن الأثير (المتوفى: 630) میں ہے

قَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا وَيَفْتَرِشُهَا، فَدَفَنَهَا مَعَهُ فِي الْقَبْرِ

بے شک رسول اللہ اس چادر کو اوڑھتے اور بچھاتے تھے پس اس کو ان کے ساتھ ہی دفن کیا گیا

قبر میں چادر کا رکھا جانا صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ملتا ہے- اس پر کوئی اور حدیث نہیں اور یہ صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص عمل ہے تاکہ ان کی چادر تلف ہو جائے- فقہ حنفی کی کتاب رد المحتار علی الدر المختار از ابن عابدین الدمشقی الحنفی (المتوفی: 1252ھ) میں لکھا ہے

وَيُكْرَهُ أَنْ يُوضَعَ تَحْتَ الْمَيِّتِ فِي الْقَبْرِ مِضْرَبَةٌ أَوْ مِخَدَّةٌ أَوْ حَصِيرٌ أَوْ نَحْوُ ذَلِكَ

اور کراہت کی جاتی ہے کہ قبر میں میت کے نیچے جھاڑ یا تکیہ یا چٹائی یا اسی طرح کی چیز رکھی جائے

یعنی فقہ حنفی کے علماء نے قبر میں چادر رکھنے والی روایت کا مفہوم لیا کہ عام لوگوں کے لئے یہ کرنا صحیح نہیں ہے- ابن عابدین یہ بھی لکھتے ہیں کہ قبر میں کچھ رکھنے پر

أَنَّهُ لَمْ يَشْتَهِرْ عَنْهُ فِعْلُهُ بَيْنَ الصَّحَابَةِ لِيَكُونَ إجْمَاعًا مِنْهُمْ، بَلْ ثَبَتَ عَنْ غَيْرِهِ خِلَافُهُ

اور یہ (قبر میں چادر رکھنے والا) عمل صحابہ میں مشہور نہ ہوا کیونکہ ان کا اس پر اجماع تھا، بلکہ اس کے خلاف ثابت ہے[1920]

صحیح بخاری میں ہے

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ، فَقَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلاَمُ: "وَاكَرْبَ أَبَاهُ"، فَقَالَ لَهَا: "لَيْسَ عَلَى أَبِيكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ"، فَلَمَّا مَاتَ، قَالَتْ: "يَا أَبَتَاهُ أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ يَا أَبَتَاهْ مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهْ يَا أَبَتَاهْ إِلَى جِبْرِيلَ نَنْعَاهْ"، فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا

السَّلَام: يَا أَنَسُ أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَحْثُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ ؟

.ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ثابت بنانی نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ شدت مرض کے زمانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے چینی بہت بڑھ گئی تھی۔ فاطمۃالزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا: آہ، ابا جان کو کتنی بے چینی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ آج کے بعد تمہارے ابا جان کی یہ بے چینی نہیں رہے گی۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں، ہائے ابا جان! آپ اپنے رب کے بلاوے پر چلے گئے، ہائے ابا جان! آپ جنت الفردوس میں اپنے مقام پر چلے گئے۔ ہم جبرائیل علیہ السلام کو آپ کی وفات کی خبر سناتے ہیں۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دفن کر دیئے گئے تو آپ رضی اللہ عنہا نے انس رضی اللہ عنہ سے کہا انس! تمہارے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش پر مٹی ڈالنے کے لیے کس طرح آمادہ ہو گئے تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کا ماتم کرنا اور قرآن کی آیات کا بکری کا کھا جانا

سنن ابن ماجہ کی روایت ہے

حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حدّثنا عَبدُ الْأَعْلَى، عَنْ مُحمَّدِ ابْنِ أسْحَاقَ، عَنْ عَبدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ. وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَقَدْ نَزَلَتْ آيَةُ الرَّجْمِ وَرَضَاعَةُ الْكَبِيرِ عَشْرًا، وَلَقَدْ كَانَ فِي صَحِيفَةٍ تَحْتَ سَرِيرِي، فَلَمَّا مَاتَ رَسُولُ الله - صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَتَشَاغَلْنَا بِمَوْتِهِ، دَخَلَ دَاجِنٌ فَأَكَلَهَا.

ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے رجم کی آیت اتری اور بڑے آدمی کو دس بار دودھ پلا دینے کی اور یہ دونوں آیتیں ایک صحیفہ پر لکھی تھیں میرے بستر کے تلے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور ہم آپ کی وفات میں مشغول تھے بکری آئی اور وہ صحیفہ کھا گئی

شعیب الأرنؤوط تحقیق میں لکھتے ہیں

لا يصح، تفرد به محمَّد بن إسحاق -وهو المطلبي- وفي متنه نكارة. عبد الله بن أبي بكر: هو ابن محمَّد بن عمرو بن حزم. وأخرجه أحمد (٢٦٣١٦)، وأبو يعلى (٤٥٨٧)، والطبراني في "الأوسط" (٧٨٠٥)، والدارقطني (٤٣٧٦) من طريق محمَّد بن إسحاق، عن عبد الله بن أبي بكر، بهذا الإسناد.

صحیح نہیں اس میں محمد بن إسحاق (بن يسار بن خيار المدني إبو بكر إبو عبد الله) کا تفرد ہے اور وہ المطلبی ہے اور اس روایت کے متن میں نکارت ہے. عبد الله بن إبي بكر، وہ ابن محمَّد بن عمرو بن حزم ہیں اور اس روایت کی تخریج احمد (٢٦٣١٦)، اور إبو يعلى (۴۵۸۷)، اورالطبرانی نے "الأوسط" (۷۸۰۵)، اور الدارقطنی (۴۳۷٦) نے محمَّد بن إسحاق، عن عبد الله بن إبي بكر کے طرق سے کی ہے

الزمخشري (المتوفى: 538هـ) كتاب الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل میں لکھتے ہیں

وأمّا ما يحكى: أن تلك الزيادة كانت في صحيفة في بيت عائشة رضى الله عنها فأكلتها الداجن فمن تأليفات الملاحدة والروافض

اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اضافہ ایک صحیفے میں عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر میں تھا اور اس کو بکری کھا گئی تو یہ ملاحدہ اور روافض کی تالیف ہے

الزمخشری کی مراد محمد بن اسحاق ہے - محمّد بن اسحاق بن یسار وہ راوی ہے جو عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا پر الزام لگاتا ہے کہ قرآن کی کچھ آیات بکری کھا گئی اس میں اس کا تفرد ہے. ان کے لئے ثقہ سے لے کر دجال تک کے الفاظ ملتے ہیں اور شیعت سے بھی ان کی سوچ پراگندہ ہے

الذہبی تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں امام محدثین یحیٰی بن سعید القطان ، محمد بن اسحاق سے روایت نہیں کرتے تھے

وقال ابْن معين: كَانَ يحيى القطَّان لا يَرْضَى ابْن إِسْحَاق، ولا يروي عَنْهُ.

روایت احمقانہ ہے کیونکہ اگر ایسی آیات ہوتیں وہ تلاوت سے آگے جاتیں ان کا ایک ہی تحریری نسخہ نہیں ہو سکتا تھا

اس کے علاوہ یہی محمد بن اسحاق بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا چہرہ پر ہاتھ مارے- مسند احمد اور مسند ابی یعلی کی حدیث ہے

حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مِهْرَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ عَبَّادٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ: مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي، وَفِي بَيْتِي لَمْ أَظْلِمْ فِيهِ أَحَدًا. فَمِنْ سَفَهِي وَحَدَاثَةِ سِنِّي أَنَّ «رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ وَهُوَ فِي حِجْرِي، ثُمَّ وَضَعْتُ رَأْسَهُ عَلَى وِسَادَةٍ وَقُمْتُ أَلْتَدِمُ مَعَ النِّسَاءِ وَأَضْرِبُ وَجْهِي

حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ عَبَّادٍ، قَالَ [ص:369]: سَمِعْتُ عَائِشَةَ، تَقُولُ: «مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَحْرِي، وَنَحْرِي وَفِي دَوْلَتِي، لَمْ أَظْلِمْ فِيهِ أَحَدًا، فَمِنْ سَفَهِي وَحَدَاثَةِ سِنِّي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قُبِضَ وَهُوَ فِي حِجْرِي، ثُمَّ وَضَعْتُ رَأْسَهُ عَلَى وِسَادَةٍ، وَقُمْتُ أَلْتَدِمُ مَعَ النِّسَاءِ، وَأَضْرِبُ وَجْهِي

اروا الغلیل میں البانی اس کو حسن کہتے ہیں

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی میرے گلے کے پاس اور وہ میری جاگیر میں تھے کسی پر ظلم نہ کیا اور یہ میری سفاہت و نا تجربہ کاری ہے کہ رسول اللہ کی جان قبض ہوئی اوروہ میرے حجرے میں تھے ، میں نے ان کا سر تکیہ پر رکھا اور میں عورتوں کے ساتھ کھڑی ہوئی اپنے چہرے پر مارا

یہ روایت بھی محمد بن اسحاق بیان کرتا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف !

روایت بعد کی پیدا وار ہے کیونکہ عربی میں دَوْلَتِي (جاگیر) کا لفظ عباسی دور خلافت میں سب سے پہلے

استعمال ہوا

اس کی سند میں یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن الزبیر ہے جس سے بخاری و مسلم نے روایت نہیں لی ہے

ابن اسحاق کا یہ بھی کہنا ہے کہ وفات النبی کے عین وقت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پاس نہیں تھیں بلکہ ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں

معجم الکبیر از طبرانی میں ہے

حَدَّثنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَضْرَمِيُّ، ثنا أَبُو كُرَيْبٍ، ثنا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي ذُؤَيْبٌ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا حَضَرَ قَالَتْ صَفِيَّةُ: يَا رَسُولَ اللهِ لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِنْ نِسَائِكَ أَهْلٌ يُلْجَأُ إِلَيْهِمْ وَإِنَّكَ أَجْلَيْتَ أَهْلِي، فَإِنْ حَدَثَ حَدَثٌ فَإِلَى مَنْ؟ قَالَ: «إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ»

ذُؤَيْبٌ نے کہا جب رسول اللہ (کی وفات کا) وقت آیا صفیہ بولیں : آپ کی تمام بیویوں کے گھر والے ہیں جن سے وہ مدد لے سکتی ہیں اور میں تو اپنے گھر والوں کو چھوڑ چکی ہوں تو اگر کچھ ہو تو کس کی طرف جاؤں ؟ اپ نے فرمایا علی بن ابی طالب

سند میں ابن اسحاق مدلس ہے ضعیف ہے –

اس طرح ان دو روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے -

حجرہ عائشہ میں رسول اللہ کی وفات ہوئی اور وہیں تدفین ہوئی تو ابن اسحاق کا کہنا

وتشاغَلنا بموته، دخلَ داجنٌ فأكلها

ہم انکی موت میں مشغول ہوئے اور بکری آ کر آیات کھا گئی

کیسے صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ وہ تو کسی بھی وقت خالی نہ رہا ہو گا

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت بھی پیش کی جاتی ہے

حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «مَا عَلِمْنَا بِدَفْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى سَمِعْنَا صَوْتَ الْمَسَاحِي مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ لَيْلَةَ الْأَرْبِعَاءِ

محمد بن اسحاق ، فاطمہ بنت محمد سے وہ عمرہ سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ ہمیں رسول اللہ کے دفن کر دئے جانے کا علم بدھ کی رات کے آخر میں کھدائی کے

آوزاروں کی آواز سے ہوا

اس سے دلیل لی جاتی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کمرہ میں نہیں تھیں جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا گویا ایک چھوٹے سے حجرے میں اب دو حجرے بنا دے گئے وہ بھی ایسے کہ ایک حجرے میں جو کچھ ہو رہا ہو وہ دوسرے حجرے والے کو علم نہ ہو سکے حتی کہ کھدال کی آواز آئے دوم وفات تو پیر کو ہوئی لیکن اس روایت سے ثابت کیا جا رہا ہے کہ تین دن تک تدفین ہی نہیں ہوئی تھی یہاں تک کہ بدھ کی رات قبر کھودی گئی- حاشا اللہ یہ ممکن نہیں

افسوس اس کی سند بھی ضعیف ہے محمد بن اسحاق مدلس ہے عن سے روایت کر رہا ہے فاطمہ بنت محمّد ہے جو اصل میں فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَارَةَ ہے. کہا جاتا ہے کہ اس نام کی عبد اللہ بن ابی بکر کی بیوی تھی لیکن جو بھی ہو ان کا حال مجھول ہے

یعنی ابن اسحٰق نے کئی جھوٹ بولے

اول عائشہ رضی اللہ عنہا نے ماتم کیا

دوم قرآن کی آیات بکری کھا گئی

سوم بنی علیہ السلام کی تدفین بدھ کی رات میں ہوئی

اور ابن اسحاق کا چوتھا جھوٹ پیچھے گزر چکا ہے کہ وفات کے وقت ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا پاس تھیں

اس پر امام مالک کا فتوی ابن اسحاق پر ثبت ہوا کہ یہ دجالوں میں سے دجال ہے

وفات کے بعد تبرکات سے نفع لینا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ لوگ عطر کے طور پر استعمال کرتے تھے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں قدرتی خوشبو تھی اور چونکہ خوشبو آپ کو یاد دلاتی رہتی ہے اصحاب رسول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال لیتے تھے کہ اس میں پسینہ لگا ہوتا اس سے مہک اتی اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ رہتی - بہت سے اصحاب مدینہ کے نہیں بلکہ دور دراز علاقوں کے تھے ۔ حج کے موقعہ پر جب اپ نے بال منڈھوائے تو وہ اصحاب میں بانٹ دیے[21]

ثمامہ سے روایت ہے کہ امِ سلیم کے پاس ایک شیشی میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ اور چند موئے محفوظ تھے انس رضی اللہ عنہ نے اپنے کفن میں اسی عرق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطورِ خوشبو لگانے کی وصیت کی، ثمامہ کا بیان ہے

فلما حضر أنس بن مالك الوفاةُ أوصي إلي أن يُجْعل في حنوطه من ذالک السُّکِ، قال : فجُعل في حنوطه.

جب انس رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے وصیت فرمائی کہ ان کے حنوط میں اس خوشبو کو ملایا جائے۔ ثمامہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے حنوط میں وہ خوشبو ملائی گئی۔

حمید سے روایت ہے کہ

توفي أنس بن مالک فجعل في حنوطه سکة أو سک ومسكة فيها من عرق رسول االله صلي الله عليه وآله وسلم .

جب انس رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو ان کے حنوط میں ایسی خوشبو ملائی گئ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینے کی خوشبو تھی۔

چند روایات میں ہے کہ یہ بال شفا کے لئے استعمال ہوتے تھے - روایت کے مطابق جبہ کو دھو کر مریض کو پلایا جاتا تھا

صحيح مسلم: كِتَابُ اللِّبَاسِ وَالزِّينَةِ (بَابُ تَحرِيمِ لُبسِ الحَرِيروَغَيرِ ذٰالِکَ لِلرِّجَالِ) صحیح مسلم: کتاب: لباس اور زینت کے احکام (باب: مردوں کے لیے ریشم وغیرہ (کی مختلف اقسام)پہننا حرا م ہے ۔)

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ مَوْلَى أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ وَكَانَ خَالَ وَلَدِ عَطَاءٍ قَالَ أَرْسَلَتْنِي أَسْمَاءُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ فَقَالَتْ بَلَغَنِي أَنَّكَ تُحَرِّمُ أَشْيَاءَ ثَلَاثَةً الْعَلَمَ فِي

الثَّوْبِ وَمِيثَرَةَ الْأُرْجُوَانِ وَصَوْمَ رَجَبٍ كُلِّهِ فَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ رَجَبٍ فَكَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ الْأَبَدَ وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ الْعَلَمِ فِي الثَّوْبِ فَإِنِّي سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيرَ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فَخِفْتُ أَنْ يَكُونَ الْعَلَمُ مِنْهُ وَأَمَّا مِيثَرَةُ الْأُرْجُوَانِ فَهَذِهِ مِيثَرَةُ عَبْدِ اللَّهِ فَإِذَا هِيَ أُرْجُوَانٌ فَرَجَعْتُ إِلَى أَسْمَاءَ فَخَبَّرْتُهَا فَقَالَتْ هَذِهِ جُبَّةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ جُبَّةَ طَيَالِسَةٍ كِسْرَوَانِيَّةٍ لَهَا لِبْنَةُ دِيبَاجٍ وَفَرْجَيْهَا مَكْفُوفَيْنِ بِالدِّيبَاجِ فَقَالَتْ هَذِهِ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ حَتَّى قُبِضَتْ فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُهَا وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضَى يُسْتَشْفَى بِهَا

اسماء بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام عبداللہ(کیسان) سے روایت ہے، جو کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کا مولیٰ اور عطاء کے لڑکے کا ماموں تھا نے کہا کہ مجھے اسماء رضی اللہ عنہا نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ میں نے سنا ہے کہ تم تین چیزوں کو حرام کہتے ہو، ایک تو کپڑے کو جس میں ریشمی نقش ہوں، دوسرے ارجوان (یعنی سرخ ڈھڈھاتا) زین پوش کو اور تیسرے تمام رجب کے مہینے میں روزے رکھنے کو، تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رجب کے مہینے کے روزوں کو کون حرام کہے گا؟ جو شخص ہمیشہ روزہ رکھے گا (سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمیشہ روزہ علاوہ عیدین اور ایام تشریق کے رکھتے تھے اور ان کا مذہب یہی ہے کہ صوم دہر مکروہ نہیں ہے)۔ اور کپڑے کے ریشمی نقوش کا تو نے ذکر کیا ہے تو میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ حریر (ریشم) وہ پہنے گا جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، تو مجھے ڈر ہوا کہ کہیں نقشی کپڑا بھی حریر (ریشم) نہ ہو اور ارجوانی زین پوش، تو خود عبداللہ کا زین پوش ارجوانی ہے۔ یہ سب میں نے جا کر سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے کہا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جبہ موجود ہے، پھر انہوں نے طیالسی کسروانی جبہ (جو ایران کے بادشاہ کسریٰ کی طرف منسوب تھا) نکالا جس کے گریبان پر ریشم لگا ہوا تھا اور دامن بھی ریشمی تھے۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ جبہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات تک ان کے پاس تھا۔ جب وہ فوت ہو گئیں تو یہ جبہ میں نے لے لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پہنا کرتے تھے اب ہم اس کو دھو کر اس کا پانی بیماروں کو شفاء کے لئے پلاتے ہیں۔

صحیح مسلم میں اور دیگر کتاب میں اس روایت کی سند میں عبد الله بن كيسَان أَبُو عمر موَلَى أَسمَاء بنت

أبي بكر الْقرشِي التَّيْمِيّ الْمَكِّيّ ہے[22]

نے- مُغِيرَةَ بْنِ زِيَادٍ جب اس کو روایت کرتے ہیں تو وہ اس کا ذکر نہیں کرتے کہ جبہ دھو کر پلایا جاتا تھا جبکہ عبد الملک بن إبي سليمان اس کا ذکر کرتے ہیں- لگتا ہے کہ عبد الملک بن إبي سليمان کچھ گڑبڑ بیان کر گیا ہے جو مغیرہ نے بیان نہیں کیا- ابن حجر نے کہا صدوق له إوهام -عبد الملک بن إبي سليمان صدوق ہے لیکن اس کو وہم ہوتا ہے

مسند اسحاق میں ہے

أَخْبَرَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ، نا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، فِي الْعَلَمِ فِي الثَّوْبِ قَالَ: أَرَادَ أَنْ يَفْتَتِحَ حَدِيثًا , ثُمَّ قَالَ: هَذَا [ص:134] أَخْبَرَنِي رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ وَاسْمُهُ عَبْدُ اللَّهِ مَوْلَى أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ , قَالَ لَهُ عَطَاءٌ: حَدِّثْ، فَحَدَّثَ بَيْنَ يَدَيْ عَطَاءٍ

عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ، نے عَطَاءٍ بن ابی رباح سے کپڑوں کے حوالے سے معلومات پر روایت کیا اور عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ (یا عَطَاءٍ بن ابی رباح ؟) نے حدیث شروع کرنے کا ارادہ کیا کہا پھر کہا مجھ کو قوم میں سے شخص جس کو عبداللہ مولی اسماء کہا جاتا تھا نے خبر دی - عَطَاءٍ نے اس سے کہا خبر دو پس عبداللہ مولی اسماء نے روایت کیا عَطَاءٍ کے سامنے

سوال اٹھتا ہے کہ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ نے اس روایت کو عَطَاءِ بن ابی رباح سے لیا یا عبد اللہ مولی اسماء سے لیا ؟ صحیح مسلم میں عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ نے اس کو براہ راست عبداللہ مولی اسماء سے روایت کیا ہے عَطَاءٍ بن ابی رباح کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے جبکہ مسند اسحاق کی سند کے مطابق یہ اصل میں عَطَاءٍ بن ابی رباح اور عبد اللہ مولی اسماء کا آپس کا مذاکرہ تھا اور عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ اتفاقاً سن رہا تھا یہ روایت باقاعدہ عبد الملک کو نہیں سنائی گئی

وقال أبو داود: قلت لأحمد: عبد الملك بن أبي سليمان؟ قال: ثقة. قلت: يخطئ؟ قال: نعم، وكان من أحفظ أهل الكوفة، إلا أنه رفع أحاديث عن عطاء. «سؤالاته» (358) .

ابو داود نے کہا میں نے امام احمد سے عبد الملك بن أبي سليمان کا پوچھا احمد نے کہا ثقہ ہے - میں نے کہا کیا غلطی کرتا ہے ؟ احمد نے کہا ہاں لیکن کوفہ میں احفظ ہے سوائے اس کے کہ یہ عطا بن ابی رباح سے احادیث رفع کرتا ہے

یعنی عبد الملک بن إبي سليمان کا سماع عطاء سے نہیں ہے عَطَاءِ بن ابی رباح تک سند لے جاتا ہے-

الغرض راقم کو لگتا ہے کہ صحیح مسلم کی اس روایت کی سند مُنقطع ہے جس میں جبہ سے شفا کا ذکر ہے – اغلباً عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ کو خود یاد نہیں کہ کس سے اس روایت کو لیا لیکن اس نے اس قول کو

عبد اللہ مولی اسماء سے منسوب کر دیا ہے – ساتھ ہی عَطَاءِ بن ابی رباح کا ذکر بھی کر دیا روایت کے مطابق یہ مکالمہ تو عبد اللہ مولی اسماء اور عَطَاءِ بن ابی رباحؒ کے درمیان ہوا تھا عبد الملک تو صرف سن رہا تھا – پھر امام احمد کے مطابق عطاء بن ابی رباح تک عبد الملک سند رفع کر دیتا ہے

اسی قسم کی ایک روایت صحیح بخاری میں عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ سے مروی ہے

أَرْسَلَنِي أَهْلِي إِلَي أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلي الله عليه وآله وسلم بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ، وَقَبَضَ إِسْرَائِيْلُ ثَلَاثَ أَصَابِعَ مِنْ قُصَّةٍ فِيْهِ شَعَرٌ مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ صلي الله عليه وآله وسلم ، وَكَانَ إِذَا أَصَابَ الإِنْسَانَ عَيْنٌ أَوْ شَيئٌ بَعَثَ إِلَيْهَا مِخْضَبَهُ فَاطَّلَعْتُ فِي الْجُلْجُلِ فَرَأَيْتُ شَعَرَاتٍ حُمْرًا.

مجھے میرے گھر والوں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پانی کا ایک پیالہ دے کر بھیجا۔ (اسرائیل نے تین انگلیاں پکڑ کر اس پیالے کی طرح بنائیں) جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بال تھا، اور جب کبھی کسی کو نظر لگ جاتی یا کوئی بیمار ہو جاتا تو وہ ام سلمۃ رضی اللہ عنہا کے پاس (پانی کا) برتن بھیج دیتا۔ پس میں نے برتن میں جھانک کر دیکھا تو میں نے چند سرخ بال دیکھے۔

تاریخ مدینہ از ابن شبہ میں ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ، أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَأَخْرَجَتْ جُلْجُلًا مِنْ فِضَّةٍ فِيهِ شَعَرَاتٌ مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَاطَّلَعْتُ فِيهِ فَإِذَا صِبْغٌ أَحْمَرُ، فَكَانَ إِذَا اشْتَكَى أَحَدُنَا أَتَاهَا بِإِنَاءٍ فَخَضْخَضَتْهُ فِيهِ، فَشَرِبَ مِنْهُ وَتَوَضَّأَ

اس روایت کو عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ سے تین راوی نقل کرتے ہیں ایک سَلَّامُ بْنُ أَبِي مُطِيعٍ ہیں دوسرے أَبُو مُعَاوِيَةَ شَيْبَانَ ہیں اور تیسرے إسرائيل بن يونس بن أبي إسحاق السبيعى الهمدانى ہیں-

ان تین میں صرف إسرائيل بن يونس بن أبي إسحاق السبيعى الهمدانى اس کو بیان کرتے ہیں کہ بال پانی میں شفا کے لئے ڈالے جاتے - إسرائيل بن يونس بن إبي إسحاق السبيعى الهمدانى صحیح بخاری کے راوی ہیں لیکن محدثین نے اس کو ضعیف بھی کہا ہے

ابن سعد نے کہا اس کی تضعیف بھی کی جاتی ہے – ابن حزم اور ابن المديني نے ضعیف کہا ہے - يحيیٰ القطان نے اس سے روایت نہیں کیا - چونکہ یہ صرف إسرائيل بن يونس بن أبي إسحاق السبيعى الهمدانى نے روایت کیا ہے - راقم اس روایت کو شاذ قول کہتا ہے

کتاب بَهْجَة المحَافِل وأجمل الوَسائل بالتعريف برواة الشَّمَائل از إبراهيم بن إبراهيم بن حسن اللقاني،

أبو الإمداد، برهان الدين المالكي (المتوفى: 1041هـ) اور الإصابة في تمييز الصحابة از ابن حجر کے مطابق
ورواه ابن السكن من طريق صفوان بن هبيرة عن أبيه قال: قال لي ثابت البناني قال لي أنس بن مالك: هذه شعرة من شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم فضعها تحت لساني، قال: فوضعتها تحت لسانه فدفن وهي تحت لسانه.

ثابت البنانی بیان کرتے ہیں کہ مجھے انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک بال ہے، پس تم اسے میری (تدفین کے وقت) اسے زبان کے نیچے رکھ دینا۔ وہ کہتے ہیں : میں نے وہ بال آپ رضی اللہ عنہ کی زبان کے نیچے رکھ دیا اور انہیں اس حال میں دفنایا گیا کہ وہ بال ان کی زبان کے نیچے تھا۔

راقم کہتا ہے اس کو صفوان بن ہبیرۃ نے روایت کیا ہے جو ضعیف ہے

مسند احمد میں ہے

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَمَانٍ، عَنْ حَسَنِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: «كَانَ الْمَاءُ يَسْتَنْقِعُ فِي جُفُونِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ عَلِيٌّ يَحْسُوهُ

امام جعفر سے روایت ہے کہ وہ پانی جو غسل نبی کا تھا یعنی ان کے جسم اطہر کے اوپر بہا اس کو جمع کر لیا گیا اور اس کو علی پیتے تھے

سند منقطع ہے

نعل شریف کا نقش اور برکات

جو سر پر رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

آج سے ۳۰ سال پہلے نعل شریف نظر نہیں اتی تھی لیکن چند سالوں میں دیکھتے ہی دیکھتے اس کے عکس ہمارے شہروں میں نظر آنے لگے ہیں. اس کا سہرا شاید وسطی ایشیا کی مسلم قوموں کے سر باندھتا ہے جہاں سے یہ یہاں آ پہنچا ہے ویسے بھی صوفی سلسلوں کو اپنی مشہوری کے لئے اس طرح کے لوازمات کی ضرورت رہتی ہے

واضح رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دھن ، پسینہ ، بال سب متبرک تھے لیکن ان کے نعل کی شبیہہ بنانا کہاں کی دینداری ہے

حدیث میں علی رضی اللہ عنہ کو خَاصِفُ النَّعْلِ یعنی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے) جوتے سینے والا کہا گیا ہے لیکن کیا علی رضی اللہ عنہ نے نعل کی شبیہہ یا عکس کو بنایا یا گلے میں لٹکایا؟ صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کے مناقب میں ان کی پہچان ہی صاحب النعلين والوسادة والمطهره لکھی ہے (بخاری، کتاب المناقب) لیکن کیا صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے عکس کو کندہ کروایا

تاریخ کے مطابق نعل شریف کا پہلا ذکر خلیفہ المھدی کے حوالے سے ملتا ہے جس نے نعلین کو مصلحت کے تحت خریدا . ابن کثیر نے امیرالمومنین محمد المھدی کے مناقب بیان کرتے ہوئے تاریخ ابن کثیر ج ۱۰ ص ۱۵۳ میں لکھا ہے کہ

وَدَخلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ يَوْمًا وَمَعَهُ نَعْلٌ فَقَالَ: هَذِهِ نعل رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَهْدَيْتُهَا لَكَ. فَقَالَ: هَاتِهَا، فَنَاوَلَهُ إِيَّاهَا، فَقَبَّلَهَا وَوَضَعَهَا عَلَى عَيْنَيْهِ وَأَمَرَ لَهُ بِعَشَرَةِ الْأَفِ دِرْهَمٍ. فَلَمَّا انْصَرَفَ

الرَّجُلُ قَالَ الْمَهْدِيُّ: وَاللَّهِ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَرَ هَذِهِ النَّعْلَ، فَضْلًا عَنْ أَنْ يَلْبَسَهَا، وَلَكِنْ لَوْ رَدَدْتُهُ لذهب يقول للناس: أهديت إليه نعل رسول الله صلى الله عليه وسلم فردها على فتصدقه النَّاسِ

ایک دن محمد المھدی کے پاس ایک شخص آیا جس کے پاس ایک جوتی تھی۔ اس نے کہا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتی ہے جو میں آپ کو تحفتاً پیش کرتا ہوں۔ پس اس نے یہ نعل لے لیا، اسے بوسہ دیا اور اپنے دائیں طرف رکھا اور اس شخص کو دس ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو مہدی نے کہا بخدا میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ جوتی رسول ﷺ نے پہنی تو کیا اسے کبھی دیکھا بھی نہ ہوگا لیکن اگر میں یہ اسے واپس کردیتا تو وہ جاکر لوگوں سے کہتا پھرتا کہ میں نے مہدی کو رسول اللہ ﷺ کے نعل کا تحفہ دیا جو اس نے لوٹا دیا اور لوگ اس کی بات کو سچ سمجھتے ۔

المہدی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جوتی اتنی اچھی حالت میں کیسے ہو سکتی ہے کہ گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کبھی دیکھا ہی نہ ہو گا ۔ عرف عام میں ایسی چیزوں کو جعل سازی کہتے ہیں ۔ لیکن صرف مصلحتا اس جعل ساز سے خریدا

ابن کثیر کتاب البدایۃ والنہایۃ ج ٦ ص ٧ میں لکھتے ہیں

قُلْتُ: وَاشْتُهِرَ فِي حُدُودِ سَنَةِ سِتِّمِائَةٍ وَمَا بَعْدَهَا عِنْدَ رَجُلٍ مِنَ التُّجَّارِ يُقَالُ لَهُ: ابْنُ أَبِي الْحَدْرَدِ، نَعْلٌ مُفْرَدَةٌ ذَكَرَ أَنَّهَا نَعْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَامَهَا الْمَلِكُ الْأَشْرَفُ مُوسَى بْنُ الْمَلِكِ الْعَادِلِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَيُّوبَ مِنْهُ بِمَالٍ جَزِيلٍ فَأَبَى أَنْ يَبِيعَهَا، فَاتَّفَقَ مَوْتُهُ بَعْدَ حِينٍ، فَصَارَتْ إِلَى الْمَلِكِ الْأَشْرَفِ الْمَذْكُورِ، فَأَخَذَهَا إِلَيْهِ وَعَظَّمَهَا، ثُمَّ لَمَّا بَنَى دَارَ الْحَدِيثِ الْأَشْرَفِيَّةَ إِلَى جَانِبِ الْقَلْعَةِ، جَعَلَهَا فِي خِزَانَةٍ مِنْهَا، وَجَعَلَ لَهَا خَادِمًا، وَقَرَّرَ لَهُ مِنَ الْمَعْلُومِ كُلَّ شَهْرٍ أربعون دِرْهَمًا، وَهِيَ مَوْجُودَةٌ إِلَى الْآنَ فِي الدَّارِ الْمَذْكُورَةِ

میں کہتا ہوں سن ٦٠٠ کی حدود میں اور اس کے بعد تاجروں میں سے ایک شخص جس کو ابن ابی الحدرد کہا جاتا تھا مشہور ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جوتی اس کے پاس ہے۔ الْمَلِكُ الْأَشْرَفُ مُوسَى بْنُ الْمَلِكِ الْعَادِلِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَيُّوبَ نے اس پر زور ڈالا کہ ایک کثیر رقم کے بدلے اس کو خرید لے لیکن وہ اس سے مانع ہوا اور اس تاجر کی موت کے بعد یہ الملک الاشرف کو ملی جس نے اس کو لیا اور اس کی تکریم کی پس جب دار الحدیث الاشرفیہ قلعہ کی جانب بنا تو اس جوتی کو اس کے خزانے میں سے بنا دیا اور

اس پر خادم مقرر کیا اور اس کے لئے فی مہینہ چالیس درہم مقرر کیے اور یہ ابھی بھی اس جگہ موجود ہے

الیونینی (المتوفی: 726ھ) کتاب ذیل مرآۃ الزمان میں لکھتے ہیں کہ ملک الاشرف نے تیس ہزار درہم کے بدلے میں اس جوتی کو ابن اِبی الحدید سے حاصل کیا اور

أن صاحبه ابن أبي الحديد كان يسافر به إلى الملوك فيعطوه الأموال

اس کے صاحب ابن ابی الحدید نے اس جوتی کو بادشاہوں کو دکھانے کے لئے سفر کرتے اور وہ ان کو مال دیتے

ذھبی تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں

فإنَّ الحافظ ابن السَّمْعاني ذكر: أنَّه رأى هذا النَّعْل لّما قَدِمَ دمشق عند الشيخ عبد الرحمن بن أبي الحديد في سَنَةِ ستٍّ وثلاثين وخمسمائة. وكان الأشرف يُقَرِّبُهُ لأَجله، ويُؤثِرُ أن يشتريَه منه، ويقفه في مكان يُزَار فيه، ....، وأقرَّه بدارِ الحديث بدمشق.

بے شک حافظ ابن السَّمْعانی نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اس جوتی کو سن ۵۳۶ ھ میں دیکھا جب وہ شیخ عبد الرحمان بن ابی الحدید کے ساتھ دمشق پہنچی . اور اشرفیہ اس جوتی کی وجہ سے ان کے پاس جاتی اور ان پر اس کو بیچنے کے لئے اثر انداز ہوتی اور انہوں نے ایک مکان اس کی زیارت کے لئے وقف کر دیا .. یہاں تک کہ یہ جوتی دار الحدیث دمشق پہنچی

کہا جاتا ہے اس جوتی کو مدرسہ دماغیہ دمشق منتقل کر دیا گیا تھا -ایک رائے یہ بھی ہے اس کو ترکوں نے استنبول منتقل کر دیا تھا لیکن لبنانی محقق جبریل فواد الحداد نے اپنی تحقیق دار الحدیث الاشرافیہ میں لکھا ہے کہ یہ جوتی ایک لکڑی کے ڈبے میں رکھی گئی اس کو محراب کے اوپر استوار کیا گیا لیکن ۸ ہجری میں تاتاریوں کے حملے میں دار الحدیث جل گیا اور اس کے ساتھ یہ جوتی بھی ضائع ہو گئی-

اِبوالعباس اِحمد ابن محمد ابن اِحمد ابن یحیٰی القرشی التلمسانی (۱۰۴۱ ھ) نے کتاب فتح المتعال فی مدح النعال میں نعل شریف کے باقاعدہ نقش بنائے اور آج تک وہی نقش مختلف انداز میں موجود ہیں-اِبوالعباس اِحمد ابن محمد ابن اِحمد ابن یحیٰی القرشی التلمسانی (۱۰۴۱ ھ) نے کتاب فتح المتعال فی مدح النعال میں نعل شریف کے بارے میں لکھا ہے کہ

یہ جس لشکر میں ہو، اس کو کبھی شکست نہ ہو جس قافلے میں ہو وہ قافلہ لوٹ مار سے محفوظ رہے جس گھر میں ہو وہ گھر جلنے سے محفوظ رہے گا جس سامان میں ہو وہ چوری ہونے سے محفوظ رہے گا۔ جس کشتی میں ہو وہ ڈوبنے سے محفوظ رہے گی جو کوئی صاحب نقش نعل سے کسی حاجت میں توسط کرے وہ حاجت پوری ہو اور ہر مشکل آسان ہو۔

لیکن افسوس اس کی شبیہہ ہونے کے باوجود مسلم علاقوں کی تباہ حالی سب کے سامنے ہے

نعلین کے حوالے سے غلو کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ

موسی علیہ السلام جب طوی کی مقدس وادی میں تشریف لے گئے تو سورۃ طہ کی آیات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے جوتے اتارنے کا حکم دیا طہ،۲۰ : ۱۱۔

إِنِّي أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى

اے موسٰی بیشک میں ہی تمہارا رب ہوں سو تم اپنے جوتے اتار دو، بیشک تم طُوٰی کی مقدس وادی میں ہو

اس کے برعکس نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج پر عرش تک گئے تو ان کے بارے میں یہ نہیں ملتا کہ کسی مقام پر ان کے نعلین اتروائے گئے ہوں اس کو دلیل بناتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ یقینا یہ نعلین بہت مبارک ہیں اور ان کی شبیہ بنانا جائز ہے حالانکہ صحیحین کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سدرہ المنتہی تک ہی گئے اس سے آگے نہیں اور یہ تو کسی حدیث میں نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرش تک گئے — معراج پر رویت باری تعالی کے حوالے سے مزید بحث راقم کی کتاب الاسراء میں موجود ہے -

نوٹ : رسول اللہ کی تلوار کا نام ذوالفقار تھا اور وہ بعد میں بنو عباس کے پاس تھی

امام احمد نے ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار ان کے دور میں ال عباس یعنی اہل بیت النبی کے پاس تھی

قال عبد الله بن أحمد: حدثني أبي. قال: حدثنا عبد الرزاق. قال: أخبرنا ابن جريج. قال: أخبرني جعفر بن محمد. قال: رأيت سيف رسول الله - صلى الله عليه وسلم - قائمة من فضة، ونعله من فضة، وبين ذلك حلق من فضة. قال: وهو عند هؤلاء الآن - يعني آل عباس -. «العلل

حَدثنِي أبي قَالَ حَدثنَا عبد الرَّزَّاق قَالَ أخبرنَا بن جريج قَالَ أَخْبرنِي جَعْفَر بْن مُحَمَّد عَن أَبِيهِ أَن اسْم سَيْفِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُو الفقار»

مبحث الثالث: حیات الانبیاء فی القبر کا مسئلہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مطہر جنت کا باغ ہے ؟

صحیح بخاری کی حدیث ۱۱۹۵ بَابُ فَضْلِ مَا بَيْنَ القَبْرِ وَالمِنْبَرِ میں ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ المَازِنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الجَنَّةِ»

میرے گھر اور منبر کے درمیان، جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے

گھر سے مراد حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہے لہذا اگر آپ دیکھیں تو گھر اور منبر کے درمیان جنت اصل میں مسجد النبی ہے اور مسجد کو جنت کے باغوں میں سے ایک کہا جا رہا ہے - جب بھی دو چیزوں کے درمیان کی بات ہوتی ہے تو اس میں وہ دو چیزیں شامل نہیں ہوتیں ورنہ یہ کہنا آسان ہے کہ میری قبر جنت کا حصہ ہے نہ کہ یہ کہ میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کا باغ ہے۔

ایک روایت میں قبر اور منبر کے درمیان کا لفظ ہے - طبرانی اوسط کی روایت ہے

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ: نا أَبُو حَصِينٍ الرَّازِيُّ قَالَ: نا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، نا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا بَيْنَ قَبْرِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي»

لَمْ يَرْوِ هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ إِلَّا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، تَفَرَّدَ بِهِ: أَبُو حَصِينٍ

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے

اس روایت کو عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ سے سوائے يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ کے کوئی روایت نہیں کرتا اور

اس میں أَبُو حَصِينٍ الرَّازِيُّ کا تفرد ہے- عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ کو دارقطنی ضعیف کہتے ہیں ابن معین کہتے ہیں اس کی احادیث قوی نہیں

رسول اللہ کی روح جنت میں ہے اور وہ مقام الوسیلہ ہے - وفات کے وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سب سے اعلیٰ دوست ہے، اس وقت میں جان گئی کہ آپ نے دنیا کو چھوڑنے کا ارادہ کر لیا

قبر و منبر کے درمیان – معلول اسناد

ایک روایت مسند احمد ١١٦١٠ میں ہے

حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا أَسْحَاقُ بْنُ شُرْفِيٍّ، مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا بَيْنَ قَبْرِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ» ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: قَالَ أَبِي: أَسْحَاقُ بْنُ شُرْفِيٍّ حَدَّثَنَا عَنْهُ مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، حَدَّثَنَا أَسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَقَالَ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ: أَسْحَاقُ بْنُ شُرْفِيٍّ

شعیب کہتے ہیں یہ منقطع ہے

أبو بكر بن عبد الرحمن بن عبد الله بن عمر، هو أبو بكر بن عمر بن عبد الرحمن بن عبد الله بن عمر، روايته عن جد أبيه منقطعة

حلية الأولياء وطبقات الأصفياء از إبو نعيم الأصبهاني (المتوفى: 430هـ) اور صحیح ابن حبان میں ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُظَفَّرِ، ثنا أَبُو بِشْرٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُصْعَبٍ , ثنا مَحْمُودُ بْنُ آدَمَ، ثنا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، ثنا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ عَمَّارٍ الدُّهْنِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: " قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَوَائِمُ مِنْبَرِي رَوَاتِبُ فِي الْجَنَّةِ , وَمَا بَيْنَ قَبْرِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ» تَفَرَّدَ بِهِ الْفَضْلُ عَنْ سُفْيَانَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے منبر کے پائے جنت کے رَوَاتِبُ ہیں اور میری قبر اور منبر کے درمیان جنت ہے

اس کی سند میں عمار بن معاویۃ الدھنی جس نے إَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ سے روایت کیا ہے - عَمَّارٍ الدُّهْنِيِّ کے لئے ابو حاتم کہتے ہیں اس سے دلیل مت لو-

شعب الإيمان از بیہقی میں ہے

أخْبَرَنَا أبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيُّ، أخْبَرَنَا حَامِدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْن عَبْدِ اللهِ الْهَرَوِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ الْقُرَشِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: رَأَيْتُ جَابِرًا، وَهُوَ يَبْكِي عِنْدَ قَبْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَقُولُ: هَهُنَا تُسْكَبُ الْعَبَرَاتُ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " مَا بَيْنَ قَبْرِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ "

سند میں عَبْدُ اللهِ بْنُ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ ہے جو مجہول ہے

السنة از أبو بكر بن أبي عاصم (المتوفى: 287ھ) میں ہے

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، وابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا بَيْنَ قَبْرِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي»

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میری قبر اور منبر کے درمیان جنت ہے

اس کی سند بظاہر صحیح ہے لیکن یہ متن معلول ہے - دوم اس میں قبر کو جنت کا باغ قرار نہیں دیا گیا ہے جیسا لوگوں کا دعوی ہے

صحیح بخاری میں اسی سند سے ہے

ح ١٨٨٨ اور ١١٩٦ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي»

یعنی راوی میں خود کبھی بَيْتِي میرا گھر بولا اور کبھی قَبْرِي میری قبر بول دیا ہے –

مسند احمد میں ہے

حَدَّثَنَا يُونُسُ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " مَا بَيْنَ هَذِهِ الْبُيُوتِ - يَعْنِي: بُيُوتَهُ - إِلَى مِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، وَالْمِنْبَرُ عَلَى تُرْعَةٍ مِنْ تُرَعِ الْجَنَّةِ

عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ، رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان گھروں اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے باغ ہے اور منبر جنت کے ٹیلے پر ہے

شعیب الأرنؤوط کا کہنا ہے کہ

حديث صحيح دون قوله: "ما بين هذه البيوت " بصيغة الجمع، فقد خالف فيها فليحٌ – و هو ابن سليمان

حدیث ان گھروں کے درمیان کے الفاظ یعنی جمع کے ساتھ ضعیف ہے اس متن پر فلیح بن سلیمان نے مخالفت کی ہے

قبری کے لفظ پر متضاد آراء

بعض کا قول ہے کہ یہ قبری کا لفظ صحیح سند سے بھی ہے - بدر الدین العینی عمدۃ القاری 10 /248 میں لکھتے ہیں

وكذا وقع في حديث سعد بن إبي وقاص إخرجه البزار بسند صحيح،

قبری کے الفاظ صحیح سند سے مسند البزار میں سعد بن إبي وقاص کی سند سے آئے ہیں

راقم کو مسند البزار میں یہ سند ملی

وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، قَالَ: نَا إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي عُبَيْدَةُ بِنْتُ نَابِلٍ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي، أَوْ قَبْرِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ» وَهَذَا الْحَدِيثُ قَدْ رَوَتْهُ عُبَيْدَةُ، وَرَوَاهُ جُنَاحٌ مَوْلَى لَيْلَى، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهَا

اس سند میں عُبَيدة بنت نابل، حجازية. مجهول ہے - شعیب الأرنؤوط نے مسند احمد کی تعلیق میں اس سند کا ذکر کرکے کہا

قال الهيثمي في "المجمع" 4/9: ورجاله ثقات، فتعقبه الشيخ حبيب الرحمن الأعظمي بقوله: قلت: كلا، بل فيه إسحاق بن محمد الفروي، وليس بثقة،

حبيب الرحمن الأعظمي کا کہنا ہے اس سند میں بل فيه إسحاق بن محمد الفروي،

ولیس بثقة، ہے

بعض کا قول ہے کہ قبری کہنا اصل میں روایت بالمعنی ہے مثلا ابن تیمیہ کا القاعدة الجليلة میں قول ہے

ولكن بعضهم رواه بالمعنى، فقال: قبري
لیکن بعض نے کو قبری کے لفظ کے ساتھ روایت بالمعنی کیا ہے

بعض کا قول ہے قبری کا لفظ بے اصل ہے - التمہید لما فی الموطأ من المعانی والأسانید میں قرطبّی کا کہنا ہے

وَقَدْ رَوَاهُ أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى الْكُوفِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ قَبْرِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَهَذَا أَيْضًا إِسْنَادٌ خَطَأٌ لَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ وَلَا أَصْلَ لَهُ

ابن عمر نے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری قبر اور منبر کے درمیان جو ہے وہ جنت کا ٹکڑا ہے - ان اسناد میں غلطی ہے - اس کی متابعت نہیں ہے نہ اصل ہے

الرَّوضُ البَسّام بتَرتِيْبِ وَتخرِيج فوَائِدِ تمّام کے مؤلف إبو سليمان جاسم بن سليمان حمد الفهيد الدوسري کا کہنا ہے

تنبیہ: الحدیث بلفظ: "ما بین قبری ومنبری ..." عزاہ النووی فی "المجموع" (8/ 272) والعراقی فی "تخریج الاحیاء" (1/ 260) إلى الصحیحین، وهو وهم، وقد علمت إن روایتهما بلفظ: "بیتي".

تنبیہ حدیث الفاظ ما بین قبری ومنبری . کو نووی نے لیا ہے ... اور یہ وہم ہے اور جان لو کہ روایت ہے بیتي کے الفاظ سے

إسنى المطالب فی إحادیث مختلفة المراتب از محمد بن محمد درویش، إبو عبد الرحمٰن الحوت الشافعی (المتوفی: 1277ھ) میں ہے

حَدِيث: " مَا بَين بَيْتِي ومنبري رَوْضَة من رياض الْجنَّة ". مُتَّفق عَلَيْهِ، وَمن يذكرهُ بِلَفْظ قَبْرِي فَهُوَ غلط.
حدیث ہے مَا بَين بَيْتِي ومنبري رَوْضَة من رياض الْجنَّة یہ متفق علیہ ہے اور جس نے اس کو قبری کے لفظ سے ذکر کر دیا ہے اس نے غلطی کی ہے

امام بخاری کا اہتمام : صرف بیت و منبر والی روایات کی تصحیح کی

امام بخاری نے خاص وہ اسناد لی ہیں جن میں بیتی کے الفاظ ہیں

ح ٦٥٨٨ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ المُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي»

ح ٧٣٣٥ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي»

امام بخاری نے اس طرح خاص اہتمام کیا ہے کہ صرف وہ متن لکھیں جس میں بیتی گھر کے الفاظ ہوں نہ کہ قبر کے۔ اب بحث اس میں ہے کہ اگر یہ ہی متن امام صاحب کے نزدیک صحیح تھا تو اس پر باب بَابُ فَضْلِ مَا بَيْنَ القَبْرِ وَالمِنْبَرِ قائم کیوں کیا؟

ابواب بخاری کے حوالے سے راقم کی رائے ہے کہ یہ تمام کے تمام امام بخاری کے قائم کردہ نہیں ہیں۔

کتاب التعديل والتجريح , لمن خرج له البخاري في الجامع الصحيح از أبو الوليد سليمان بن خلف بن سعد بن أيوب بن وارث التجيبي القرطبي الباجي الأندلسي

(التوفی: 474ھ) کے مطابق

وَقد أخبرنَا أَبُو ذَر عبد بن أَحْمد الْهَرَوِيّ الْحَافِظ رَحمَه الله ثَنَا أَبُو إِسْحَاق الْمُسْتَمْلِي إِبْرَاهِيم بن أَحْمد قَالَ انتسخت كتاب البُخَارِيّ من أَصله كَانَ عِنْد مُحَمَّد بن يُوسُف الْفربرِي فرأيته لم يتم بعد وَقد بقيت عَلَيْهِ مَوَاضِع مبيضة كَثِيرَة مِنْهَا تراجم لم يثبت بعْدهَا شَيْئا وَمِنْهَا أَحَادِيث لم يترجم عَلَيْهَا فأضفنا بعض ذَلِك إِلَى بعض وَمِمَّا يدل على صِحَة هَذَا القَوْل أَن رِوَايَة أبي إِسْحَاق الْمُسْتَمْلِي وَرِوَايَة أبي مُحَمَّد السَّرخسِيّ وَرِوَايَة أبي الْهَيْثَم الْكشميهني وَرِوَايَة أبي زيد الْمروزِي وَقد نسخوا من أصل وَاحِد فِيهَا التَّقْدِيم وَالتَّأْخِير وَإِنَّمَا ذَلِك بِحَسب مَا قدر كل وَاحِد مِنْهُم فِي مَا كَانَ فِي طرة أَو رقْعَة مُضَافَة أَنه من مَوضِع مَا فأضافه إِلَيْهِ وَيبين ذَلِك أَنَّك تَجِد ترجمتين وَأكْثر من ذَلِك مُتَّصِلَة لَيْسَ بَينهمَا أَحَادِيث وَإِنَّمَا أوردت هَذَا لما عني بِهِ أهل بلدنا من طلب معنى يجمع بَين التَّرْجَمَة والْحَدِيث الَّذِي يَليهَا وتكلفهم فِي تعسف التَّأْوِيل مَا لَا يسوغ وَمُحَمّد بن إِسْمَاعِيل البُخَارِيّ رَحمَه الله وَإِن كَانَ من أعلم النَّاس بِصَحِيح الحَدِيث وسقيمه فَلَيْسَ ذَلِك من علم الْمعَانِي وَتَحْقِيق الْأَلْفَاظ وتمييزها بسبيل فَكيف وَقد روى أَبُو إِسْحَاق الْمُسْتَمْلِي الْعلَّة فِي ذَلِك وَبَينهَا إِن الحَدِيث الَّذِي يَلِي التَّرْجَمَة لَيْسَ بموضوع لَهَا ليَأْتِي قبل ذَلِك بترجمته وَيَأْتِي بالترجمة الَّتِي قبله من الحَدِيث بِمَا يَلِيق بهَا

أَبُو ذَر عبد بن أَحْمد الْهَرَوِيّ نے خبر دی الْمُسْتَمْلِي نے کہا میں نے وہ نسخہ نقل کیا جو الْفربرِي کے پاس تھا پس میں نے دیکھا یہ ختم نہیں ہوا تھا اور اس میں بہت سے مقامات پر ترجمہ یا باب قائم کیے ہوئے تھے جس میں وہ چیزیں تھیں جو اس باب کے تحت ثابت نہیں تھیں اور احادیث تھیں جن کے تراجم (یا ابواب) نہ تھے پس ہم نے ان میں اضافہ کیا بعض کا بعض میں اور اس قول کی صحت پر دلالت کرتا ہے کہ الْمُسْتَمْلِي اور السَّرخسِيّ اور الْكشميهني اور أبي زيد الْمروزِي نے سب نے ایک ہی نسخہ سے نقل کیا ہے جس میں تقدیم و تاخیر تھی اور یہ اس وجہ سے تھا کہ ان سب کی حسب مقدار جو طرۃ میں تھا یہ اضافی رقْعَة پر موجود تھا جو اس مقام پر لگا تھا اس کا اضافہ کیا گیا اور اس کی تبین ہوتی ہے کہ دو ابواب ایک سے زیادہ مقام پر ہیں اور ابواب ملے ہیں حدیث نہیں ہے اور ایسا ہی مجھ کو ملا جب اہل شہر نے مدد کی کہ ابواب کو حدیث سے ملا دیں اور تاویل کی مشکل جھیلی جو امام بخاری کے نزدیک تھی اور اگرچہ وہ لوگوں میں حدیث کے صحیح و سقم کو سب سے زیادہ جانتے تھے لیکن علم معنی اور تحقیق الفاظ اور تمیز میں ایسے عالم نہیں تھے تو کیسے (ابواب کی تطبیق حدیث سے) کرتے - اور الْمُسْتَمْلِي نے اس کی علت بیان کی کہ ایک حدیث اور اس سے ملحق باب میں حدیث ہوتی ہے جو موضوع سے مناسبت نہیں رکھتی

الباجی نے جو معلومات دی ہیں ان سے معلوم ہوا کہ یہ باب کہا جا سکتا ہے کہ امام بخاری کا قائم کردہ نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اس روایت کے متن میں خاص احتیاط برتی ہے کہ صرف وہ لیں جس میں بیتی کے الفاظ ہوں نہ کہ قبری کے

امام بخاری نے اپنا عقیدہ ان احادیث پر اس طرح بیان کیا ہے

انسؓ سے روایت کہ حارثہ بن سراقہ انصاریؓ جو ابھی نوعمر لڑکے تھے ' بدر کے دن شہید ہو گئے تھے (پانی پینے کے لیے حوض پر آئے تھے کہ ایک تیر نے شہید کر دیا) پھر ان کی والدہ (ربیع بنت النصر ' انسؓ کی پھو پھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ، آپ کو معلوم ہے کہ مجھے حارثہ سے کتنا پیار تھا ، اگر وہ اب جنت میں ہے تو میں اس پر صبر کروں گی اور اللہ تعالیٰ کی امید رکھوں گی اور اگر کہیں دوسری جگہ ہے تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں کس حال میں ہوں ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، اللہ تم پر رحم کرے ، کیا دیوانی ہو رہی ہو ، کیا وہاں ایک جنت ہے ؟ بہت سی جنتیں ہیں اور تمہارا بیٹا جنت الفردوس میں ہے ۔ صحیح بخاری ، کتاب المغازی

امام مسلم کا اہتمام : صرف بیتی والی روایت کی تصحیح

امام مسلم نے بھی امام بخاری کی طرح صرف ان روایات کی تصحیح کی ہے جن میں بیتی کے الفاظ ہوں۔
امام صاحب دو اسناد دیتے ہیں

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيد، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَس، فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْر، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ الْمَازِنِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ»

حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي»

اب اشکال یہ ہے کہ اگر امام مسلم سے نزدیک یہ متن صحیح تھا تو اس پر باب بَابُ مَا بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ کیوں قائم کیا ہے

صيانة صحيح مسلم من الإخلال والغلط وحمايته من الإسقاط والسقط میں محدث ابن الصلاح (المتوفی: 643ھ) کہتے ہیں

أَن مُسلما رَحمَه الله وإيانا رتب كِتَابه على الْأَبْوَاب فَهُوَ مبوب فِي الْحَقِيقَة وَلكنه لم يذكر فِيهِ تراجم الْأَبْوَاب لِئَلَّا يزْدَاد بهَا حجم الْكتاب أَو لغير ذَلِك
الله رحم کرے امام مسلم پر انہوں نے کتاب مرتب کی ابواب کے مطابق لیکن اس پر ابواب قائم نہ کیے کیونکہ اس سے کتاب کا حجم بڑھ جاتا یا کوئی اور وجہ تھی

لب لباب ہوا کہ صحیح اسناد سے وہ حدیث ہے جس میں گھر اور منبر کے درمیان کو جنت کہا گیا ہے- ضعیف و معلول اسناد سے وہ روایات ہیں جن میں قبر اور منبر کو جنت کہا گیا ہے- اگر یہ تسلیم کریں کہ متن میری قبر اور منبر کے درمیان کے الفاظ کے ساتھ صحیح تھا تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک حصہ یا تمام جنت میں سے تھا اور جو لوگ اس میں زندگی میں داخل ہوئے وہ جنت میں چلے گئے – ایسا دعوی ہم دیکھتے ہیں کسی نے نہیں کیا

انبیاء کی جنت آسمانوں میں ہے – زمین جیسی فانی چیزوں میں نہیں جس پر عظیم پہاڑوں کو چلایا جائے گا حتی کہ زمین چپٹی کر دی جائے گی

صحیح بخاری میں ہے

براء بن عازب ؓ سے سنا ' انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے) کی وفات ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ان کے لیے ایک دودھ پلانے والی ہے ۔

اس طرح معلوم ہوا کہ شہداء جنت میں زندہ ہیں قبروں میں نہیں - یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ انبیاء کو تو دنیا کی قبروں میں مانا جائے اور ان کے متبعین کو جنتوں میں کہا جائے
قرآن میں سورہ الضحی میں ہے

وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ
اور آخرت تمہارے لئے دنیا سے بہتر ہے

قبر میں حیات کے قائلین کہتے ہیں کہ آسمان پر تو جسم نہیں ہے اعلی زندگی جسم کے ساتھ ہوتی ہے - ان کو معلوم نہیں کہ معراج پر انبیاء کو آسمانوں میں ان کے برزخی اجسام میں دیکھا اور ان کے چہروں کے نقوش تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے – لہٰذا انبیاء اپنے برزخی اجسام کے ساتھ تھے اور اللہ تعالی نے یہ اہتمام ضیافت جب کیا ہو تو اس میں کمی کیسے ممکن ہے ؟

اگر یہ تسلیم کریں کہ متن میری قبر اور منبر کے درمیان کے الفاظ کے ساتھ صحیح تھا تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک حصہ یا تمام جنت میں سے تھا اور جو لوگ اس میں زندگی میں داخل ہوئے وہ جنت میں چلے گئے - ایسا دعوی ہم دیکھتے ہیں کسی نے نہیں کیا

انبیاء کی جنت آسمانوں میں ہے - زمین جیسی فانی چیزوں میں نہیں جس پر عظیم پہاڑوں کو چلایا جائے گا حتی کہ زمین چپٹی کر دی جائے گی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کا قبر میں واپس آنا

امت کے ولی ابو بکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

ألامن كان يعبد محمدا فإن محمدا قد مات -صحیح بخاری

سن لو! جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا تو (جان لے کہ) بلا شبہ محمد فوت ہو گئے

عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت میں مروی ہے کہ

لقد مات رسول الله صحیح مسلم

یقیناً رسول اللہ فوت ہو گئے

انبیاء ، شہداء سے افضل ہیں اور جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ انبیاء جنت میں ہیں شہداء بھی جنت میں ہی ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے چند لمحہ قبل قرآن کی آیت پڑھی

ان لوگوں کے ساتھ جن پر انعام ہوا- انبیاء ، صدیقین اور شہداء

بعض علماء اشکال پیش کرتے ہیں کہ انبیاء و شہداء جنت میں کیسے ہو سکتے ہیں حتی کہ ان میں سے بعض کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی مدینہ والی قبر میں ہیں

قبر میں حیات النبی کے قائلین کچھ روایات پیش کرتے ہیں

امام ابویعلی فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو الجهم الا زرق بن علی نے بیان کیا ۔ وہ فرماتے ہیں ہم سے یحییٰ بن ابی بکیر نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے مستلم بن سعید نے بیان کیا۔ وہ حجاج سے اور وہ ثابت بنانی سے اور وہ حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الانبیاء قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں[23]

اصلا روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کا راوی حجاج غیر واضح ہے انہی میں سے بعض لوگوں نے جن کے نام اوپر لکھے ہیں اس کو اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے مثلا لسان المیزان از ابن حجر میں راوی کا نام الگ

ہے اور فتح الباری میں الگ ان سب کے نزدیک اس راوی کا نام الگ الگ ہے اور اس کا سماع واقعی ثابت البنانی سے ہے ثابت نہیں ہے- سب سے پہلے اسکی تصحیح امام البیهقی نے کی ہے[24]

یہ دور تھا جب تصوف اور حدیث اپس میں مل رہے تھے اس کا راوی مستلم بن سعید ہے اس کے لئے تہذیب الکمال میں ہے

وَقَال الْحَسَن بْن علي الخلال عَنْ يزيد بْن هارون، مكث المستلم بْن سَعِيد أربعين سنة لا يضع جنبه إلى الأرض. قال: وسمعته يقول: لم أشرب الماء منذ خمسة وأربعين يوما.

اور الحسن بن علی الخلال نےیزید بن ہارون سے روایت کیا کہ یزید کہتے ہیں مستلم نے چالیس سال تک زمین پر پہلو نہیں لگایا اور میں نے ان سے سنا کہتے تھے میں نے ۴۵ دن سے پانی نہیں پیا

یعنی مستلم ایک سادھو اور جوگی تھی سخت مشقتیں کرتے اور بصرہ کے جملہ محدثین ان کی روایات نقل کر کے اپنے تئیں دین کی خدمت کر رہے تھے

قائلین حیات النبی صحیح مسلم کی حدیث پیش کرتے ہیں کہ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اﷲِ صلی الله عليه واله وسلم : أَنَا أَکْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ حِبَّانَ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تمام انبیاء سے زیادہ میرے پیروکار ہوں گے اور سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹائوں گا۔

اِسے امام مسلم، ابن ابی شیبہ اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اﷲِ صلی الله عليه واله وسلم : أتِي بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَسْتَفْتِحُ فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَأَقُوْلُ: مُحَمَّدٌ، فَيَقُوْلُ: بِکَ أُمِرْتُ لَا أَفْتَحُ لِأَحَدٍ قَبْلَکَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَحْمَدُ وَأَبُوْ عَوَانَةَ وَابْنُ حُمَيْدٍ.

إخرجه مسلم فی الصحيح، کتاب الإيمان، باب فی قول النبی صلی الله عليه واله وسلم : إنا إوّل النّاس يشفع فی الجنّة

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: روزِ محشر

میں جنت کے دروازے پر آ کر دستک دوں گا، دربانِ جنت دریافت کرے گا: آپ کون ہیں؟ تو میں کہوں گا: میں محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) ہوں، وہ کہے گا: مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے جنت کا دروازہ کسی اور کے لیے نہ کھولوں۔

اِس حدیث کو امام مسلم، احمد، ابو عوانہ اور ابن حمید نے روایت کیا ہے۔.

جو لوگ اس حدیث کو پیش کرتے ہیں ان کے نزدیک یہ حدیث دال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی بھی مدینہ والی قبر میں ہی ہیں اور ان کی قبر جنت کے باغ میں سے ایک ہے۔ یہی بعض وہابی علماء کا نظریہ ہے جو قرآن و احادیث صحیحہ کے یکسر خلاف ہے یہی وجہ ہے کہ وہابی و سلفی علماء ابن تیمیہ کی تقلید میں سماع الموتی کے قائل ہیں (بشمول ابن کثیر، ابن حجرو غیرھم) جبکہ غیر مقلدین کے مطابق یہ گمراہی ہے –

صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خرج رسول اللہ من الدنیا صحیح بخاری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے نکل گئے

لیکن راویوں نے ان سے بھی ایک قول نبوی منسوب کیا ہے جو صحیح بخاری کی اوپر والی روایت کے خلاف ہے

اِبِی صَخْرٍ حُمَیدِ بْنِ زِیَادٍ المتوفی ۱۸۹ ھ کی روایات

اِبِی صَخْرٍ حُمَیدِ بْنِ زِیَادٍ، محدثین ابن عدی ، ابنؒ شاہین، ابن معین، احمد کے نزدیک ضعیف ہیں ان کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے جو سنن ابی داود میں ہے- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ حَدَّثَنَا الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ عَنْ أَبِى صَخْرٍ حُمَيْدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُسَيْطٍ عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ « مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَىَّ إِلاَّ رَدَّ اللَّهُ عَلَىَّ رُوحِى حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلاَمَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب بھی کوئی مجھ پر سلام کہتا ہے تو اللہ میری روح لوٹاتا ہے حتی کہ میں سلام کا جواب دوں

اس روایت کا متن انتہائی عجیب ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی سلام کرتا ہے تو آپ کی روح جسد مطہرہ میں لوٹائی جاتی ہے یہاں تک کہ آپ سلام کا جواب دیتے ہیں- یہ روایت بہت مقبول ہے –

زبیر علی زئی کا موقف زبیر علی کتاب توضیح الاحکام میں لکھتے ہیں

نبی ﷺ اور درود کا جواب

سوال ابوداود کی حدیث ہے کہ جو شخص مجھ پر سلام پڑھتا ہے، میری روح میرے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اور میں جواب دیتا ہوں، یہ حدیث سنداً کیسی ہے؟ اس سے بریلویوں کا استدلال ہے کہ نبی ﷺ قبر میں زندہ ہیں۔ (ایک سائل)

الجواب یہ روایت سنن ابی داود (کتاب المناسک باب زیارۃ القبور: ۲۰۴۱) اور مسند احمد (۵۲۷/۲) میں موجود ہے۔ اسے ابن الملقن (تحفۃ المحتاج ح ۱۱۵۱) وغیرہ نے صحیح کہا ہے لیکن راجح قول میں اس کی سند ضعیف ہے۔

یزید بن عبداللہ بن قسیط (راوی حدیث عن ابی ہریرہ) کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔ دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی (۱۲۲/۱، وسندہ حسن)

لیکن اس خاص روایت میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں اور ان کی عام روایتیں تابعین سے ہیں یعنی وہ تابعین عن الصحابہ سے روایت کرتے ہیں اور اس سند میں انھوں نے سماع کی تصریح نہیں کی لہٰذا اس سند میں انقطاع کا شبہ ہے جیسا کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تحقیق کی ہے لہٰذا اسے حسن قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ والعلم عند اللہ عزوجل

[شہادت، اکتوبر ۲۰۰۳ء]

یو ٹیوب پر موجود ۱۷ جون ۲۰۰۹ کی ایک ویڈیو ہے :

https://www.youtube.com/watch?v=wkOqTFjUPZM

اس ویڈیو میں ۱۰:۳۰ منٹ پر جناب زبیر زئی بیان کرتے ہیں کہ یہ فتوی مقالات جلد اول میں صفحہ ۱۹ پر چھپا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی برزخی ہے -

یو ٹیوب پر موجود اسی سلسلے کی ایک دوسری ویڈیو (۵۳:۳۰ منٹ) میں سوال ہوا کہ کیا قبروں میں انبیاء نماز پڑھتے ہیں- ؟

https://www.youtube.com/watch?v=s5rsyFMYpg0

زبیر علی زئی کے مطابق یہ روایت ضعیف ہے

راقم کہتا ہے تو پھر قبر کی حیات کو برزخی کہنے کی کیا دلیل رہی؟

اسی ویڈیو میں ۵۴:۳۴ منٹ پر قبر میں روح لوٹائے جانے والی روایت پر سوال ہوا

ما من یسلم کی وضاحت فرمائیں کہ صحیح ہے یا نہیں ؟

اس پر زبیر علی تفصیلی جواب میں کہتے ہیں:

اس میں آتا ہے کہ کوئی مجھ پر سلام پڑھتا ہے تو اللہ تعالی میری روح کو لوٹا دیتا ہے - یہ بھی بڑی مشکل روایتوں میں سے ہے - اس کو بھی کچھ لوگ ، البانی وغیرہ صحیح کہتے ہیں - تو ہم یہ کہتے ہیں کہ بھئی روح کو لوٹانے سے مراد کیا ہے ؟ پہلی تو یہ بات ہے روح تو نکلی پھر آئی – نکلی پھر آئی - نکلی آئی – نکلی آئی - (ہاتھ سے اشارات کیے) - یہ کیا ہوا ؟ یہ تو مسئلہ عجیب ہوا ! پھر یہ بھی اس وقت لوٹائی جائے گی جب قبر پر کوئی درود پڑھے گا نا - علماء تو اس کو قبر کے باب میں لے کر آئیں ہیں – تو قبر پر تو درود پڑھتا ہی کوئی نہیں سارے حجرہ کے باہر پڑھتے ہیں - قبر پر تو پرویز (مشرف) نے پڑھا ہو گا ، جو بادشاہ بیٹھا ہوا تھا ڈکٹیٹر - اس (پرویز مشرف) کے لئے جب جاتے ہیں تو (وہابی) کھولتے ہیں نا حجرہ - اندر چلا جاتا ہے یا کوئی اور – زرداری جا کر پڑھتا ہو گا - ہمارے لئے تو قبر، کدھر دروازہ کھلتا ہے جی - (سائل نے دخل در مقولات کی، مرزا : لیکن علمائے عرب تو قائل ہیں؟) – زبیر: مجھے بات کرنے دیں - ہم قبر پر نہیں جا سکتے ہم باہر کھڑے ہوتے ہیں ، باہر سے تو کوئی ثبوت نہیں ہے - یہ لوگ دروازہ کھولیں ، قبر پر کوئی جائے گا تو پھر روح لوٹائی جائے گی - اچھا ! تو قبر پر بادشاہوں کے لئے سعودی عرب والے دروازہ کھولتے ہیں، عام لوگوں کے لئے نہیں کھولتے - .. ابن عبد الهادی اور دوسرے علماء نے اس سے یہی مراد لیا ہے کہ یہ قبر پر مراد ہے – یہ حدیث میری تحقیق میں ضعیف ہے – صحیح نہیں- عالم اس کو صحیح کہتے ہیں نا ، وہ تو بعد میں بات کریں گے - جلال الدین سیوطی نام کے ایک مولوی صاحب گزرے تھے وہ حیات النبی کے قائل تھے ان کے لئے یہ حدیث بڑی پکی تھی انہوں نے اٹھارہ جواب دیے کبھی یہ کبھی وہ – لیکن ہے تو بڑی عجیب بات – اگر باہر سے بھی روح لوٹائی جاتی ہے تو لاکھوں آدمی باہر سے سلام دے رہے ہیں تو لاکھوں بار لوٹائی جائے گی – ایک دفعہ نہیں ہے کہ روح لوٹائی گئی اور قیامت تک کے لئے لوٹائی گئی - ... تو یہ تو بڑی عجیب بات ہے ، امت میں اس کا کوئی قائل نہیں - (سائل نے دخل در مقولات کی) زبیر : برزخی معاملہ ہے ، یہ حدیث بھی ضعیف ہے - اس میں یزید بن عبد اللہ بن قسیط جو ہے جو یہ روایت کرتا ہے تابعین سے ، اسکی تو عام روایتیں تابعین سے ہیں تو اس نے نہیں بتایا کہ یہ حدیث ابو ہریرہ سے سنی ہے -

جس روایت میں آتا ہے کہ اس نے ابو صالح سے سنی ہے، ان کے شاگروں سے اس کی سند ضعیف ہے

یعنی زبیر علی زئی زبانی جوابات اور تحریری مقالات میں روح لوٹائے جانے والی روایت کو ضعیف کہتے رہے لیکن ۲۰۰۴ میں جب عربوں کے لئے انوار الصحیفہ فی الاحادیث الضعیفہ مرتب کی تو ارض و سماء حیران تھے اس میں سے روح لوٹائے جانے والی روایت موجود نہیں تھی[25]

[26]۔ اور اس کتاب میں مقدمہ میں یہ لکھا

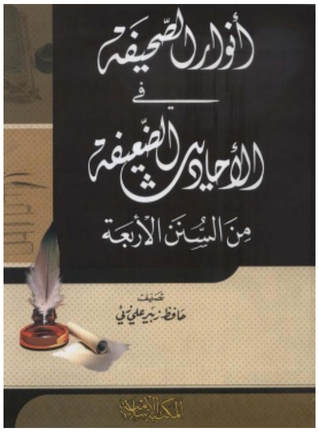

تنبيه : كل حديث من السنن الأربعة ، الذي لم أذكره هاهنا فهو صحيح أو حسن عندي يحتج به ، والله أعلم وعليه التكلان.

حافظ زبير علي زئي

(٥/ محرم ١٤٢٥ھ/بعد المراجعة ٢٢/ محرم ١٤٣٣ھ)

تنبیہ : سنن الاربعہ کی ہر وہ حدیث جس کا ذکر یہاں نہ ہو وہ ہمارے نزدیک صحیح یا حسن ہے قابل احتجاج ہے و اللہ اعلم

اس کتاب میں زبیر علی نے روح لوٹانے والی روایت شامل نہیں کی یعنی چار ماہ کے اندر (توضیح الاحکام میں شعبان ۱۴۲۴ ھ سے انوار الصحیفہ محرم ۱۴۲۵ ھ) انہوں نے اس روایت کی تضعیف سے رجوع کیا ؟ زبیر علی زئی پر اکتوبر ۲۰۰۳ (شعبان ۱۴۲۴ ھ) میں یہ واضح ہو چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح لوٹائے جانے والی روایت صحیح نہیں ہے لیکن محرم ۵ سن ۱۴۲۵ ھ بمطابق ۲۵ فروری ۲۰۰۴ عیسوی میں انوار الصحیفہ میں اس ضعیف روایت کو شامل نہیں کیا ۔ پھر ۲۰۰۹ میں ویڈیو میں اس کو پھر ضعیف کہا[27]

پھر اگلے سال زبیر علی زئی نے سنن ابوداود دارالسلام (جس پر زبیر علی زئی نے مقدمہ تحقیق میں مارچ ۲۰۰۵ کی تاریخ ڈالی ہے) میں حدیث (۲۰۴۱) اس کی تحقیق میں اپنے منفرد گول مول انداز میں لکھا ہے

اسناده ضعيف ، اخرجہ احمد عن المقرىء وصححہ ابن الملقن فى تحفة المحتاج ، يزيد بن عبد بن قسيط ثبت سماعہ من ابى هريرة عند البيہقى ، ولكنہ يروى عن التابعين عن الصحابة ، ولم يصرح هاهنا بالسماع ،فالسند شبہ الانقطاع

اسکی سند ضعیف ہے ، اس کی تخریج احمد نے المقریء سے کی ہے اور ابن ملقن نے اگرچہ اسے تحفۃ المحتاج میں صحیح کہا ہے ، یزید بن عبداللہ کا سماع ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیہقی کی ایک روایت میں ثابت ہوتا ہے ، لیکن وہ تابعین کی سند سے صحابہ کی روایات بیان کرتا ہے ،اور یہاں اس سند میں اس نے سماع کی تصریح نہیں کی جس سے سند میں انقطاع کا شبہ ہے

یعنی عربی تحقیق میں اس حدیث کو ضعیف نہیں کہا لیکن جو اردو میں تحقیق لکھی اس میں اس کو ضعیف کہا - اس قدر تضاد بیانی اس لئے کی گئی کیونکہ انوار الصحیفہ فی الاحادیث الضعیفہ عربی میں تھی – عرب علماء دیکھتے کہ زبیر علی نے روح لوٹائی جانے والی روایت ضعیف قرار دے دی ہے تو اس کتاب کو پذیرائی نہیں مل پاتی لہذا سنن اربعہ کی ضعیف روایات کے مجموعہ میں اس روایت کو شامل نہیں کیا گیا-

زبیر علی کے حوالے سے اس روایت کی تصحیح آج تک فورمز پر پیش کی جا رہی ہے- مثلا کہا جاتا ہے کہ زبیر علی زئی نے،ریاض الصالحین کی تخریج میں اس حدیث کو "حسن" کہا ہے اور ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ اسے عراقی نے "جید" کہا ہے

معلوم ہوا کہ زبیر علی زئی اس روایت کی تصحیح پر پینترے بدلتے رہے اور اپنی ناقص تحقیق کی بنیاد پر ڈاکٹر عثمانی کی بے جا مخالفت پر جمے رہے کبھی رد روح النبی والی روایت کو صحیح کہا تو کبھی حسن اور یہاں تک کہ آخر میں ضعیف لکھا تو اردو میں لکھا لیکن عربی میں یہ لکھنے کی ہمت نہ ہوئی

اب ہم واپس مبحث کی طرف اتے ہیں زبیر علی کے مطابق ابن تیمیہ اس روایت کو منقطع سمجھتے تھے جبکہ یہ ابن تیمیہ کی محبوب روایت ہے –

ابن تیمیہ کا موقف ابن تیمیہ کتاب اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفۃ إصحاب الجحیم میں لکھتے ہیں

والأحاديث عنه بأن صلاتنا وسلامنا تعرض عليه كثيرة، مثل ما روى أبو داود من حديث أبي صخر حميد بن زياد عن يزيد بن عبد الله بن قسيط عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «ما من أحد يسلم علي إلا رد الله علي روحي حتى أرد عليه السلام صلى الله عليه وسلم. وهذا الحديث على شرط مسلم

اور احادیث صلاہ و سلام پیش ہونے کی بہت ہیں مثلا جیسا ابو داود نے روایت کیا ہے ابو صخر سے انہوں نے یزید سے انہوں نے ابو ھریرہ سے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ جب کوئی مجھ کو سلام کہتا تو اللہ میری روح لوٹاتا ہے اور یہ حدیث مسلم کی شرط پر ہے

راقم کہتا ہے اس روایت میں علت موجود ہے - اس حدیث میں یزید کا سماع ابو ھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے نہیں ہے اس پر دال معجم الاوسط کی سند ہے

عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِي صَخْرٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُسَيْطٍ، **عَنْ أَبِي صَالِحٍ**، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

معجم الاوسط کی سند سے واضح ہو جاتا ہے کہ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُسَيْطٍ نے ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا

اس روایت میں دوسری علت بیان کی جاتی ہے کہ ابو صخر کا اس میں تفرد ہے اور یزید کے دیگر شاگرد اس روایت کو بیان نہیں کرتے

کتاب قاعدة جليلة فی التوسل والوسيلة میں ابن تیمیہ لکھتے ہیں

وقد احتج أحمد وغيره بالحديث الذي رواه أحمد و أبو داود بإسناد جيد من حديث حيْوَة بن شريح المصري حدثنا أبو صخر عن يزيد [ابن عبد الله] بن قسيط عن أبي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: "ما من أحد يسلم عليَّ إلا رد الله عليَّ روحي حتى أرد عليه السلام". وعلى هذا الحديث اعتمد الأئمة في السلام عليه عند قبره، صلوات الله وسلامه عليه

اور بے شک امام احمد اور دوسروں نے دلیل لی ہے اس حدیث سے جس کو اسناد جید کے ساتھ احمد اور ابو داود نے سے روایت کیا ہے کہ ابو ہریرۃ نے کہا کہ نبی نے فرمایا جب کوئی مجھے سلام کرتا ہے تو

اللہ میری روح لوٹاتا ہے حتی کہ میں سلام کا جواب دیتا ہوں. اور اس حدیث پر اسلام کے آئمہ نے اعتماد کیا ہے کہ سلام قبر کے پاس ہے

الفتوحات الربانية على الأذكار النواوية کے مولف محمد بن علان الصديقي الشافعي الأشعری المکی (المتوفی: 1057ھ) لکھتے ہیں

قال ابن القيم سألت شيخنا يعني ابن تيمية عن سماع يزيد بن عبد الله من أبي هريرة فقال ما كأنه أدركه وهو ضعيف ففي سماعه منه نظر

ابن قیم کہتے ہیں ہم نے اپنے شیخ ابن تیمیہ سے پوچھا کہ کیا یزید بن عبد اللہ کا سماع ابو ہریرہ سے ہے ؟ پس کہا یہ ان سے نہیں ملا بلکہ یہ تو ضعیف ہے اس کے سماع میں نظر ہے

معلوم ہوا کہ یہ سند منقطع ہے تو پھر اس کو مسلم کی شرط پر صحیح کیسے کہا جا سکتا ہے ؟

اہل حدیث عالم **خواجہ محمد قاسم** کتاب کراچی کا عثمانی مذہب میں لکھتے ہیں

عثمانی صاحب کے نزدیک مسند احمد کی یہ روایت بھی قابل اعتراض ہے :

ما من احد يسلم عليّ الا رد الله عزوجل اليّ روحي حتى ارد عليه السلام ۔ (ج ٢ توحید خالص حصہ ٢ ص ١٩) ۔

"جو بھی مجھے سلام کہے گا اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹائے گا تا کہ میں اسے سلام کا جواب دوں" ۔

یہ روایت ابو داؤدؒ اور بیہقیؒ میں ہے اور بیشک ضعیف ہے

روایت بے شک ضعیف ہے؟ اللہ اکبر !

الشوکانی کا موقف

الشوکانی المتوفی ١٢٥٠ ھ کتاب تحفۃ الذاكرين بعدة الحصن الحصين من كلام سيد المرسلين میں لکھتے ہیں

وَقيل وَالْمرَاد برد الرّوح النُّطْق لِأَنَّهُ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم حَيّ فِي قَبره وروحه لَا تُفَارِقهُ لما صَحَّ أَن الْأَنْبِيَاء أَحيَاء فِي قُبُورهم كَذَا قَالَ ابْن الملقن وَغَيره وَقَالَ ابْن حجر الْأَحْسَن أَن يؤول رد الرّوح بِحُصُول الْفِكر كَمَا قَالُوهُ فِي خبر يغان على قلبِي

اور کہا جاتا ہے کہ روح لوٹانے سے مراد گویائی ہے کیونکہ بے شک اپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں اور ان کی روح الگ نہیں ہوتی جیسا کہ صحیح ہو چکا ہے کہ بے شک انبیاء قبروں میں زندہ ہیں جیسا کہ ابن الملقن اور دوسروں نے کہا۔ اور ابن حجر کہتے ہیں اچھا یہ ہے کہ روح لوٹانے کی تاویل کی جائے کہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو) فکر (و توجہ) کا حصول ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ یہ خبر میرے دل میں آئی

إبابطین کا موقف

عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن عبد العزیز الملقب بـ"إبابطین" (المتوفى: 1282ھ) کتاب رسائل وفتاوی العلامة عبد الله بن عبد الرحمٰن إبي بطين جو ایک وہابی عالم تھے اس روایت کو دلیل بناتے ہوئے لکھتے ہیں

الحديث المشهور: "ما من مسلم يسلم علي إلا رد الله علي روحي حتى أرد عليه السلام" فهذا يدل على أن روحه صلى الله عليه وسلم ليست دائمة في قبره

مشہور حدیث ما من مسلم يسلم علي إلا رد الله علی روحی حتی إرد علیہ السلام ہے پس یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ہمیشہ قبر میں نہیں ہوتی

إبي بطين کا مطلب ہے کہ روح کبھی قبر میں اور کبھی جنت میں ہوتی ہے

عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز (المتوفى: 1420ھ) فتوی فتاوی نور علی الدرب میں کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

روحه في الجنة في أعلى عليين عليه الصلاة والسلام، ترد إلى جسده إذا شاء الله ذلك، عند السلام عليه، عليه الصلاة والسلام كما في الحديث يقول صلى الله عليه وسلم: «ما من أحد يصلي علي إلا رد الله علي روحي، حتى أرد عليه السلام

روح اعلی علیین میں ہے، اس کو جسد میں لوٹایا جاتا ہے جب اللہ چاہے سلام پر جیسا کہ حدیث میں آیا ہے نبی نے فرمایا ما من إحد يصلی علی إلا رد اللہ علی روحی، حتی إرد علیہ السلام

المناوی المتوفی ۱۰۳۱ ھ اس کے خلاف کہتے ہیں

يعني ردّ عليَّ نطقي، لأنه - صلَّى الله عليه وسلم - حي على الدوام، وروحه لا تفارقه أبداً

یعنی بولنے کی صلاحیت لوٹائی جاتی ہے ، بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل زندہ ہیں اور روح جسد سے الگ نہیں المناوی کہتے ہیں :

ثناء اللہ امرتسری کا موقف

فتاوی **ثناء اللہ امرتسری** ج ۱ میں ہے

ابوداؤد میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مَا مِنْ اَحَدٍ يُّسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ (مشکوٰۃ ص۸۶) اگر آنحضرتؐ قبر میں زندہ ہوتے تو رد روح چہ معنی دارد؟ بخلاف شہداء کے کہ اُن کی بابت اللہ تعالیٰ نے صاف

اس فتوی سے دو باتیں پتا چلیں اول نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ نہیں لیکن روح لوٹانے پر ہونگے

دوئم تقسیم ہند سے پہلے اہل حدیث کے نزدیک یہ روایت صحیح سمجھی جاتی تھی اس کے بعد آج کے اہل حدیث عالم زبیر علی اور خواجہ محمّد قاسم نے اس کا رد کر کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ نے ہی اس روایت کے ضعیف ہونے کو سب سے پہلے واضح کیا اور ان دونوں (زبیر اور قاسم) کی توجہ اس طرف ہوئی ہم کو کوئی اور اہل حدیث عالم نہیں ملا جو ڈاکٹر صاحب سے پہلے گزرا ہو اور اس کو رد کرتا ہو

اہل الحدیث عالم عبد المنان نور پوری اس روایت کو حسن اور ثابت کہتے ہیں

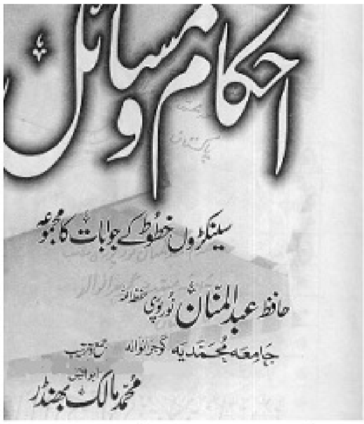

ابوداؤد والی حدیث: ((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيَ حَتّٰى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ.)) [''جو کوئی مجھے سلام کہے گا تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹا دے گا، حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔''] ان الفاظ کے ساتھ حسن اور ثابت ہے۔ ابوداؤد میں موجود ہے۔ البتہ جو الفاظ آپ نے اس حدیث سے پہلے اور بعد نقل فرمائے ہیں وہ ابوداؤد میں نہیں ہیں۔ باقی روح رسول اللہ ﷺ میں ایک دفعہ قبر میں لوٹا دینے کے بعد نکالنے کا کوئی ثبوت نہیں۔ کیونکہ درود و سلام ہر وقت رسول اللہ ﷺ پر پڑھا جا رہا ہے۔ باقی یہ زندگی دنیا والی نہیں نہ ہی اس کے احکام دنیا والے ہیں۔

ان اہل حدیث عالم کا عقیدہ المناوی جیسا ہے کہ روح مسلسل جسم اطہر میں ہے تو بھلا بتائے ان لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ درگور کر دیا

وہابی عالم صالح المنجد کہتے ہیں

وقد صحت أحاديث عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه يبلغه سلام من يسلم عليه من أمته ، وأنه يرد ذلك فعن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال : (مَا مِن أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيهِ السَّلَامَ) رواه أبو داود (2041) ، صححه النووي في "الأذكار" (ص/154) ، وابن حجر في "فتح الباري" (6/563) ، والشيخ الألباني في "صحيح أبي داود" .

اور صحیح احادیث میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پہنچایا جاتا ہے مَا مِن أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيهِ السَّلَامَ

محمد بن صالح بن محمد العثيمين (المتوفى: 1421ھ) کا موقف

وہابی عالم شرح ریاض الصالحین میں لکھتے ہیں سند صحیح ہے

وعن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ما من أحد يسلم علي إلا رد الله علي روحي حتى أرد عليه السلام رواه أبو داود بإسناد صحيح

شعیب الأرنؤوط کا موقف

ریاض الصالحین کی تعلیق میں شعیب الأرنؤوط اس کو حدیث صحیح کہتے ہیں

وعنه أنَّ رسُولَ اللهَّ صلَّى الله عَلَيْهِ وسلَّم قالَ: "ما منْ أَحَدٍ يُسلِّمُ عليَّ إلاَّ ردَّ اللهَّ عليَّ رُوحي حتَّى أردَّ عليه السَّلام". رواه أَبُو داود بإسنادٍ صحيحٍ.

نووی کا موقف

امام نووی نے الاذکار میں اس کو صحیح سند قرار دیا تھا

وروينا فيه [رقم: 2041] أيضاً بإسناد صحيح، عن أبي هريرة أيضاً، أن رسو الله صلى الله عليه وسلم قال: "ما من أحدٍ يُسلم عليَّ إلا رد الله علي روحي حتى أرد عليه السلام"

قاضی عیاض کا موقف

مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح از علی بن سلطان محمد، ابو الحسن نور الدین الملا الہروی القاری (المتوفى: 1014ھ) میں قاضی کا موقف لکھا ہے

لعَلَّ مَعْنَاهُ أَنَّ رُوحَهُ الْمُقَدَّسَةَ فِي شَأْنٍ مَا فِي الْحَضْرَةِ الْإِلَهِيَّةِ، فَإِذَا بَلَغَهُ سَلَامُ أَحَدٍ مِنَ الْأُمَّةِ رَدَّ اللَّهُ تَعَالَى رُوحَهُ الْمُطَهَّرَةَ مِنْ تِلْكَ الْحَالَةِ إِلَى رَدِّ مَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ.

ممکن ہے اس کا مطلب ہو کہ روح مقدسہ جو اللہ کے حضور موجود ہوتی ہے جب اس کو کسی امتی کا سلام پہنچتا ہے تو اللہ تعالی اس وقت روح مطہرہ کو اسی حالت میں لوٹا دیتا ہے کہ وہ سلام کہہ دے

معلوم ہوا ان علماء کے نزدیک ابو صخر کی روایت صحیح ہے[28]
اب اگر روایت اگر صحیح سمجھی جائے تو یہ نص ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس سے سنتے ہیں جب جب کوئی پکارے اگر روح جنت میں بھی ہو تو وہاں سے اس سلام پر جسد میں عود کرے گی اور آجکل جیسا رواج ہے صبح سے لے کر مغرب تک لوگ قبر پر جمع ہوتے ہیں اور سلام کہتے ہیں تو اس روایت کے حساب سے روح صبح سے مغرب تک جسد مطہرہ میں رہے گی. ہاں سعودی حکومت مغرب پر جب وہاں سے زائر کو بھگائے گی تو ہو سکتا ہے روح واپس جنت میں چلی جاتی ہو لیکن راقم نے خود دیکھا ہے کہ شیعہ زائر عشاء کے بعد بھی مسجد النبی سے باہر گنبد الخضرا سے قریب کھڑے ہو کر دعا و مناجات اور سلام تعظیم پیش کر رہے ہوتے ہیں لہذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کم از کم اتنی دور سے آئے ہوئے زائر کو سلام نہ کہے بھی سنت کے خلاف ہے نبی تو منافق تک کا سلام کا جواب دیتے تھے تو ان کا کیوں نہیں دیں گے کیونکہ ابن تیمیہ اور وہابیوں اور اہل حدیث اور ہمارے حساب سے نبی عالم الغیب نہیں لہذا ان کو شیعہ مذہب کا پتہ نہیں۔
آج روضۂ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر سورہ الحجرات کی آیت لکھی ہے کہ وہ جو اپنی آوازوں کو رسول اللہ کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ تقوی والے لوگ ہیں[29]

موطا کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن ، تدفین ہونے تک کتنے ہی صحابہ نے درود پڑھا ہو گا لیکن ایک دفعہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح نہیں لوٹی!
یہ بات کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زندگی دنیاوی نہیں برزخی ہے ، لفظی نزاع سے کم نہیں ہے . ہمارے نزدیک روایت صحیح نہیں اور نہ ہی حسن کے درجے پر ہے بلکہ خلاف قرآن و عقل ہے کہ یہ نبی کو مسلسل قبر میں زندہ اور موت دینے کے مترادف ہے جبکہ حق یہ ہے اپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو موت انی تھی وہ آ چکی ہے اور اب آپ عرش کے نیچے جنت کے سب سے اعلی مقام میں ہیں-

اسی راوی أَبِی صَخْرٍ حُمَيْدِ بْنِ زِيَادٍ کی ایک دوسری روایت بھی ہے جس سے سماع الموتی کے عقیدے کا اثبات ہوتا ہے- مسند ابی یعلی کی روایت ہے

حدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ ، عَنْ **أَبِي صَخْر** ، أَنَّ سَعِيدًا الْمَقْبُرِيَّ أَخْبَرَهُ ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ ، يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ، يَقُولُ : وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهِ ، لَيَنْزِلَنَّ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ إِمَامًا مُقْسِطًا وَحَكَمًا عَدْلا ، فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيبَ ، وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيرَ ، وَلَيُصْلِحَنَّ ذَاتَ الْبَيْنِ ، وَلَيُذْهِبَنَّ الشَّحْنَاءَ ، وَلَيُعْرَضَنَّ عَلَيْهِ الْمَالُ فَلا يَقْبَلُهُ ، ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلَى قَبْرِي ، فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ لأُجِيبَنَّهُ

أَبَا هُرَيْرَةَ، کہتے ہیں کہ انہوں نے رَسُولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ وہ جس کے ہاتھ میں ابو قاسم کی جان ہے بے شک عیسی ابن مریم نازل ہونگے .... پس جب میری قبر پر آئیں گے اور کہیں گے اے محمّد ! تو میں جواب دوں گا

اس کی سند میں بھی ابی صخر حمید بن زیاد ہے - البانی اس روایت کو **الصحیحۃ** میں نقل کرتے ہیں اور اسناد کو **جید** کہتے ہیں

قلت : و هذا إسناد جيد رجاله كلهم ثقات رجال الشيخين غير أبي صخر - و هو حميد ابن زياد الخراط - فمن رجال مسلم وحده ، و قد تكلم فيه بعضهم ، و صحح له ابن حبان و الحاكم و البوصيري ، و مشاه المنذري

البانی کہتے ہیں میں کہتا ہوں: اس کی اسناد جید ہیں- سارے رجال ثقہ ہیں ،سوائے ابی صخر کے، جو حمید بن زیاد ہے اور مسلم کے راویوں میں سے ہے اور اس پر بعض نے اس پر کلام کیا ہے اور اس روایت کی تصحیح کی ہے ابن حبان، حاکم اورالبوصیری نے اورالمنذری نے اس کا اقرار کیا ہے

ابو صخر کی پوری کوشش ہے کہ کسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہو جائیں، قبر پر کوئی جائے اور اے محمّد، کہے تو نبی جواب بھی دیں گے اور روح جسد میں ڈالی جائے گی-

ہمارے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے جس کو وجہ یہ راوی ہے - حدیث میں آتا ہے کہ آدم و موسیٰ علیہما السلام کی ملاقات جنت میں ہوئی اور ان کی تقدیر پر بات ہوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام

کے لئے مسیح علیہ السلام کو زمین پر آ کر سلام کرنے کی کیا ضرورت ہے کیا جنت میں ملاقات نہیں ہو سکتی- ابو صخر کو زاذان کی روایت پسند نہیں آئی کیونکہ اس میں فرشتے سلام لے جا رہے تھے- درود پیش ہونے کی کوئی ایک بھی روایت صحیح نہیں-حیرت کی بات ہے کہ امت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پیش ہونے کے اس عقیدے کو دانتوں سے پکڑا ہوا ہے-

محمّد بن اسحاق کی روایت

مستدرک الحاکم کی روایت ہے

أَخْبَرَنِي أَبُو الطَّيِّبِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْحِيرِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، ثنا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَطَاءٍ، مَوْلَى أُمِّ حَبِيبَةَ (صبية) قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيَهْبِطَنَّ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا، وَإِمَامًا مُقْسِطًا وَلَيَسْلُكَنَّ فَجًّا حَاجًّا، أَوْ مُعْتَمِرًا أَوْ بِنِيَّتِهِمَا وَلَيَأْتِيَنَّ قَبْرِي حَتَّى يُسَلِّمَ وَلَأَرُدَّنَ عَلَيْهِ» يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: " أَيْ بَنِي أَخِي إِنْ رَأَيْتُمُوهُ فَقُولُوا: أَبُو هُرَيْرَةَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ بِهَذِهِ السِّيَاقَةِ»

ابو ہُرَيْرَةَ رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک عیسیٰ ابن مریم اتریں گے حاکم عادل بن کر... اور میری قبر پر آئیں گے سلام کریں گے اور میں جواب دوں گا

اس کی سند میں محمّد بن اسحاق ہے جس کو امام مالک دجال کہتے تھے جبکہ بعض ثقہ. ابن اسحاق مدلس ہے اور اسکو عن سے روایت کرتا ہے لہذا یہ طرق ضعیف ہے[30]

-

البانی اس روایت کو بھی صحیح قرار دیتے ہیں (سلسلة الأحاديث الصحيحة ٢٧٣٣)

لیکن وہابی عالم صالح المنجد کہتے ہیں الفاظ حَتَّى يُسَلِّمَ وَلَأَرُدَّنَ عَلَيْهِ کہ سلام کا جواب دین گے کے الفاظ شاذ ہیں

وأنها ألفاظ شاذة غير محفوظة

یہ الفاظ شاذ اور غیر محفوظ ہیں

لیکن اس روایت پر صالح المنجد بحث کرتے ہوئے ابو صخر حمید بن زیاد پر جرح نقل کرتے ہیں اور کہتے ہیں

وهذه الأسانيد ليست في درجة الوجه الأول من الصحة والقبول ، بل لا يخلو إسناد منها من مقال ، أو من راوٍمتكلم فيه فأبو صخر ضعفه ابن معين والنسائي ، وأحمد في روا ية ، وقد وثقه الدارقطني ، وقال فيه أحمد – في روا ية أخرى - : ليس به بأس . انظر : " تهذيب التهذيب

اور یہ اسناد صحت اور قبولیت کے اول درجے پر نہیں ہیں بلکہ یہ تنقید سے خالی اسناد نہیں اور اس میں متکلم راوی ہیں پس ابو صخر کی تضیف کی ہے ابن معین اور نسائی اور احمد نے اور دارقطنی نے ثقہ کہا ہے اور احمد نے ایک دوسری روایت پر کہا ہے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھو تہذیب التہذیب

اگر ابو صخر کی وجہ سے اسناد تنقید سے خالی نہیں تو پھر سلام پر روح لوٹانے والی روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟

حیات النبی پر علماء کے متضاد اقوال

البانی سماع الموتی کے انکاری لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں روح لوٹائے جانے کے قائل ہیں

کتاب موسوعة العلامة الإمام مجدد العصر محمد ناصر الدين الألباني «موسوعة تحتوي على أكثر من عملاً ودراسة حول العلامة الألباني وتراثه الخالد از مرکز النعمان للبحوث والدراسات الإسلامية وتحقيق التراث والترجمة، صنعاء - اليمن کے مطابق البانی سے سوال ہوا کہ کیا رسول اللہ زندہ ہیں- البانی کہتے ہیں ان کا جسم قائم ہے اور

كيف ذاك وقد أرمت؟ قال: «إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء» أي أنا كسائر الأنبياء جسدي في القبر حي طري ولكن اصطفاني ربي عز وجل بخصلةٍ أخرى؛أنه كلما سلَّم علي مسلمٌ رد الله إليَّ روحي فأردُّ عليه السلام.

وهذا الحديث وهو ثابت فيه دلاله على أن الرسول عليه السلام خلاف ما يتوهم كثير من العامة بل وفيهم بعض الخاصة وهي أن النبي لا يسمع سلام المسلمين عليه، وإنما كما جاء في الحديث الصحيح: «إن لله ملائكة سياحين يبلغوني عن أمتي السلام» «إن لله ملائكة سياحين» يعني: طوافين على المسلمين، فكلما سمعوا مسلماً يصلي على النبي ﷺ بلغوه بذلك، وهو لا يسمع؛لأن الميت لا يسمع انفصل عن هذه الحياة الدنيا ومتعلقاتها كلها،ولكن الله عز وجل اصطفى نبيه عليه السلام فيما ذكرنا من الحياة،ومن تمكينه بإعادة روحه إلى جسده ورد السلام على المسلمين عليه،ومن ذلك أيضاً أن هناك ملائكة يبلغونه السلام،فكلما سلموا عليه من فلان هو رد عليهم السلام.

مركز النعمان للبحوث والدراسات
الإسلامية وتحقيق التراث والترجمة

موسوعة العلامة الإمام مجدد العصر

محمد ناصر الدين الألباني

«موسوعة تحتوي على أكثر من
(٥٠) عملاً ودراسة حول العلامة الألباني وتراثه الخالد»

العمل الأول

سلسلة جامع تراث العلامة الألباني في العقيدة

«تحتوي على ما يقارب ألفي مسألة
وفائدة عقدية مستخرجة من تراث العلامة الألباني بعناية»

(١)

(مقدمة الموسوعة – مقدمات عقدية –
مصادر الاستدلال عند أهل السنة في العقيدة)

صَنَعَهُ

شادي بن محمد بن سالم آل نعمان

قال: «إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء» , أي: أنا كسائر الأنبياء جسدي في القبر حي طري, ولكن اصطفاني ربي عز وجل بخصلة أخرى أنه كلما سلم علي مسلمون رد الله إلي روحي فأرد عليه السلام, وهذا الحديث وهو ثابت فيه دلاله على أن الرسول عليه السلام خلاف ما يتوهم كثير من العامة, بل وفيهم بعض الخاصة وهي أن النبي - صلى الله عليه وآله وسلم - لا يسمع سلام المسلمين عليه, وإنما كما جاء في الحديث الصحيح: «إن لله ملائكة سياحين, يبلغوني عن أمتي السلام» , إن لله ملائكة سياحين: يعني طوافين على المسلمين, فكلما سمعوا مسلماً يصلي على النبي - صلى الله عليه وآله وسلم - بلغوه بذلك وهو لا يسمع؛ لأن الميت

لا يسمع, انفصل عن هذه الحياة الدنيا ومتعلقاتها كلها, ولكن الله عز وجل اصطفى نبيه عليه السلام فيما ذكرنا من الحياة ومن تمكينه بإعادة روحه إلى جسده, ورد السلام على المسلمين عليه, ومن ذلك أيضاً أن هناك ملائكةً يبلغونه السلام فكلما سلموا عليه من فلان هو رد عليهم السلام. الهدى والنور" (268/ 08: 22: 00)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ نے حرام کر دیا ہے کہ زمین انبیاء کے اجسام کو کھائے – یعنی کہ میں تمام انبیاء کے جسموں کی طرح قبر میں تازہ رہوں گا – لیکن اللہ نے مجھے چن لیا ایک دوسری خصوصیت کے لئے کہ جب مسلمان مجھ پر سلام کہیں گے تو اللہ میری روح کو لوٹا دے گا اور میں جواب دوں گا اور یہ حدیث ثابت ہے دلیل ہے کہ اس کے خلاف جس پر بہت سوں کو وہم ہے – بلکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کا سلام نہیں سنتے اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کے فرشتے ہیں جو سلام لاتے ہیں یعنی اللہ کے سیاح فرشتے ہیں جو مسلمانوں میں پھرتے رہتے ہیں پس جب وہ کسی کو سلام کہتے سنتے ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک لاتے ہیں اور رسول اللہ اس کو خود سن نہیں پاتے – کیونکہ میت نہیں سنتی – وہ دنیا اور اس کے متعلقات سے کٹی ہوتی ہے لیکن اللہ نے اپنے نبی کو چنا جس کا ہم نے ذکر کیا کہ روح کو جسم میں جگہ ملتی ہے روح لوٹانے جانے پر اور مسلمانوں کے سلام کا جواب دینے کے لئے اور ساتھ ہی فرشتے ہیں جو سلام پہنچاتے ہیں پس جب فلاں سلام کہتا ہے اس روح کو لوٹا دیا جاتا ہے

البانی کی احمقانہ منطق دیکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روح لوٹانے پر سن نہیں سکتے لیکن بول سکتے ہیں - بقول سراج اورنگ آبادی

وہ عجب گھڑی تھی کہ جس گھڑی لیا درس نسخَہ عشق کا
کہ کتاب عقل کی طاق پر جو دھری تھی سو وہ دھری رہی

علم حدیث عقل سے عاری ہو تو یہ نتیجہ نکلتا ہے -

الذھبی کتاب سیر الاعلام النبلاء میں کہتے ہیں انبیاء عالم البرزخ میں ہیں جہاں موسی و آدم کی ملاقات ہوئی

وَهَؤُلاَءِ حَيَاتُهُم الآنَ الَّتِي فِي عَالِمِ البَرْزَخِ حَقٌّ .... وَمِنْ ذَلِكَ اجْتِمَاعُ آدَمَ وَمُوْسَى لَمَّا احْتَجَّ عَلَيْهِ مُوْسَى، وَحَجَّهُ آدَمُ بِالعِلْمِ السَّابِقِ ، كَانَ اجْتِمَاعُهُمَا حَقّاً، وَهُمَا فِي عَالِمِ البَرْزَخِ،

اور ان کی زندگی اب عالم البرزخ میں حق ہے ... اس میں موسی و آدم کا اجتماع ہوا جب موسی نے آدم سے احتجاج کیا اور آدم نے سابقہ علم کی وجہ سے ان سے حجت کی اور ان کا جمع ہونا حق ہے اور یہ عالم البرزخ میں تھے

ظاہر ہے یہ سب دنیا کی قبر میں نہیں بلکہ عالم البرزخ میں یا عالم بالا میں ہوا

لیکن الذھبی نے سیر الاعلام النبلاء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لکھا

وَهُوَ حَيٌّ فِي لَحْدِهِ ، حَيَاةَ مِثْلِهِ فِي البَرزَخِ الَّتِي هِيَ أَكمَلُ مِنْ حَيَاةِ سَائِرِ النَّبِيِّيْنَ

وہ اپنی لحد میں زندہ ہیں، ایک زندگی جو البرزخ کی طرح کی ہے جو تمام انبیاء کی زندگی سے افضل ہے

یعنی تمام انبیاء تو جنت میں البرزخ میں ہیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں! الذھبی کے قول کی کوئی دلیل نہیں ہے – نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد میں حیات دیگر انبیاء سے کس طرح مختلف ہے ؟

المناوی المتوفی ۱۰۳۱ ھ اس کے خلاف کہتے ہیں

يعني ردّ عليَّ نطقي، لأنه - صلَّى الله عليه وسلم - حي على الدوام، وروحه لا تفارقه أبداً

المناوی کہتے ہیں : یعنی بولنے کی صلاحیت لوٹائی جاتی ہے ، بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل زندہ ہیں اور روح جسد سے الگ نہیں

سیوطی

المناوی نے امام سیوطی (المتوفى: 911ھ) کا قول نقل کیا ہے سیوطی الحاوی للفتاوی میں کہتے روح لوٹانے والی حدیث سے

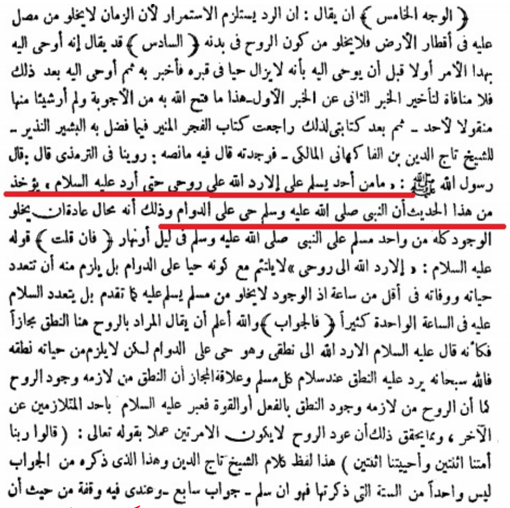

﴿ الوجه الخامس ﴾ ان يقال : ان الرد يستلزم الاستمرار لأن الزمان لايخلو من مصل عليه فى أقطار الأرض فلايخلو من كون الروح فى بدنه ﴿ السادس ﴾ قد يقال إنه أوحى اليه بهذا الأمر أولا قبل أن يوحى اليه بأنه لايزال حيا فى قبره فأخبر به ثم أوحى اليه بعد ذلك فلا منافاة لتأخير الخبر الثانى عن الخبر الأول ـ هذا ما فتح الله به من الأجوبة ولم أرشيئا منها منقولا لأحد ـ ثم بعد كتابتى لذلك راجعت كتاب الفجر المنير فيما فضل به البشير النذير ـ للشيخ تاج الدين بن الفا كهانى المالكى ـ فوجدته قال فيه مانصه : روينا فى الترمذى قال قال رسول الله ﷺ : « مامن أحد يسلم على إلارد الله على روحى حتى أرد عليه السلام » يؤخذ من هذا الحديث أن النبى صلى الله عليه وسلم حى على الدوام وذلك أنه محال عادة أن يخلو الوجود كله من واحد مسلم على النبى صلى الله عليه وسلم فى ليل أونهار ﴿ فان قلت ﴾ قوله عليه السلام : « إلارد الله الى روحى » لايلتئم مع كونه حيا على الدوام بل يلزم منه أن تتعدد حياته ووفاته فى أقل من ساعة اذ الوجود لايخلو من مسلم يسلم عليه كما تقدم بل يتعدد السلام عليه فى الساعة الواحدة كثيراً ﴿ فالجواب ﴾ والله أعلم أن يقال المراد بالروح هنا النطق مجازاً فكأنه قال عليه السلام الارد الله الى نطقى وهو حى على الدوام لكن لايلزم من حياته نطقه فالله سبحانه يرد عليه النطق عند سلام كل مسلم وعلاقة المجاز أن النطق من لازمه وجود الروح كما أن الروح من لازمه وجود النطق بالفعل أوالقوة فعبر عليه السلام باحد المتلازمين عن الآخر ، ومما يحقق ذلك أن عود الروح لايكون الامرتين عملا بقوله تعالى : (قالوا ربنا أمتنا اثنتين وأحييتنا اثنتين) هذا لفظ كلام الشيخ تاج الدين وهذا الذى ذكره من الجواب ليس واحداً من الستة التى ذكرتها فهو ان سلم ـ جواب سابع ـ وعندى فيه وقفة من حيث أن

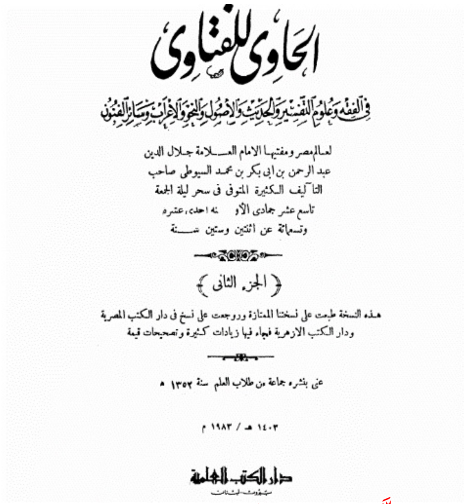

الحاوى للفتاوى

فى الفقه وعلوم التفسير والحديث والأصول والنحو والإعراب وسائر الفنون

لعالم مصر ومفتيها الامام العلامة جلال الدين عبد الرحمن بن ابى بكر بن محمد السيوطى صاحب التآليف الكثيرة المتوفى فى سحر ليلة الجمعة تاسع عشر جمادى الأو[لى س]نة احدى عشره وتسعمائة عن اثنين وستين سنة

﴿ الجزء الثانى ﴾

هذه النسخة طبعت على نسختنا الممتازة وروجعت على نسخ فى دار الكتب المصرية ودار الكتب الازهرية فجاء فيها زيادات كثيرة وتصحيحات قيمة

عنى بنشره جماعة من طلاب العلم سنة ١٣٥٢ ه

١٤٠٣ هـ / ١٩٨٣ م

دار الكتب العلمية
بيروت ـ لبنان

يُؤْخَذُ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ عَلَى الدَّوَامِ

اخذ کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائمی زندہ ہیں

وہابی عالم ابی بطین کتاب رسائل وفتاوی العلامة عبد الله بن عبد الرحمٰن إبي بطين کہتے ہیں
الحديث المشهور: "ما من مسلم يسلم علي إلا رد الله علي روحي حتى أرد عليه السلام" 1؛ فهذا يدل على أن روحه صلى الله عليه وسلم ليست دائمة في قبره ومعرفة الميت زائره ليس مختصا به صلى الله عليه وسلم

حدیث مشہور ہے کہ کوئی ایسا نہیں جو مجھ پر سلام کہے اور اس کا جواب دینے کے لئے اللہ میری روح نہ لوٹا دے پس یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مسلسل قبر میں نہیں اور میت کا زائر کو جاننا رسول اللہ کے لئے خاص نہیں

وہابی عالم ابی بطین کتاب تأسیس التقدیس فی کشف تلبیس داود بن جرجیس کہتے ہیں

جیسا ابو داود نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کوئی مسلم نہیں جو مجھ کو سلام کرے اور اللہ میری روح نہ لوٹا دے جواب پلٹنے کے لئے پس یہ دلیل ہے کہ روح شریف ان کے بدن میں دائما نہیں ہے بلکہ اعلیٰ علیین میں ہے اور اس کا بدن سے کنکشن ہے جس کی حقیقت اللہ کو پتا ہے نہ اس میں حس سے نہ عقل اور نہ یہ ان کے لئے خاص ہے

یعنی ہر میت زائر کو جانتی ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں ہے

ابن حجر فتح الباری ج ۷ ص ۲۹ میں لکھتے ہیں

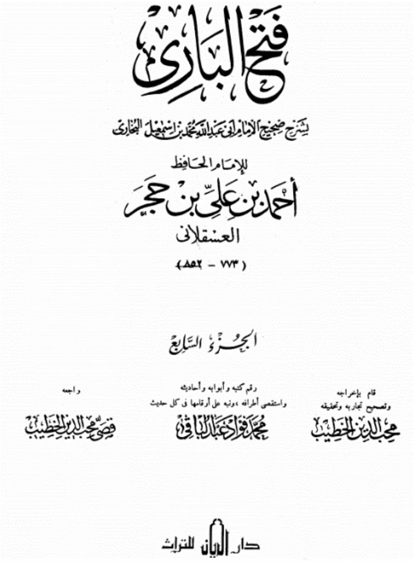

فتح الباری

بشرح صحيح الإمام أبي عبد الله محمد بن إسمعيل البخاري

للإمام الحافظ

أحمد بن علي بن حجر

العسقلاني

(٧٧٣ - ٨٥٢هـ)

الجزء السابع

قام بإخراجه وتصحيح تجاربه وتحقيقه محب الدين الخطيب

رقم كتبه وأبوابه وأحاديثه واستقصى أطرافه ونبه على أرقامها في كل حديث محمد فؤاد عبد الباقي

راجعه قصي محب الدين الخطيب

دار الريان للتراث

قوله (لا يذيقك الله الموتتين) تقدم شرحه فى أوائل الجنائز ، وقد تمسك به من أنكر الحياة فى القبر ، وأجيب عن أهل السنة المثبتين لذلك بأن المراد نفى الموت اللازم من الذى أثبته عمر بقوله « وليبعثه الله فى الدنيا ليقطع أيدى القائلين بموته » وليس فيه تعرض لما يقع فى البرزخ ، وأحسن من هذا الجواب أن يقال : إن حياته صلى الله عليه وسلم فى القبر لا يعقبها موت بل يستمر حياً ، والأنبياء احياء فى قبورهم ، ولعل هذا هو الحكمة فى تعريف الموتتين حيث قال لا يذيقك الله الموتتين اى المعروفتين المشهورتين الواقعتين لكل أحد غير الأنبياء ، وأما وقوع الحلف من عمر على ماذكره فبناه على ظنه الذى أداه اليه اجتهاده ، وفيه بيان رجحان علم أبى بكر على عمر فمن دونه ، وكذلك رجحانه عليهم لثباته فى مثل ذلك الأمر العظيم .

إِنَّ حَيَاتَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَبْرِ لايعقبها مَوْتٌ بَلْ يَسْتَمِرُّ حَيًّا وَالْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ

بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں زندگی پر موت نہیں اتی، بلکہ آپ مسلسل زندہ ہیں اور (تمام) انبیاء زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں

السخاوی

ان کے شاگرد السخاوی کتاب القول البدیع فی الصَّلاةِ عَلَى الحَبِيبِ الشَّفِيعِ ص : 172 ,طبعۃ دار الکتب العربی میں کہتے ہیں

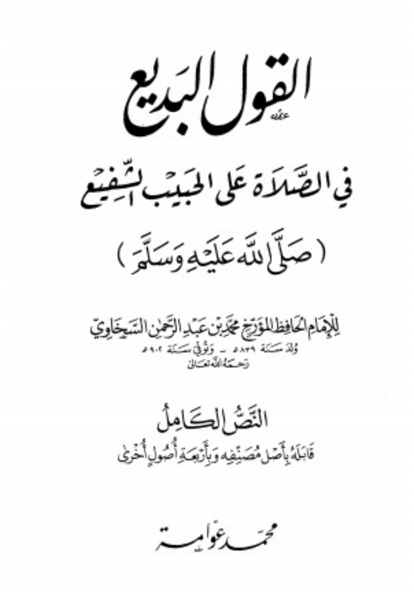

السادسة: يؤخذ من هذه الأحاديث أنه ﷺ حيٌّ على الدوام، وذلك أنه محالٌ عادةً أن يخلوَ الوجود كلُّه من واحد يسلِّم عليه في ليلٍ أو نهارٍ، ونحن نؤمن ونصدِّق بأنه ﷺ حيٌّ يرزقُ في قبره، وأن جسدَه الشريف لا تأكلُه الأرض، والإجماعُ على هذا، وزاد بعض العلماء: الشهداءَ والمؤذنين، وقد صح أنه كُشِف عن غير واحد من العلماء والشهداء فوُجدوا لم تتغيَّر أجسامهم، حتى الحِنَّاء وجدتْ في بعضهم لم تتغير عن حالها، والأنبياء أفضل من الشهداء جزماً.

يؤخذ من هذه الأحاديث أنه - صلى الله عليه وسلم - حي على الدوام وذلك أنه محال عادة أن يخلو الوجود كله من واحد يسلم عليه في ليل ونهار نحن نؤمن ونصدق بأنه - صلى الله عليه وسلم - حي يرزق في قبره وان جسده الشريف لا تأكله الأرض والإجماع على هذا

ان احادیث سے اخذ کیا جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل زندہ ہیں اور یہ دن و رات ہر ایک آن پر سلام کہہ رہا ہے لہذا ان کا وجود روح سے خالی نہیں - ہم ایمان رکھتے ہیں اور ہم تصدیق کرتے ہیں کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں، قبر میں رزق دیا جاتا ہے اور ان کے جسد شریف کو زمین نہیں کھاتی اور اس پر اجماع ہے

رزق کا قبر میں دیا جانا دنیاوی حیات جیسا ہے جس کے دیوبندی قائل ہیں اور غیر مقلدین انکار کرتے ہیں

کتاب القَولُ البَدِيعُ في الصَّلاةِ عَلَى الحَبِيبِ الشَّفِيعِ میں امام السخاوی، قبر نبوی میں روح کی واپسی والی روایت پر کہتے ہیں

وقال شيخنا رواته ثقات، قلت لكن إفرد به يزيد عبد الله بن قسيط براوية له عن إبي هريرة وهو يمنع من الجزم بصحته لأن فيه مقالًا وتوقف مالك فقال في حديث خارج الموطأ ليس بذاك وذكر التقي بن تيمية ما معناه إن رواية إبي داود فيها يزيد بن عبد الله وكأنه لم يدرك

ہمارے شیخ ابن حجر کہتے ہیں اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن میں کہتا ہوں اس میں یزید بن عبد اللہ بن قسیط کا تفرد ہے جو ابو ہریرہ سے روایت پر ہے اور جزم کے ساتھ اس کی روایت کی صحت کا کہنے پر منع ہے کیونکہ اس پر کلام ہے اور امام مالک کا توقف ہے اور ایک حدیث جو موطا میں نہیں ہے اس پر ان کا کہنا ہے کہ یہ لیس بذاک ہے اور ابن تیمیہ نے ذکر کیا اس کی روایت کا جو سنن ابو داود میں اس معنوں میں کہ گویا عبداللہ نے ابوہریرہ کو نہیں پایا

یعنی مسلک پرستوں کی ممدوح شخصیت خود کہہ رہی ہیں کہ رد اللہ علی روحی والی روایت مشکوک ہے راقم کہتا ہے سخاوی کا قول صحیح ہے لیکن ابن تیمیہ کے حوالے سے جو انہوں نے سمجھا ہے وہ صحیح نہیں کہ وہ اس روایت کو رد کرتے ہیں

القَولُ البَدِيعُ فی الصَّلاةِ عَلَى الحَبِيبِ الشَّفِيعِ از شمس الدین السخاوی (المتوفى: 902ھ) کے مطابق

وعن سليمان ابن سحيم قال رأيت النبي – صلى الله عليه وسلم – في النوم فقلت يا رسول الله هؤلاء الذين يأتونك فيسلمون عليك اتفقه سلامهم قال نعم وأرد عليهم رواه ابن أبي الدنيا والبيهقي في حياة الأنبياء والشعب كلاهما له ومن طريقه ابن بشكوال وقال إبراهيم بن شيبان حججت فجئت المدينة فتقدمت إلى القبر الشريف فيلمت على رسول الله – صلى الله عليه وسلم – فيمعته من داخل الحجرة يقول

وعليك السلام

سلیمان بن سحیم نے کہا میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ان سے کہا یا رسول اللہ یہ جو آپ تک اتے ہیں اور سلام کہتے ہیں کیا اپ ان کا سلام پہچانتے ہیں ؟ فرمایا ہاں میں جواب دیتا ہوں

اس کو ابن ابی الدنیا نے اور البیہقی نے روایت کیا ہے حیات الانبیاء میں اور شعب الایمان میں اور ان دونوں نے اس کو ابن بشکوال کے طرق سے روایت کیا ہے اور کہا ابراہیم بن شیبان نے حج کیا اور مدینہ پہنچے تو قبر النبوی پر حاضر ہوئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا حجرہ میں داخل ہو کر اور وہاں جواب آیا تم پر بھی سلام ہو

امام السخاوی نے اس کو بیان کیا ہے اور اس طرح رد اللہ علی روحی والی روایت کی تصحیح کی گئی ہے

علامہ سخاویؒ نے اپنی مایہ ناز کتاب: القول البدیع میں روضۂ اقدس پر کئے جانے والے سلام کے تعلق سے کئی واقعات نقل کیے ہیں، چند ملاحظہ فرمائیں:

سلیمان ابن سحیمؒ سے منقول ہے کہ میں نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول جو لوگ آپ کے روضے پر حاضر ہوتے ہیں اور آپ پر سلام کرتے ہیں، آپ اس کو سمجھتے ہیں؟ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: ہاں سمجھتا ہوں، اور ان کے سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔

ابراہیم بن شیبانؒ کہتے ہیں کہ میں نے حج کیا پھر فراغت کے بعد مدینہ آیا، اور روضۂ اقدس

دارالعلوم ۱۶ جولائی-اگست ۲۰۱۶ء

پر حاضر ہو کر سلام کیا، تو میں نے حجرۂ شریف کے اندر سے "وعلیک السلام" کی آواز سنی (القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع: ۱/۱۶۵، مکتبہ شاملہ)

مفتی بن باز کہتے ہیں[31]

https://binbaz.org.sa/fatwas/49/هل-الرسول-صلى الله عليه وسلم-حي-في-قبره-ام-لا

قد صرح الكثيرون من أهل السنة بأن النبي صلى الله عليه وسلم حي في قبره حياة برزخية لا يعلم كنهها وكيفيتها إلا الله سبحانه، وليست من جنس حياة أهل الدنيا بل هي نوع آخر يحصل بها له صلى الله عليه وسلم الإحساس بالنعيم، ويسمع بها سلام المسلم عليه عندما يرد الله عليه روحه ذلك الوقت

اکثر اہل سنت نے تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں برزخی زندگی کے ساتھ جس کی کیفیت صرف اللہ ہی جانتا ہے اور یہ دنیا کی زندگی جیسی نہیں ہے بلکہ کوئی اور ہی طرح کی ہے جس سے صلی اللہ علیہ وسلم کو راحت کا احساس ہوتا ہے اور اس سے سلام سنتے ہیں اور اس وقت اللہ اپ کی روح لوٹا دیتا ہے

محمد بن الشیخ عبد اللطیف بن الشیخ عبد الرحمٰن

کتاب الدرر السنية في الأجوبة النجدية از عبد الرحمن بن محمد بن قاسم کے مطابق **محمد بن الشيخ عبد اللطيف بن الشيخ عبد الرحمن** کہتے ہیں

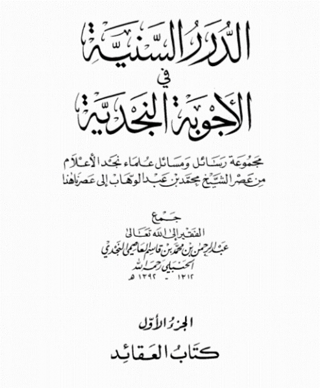

ونعتقد : أن رتبته ﷺ أعلى رتب المخلوقين ، على الإطلاق ، وأنه حي في قبره ، حياة برزخية ، أبلغ من حياة الشهداء ، المنصوص عليها في التنزيل ، إذ هو أفضل منهم بلا ريب ، وأنه يسمع سلام المسلم عليه ، وأما الحياة التي تقتضي العلم ، والتصرف ، والحركة في التدبير ، فهي منفية عنه ﷺ .

ونعتقد أن رتبته صلى الله عليه وسلم أعلى رتب المخلوقين على الإطلاق، وأنه حي في قبره حياة برزخية، أبلغ من حياة الشهداء المنصوص عليها في التنْزيل، إذ هو أفضل منهم بلا ريب، وأنه يسمع سلام المسلم عليه،

اور ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ مخلوق میں علی اطلاق سب سے اعلی ہے اور بے شک وہ قبر میں زندہ ہیں برزخی زندگی کے ساتھ , جو شہداء کی زندگی سے بلند ہے جس پر نصوص ہیں تنزیل میں (یعنی قرآن میں) کہ جب وہ (رسول اللہ) افضل ہیں (شہداء سے) بلا شک تو. بے شک وہ سلام سنتے ہیں جب کوئی مسلم سلام کہتا ہے ان پر اور ایسی زندگی جو علم کی متقاضی ہو، تصرف چاہتی ہو، تدبیر کے حرکت چاہتی ہو، تو وہ ان صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں ہے

خوب ایک کہتا ہے نبی سلام نہیں سنتے دوسرا کہتا ہے سنتے ہیں-اس کتاب ج ۱۲ ص ۱۷۸ کے مطابق نجدی علماء مانتے ہیں

الدرر السنية في الأجوبة النجدية

مجموعة رسائل ومسائل علماء نجد الأعلام من عصر الشيخ محمد بن عبد الوهاب إلى عصرنا هذا

جمع
الفقير إلى الله تعالى
عبد الرحمن بن محمد بن قاسم العاصمي النجدي
الحنبلي رحمه الله
١٣١٢ - ١٣٩٢ هـ

الجزء الثاني عشر
القسم الثاني
من كتاب مختصرات الردود

ومقتضى قول من يقول : إنه ﷺ حي في قبره ، كحياته حين كان على وجه الأرض ، أن الله يجمع عليه موتتين ؛ لأنه قد قام الدليل القاطع : أنه عند النفخ في الصور ، لا يبقى أحد حياً ، والعقل الصحيح يمنع طلب الدعاء من الميت ، ولم يرد حديث صحيح : بأنه ﷺ حي في قبره ؛ لكن نقطع أن الأنبياء أعلى رتبة من الشهداء .

ولم يرد حديث صحيح بأنه صلى الله عليه وسلم حي في قبره

کسی صحیح حدیث میں نہیں آیا کہ آپ' صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں
لیکن شہید سے تقابل کرکے یہ استخراج کیا گیا شہداء زندہ ہیں اور انبیاء سے کم تر ہیں لہٰذا انبیاء قبروں میں زندہ ہونے چاہییں

کتاب تأسيس التقديس في كشف تلبيس داود بن جرجيس میں نجدی عالم اِبابطین کہتے ہیں
قال ابن القيم: لم يرد حديث صحيح أنه صلى الله عليه وسلم حي في قبره
ابن قیم کہتے ہیں کسی صحیح حدیث میں نہیں کہ رسول اللہ قبر میں زندہ ہوں

ابن تیمیہ : یہ الفاظ ابن قیم کی کسی کتاب میں نہیں ملے اگرچہ ان کے استاد موسی علیہ السلام کے لئے لکھتے ہیں

وَأَمَّا كَوْنُهُ رَأَى مُوسَى قَائِمًا يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ وَرَآهُ فِي السَّمَاءِ أَيْضًا فَهَذَا لَا مُنَافَاةَ بَيْنَهُمَا فَإِنَّ أَمْرَ الْأَرْوَاحِ مِنْ جِنْسِ أَمْرِ الْمَلَائِكَةِ. فِي اللَّحْظَةِ الْوَاحِدَةِ تَصْعَدُ وَتَهْبِطُ كَالْمَلَكِ لَيْسَتْ فِي ذَلِكَ كَالْبَدَنِ

مجموع الفتاوی از ابن تیمیہ ج ۴ ص ۳۲۹ پر

اور جہاں تک اس کا تعلق ہے کہ رسول اللہ نے موسی کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور ان کو آسمان پر بھی دیکھا تو اس میں کوئی فرق نہیں کیونکہ روحیں فرشتوں کے امر کی جنس سے ہیں ایک لحظہ میں چڑھتی اترتی ہیں جیسا کہ فرشتہ اور بدن ایسا نہیں ہے

یعنی انبیاء جنت میں بھی ہیں اور دنیا کی قبروں میں بھی ان کی روحیں فرشتوں کی طرح آنا فانا اترتی چڑھتی ہیں اور ان کی روحیں بدن میں جاتی نکلتی ہیں- ابن تیمیہ زیارت قبر نبی کے لئے سفر کو بدعت کہتے تھے لیکن یہ مانتے تھے کہ قبر پر پڑھا جانے والا سلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں لہذا وہ کتاب قاعدة عظیمة فی الفرق بین عبادات اہل الاسلام والایمان وعبادات اہل الشرک والنفاق میں کہتے تھے

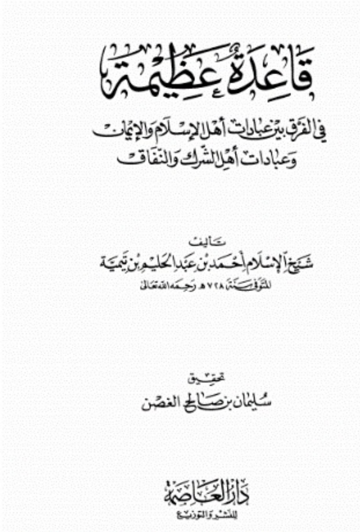
قاعدة عظيمة
في الفرق بين عبادات أهل الإسلام والإيمان وعبادات أهل الشرك والنفاق
تأليف
شيخ الإسلام أحمد بن عبد الحليم بن تيمية
المتوفى سنة ٧٢٨هـ رحمه الله تعالى
تحقيق
سليمان بن صالح الغصن
دار العاصمة للنشر والتوزيع

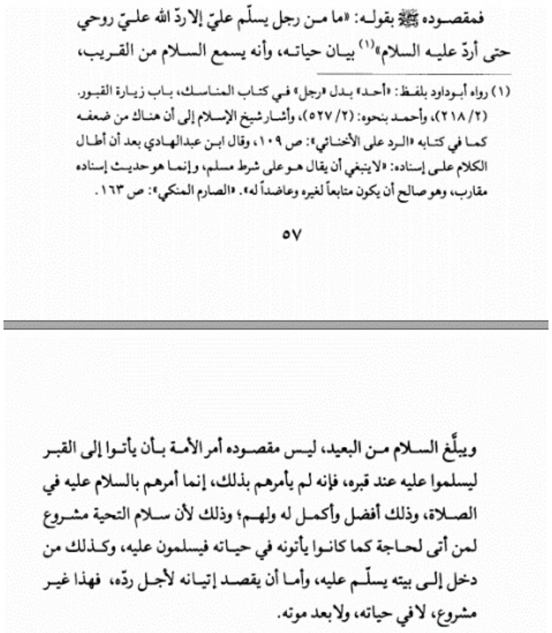
فمقصوده ﷺ بقوله: «ما من رجل يسلّم عليّ إلا ردّ الله عليّ روحي حتى أردّ عليه السلام»[1] بيان حياته، وأنه يسمع السلام من القريب،

(١) رواه أبوداود بلفظ: «أحد» بدل «رجل» في كتاب المناسك، باب زيارة القبور. (٢/ ٢١٨)، وأحمد بنحوه: (٢/ ٥٢٧)، وأشار شيخ الإسلام إلى أن هناك من ضعفه كما في كتابه «الرد على الأخنائي»: ص ١٠٩، وقال ابن عبدالهادي بعد أن أطال الكلام على إسناده: «لاينبغي أن يقال هو على شرط مسلم، وإنما هو حديث إسناده مقارب، وهو صالح أن يكون متابعاً لغيره وعاضداً له». «الصارم المنكي»: ص ١٦٣.

٥٧

ويبلّغ السلام من البعيد، ليس مقصوده أمر الأمة بأن يأتوا إلى القبر ليسلموا عليه عند قبره، فإنه لم يأمرهم بذلك، إنما أمرهم بالسلام عليه في الصلاة، وذلك أفضل وأكمل له ولهم؛ وذلك لأن سلام التحية مشروع لمن أتى لحاجة كما كانوا يأتونه في حياته فيسلمون عليه، وكذلك من دخل إلى بيته يسلّم عليه، وأما أن يقصد إتيانه لأجل ردّه، فهذا غير مشروع، لا في حياته، ولا بعد موته.

فمقصودُهُ صلى الله عليه وسلم بقوله: «مَا مِنْ رَجُلٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ

رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ (4) » بيان حياتِه، وأنه يَسمع السلام من القريب، ويبلَّغ السلامَ من البعيد، ليس مقصودُهُ أمر الأمة بأن يأتوا إلى القبر ليسلموا عليه عند قبره

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کوئی ایسا نہیں جو مجھ پر سلام کہے اور اس پر اللہ میری روح اس کو جواب دینے کے لئے لوٹا نہ دے ، یہ کہنے کا مقصد ان کی زندگی تھا اور بے شک وہ قریب کہا جانے والا سلام سنتے ہیں اور دور والا ان کو پہنچایا جاتا ہے اس کو کہتے کا مقصد یہ نہ تھا کہ امت کو حکم دیں کہ وہ قبر پر آ کر ہی سلام کہے

اسی روایت کا کتاب قاعدة جليلة في التوسل والوسيلة میں ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں
وعلى هذا الحديث اعتمد الأئمة في السلام عليه عند قبره، صلوات الله وسلامه عليه.

اور اس حدیث پر ائمہ اسلام نے اعتماد کیا ہے کہ سلام قبر پر کہا جائے

اور اس حدیث کی بنیاد ابن تیمیہ کا دعوی ہے کہ امام احمد اور امام ابو داود بھی سلام کہنے کے قائل تھے

”یہی وہ حدیث ہے جس پر امام احمد بن حنبل اور امام ابوداؤد رحمہما اللہ وغیرہما جیسے علما نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہنے کے سلسلہ میں اعتماد کیا ہے۔“(الرد علی البکریٰ:۱/۱۰٦)

حنبلی عالم ابن مفلح، إبو إسحاق، برہان الدین (المتوفى: 884هـ) کتاب المبدع فی شرح المقنع میں لکھتے ہیں

رَوَى أَبُو دَاوُدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعًا: «مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ - عَلَيْهِ السَّلَامُ -» . وَظَاهِرُهُ أَنَّ هَذِهِ الْفَضِيلَةَ تَحْصُلُ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قَرِيبًا كَانَ أَوْ بَعِيدًا، لَكِنْ قَالَ أَحْمَدُ فِي رِوَايَةِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعًا: «مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي» فَهَذِهِ الزِّيَادَةُ مُقْتَضَاهَا التَّخْصِيصُ

ابو داود نے ابو ہریرہ سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ کوئی نہیں جو مجھ پر سلام کہے اور اللہ میری روح نہ لوٹا دے کہ میں جواب دوں پس اس کا ظاہر ہے کہ فضیلت ہر مسلمان کو حاصل ہے چاہے قریب ہو یا دور ہو لکین احمد کی روایت جو عبد اللہ سے ہے عَنْ يَزِيدَ بْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعًا: اس روایت میں عند قبری (قبر کے پاس) ہے جو خصوص کا متقاضی ہے

راقم کو «مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي» کے الفاظ موجود مسند احمد میں نہیں ملے

منصور بن یونس البہوتی الحنبلی (المتوفى: 1051هـ) نے بھی مسند احمد کے حوالے سے کتاب کشاف القناع عن متن الإقناع میں لکھا

لِحَدِيثِ أَحْمَدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعًا «مَا مِنْ أَحَدٍ سَلَّمَ عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي إلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ» .

احمد کی حدیث ہے جو ابو ہریرہ سے مرفوعا مروی ہے کہ کوئی نہیں جو مجھ پر سلام کہنے میری قبر کے پاس کہ اللہ میری روح کو نہ لوٹا دیا یہاں تک کہ میں سلام کا جواب دوں

راقم کو « مَا مِنْ أَحدٍ سَلَّم عَليَّ عِنْدَ قَبْرِي » کے الفاظ موجود مسند احمد میں نہیں ملے

وہابی عالم مصطفیٰ بن سعد الرحیبانی الحنبلی (المتوفی: 1243ھ) نے کتاب مطالب أولي النهى في شرح غاية المنتهى میں لکھا

لِحَدِيثِ أَحْمَدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعًا: «مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي إلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ»

ابن قدامة المقدسي (المتوفى: 620ھ) حنبلی نے کتاب المغنی میں لکھا

وَقَالَ أَحْمَدُ، فِي رِوَايَةِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: «مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي، إلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِيِّ، حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

الصاوی المالکی (المتوفى: 1241ھ) کتاب حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر میں لکھتے ہیں

أَفْضَلُ مِنْ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ عِنْدَهُ لِلْأَخْبَارِ الْكَثِيرَةِ الْوَارِدَةِ فِي ذَلِكَ؛ مِنْهَا: «مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي إلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ» .

راقم کہتا ہے لگتا ہے کئی صدیوں تک اس روایت کے متن میں موجود تھا کہ يُسَلِّمُ عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي جو قبر پر سلام کہے تو روح لوٹتی ہے – قبر کے پاس کے الفاظ لوگوں کے مطابق امام احمد نے روایت کیے تھے – لیکن موجودہ مسند احمد اور احمد کی دیگر کتب میں یہ اضافہ نہیں ملتا- حیرت ہے کہ عصر حاضر کے بر صغیر کے بعض مولویوں نے یہ بات دانتوں سے پکڑ لی ہے کہ یہ عود روح النبی اس وقت ہو گا جب

قبر کے پاس سلام و درود پڑھا جائے - اگر کے نزدیک اگر آج جہاں سے سلام پڑھا جاتا ہے وہاں سے آواز اندر نہیں جاتی اور روح النبی نہیں لوٹتی ، جبکہ اس حوالے سے ان کے پاس کوئی نص نہیں ہے

ابو یحییٰ نور پوری مضمون روح کی واپسی (کتاب وفات النبی از غلام مصطفیٰ) کے مطابق

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی روح لوٹائے جانے کا تعلق صرف اس شخص سے ہے جو قبر مبارک کے عین قریب جا کر سلام کہے، جیسا کہ علامہ شنقیطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'وَمُجْمِعُونَ أَنَّ ذٰلِكَ يَحْصُلُ لِمَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَرِيبٍ'

"اس بات پر سب متفق ہیں کہ یہ (آپ کا جواب لوٹایا جانا) اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو کہ قریب سے آپ پر سلام کہتا ہے۔"

(أضواء البيان فی ایضاح القرآن بالقرآن:۸/۸۳۸)

ابو یحییٰ نور پوری مضمون روح کی واپسی کتاب وفات النبی از امام نسائی تخریج غلام مصطفیٰ ظہیر میں ہے

روح کی واپسی اور مسئلہ حیات النبی ﷺ

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ'

"(میری وفات کے بعد) جب بھی کوئی مسلمان مجھ پر سلام کہے گا تو اتنی دیر اللہ تعالیٰ میری روح لوٹا دے گا کہ میں اس پر جواب لوٹا دوں۔" (سنن ابی داوٗد:۲۰۴۱)

اس حدیث کی سند کو حافظ نووی رحمہ اللہ (خلاصۃ الاحکام:۱/۴۴۱؛ ح:۱۴۴۰) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (اقتضاء الصراط المستقیم ص:۳۲۴)، حافظ ابن القیم رحمہ اللہ (جلاء الافہام:۱/۵۳)، حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ (تحفۃ المحتاج:۲/۱۹۰) وغیرہم نے "صحیح" اور حافظ عراقی رحمہ اللہ (تخریج احادیث الاحیاء:۱۰۱۳) حافظ ابن الہادی رحمہ اللہ (الصارم المنکی:۱/۱۱۴) نے "جید" کہا ہے، نیز حافظ سخاوی رحمہ اللہ (المقاصد الحسنۃ:۱/۵۸۷)، حافظ عجلونی رحمہ اللہ (کشف الخفاء:۲/۱۹۴) وغیرہ نے اس حدیث کو "صحیح" قرار دیا ہے۔

مذکورہ حدیث تو واقعی کم از کم حسن ہے، لیکن یہ سند منقطع ہے، کیونکہ یزید بن

سب سے واضح بات تو خود امام ابوداوٗد رحمہ اللہ نے اسے قبروں کی زیارت
کے باب میں نقل کر رہے ہیں، جب حدیث اور محدثین کرام کی صراحت سے یہ ثابت
ہو گیا کہ حدیث میں جو روح لوٹ جانے اور جواب لوٹانے کا بیان ہے، اس کا تعلق
صرف حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں کھڑے ہو کر سلام کہنے والے سے ہے، دنیا سے ہر درود و

اہل حدیث اس روایت کے تحت جب بحث کرتے ہیں تو اس بات پر بحث کرنے لگ جاتے ہیں کہ کوئی دور سے سلام کہے تو نہیں لوٹتی لیکن اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں اور یہ بھی کہ قبر پر جا کر کوئی سلام کہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں

نورپوری مزید لکھتے ہیں

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح لوٹائے جانے اور سلام کا جواب دینے کا تعلق صرف اس شخص سے ہے جو قبر مبارک کے عین قریب جا کر سلام کہے ، جیسا کہ علامہ شنقیطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَمُجْمِعُونَ أَنَّ ذٰلِکَ یَحْصُلُ لِمَنْ سَلَّمَ عَلَیْہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ قَرِیبٍ۔

”اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ یہ (آپ کا جواب لوٹایا جانا) اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو کہ قریب سے آپ پر سلام کہتا ہے۔“

(أضواء البیان في إیضاح القرآن بالقرآن : 838/8)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (تفسیر ابن کثیر:621/3) وغیرہ نے بھی اس حدیث کا تعلق اسی شخص سے قائم کیا ہے،جو قریب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہتا ہے

سن ۲۰۱۵ کے شمارہ السنہ ۸۰ ـ ۸۶ جہلم میں ابو یحیٰی نور پوری نے لکھا

فہرست

روح کی واپسی اور مسئلہ حیات النبی ﷺ

حافظ ابو یحییٰ نور پوری

ص ٩٦

جواب لوٹاتے ہیں، خواہ وہ قریب سے سلام کہے یا دور سے، بل کہ یہ حدیث تو صرف قریب سے سلام کہنے والے کے بارے میں ہے، کیونکہ دور سے سلام کہنے والے کے بارے میں آپ ﷺ نے خود صراحتاً یہ بات فرمادی ہے کہ اس کا سلام آپ ﷺ تک فرشتے پہنچاتے ہیں

ص ٩٨

قریب سے مراد حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا ہے :

قریب سے مراد صرف حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا ہے، جہاں آپ ﷺ دفن ہیں

ابو یحییٰ نور پوری کے مطابق کوئی حجرہ مطہرہ میں داخل ہو کر سلام کہہ دے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح فورا لوٹا دی جائے گی - راقم کہتا ہے اس سے حیات النبی کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے لیکن پھر بھی اصرار ہے کہ اس کو حیات النبی نہ کہا جائے

ص ١٠٠

جب خود حدیثِ رسول سے اور محدثین کرام کی صراحت سے یہ ثابت ہو گیا کہ حدیث میں روح لوٹائے جانے اور آپ ﷺ کے جواب دینے کا تعلق صرف حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں کھڑے ہو کر سلام کہنے والے سے ہے، دنیا سے ہر درود و سلام پڑھنے والے سے نہیں تو یہ اس حدیث سے حیاۃ النبی پر استدلال سرے سے باطل ہو گیا، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے لے کر آج تک کوئی دور ایسا نہیں کہ حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہر وقت رسول اللہ ﷺ پر سلام کہا جا رہا ہو۔

گویا نور پوری کے بقول باہر پڑھے گئے سلام کی آواز اندر حجرہ عائشہ میں نہیں جاتی ؟ اس کی کیا دلیل ہے ؟

ص ١١٥

الحاصل :

نبی اکرم ﷺ پر کہا جانے والا سلام دو طرح کا ہے؛ ایک سلامِ تحیہ جو نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کو کیا جاتا تھا اور یہ سلام مسلمان، کافر اور منافق سب کہتے تھے اور نبی اکرم ﷺ اس کا جواب بھی دیتے تھے۔اب بھی حجرۂ عائشہ میں داخل ہو کر قبر مبارک پر سلام کہا جائے تو وہ اسی قبیل سے ہے۔اگر کسی شخص کو حجرہ مبارکہ میں جا کر قبر مبارک پر جا کر سلام کہنے کی سعادت نصیب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کی روح کو لوٹاتے ہیں اور آپ ﷺ خود اس سلام کا جواب دیتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما خصوصی طور پر حجرۂ عائشہ میں جا کر قبر مبارک پر سلام کہتے تھے۔

دوسرا سلام وہ ہے، جس کا مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے۔یہ سلام فرشتوں کے ذریعے اللہ کے نبی ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے اور اس کا جواب اللہ تعالیٰ دس رحمتوں اور بخشش کی صورت میں دیتے ہیں۔

نور پوری کی اس بحث سے معلوم ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جب جب سلام قبر النبی کے پاس کہا ہو گا تو جسد میں روح نبی واپس آئی ہو گی اور چونکہ یہ کام مسلسل نہیں ہوا روح واپس بھی چلی گئی ہو گی - راقم کہتا ہے روایت باطل ہے

پہلے ذکر کیا تھا کہ زبیر علی زئی نے سنن ابوداود دارالسلام (جس پر زبیر علی زئی نے مقدمہ تحقیق میں مارچ ۲۰۰۵ کی تاریخ ڈالی ہے) میں حدیث (۲۰۴۱) کی تحقیق میں اس روایت کو ضعیف لکھا ہے

اسنادہ ضعیف ، اخرجہ احمد عن المقرىء وصححہ ابن الملقن فی تحفة المحتاج ، یزید بن عبد بن قسیط ثبت سماعہ من ابی ھریرة عند البیھقی ، ولکنہ یروی عن التابعین عن الصحابة ، ولم یصرح ھاھنا بالسماع ،فالسند شبہ الانقطاع

اسکی سند ضعیف ہے ، اس کی تخریج احمد نے المقرىء سے کی ہے اور ابن ملقن نے اگرچہ اسے تحفة المحتاج میں صحیح کہا ہے ، یزید بن عبداللہ کا سماع ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیہقی کی ایک روایت میں ثابت ہوتا ہے ، لیکن وہ تابعین کی سند سے صحابہ کی روایات بیان کرتا ہے ،اور یہاں اس سند میں اس نے سماع کی تصریح نہیں کی جس سے سند میں انقطاع کا شبہ ہے

اس کا جواب نور پوری نے اس طرح دیا کہ صرف شبہ کی بنیاد پر اس کو منقطع نہیں کہا جا سکتا

اور کوئی دلیل نہیں کہ طبرانی اوسط میں یزید بن عبداللہ بن قسیط اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ابو صالح کا واسطہ موجود ہے، جبکہ سنن ابی داؤد میں موجود نہیں، اگر طبرانی اوسط والی یہ سند

www.AhleSunnatPk.com

فہرست

ضعیف قرار پاتی ہے تو سنن ابو داؤد کی سند میں موجود انقطاع کی یہ دلیل ختم ہو جائے گی اور پھر اسے منقطع قرار دینا بلا دلیل ہوگا۔

اگر چہ یزید بن عبداللہ بن قسیط ''کثیر الارسال'' ہیں، لیکن صرف یہ شبہ اس سند کے ضعف کی دلیل نہیں ہوگا کہ شاید یہاں بھی انہوں نے ارسال کر کے کوئی واسطہ گرایا ہو اور ڈائریکٹ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کر دیا ہو۔

یعنی نور پوری نے زبیر علی کی تضعیف کو رد کیا

اہل حدیث حضرات کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سنتے نہیں لیکن جواب دیتے ہیں

فہرست

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں درود سنتے ہیں؟

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قبر مبارک میں قریب یا دُور سے سلام سننا قطعاً ثابت نہیں۔ جو لوگ ایسے نظریات رکھتے ہیں، ان کے مزعومہ دلائل کا اصولِ محدثین کی روشنی میں جائزہ پیش خدمت ہے:

راقم کہتا ہے اہل حدیث حضرات جب اس روایت کو صحیح مانتے ہیں اور یہ بھی مان گئے ہیں کہ عند القبر سلام کہنے پر روح لوٹ اتی ہے تو پھر اس کو حیات برزخی کہنے کی کیا شرعی دلیل ہے جبکہ محدث السخاوی نے کہا کہ اس میں رزق بھی دیا جاتا ہے اس سلسلے میں ابن عبد الھادی کا قول پیش کرنا بے کار ہے جو خود ابن تیمیہ کا ہم عصر اور متاخرین میں سے ہے اور اس حیات کو اس نے فلسفے سے برزخی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی لہذا کہا

”یہ مذکورہ معنیٰ (حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ) حدیث میں موجود ہے، نہ ہی یہ حدیث کا ظاہری معنیٰ ہے بلکہ یہ تو اس کے ظاہری معنیٰ کے خلاف ہے، کیونکہ کسی کا سلام کہنے کا ذکر کرنے کے بعد یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ میری روح لوٹا دیتا ہے، اس بات کا مقتضی ہے کہ روح سلام کہنے کے بعد لوٹائی جاتی ہے، یہ الفاظ روح کے جسم میں ہمیشہ رہنے کا تقاضا نہیں کرتے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ بدن کی طرف روح کا لوٹایا جانا اور موت کے بعد جسم کی طرف اس کا واپس آنا اس کے ہمیشہ وہیں رہنے پر دلالت نہیں کرتا، نہ ہی وہ قیامت سے پہلے کسی دوسری زندگی کو مستلزم ہے، جو دنیوی زندگی کی طرح ہو، بلکہ برزخ میں روح کا جسم کی طرف لوٹایا جانا ایک برزخی اعادہ ہے، جو میت سے موت کا نام ختم نہیں کرتا۔

ابن عبد الهادی نے صرف یہ کہا کہ روح انے کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میت کہا جائے گا یہ نرا فلسفہ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے

السبکی ابن تیمیہ کے مخالفین مثلا السبکی اپنی کتاب شفاء السقام میں آیت پیش کرتے ہیں
یا ایھا الذین امنو لا ترفعو اصواتکم فوق صوت النبی........ الخ (پارہ26 الحجرۃ۔

اے ایمان والوں اپنی آواز کو رسول اللہ کی آواز سے بلند نہ کرو

السبکی کے مطابق وفات کے بعد بھی حکم قرآنی روضہ اطہر کے پاس قابل ادب و احترام ملحوظ رکھنے کا متقاضی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں زندہ ہیں

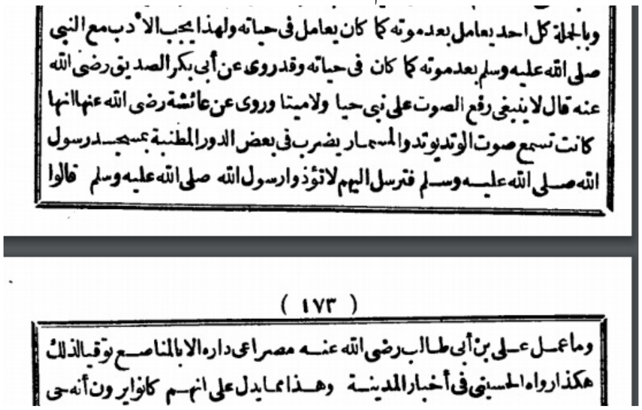

وبالجملة كل احد يعامل بعد موته كما كان يعامل فى حياته ولهذا يجب الأدب مع النبي صلى الله عليه وسلم بعد موته كما كان فى حياته وقد روى عن أبى بكر الصديق رضى الله عنه قال لا ينبغى رفع الصوت على نبى حيا ولاميتا وروى عن عائشة رضى الله عنها انها كانت تسمع صوت الوتد يوتد والمسمار يضرب فى بعض الدور المطنبة بمسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم فترسل اليهم لاتؤذوا رسول الله صلى الله عليه وسلم قالوا

(١٧٣)

وما عمل على بن أبى طالب رضى الله عنه مصراعى داره الا بالمناصع توقيا لذلك هكذا رواه الحسينى فى أخبار المدينة وهذا مما يدل على انهم كانوا يرون أنه حى

ابوبکر الصدیق سے روایت کیا گیا ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز کرنا جائز نہیں نہ زندگی میں نہ حالت میت میں اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب کبھی ان گھروں میں جو مسجد نبوی سے متصل تھے ۔ کسی میخ لگنے یا کیل لگانے کی آواز سنتی تھیں تو یہ حکم بھیجتیں کہ خبردار رسول اللہ کو تکلیف نہ دو اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اسی سے بچنے کے لئے اپنے گھر کے کواڑ باہر جا کر بنوائے تھے ایسا الحسینی نے روایت کیا اخبار مدینہ میں اور تمام دلیلیں ہیں کہ وہ رسول اللہ کو زندہ دیکھتے تھے

کتاب الدرة الثمينة في أخبار المدينة از محب الدين أبو عبد الله محمد بن محمود بن الحسن المعروف بابن النجار (المتوفی: 643ھ) میں عائشہ اور علی رضی اللہ عنہما کی روایت کی سند ہے

أنبأنا يحيى بن أسعد بن بوش، عن أبي علي الحداد، عن أبي نعيم الحافظ، عن جعفر الخلدي، أنبأنا أبو يزيد المخزومي، حدثنا الزبير بن بكار، حدثنا محمد بن الحسن قال: حدثني غير واحد، منهم عبد العزيز بن أبي حازم، ونوفل بن عمارة

قالوا: إن عائشة رضي الله عنها كانت تسمع صوت الوتد والمسمار يضرب في بعض الدور المطنبة بمسجدالنبي صلى الله عليه وسلم، فترسل إليهم: أن لا تؤذوا رسول الله صلى الله عليه وسلم، وما عمل علي بن أبي طالب رضي الله عنه مصراعي داره إلا بالمناصع توقياً لذلك.

اس کی سند منقطع ہے - عبد العزیز بن إبي حازم المتوفی ۱۸۴ ھ اور نوفل بن عمارة (مجهول) نے خبر دی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا (المتوفی ۵۷ ھ یا ۵۳ ھ) جب کیل لگانے کی آواز سنتیں تو ایسا کہتیں - ایک شخص جو ۱۸۴ میں مرا ہو وہ ام المومنین سے کس طرح سنے گا؟ اس لئے سند منقطع ہے اور ساتھ ہی جو ایک سے زائد لوگ ہیں ان کا نام نہیں لیا گیا- اس سند میں اور مسائل بھی ہیں

زبیر بن بکار جس محمد سے روایت لے رہے ہیں وہ محمد بن الحسن بن زبالة ہے اس کو مُحَمد بْن الحسن بْن أَبِي الحسن بھی کہا جاتا ہے - ابن حجر ، إبو داود اس کو کذاب کہتے ہیں اور الدَّارَقُطْنيّ ، النسائی ، الذهبی متروک کہتے ہیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو خبر دی کہ ان کے لئے جنت میں گھر ہے جس میں شور نہ ہو گا- اب یہ کیسے ممکن ہے کہ امہات المومنین جو دنیا و آخرت میں رسول اللہ کی ازواج ہیں وہ جنت میں ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں جہاں پر وقت شور ہی شور ہے اور مومن کا قید خانہ ہے اس میں رسول اللہ ابھی تک ہوں

دیوبندی عالم سرفراز خان صفدر کتاب تسکین الصدور میں غیر مقلد الشوکانی کی عبارت لکھتے ہیں اور تبصرہ کرتے ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ الآیۃ (قرآن کریم)

اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (حدیث شریف)

تَسْكِيْنُ الصُّدُوْر فِيْ

تَحْقِيْقِ اَحْوَالِ الْمَوْتٰى فِي الْبَرْزَخِ وَالْقُبُوْرِ

جس میں قرآن کریم صحیح احادیث اور حضرات سلف صالحین کی واضح عبارات سے قبر کا مفہوم اور راحت و عذاب قبر کے بارے میں اسلامی نظریہ بیان کیا گیا ہے اور صحیح احادیث اور ٹھوس عبارات سے قبر میں اعادۂ روح پر نفیس اور مدلل بحث کی گئی ہے نیز حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور میں حیات اور عند القبور ان کے سماع پر واضح دلائل اور براہین سے تحقیق کی گئی ہے اور عام سماع موتٰی پر بھی مختصر مگر اصولی بحث کی گئی ہے اور مسئلہ توسل پر بھی بحمد اللہ تعالیٰ سیر حاصل اور باحوالہ بحث کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں کئے گئے جملہ اعتراضات کے کتب تفسیر و عقائد شروح حدیث اور فقہ سے بفضلہ تعالیٰ مسکت جوابات عرض کئے گئے ہیں نیز اس طبع میں تسکین الصدور پر کئے گئے قابل توجہ اعتراضات کا بھی خوب جائزہ لیا گیا ہے۔ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ۔

مؤلفہ

ابو الزاھد محمد سرفراز خان صفدر خطیب جامع مسجد گکھڑ و صدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ناشر

مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

انہ صلی اللہ علیہ و الہ و سلم حی فی قبرہ بعد موتہ کما فی حدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم و قد صححہ البیھقی و الف فی ذلک جزء ا قال الاستاذ ابو منصور البغدادی قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم حی بعد وفاتہ انتھی و یوید ذالک ما ثبت ان الشھداء احیاء یرزقون فی قبورھم و النبی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم منھم اھ

(نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۰۱ طبع مصر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور بیہقیؒ نے اس کی تصحیح کی ہے اور اس مسئلہ میں انہوں نے ایک رسالہ بھی لکھا ہے۔ استاذ ابو منصور البغدادیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب میں محقق متکلمین کا ارشاد ہے کہ آنحضرت ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں۔ ان کا بیان ختم ہوا۔ اور اس کی تائید یہ بات بھی کرتی ہے کہ شہداء زندہ ہیں اور قبروں میں ان کو رزق دیا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہید ہیں۔

پہلے صحیح روایت کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید تھے۔ اور حافظ ابن حجرؒ سے نظر اور دلالۃ النص کی دلیل سے بھی یہ ثابت ہو چکا ہے اور قرآن کریم کی نص سے شہداء کی زندگی ثابت ہے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بھی ثابت ہے کہ آپؐ قبر مبارک میں زندہ ہیں۔

http://muwahid.xtgem.com

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کرنے کے لئے ان کو شہید قرار دیا گیا

سرفراز خان صفدر نے اپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین الصدور میں شوکانی کی طرح شہید قرار دیا

آپ کی وفات کے وقت اس زہر کا خاصا اثر تھا اور عالم اسباب میں آپ کی وفات کا سبب وہ زہر بلاہل ہے اس لیے آپ شہید بھی ہوئے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔

لان احلف تسعا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتل قتلا احب الی من احلف واحدۃ انہ لم یقتل وذلک ان اللہ اتخذہ نبیا واتخذہ شہیدا۔ (مستدرک جلد ۳ ص ۵۸ قال الحاکم و الذہبی صحیح علی شرطہما و مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۱)

یہ کہ میں نو دفعہ قسم اٹھاؤں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوئے مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ایک دفعہ یہ قسم اٹھاؤں کہ آپ قتل نہیں کیے گیے اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بھی بنایا اور شہید بھی۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت کا رتبہ بھی عنایت فرمایا ہے۔

غلام مصطفیٰ ظہیر کتاب وفات النبی از امام نسائی میں تخریج میں اس روایت کو رد کرتے ہیں[32]

62 وفاۃ النبی ﷺ

کیے گئے، کیونکہ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو اپنا نبی بھی بنایا ہے اور شہید بھی قرار دیا ہے۔" (مسند الامام احمد:۳۸۱/۱؛ دلائل النبوۃ للبیہقی:۱۷۲/۷)

امام حاکم رحمہ اللہ (۵۸/۳) نے اس روایت کو بخاری و مسلم کی شرط پر "صحیح" کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

تبصرہ:

اس کی سند سلیمان بن مہران الاعمش کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فائدہ:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

'لَأَنْ أَحْلِفَ بِاللّٰهِ تِسْعًا، إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُتِلَ قَتْلًا، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَحْلِفَ وَاحِدَةً، وَذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اتَّخَذَهُ نَبِيًّا، وَجَعَلَهُ شَهِيدًا'

"ایک کی جگہ مجھے نو مرتبہ اس بات کی قسم اٹھانا زیادہ پسند ہے کہ نبی کریم ﷺ شہید

لیکن لکھتے ہیں خیبر میں جو زہر دیا گیا تھا اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں

ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی موت طبعی نہیں تھی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شہادت باسعادت کے منصب پر فائز کیا۔

یہ ان کے بیانات ہیں - کیا نبی کا درجہ شہید سے بلند نہیں ؟ یقینا ہے ، تو آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید قرار دینا کیا ان کی شان اقدس میں کمی کے مترادف نہیں ہے ؟ یقینا یہ بات صحیح نہیں ہے — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ تو شہید سے بہت بلند ہے- یہ تمام بحث اس لئے چھیڑی گئی ہے تاکہ قبر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شہداء کی طرح زندہ قرار دیا جائے — اس کو حیات برزخی کی تعبیر دی جائے یا دنیاوی حیات کہا جائے لیکن یہی ثابت کیا جائے کہ انبیاء اب تک قبروں میں ہی ہیں

محمد الیاس گھمن اپنی کتاب فرقہ مماتیت کا تحقیقی جائزہ میں لکھتے ہیں

امام ابو بکر احمد بن حسین البیہقی (م458ھ) لکھتے ہیں:

وهذ إنما يصح على أن الله جل ثناؤه رد إلى الأنبياء عليهم السلام أرواحهم فهم أحياء عند ربهم كالشهداء۔

(حیاۃ الانبیاء صلوات اللہ علیہم: ص111)

ترجمہ: یہ بات بالکل درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی ارواح ان کی طرف لوٹا دی ہیں، اس لیے وہ اپنے رب کے ہاں شہیدوں کی طرح زندہ ہیں ۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ

محترم قارئین کرام!

اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام وفات ظاہری کے بعد اپنی قبروں میں بتعلقِ روح زندہ ہیں، ان کے اجسادِ مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں، صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلّف نہیں ہیں لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے اسے بلاواسطہ سنتے ہیں اور اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے ان کی خدمت میں پہنچا دیتے ہیں۔

✪ ورواتہ ثقات

"ردِروح" کا مطلب:

اس حدیث میں "ردروح" سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ فرماتے ہیں اور قوت گویائی عطا فرماتے ہیں۔

منظور نعمانی : الیاس گھمن اپنی کتاب فرقہ مماتیت کا تحقیقی جائزہ میں منظور نعمانی کے حوالے سے لکھتے ہیں

(5): مولانا نعمانی کا حوالہ:

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (م1417ھ) معارف الحدیث:

ج5 ص238 ص239 پر اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اس لئے حدیث کا یہ مطلب کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلوانے کے لئے اس میں روح ڈال دیتا ہے، اس بناء پر اکثر شارحین نے "رِدِ روح" کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی و جلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے (اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے) پھر جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہِ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اِذن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

اصل میں یہ امت کا غلو ہے اور غم کی نفسیاتی کیفیت ہے کہ اپنے نبی کی وفات اس کو قبول نہیں ہو رہی ایسی کیفیت عمر رضی اللہ عنہ پر بھی چند گھنٹوں رہی لیکن زائل ہو گئ تھی

اب صورت حال یہ ہوئی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں مسلسل زندہ ہیں روح جسد سے الگ نہیں محدث ابن حجراور السبکی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں رزق دیا جاتا ہے محدث السخاوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ہر وقت قبر میں نہیں نجدی مفتی ابا بطین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں سنتے بھی ہیں سعودی مفتی بن باز

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح جسد میں اتی ہے لیکن سنتے نہیں بولتے ہیں البانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل زندہ ہیں قوت نطق یا گویائی دی جاتی ہے المناوی و سیوطی و الیاس گھمن

رسول اللہ کی قبر میں زندگی پر کوئی صحیح حدیث نہیں ابا بطین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اور دیگر انبیاء) کی روح قبر میں بدن میں آنا فانا اتی جاتی رہتی ہیں ابن تیمیہ

یعنی ایک طرف تو کہا جا رہا ہے کہ رسول اللہ کی وفات ہوئی دوسری طرف ان میں عود روح بھی کرایا جا رہا ہے اس طرح متضاد روایات میں ایک نرالی تطبیق پیدا کی جاتی ہے جو **التَّنَاوُشُ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ** یا دور کی کوڑی کی شکل ہے- واضح رہے کہ سلام کہنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح لوٹائے جانے والی روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب کی جاتی ہے جبکہ وہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق ابو ہریرہ خود رسول اللہ کی روح دنیا سے نکل جانے کے قائل ہیں- ایک طرف تو علماء کہتے ہیں کہ رسول اللہ کی قبر میں زندگی برزخی ہے دوسری طرف ان کو قبر میں نماز بھی پڑھواتے ہیں- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد احادیث میں ہے کہ انبیاء جنتوں میں ہیں- شب معراج وہیں ملاقات ہوئی اور جنت میں موسی و آدم کے کلام کا ذکر بھی احادیث میں ہے خود زندہ نبی عیسیٰ علیہ السلام بھی جنت میں ہیں ـ مسلم کی اوپر والی جنت کا دروازہ کھولنے والی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر روز محشر اللہ کا خاص انعام ہے جہاں تمام بنی نوع آدم کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے- صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کا عمل پیش ہونے کا عقیدہ

سلام اسلامی معاشرت کا شعار ہے. مسلم کی حدیث ہے کہ
عَنْ اَبِیْ هُرَیْرۃَرَضِی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللُّہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حتّٰی تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حتّٰی تَحَابُّوا، اَولَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی شيءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْہُ تَحَابَبْتُمْ؟ اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ . (روا ہ مسلم

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ جب تک تم ایمان نہ لاؤ جنت میں داخل نہیں ہو سکتے اور تم ایمان نہیں لاؤ گے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جب تم وہ کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو؟ فرمایا کہ تم اپنے درمیان سلام کو پھیلاؤ

معلوم ہوا کہ سلام کا تعلق ادب سے ہے اور ایک دوسرے کے لئے دعائیہ کلمات ہیں. ہم براہ راست اللہ سے دوسرے شخص کے لئے دعا کر سکتے ہیں لیکن اس صورت میں دوسرے شخص کو ہمارے خلوص کا پتا نہیں چلے گا لہٰذا معاشرت میں خلوص کی وجہ سے اس کی تلقین کی گئی ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے لئے دعا کریں . ہم خط لکھ کر دوسرے شخص کو بھیجتے ہیں اس میں بھی یہی خلوص مقصد ہوتا ہے . لیکن جب کوئی شخص انتقال کر جائے تو اس کی نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے اور دعائیہ کلمات میت کو سنانا مقصد نہیں ہوتا، نہ ہی اس میت سے واپس جواب کی امید کی جاتی ہے. میت کو تو پتا بھی نہیں ہوتا کہ کس نے اس کی تعریف کی اور کس نے برائی ، کس نے نماز جنازہ پڑھی اور کس نے نہیں، کس نے غسل دیا اور کس نے کفن دیا- اسلامی معاشرت کے تحت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو سلام کیا اور صحابہ نے آپ کو. پھر نبی کے لئے درود یعنی رحمت کی دعا کرنے کا اللہ نے حکم دیا- جب ہم اللہ کے نبی

پر درود پڑھتے ہیں تو ہمارا مقصد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنانا نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی بارگاہ میں نبی کے لئے دعائے رحمت مقصود ہوتی ہے. نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں درود جھر (بلند آواز) سے پڑھنے کا حکم نہیں دیا ورنہ کسی کا خیال ہو سکتا تھا کہ صحابہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو درود سناتے تھے۔ اگر درود پیش ہونا ہی حقیقت ہوتا تو نماز کا درود جھر سے پڑھا جاتا تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سن سکیں کہ کون امتی درود پڑھ رہا ہے اور کون منافق ہے۔ ہمارے تمام اعمال کی تفصیل فرشتے لکھتے ہیں اور اللہ تک پہنچاتے ہیں اس سے کسی کو انکار نہیں لیکن دنیا میں جو بھی کام ہوتے ہیں کیا وہ اللہ تک نہیں جاتے ؟

اللہ تعالی تو قرآن کہتا ہے

أَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۗ وَجَعَلُواْ لِلَّهِ شُرَكَآءَ۔

تو کیا جو (اللہ) ہر متنفس کے اعمال کا نگراں (ونگہباں) ہے (وہ تمہارے معبودوں کی طرح بےعلم وبےخبر ہوسکتا ہے) اور ان لوگوں نے اللہ کے شریک مقرر کر رکھے ہیں۔ سورۃ الرعد ۳۳

يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۗ۔

ہر متنفس جو کچھ کر رہا ہے وہ اسے جانتا ہے۔ سورۃ الرعد۴۲

وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِۦ خَبِيرًۢا بَصِيرًا

اور تمہارا پروردگار اپنے بندوں کے گناہوں کو جاننے اور دیکھنے کیلئے کافی ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل۱۷

وَإِلَى ٱللَّهِ تُرْجَعُ ٱلْأُمُورُ

اور سب کاموں کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔ سورۃ البقرہ ۲۱۰

وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ ٱلْأَمْرُ كُلُّهُۥ

اور تمام امور کا رجوع اسی کی طرف ہے۔ سورۃ ہود ۱۲۳

وَلِلَّهِ عَٰقِبَةُ ٱلْأُمُورِ

اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے ۔ سورۃ الحج ۴۱

وَإِلَى ٱللَّهِ عَٰقِبَةُ ٱلْأُمُورِ

اور (سب)کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے ۔ سورۃ لقمان۲۲

أَلَآ إِلَى ٱللَّهِ تَصِيرُ ٱلْأُمُورُ

دیکھو سب کام اللہ کی طرف رجوع ہوں گے ۔ سورۃ الشوریٰ۵۳

آیات اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہیں. دینا کیا چیز ہے -- اس کے جج، حاکم، شہنشاہ سب کے اعمال اللہ کے حضور پیش ہو رہے ہیں. صحیح مسلم کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے کہ اس دن اعمال اللہ کے پاس پیش ہوتے ہیں

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ

عُرِضَتْ عَلَيَّ أَعْمَالُ أُمَّتِي حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا، فَوَجَدْتُ فِي مَحَاسِنِ أَعْمَالِهَا الْأَذَى يُمَاطُ عَنِ الطَّرِيقِ، وَوَجَدْتُ فِي مَسَاوِي أَعْمَالِهَا النُّخَاعَةَ تَكُونُ فِي الْمَسْجِدِ، لَا تُدْفَنُ

ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نےفرمایا کہ میری امت کے اچھے اور برے تمام اعمال میرے سامنے لائے گئے تو راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا میں نے اچھے اعمال میں پایا اور برے اعمال میں میں نے وہ تھوک اور بلغم دیکھا جو مسجد سے صاف نہ کیا گیا ہو

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے ان اعمال کی خبر زندگی میں ہی دی گئی تاکہ نیک اور برے اعمال سے امت کو باخبر کر سکیں لیکن وفات کے بعد اعمال پیش ہونے کا فائدہ کیا ہے کسی صحیح حدیث میں بیان نہیں ہوا

ابن حجر عسقلانی فتح الباری (ج ۸، ص۱۴۹) میں لکھتے ہیں

قَالَ الْخَطَّابِيُّ زَعَمَ بَعْضُ مَنْ لَا يُعَدُّ فِي أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ الْمُرَادَ بِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَا كَرْبَ عَلَى أَبِيكِ بَعْدَ الْيَوْمِ أَنَّ كَرْبَهُ كَانَ شَفَقَةً عَلَى أُمَّتِهِ لِمَا عَلِمَ مِنْ وُقُوعِ الْفِتَنِ وَالِاخْتِلَافِ وَهَذَا لَيْسَ بِشَيْءٍ لِأَنَّهُ كَانَ يَلْزَمُ أَنْ تَنْقَطِعَ شَفَقَتُهُ عَلَى أُمَّتِهِ بِمَوْتِهِ وَالْوَاقِعُ أَنَّهَا بَاقِيَةٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لِأَنَّهُ مَبْعُوثٌ إِلَى مَنْ جَاءَ بَعْدَهُ وَأَعْمَالُهُمْ تُعْرَضُ عَلَيْهِ

خطابی نے کہا کہ نبی علیہ السلام نے فاطمہ سے وفات سے کچھ پہلے کہا تھا کہ لا کرب علی ابیک بعد الیوم (یعنی اے فاطمہ تمہارے والد کو آج کے دن کے بعد اب کوئی تکلیف نہیں ہوگی) بعض وہ لوگ جن کا شمار اہل علم میں نہیں ہوتا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم دیا گیا تھا کہ ان کے بعد ان کی امت میں فتنے اور اختلافات پیدا ہوں گے، امت پر شفقت و محبت کی وجہ سے آپ کو اس کی فکر رہتی تھی، یہ فکر آپ کی تکلیف کا باعث تھی اب چونکہ آپ دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں لہٰذا آپ کی یہ فکر بھی دور ہو رہی ہے، اس حدیث میں تکلیف سے یہی مراد ہے، حالانکہ یہ بالکل بے سروپا

بات ہے، اس لیے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ امت پر نبی کی شفقت و محبت آپ کی وفات کے ساتھ ہی منقطع اور ختم ہو جائے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی امت پر آپ کی شفقت و محبت قیامت تک باقی ہے، کیونکہ آپ ان لوگوں کے لیے بھی مبعوث کیے گئے ہیں جو آپ کے بعد آئیں گے اور ان کے اعمال آپ پر پیش کیے جائیں گے

علماء نے یہ عقیدہ تو لیا کہ امت کا عمل نبی پر پیش ہوتا ہے لیکن اس کے پیچھے جو روایات ہیں ان کا تجزیہ نہیں کیا

زاذان الکندی کی ایک روایت

زاذان[33] ، عبدللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت نقل کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ زَاذَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ

ان لله ملائكة سياحين يبلغوني عن امتي السلام

بے شک اللہ کے سیاح فرشتے ہیں جو میری امت کا سلام مجھ تک لاتے ہیں

اس روایت میں کئی علتیں ہیں

پہلی علت : زاذان کا عبدللہ ابن مسعود سے سماع نہیں ہے

الذہبی کتاب معجم الشیوخ الکبیر میں اپنے شیخ إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَاتِمٍ الْفَقِيهُ الْقُدْوَةُ أَبُو إِسْحَاقَ الْبَعْلَبَكِّيُّ إِمَامُ مَسْجِدِ بِطَاعِنٍ کا ذکر کرتے ہیں

اور روایت إِنَّ لِلَّهِ فِي الأَرْضِ مَلائِكَةً سَيَّاحِينَ يُبْلِغُونَنِي عَنْ أُمَّتِي السَّلامَ پر لکھتے ہیں

عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ زَاذَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِنَّ لِلَّهِ فِي الأَرْضِ مَلائِكَةً سَيَّاحِينَ يُبْلِغُونَنِي عَنْ أُمَّتِي السَّلامَ»
.أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ مِنْ عِدَّةِ أَوْجُهٍ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، رَوَاهُ أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ زَاذَانَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَلَمْ يُدْرِكْهُ

اس کی تخریج کی ہے نسائی نے مختلف طرق سے عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، رَوَاهُ أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ زَاذَانَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ سے اور

اس (زاذان) کی ان (ابن مسعود) سے ملاقات نہیں

الذہبی کتاب تلخیص کتاب الموضوعات لابن الجوزی میں لکھتے ہیں

حَدِيث: " ذهَاب الْبَصَر مغْفرَة للذنوب وَذَهَاب السّمع مغْفرَة للذنوب وَمَا نقص من الْجَسَد فعلى قدر ذَلِك " فِيهِ دَاوُد بن الزبْرِقَان واه عَن مطر الْوراق عَن هَارُون بن عنترة عَن عبد الله بن السَّائِب عَن زَاذَان عَن ابْن مَسْعُود وَلم يُدْرِكهُ.

ابن الجوزی کی کتاب پر تلخیص میں الذھبی ایک روایت میں علت بتاتے ہیں کہ زاذان ، ابن مسعود سے نہیں ملا

زاذان نے ابن مسعود کے ہاتھ پر توبہ کی تھی کسی افسانے سے کم نہیں

کتاب تنبیہ الغافلین بأحادیث سید الأنبیاء والمرسلین از إبو اللیث نصر بن محمد بن إحمد بن إبراہیم السمرقند کے مطابق

وَرُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، أَنَّهُ مَرَّ ذَاتَ يَوْمٍ فِي مَوْضِعٍ مِنْ نَوَاحِي الْكُوفَةِ، فَإِذَا الْفُسَّاقُ قَدِ اجْتَمَعُوا وَهُمْ يَشْرَبُونَ الْخَمْرَ وَفِيهِمْ مُغَنٍّ يُقَالُ لَهُ زَاذَانُ

روایت کیا جاتا ہے ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ ایک دن کوفہ کے نواحی علاقے میں سے گزرے جہاں بہت سے فاسق جمع ہوتے اور شراب پیتے اور ان میں ایک گویا زاذان تھا

عبدللہ ابن مسعود نے ان شرابیوں پر حد کیوں نہیں لگوائی اور یاد رہے کہ یہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا دور ہے جس میں کیا اس طرح کا ماحول تھا عجیب بات ہے. شرابیوں اور اس گویے کو تو ان کو دیکھ کر بھاگ جانا چاہیۓ تھا لیکن عبدللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ جاتے اور نصیحت کرتے. وآہ بہت خوب ! کیا صوفیآنہ انداز ہے ، یہی وجہ ہے اس واقعہ کا ذکر تنبیہ الغافلین نامی کتاب میں ملتا ہے

یہ قصہ سندا ثابت نہیں اگر کسی کے علم میں ہو تو ہمیں بتاۓ- الذھبی کا یہ کہنا کہ زاذان ، ابن مسعود سے نہیں ملا ظاہر کرتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ فسانہ ہے-

کتاب الفوائد والزهد والرقائق والمراثیاز أبو محمد جعفر بن محمد بن نصير بن قاسم البغدادي المعروف ـ الخلدي المتوفی ۳۴۸ ھ کے مطابق اس واقعہ کی سند ہے

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْقَطَّانُ الْفَارِسِيُّ بِالْفَارِسِيَّةِ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنْ زَاذَانَ، قَالَ: كُنْتُ فَتًى حَسَنَ الصَّوْتِ، جَيِّدَ الضَّرْبِ بِالطُّنْبُورِ، فَكُنْتُ أَنَا وَأَصْحَابِي فِي رُوَيْضَةٍ، قُدَّامَنَا بَاطِيَّةٌ، فِيهَا

نَبِيذٌ، فَدَخَلَ عَلَيْنَا رَجُلٌ، فَضَرَبَ الْبَاطِيَّةَ بِرِجْلِهِ فَأَلْقَاهَا، ثُمَّ تَنَاوَلَ الطُّنْبُورَ فَكَسَرَهُ، ثُمَّ قَالَ: «يَا غُلَامُ، لَوْ كَانَ مَا أَسْمَعُ مِنْ حُسْنِ صَوْتِكَ بِالْقُرْآنِ، كُنْتَ أَنْتَ أَنْتَ» ، ثُمَّ ذَهَبَ، فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي: مَنْ هَذَا؟ فَقَالُوا مَا تَعْرِفُ هَذَا؟ قُلْتُ: لَا قَالُوا: هَذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ فَأَلْقَى اللَّهُ فِي قَلْبِي التَّوْبَةَ، فَتَبِعْتُهُ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ إِلَى مَنْزِلِهِ، فَكَلَّمْتُهُ، قَالَ: «مَنْ أَنْتَ؟» قُلْتُ: أَنَا صَاحِبُ الطُّنْبُورِ، قَالَ: «مَرْحَبًا بِمَنْ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ» ، ثُمَّ قَالَ: «اجْلِسْ» ، فَأَخْرَجَ إِلَيَّ تَمْرَةً، فَقَالَ: «كُلْ، فَلَوْ كَانَ عِنْدَنَا غَيْرُ هَذَا لَأَخْرَجْنَاهُ لَكَ»

اس کی سند میں مجھول راوی ہے لہذا یہ واقعہ ایک افسانہ ہی ہے

دوسری علت : سفیان ثوری مدلس ہیں اور عن سے روایت کرتے ہیں

احمد کا قول تہذیب الکمال میں ہے جس کے مطابق عبد اللہ بن السائب الکندی، الشیبانی، الکوفی سے الثوری نے صرف تین روایات سنی ہیں

وقال: أحمد بن حنبل: سمع منه الثوري ثلاثة أحاديث. «تہذیب الکمال» 14/ (3289

عبداللہ کی کتاب **العلل ومعرفة الرجال** میں موجود ہے

سَمِعت أبي يَقُول قَالَ يحيى بن سعيد مَا كتبت عَن سُفْيَان شَيْئا إِلَّا مَا قَالَ حَدثنِي أَو حَدثنَا إِلَّا حديثين ثمَّ قَالَ أبي حَدثنَا يحيى بن سعيد عَن سُفْيَان عَن سماك عَن عِكْرِمَة ومغيرة عَن إِبْرَاهِيم فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ قَالَا هُوَ الرجل يسلم فِي دَار الْحَرْب فيقْتل فَلَيْسَ فِيهِ دِيَة فِيهِ كَفَّارَة قَالَ أبي هَذَيْن الْحَدِيثين الَّذِي زعم يحيى أَنه لم يسمع سُفْيَان يَقُول فيهمَا حَدثنَا أَو حَدثنِي

عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے باپ احمد نے کہا کہ یحیٰی بن سعید نے کہا میں نے سفیان سے کچھ نہ لکھا سوائے اس کے جس میں انہوں نے حدثنی یا حدثنا بولا - اور دو حدیثین ہیں (جن میں انہوں نے تحدیث نہیں کی)- قَالَ أبي حَدثنَا يحيى بن سعيد عَن سُفْيَان عَن سماك عَن عِكْرِمَة ومغيرة عَن إِبْرَاهِيم فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ قَالَا هُوَ الرجل يسلم فِي دَار الْحَرْب فيقْتل فَلَيْسَ فِيهِ دِيَة فِيهِ كَفَّارَة عبد اللہ نے کہا میرے باپ نے کہا یہ دو حدیثین ہیں جن پر یحیٰی کا دعوی ہے ان کو سفیان نے نہیں سنا اور ان میں حدثنا اور حدثنی کہا ہے

کتاب الجرح و التعدیل از ابن ابي حاتم میں ہے

حدثنا عبد الرحمن نا صالح بن أحمد بن حنبل نا علي – يعني ابن المديني – قال سمعت يحيى – يعني ابن سعيد – قال: أنكر سفيان في حديث عبد الله بن السائب عن زاذان (والأمانة في كل شئ في الوضوء وفي الركوع) قال سفيان: أنا ذهبت بالأعمش إلى عبد الله بن السائب

یحیٰی بن سعید نے سفیان کی روایت کا انکار کیا حدیث (والأمانة في كل شئ في الوضوء وفي الركوع) جو عبد اللہ بن السائب عن زاذان سے ہے- سفیان نے کہا میں اعمش کے ساتھ عبد اللہ بن السائب کے پاس گیا تھا

یعنی عبد اللہ بن السائب عن زاذان کی سند سے روایات کو امام یحیٰی بن سعید نے رد کیا - خود عبد اللہ بن السائب پر امام احمد کا کوئی قول نہیں ہے نہ جرح ہے نہ تعدیل ملتی ہے

کہا جاتا ہے أَبُو إِسْحَاقَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِسْحَاقَ الْقَاضِي المتوفی ٢٨٢ ھ کی کتاب فضل الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم میں سماع کی دلیل ہے

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: ثنا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ زَاذَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ هُوَ ابْنُ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ لِلَّهِ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ»

اس سند میں سفیان الثوری، عبداللہ بْنُ السَّائِبِ سے روایت تحدیث کے ساتھ لے رہے ہیں - لیکن اس سے پہلے کسی بھی سند میں یہ تحدیث کیوں چھپا کر رکھی گئی یہاں تک کہ ان صاحب أَبُو إِسْحَاقَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِسْحَاقَ الْقَاضِي سے پہلے کسی کو نہ ملی یہ خود ١٩٩ ھ میں پیدا ہوئے اور ان سے پہلے تمام محدثین اس تحدث سے لا علم وفات پا گئے- سفیان ثوری مدلس ہیں اور ان کا عن سے روایت کرنا مشکل میں ڈالتا ہے - ظاہر ہے کہ کسی کو اس تحدیث کا پتا ہوتا تو اس کی سند اتنی خفیہ نہ ہوتی بلکہ أَبُو إِسْحَاقَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِسْحَاقَ الْقَاضِي کی کتاب سے پہلے بھی کسی نہ کسی کتاب میں ہوتی-

پہلی بات یہ کہ یحییٰ نے سفیان سے اس روایت کو لیا ہے جہاں تحدیث نہیں ہے ۔

مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار میں اسی زاذان والی روایت کی سند ہے

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: نا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ زَاذَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

اس کی سند میں سفیان عن عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ ہے اگر سفیان نے حدثني بولا ہوتا تو اس سند میں کیوں نہیں جبکہ سفیان کی تدلیس کو ختم کرنا ضروری ہے؟ ظاہر ہے کہ سفیان نے حدثني بولا ہی نہیں ورنہ یحییٰ بن سعید جیسے عظیم محدث اس قسم کی غلطی نہیں کرتے۔ سوال ہے کہ یحییٰ بن سعید نے عمرو بن علی کو روایت سنائی تو سفیان کا حدثنی کہنا کیوں چھپایا ہمیں یحییٰ بن سعید پر بھروسہ ہے کہ ان سے یہ غلطی نہیں ہو سکتی

دوم یحییٰ بن سعید نے یہ دعوی بھی کیا ہے کہ سفیان جو روایت سنتے نہیں تھے اس میں بھی **حدثنا اور حدثنی** کہہ دیتے تھے اس کی انھوں نے مثال دی۔

اب یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کہ امام سفیان باوجود اس کے کہ انہوں نے حدیث سنی نہیں ہوتی تھی اس پر بھی حدثنی کہہ دیتے تھے –اس علم کے بعد سفیان پر کذب کا فتوی جاری کیوں نہیں ہوا؟ یہ محدثین نے وضاحت نہیں کی کیونکہ اگر راوی نے سنا نہ ہو اور وہ حدثنی کہے تو یہ سراسر جھوٹ ہے

اب جب عالم یہ ہو تو احتیاط کا تقاضہ کیا ہے ؟ کیا اس روایت پر عقیدہ محفوظ ہے ؟

تیسری علت : زاذان بدعتی شیعہ ہے

زاذان اہل تشیع کے مطابق کٹر شیعہ ہیں اور ابو بکر و عمر کی تنقیص کرتے ہیں اس کا ذکر بشار عواد المعروف نے تہذیب الکمال کے حاشیہ میں بھی کیا ہے

شیعہ عالم ابن داوود الحلی کتاب رجال ابن داود میں کہتے ہیں

أبو عمرو الفارسی زاذان، بالزاي والذال المعجمتين ى (جخ) خاص به

زاذان، علی کے خاص اصحاب میں سے ہے

رجال البرقي کے مطابق بھی زاذان خاص تھے

کہا جاتا ہے یہ قبیلہ مضر کا تھا

شیعہ عالم کتاب الکنی والالقاب ج 1 از عباس القمی لکھتے ہیں

نقل الاغا رضا القزويني في ضيافة الاخوان عن القاضي ابی محمد ابن ابي زرعة الفقيه القزويني ان زاذان كان من اصحاب امير المؤمنين " ع " وقتل تحت رايته ثم انتقل اولاده إلى قزوين. قال الرافعي زاذانية قبيلة في قزوين فيهم أئمة كبار من المتقدمين و المتأخرين انتهى

آغا رضا القزويني نے ضیافۃ الاخوان میں القاضي ابی محمد ابن ابي زرعة الفقيه القزويني سے روایت کیا ہے کہ زاذان امیر المومنین علی کے اصحاب میں تھا اور ان کے جھنڈے تلے قتل ہوا پھر اس کی اولاد قزوین منتقل ہوئی اور الرافعي نے کہا کہ زاذانية قبیلہ ہے قزوین میں جس سے بہت متقدمین اور متاخرین میں بہت سے (شیعہ) علماء آئے ہیں

اہل سنت میں ابن حجر نے بھی اس کو متشیع قرار دیا ہے – اسی طرح اندلس کے مشہور محدث امام إحمد بن سعيد بن حزم الصدفی المنتجالی نے زاذان کو اصحاب علی میں شمار کیا ہے – الکمال از مغلطای میں ہے

وفي «كتاب المنتجالي»: زاذان أبو عمر كان صاحب علي

یاد رہے کہ امام إحمد بن سعيد بن حزم الصدفی المنتجالی ، امام ابن حزم (علي بن إحمد بن سعيد بن حزم بن غالب) کے والد ہیں جو ایک عظیم محدث ہیں – اندلس کے محدثین زاذان کی روایت کردہ عود روح والی روایت کو رد کرتے تھے

ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ نے اس بات کا ذکر کتابچہ ایمان خالص میں کیا تھا

دراصل قبر میں مردے کے جسم میں روح کے لوٹائے جانے کی روایت شریعت ِ جعفریہ کی روایت ہے جو اس روایت کے راوی زاذان (شیعہ) نے وہاں سے لے کر براء بن عازب سے منسوب کر دی ہے۔

(ایمانِ خالص ، دوسری قسط،ص : 18)

اس پر مولویوں نے ایک واویلا مچا دیا کہ زاذان کو اہل سنت میں سے کسی نے شیعہ نہیں کہا لہذا ڈاکٹر صاحب نے دلیل دی کہ اس کو ابن حجر نے تقریب التہذیب میں شیعہ قرار دیا ہے- ابن حجر نے

تقریب التہذیب میں کہا ہے

فيه شيعية

اس میں شیعیت ہے

اس پر زاذان کے کرم فرماؤں نے مزید خامہ فرسائی کی اس کا ذکر بھی ہونا چاہیے

ایک غیر مقلد مولوی صاحب نے لکھا

فيه شيعية (اس میں شیعیت ہے۔) تو اب کے شیعیت کو شیعہ بنانے والوں کو کچھ نہ کچھ تو ضرور حاصل ہوگا، کیونکہ یہ بھی تو ایک کارنامہ ہی ہے نا

http://www.urdufatwa.com/index.php?/Knowledgebase/Article/View/4888/156/

دوسری غیر مقلد مولوی رفیق طاہر صاحب لکھتے ہیں

احمد بن حجر جنہوں نے زازان پر شیعہ ہونے کی تہمت لگائی ہےاور یہ بھی نہیں کہا کہ وہ شیعہ ہے بلکہ یہ کہا ہے : 'فیہ تشیع قلیل' اس کے اندر تھوڑا سا تشیع ہے ، تھوڑی سی شیعیت ہے

http://www.urduvb.com/forum/showthread.php?t=18614

اپ دیکھیں کس قدر دھوکہ ہے کہ ابن حجر کے الفاظ تک تبدیل کر دے ہیں کہ **فيه شيعية** کو **فیہ تشیع قلیل** بنا دیا اور یہ حوالہ بھی نہیں دیا کہ کس کتاب سے اس کو اخذ کیا

مولانا نیاز احمد جن کا ڈاکٹر عثمانی کی تنظیم سے کچھ لینا دینا نہیں ہے وہ فيه شيعية کا ترجمہ کرتے ہیں

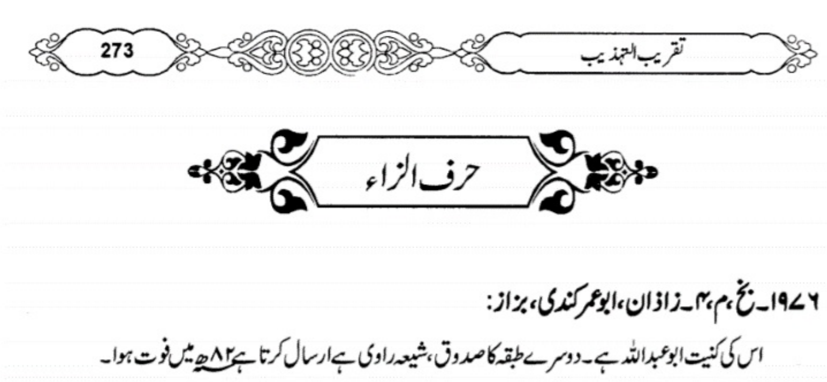

273 تقریب التہذیب

حرف الزاء

۱۹۷۶۔بخ،م،۴۔زاذان،ابوعمر کندی،بزاز:

اس کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔دوسرے طبقہ کا صدوق،شیعہ راوی ہے ارسال کرتا ہے ۸۲ھ میں فوت ہوا۔

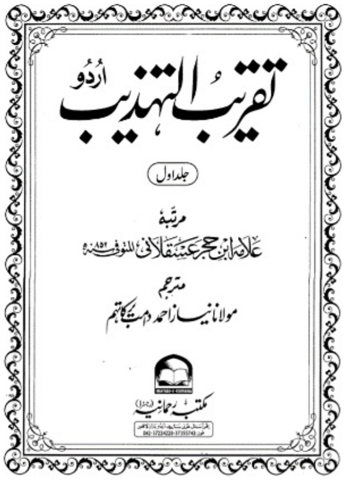

ابو جابر دامانوی کتاب دین الخالص میں اثر پیش کرتے ہیں

١٨١ ــ (أخبرنا) عمر بن عون عن خالد بن عبد الله، عن عطاء بن السائب، عن أبي البختري وزاذان قالا: قال علي: وا بردها على الكبد إذا سئلت عما لا أعلم أن أقول: الله أعلم

(عکس سنن الدارمی ج ا ص۵۷)

ترجمہ: حضرت عطاء بن سائبؒ (جنھوں نے ابوالبختریؒ اور زاذانؒ کو حضرت علیؓ کا بہترین ساتھی قرار دیا ہے) ابوالبختریؒ اور زاذانؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب مجھ سے کوئی نئی بات پوچھی جائے جو میں نہ جانتا ہوں تو اس کے بارے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۷

ہیں کلیجہ کو سب سے زیادہ ٹھنڈی بات یہ ہے کہ میں کہوں کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔"

اس پر محدثین کا کہنا ہے کہ اس میں عطاء بن السائب الثقفی الکوفی ہے جس سے خالد بن عبد اللہ نے روایت کیا ہے کتاب المختلطین از صلاح الدين أبو سعيد خليل بن كيكلدي بن عبد الله الدمشقي العلائي (المتوفى: 761ھ) کے مطابق

من سمع منه بأخرة فهو مضطرب الحديث. منهم: هشيم، وخالد بن عبد الله.

جس نے عطاء بن السائب الثقفی الکوفی سے آخر میں سنا ہے تو وہ مضطرب الحدیث ہے اور ان سننے والوں میں ہیں ہشیم اور خالد بن عبد اللہ.

لہذا یہ اثر قابل رد ہے کیونکہ یہ دور اختلاط کا ہے

میزان الاعتدال از الذھبی میں ہے کہ عطاء بن السائب کو بصرہ میں وہم ہوتا تھا محدثین میں ابن علیہ نے کہا

ابن عليه : قدم علينا عطاء بن السائب البصرة، فكنا نسأله، فكان يتوهم فنقول له: من؟ فيقول: أشياخنا ميسرة، وزاذان، وفلان.

عطاء بن السائب ہمارے پاس بصرہ پہنچا تو ہم نے اس سے سوال کیے پس یہ وہم کا شکار ہوتا ہم اس سے کہتے کس نے کہا ؟ تو کہتا ہمارے شیوخ میسرة، اور زاذان اور فلاں نے

محدثین میں مشہور ہوا کہ جب بھی تین نام ایک ساتھ بیان کرے تو یہ اس کا اختلاط ہے

دامانوی صاحب اثر پیش کرتے ہیں کہ

مگر زاذانؒ کے سلسلہ میں موصوف کوئی بھی ایسا ثبوت پیش نہیں کرسکے ہیں کہ وہ شیعہ تھے البتہ وہ تابعی بزرگ ہیں اور حضرت علیؓ کے شاگردوں میں سے ہیں، چنانچہ عطاء بن السائبؒ کا بیان ملاحظہ فرمائیں:-

٤٨٩١ ـ عبد الرزاق عن أبي بكر بن عياش عن عطاء بن السائب قال : رأيت خيار أصحاب عليٍّ . زاذان ، وميسرة ، وأبا البختري . يؤثرون المسجد في شهر رمضان عز عليهم . يعني يقومون مع الناس .

(مصنف عبدالرزاق جلد ۴ صہ)

ترجمہ: ”میں نے حضرت علیؓ کے بہترین اصحابؓ کو دیکھا ہے یعنی زاذانؒ، میسرۃؒ، اور ابوالبختریؒ، یہ حضرات رمضان المبارک میں لوگوں کے ساتھ مسجد میں قیام کیا کرتے تھے“۔

حضرت عطاءؒ کے اس بیان سے ان حضرات کے شیعہ ہونے کی بھی نفی ہو گئی کیونکہ شیعہ حضرات تراویح کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتے بلکہ بدعت کہتے ہیں۔

لیکن جیسا واضح کیا یہ مشکوک اثر ہے کیونکہ اس میں نے تین نام لئے ہیں

طبقات ابن سعد میں ہے ابن علیہ نے کہا

وسألت عنه شعبة فقال: إذا حدثك عن رجل واحد فهو ثقة. وإذا جمع فقال زاذان وميسرة وأبو البختري فاتقه .

میں نے امام شعبہ سے اس کے متعلق پوچھا: کہا جب یہ ایک شخص سے روایت کرے تو صحیح ہے لیکن جب یہ زاذان اور میسرۃ اور ابو البختری کو ایک ساتھ جمع کرے تو بچو

اسی طرح تاریخ الاسلام از الذھبی میں ہے

قال ابن المديني: قُلْتُ لِيَحْيَى الْقَطَّانِ: مَا حَدَّثَ سُفْيَانُ وَشُعْبَةُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ صَحِيحٌ هُوَ؟ قَالَ: نَعَمْ إِلا حَدِيثَيْنِ كَانَ شُعْبَةُ يَقُولُ: سَمِعْتُهُمَا بِأَخَرَةٍ عَنْ زَاذَانَ

ابن المدینی نے کہا میں نے یحییٰ سے پوچھا کہ جو شعبہ اور سفیان نے عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ سے روایت کیا کیا صحیح ہے ؟ کہا ہاں سوائے دو حدیثوں کے جو شعبہ کہتے عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ نے آخر میں زاذان سے سنی تھیں

یعنی محدثین کو عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ کی زاذان سے روایت تک پر اعتبار نہ تھا

متنا بھی روایت عجیب ہے - اس روایت میں یہ موجود نہیں کہ یہ بات وفات کے بعد ہو گی بلکہ واضح ہے کہ زندگی میں بھی ایسا ہو رہا ہے- بئر معونہ کا واقعہ ہمارے سامنے ہے کفّار نے اصحاب رسول کو گھیر لیا اور قتل کرنا شروع کیا صحابہ نے اللہ سے دعا کی کہ ہمارے قتل کی خبر نبی کو دے دے اگر درود پیش ہونے کا عقیدہ ہوتا تو اس کی ضرورت ہی نہیں تھی. ایک ہی روز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پتا چل جاتا کہ درود پیش نہیں ہو رہا. اسی طرح عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت کی خبر پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان لے لی -

اب تو امت میں درود تاج، درود تنجینا جسے درود بھی ہیں یہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتے ہونگے تو پھر

قیامت کے دن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی امت کے گمراہ لوگوں کے لئے کیسے کہا جائے گا

مَا تَدْرِي مَا أَحْدَثَتْ بَعْدَكَ

آپ کو نہیں پتا کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا باتیں نکالیں

ایک روایت پیش کی جاتی ہے

حیاتی خیر لکم تحدثون و تحدث لکم ووفاتی خیرلکم تعرض علیّ اعمالکم فما رأیت من خیر حمدت اللہ علیہ وما رایت من شر استغفرت اللہ لکم

میری زندگی بھی تمہاری لیے بہتر ہے کہ تم بات کرتے ہو اور تمہارے لیے بات کی جاتی ہے اور میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہے، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں تو اگر میں ان کو اچھا دیکھتا ہوں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اگر برے اعمال دیکھتا ہوں تو تمہارے لیے اللہ کی بارگاہ میں استغفار کرتا ہوں

یہ روایت کئ طریقوں سے مروی ہے- مسند البزار کی سند ہے

حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: نا عَبْدُ الْمَجِيدِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رَوَّادَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ زَاذَانَ

اس کی سند میں زاذان ہے جس کا اوپر تذکرہ کیا گیا ہے. اس کے علاوہ عَبْدُ الْمَجِيدِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رَوَّادَ ہے جس کو ابو حاتم کہتے ہیں : لیس بالقوی یکتب حدیث. قوی نہیں حدیث لکھ لو. الدارقطنیُّ کہتے ہیں لا یحتج بہ، نا قابل احتجاج ہے . ابو زرعۃ ،ابن سعد ان کو ضعیف گردانتے ہیں

کتاب المخلصيات وأجزاء أخرى لأبي طاہر المخلص میں روایت ہے جس کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعمال جمعرات کو پیش ہوتے ہیں. اس کی سند ہے

أخبرنا محمدٌ: حدثنا يحيى: حدثنا يحيى بنُ خذامٍ في مسجدِ الجامعِ بالبصرةِ في سنةِ خمسينَ ومئتينِ: حدثنا محمدُ بنُ عبدِاللهِ بنِ زيادٍ أبوسلمةَ الأنصاريُّ: حدثنا مالكُ بنُ دينارٍ، عن أنسِ بنِ مالكٍ قالَ:

اس میں آفت محمدُ بنُ عبدِاللهِ بنِ زيادٍ أبوسلمةَ الأنصاريُّ سے ہے. الذہبی تاریخ الاسلام میں کہتے ہیں وهو صاحب مناكير عن مالك بن دينار. یہ مالک بن دینار سے منکرات بیان کرتے ہیں- زیر بحث روایت بھی مالک بن دینار سے روایت کی گئی ہے

مسند الحارث کی سند ہے

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ قُتَيْبَةَ , ثنا جَسْرُ بْنُ فَرْقَدٍ , عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُزَنِيِّ

بخاری ابو جعفر جسر بْن فرقد کو کتاب تاریخ الکبیر میں وليس بذاك کہتے ہیں

ابن معین لیس بشئ کوئی شے نہیں کہتے ہیں

النسائی: ضعیف کہتے ہیں

دارقطنی متروک کہتے ہیں

طبقات الکبریٰ ابن سعد کی سند ہے

أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُؤَدِّبُ. أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَالِبٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ

اس کی سند میں غالب جو مجہول ہے - ایک رائے ہے کہ یہ غالب القطان ہے - الکامل ابن عدی کے مطابق يحيىٰ بْن مَعِين کہتے ہیں لَا اعرفه میں اس کو نہیں جانتا- دارمی کہتے ہیں كان ردئ الحفظ ان کا حافظہ ردی تھا- کتاب مَنْ تَكَلَّمَ فيه الدَّارقطني في كتاب السنن من الضعفاء والمتروكين والمجهولين از ابن زریق (المتوفى: 803ھ) کے مطابق دارقطنی کی رائے میں یہ غالب بن عبيد الله، فإن كان كذلك، فهو متروك غالب بن عبید اللہ ہے اور اگر یہی ہے تو متروک ہے

انبیاء کے اجسام کا باقی رہنے کا عقیدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ایک روایت پیش کی جاتی ہے

إن من أفضل أيامكم يوم الجمعة فأكثروا علي من الصلاة فيه فإن صلاتكم معروضة علي قال فقالوا يا رسول اللهِ وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت قال يقولون بليت قال إن الله تبارك وتعالى حرم على الأرض أجساد الأنبياء صلى الله عليهم

بے شک تمہارے دنوں میں جمعہ سب سے افضل ہے پس اس میں کثرت سے درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے – صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کیسے جبکہ اپ تو مٹی ہوں گے … رسول اللہ نے فرمایا بے شک اللہ تبارک و تعالی نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے جسموں کو کھائے

اس روایت کو اگر درست تسلیم کیا جائے تواس سے یہ نکلتا ہے

اول عرض اعمال قبر میں انبیاء پر ہوتا ہے

دوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جمعہ کے دن قبر میں عمل پیش ہوتا ہے

سوم انبیاء کے اجسام محفوظ رہیں گے

چہارم درود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زندگی میں بھی پیش ہو رہا تھا صحابہ کو اشکال وفات کے بعد والے دور پر ہوا

بعض علماء ایسی روایات کو سنتے ہی وجد میں آ گئے اور تصحیح کر بیٹھے مثلا

ابن کثیر تفسیر میں سورہ الاحزاب میں اس سلام پر روح لوٹائے جانے والی روایت کو صحیح کہتے ہیں اور دلیل بناتے ہوئے لکھتے ہیں

وَمِنْ ذَلِكَ أَنَّهُ يُسْتَحَبُّ الصَّلَاةُ والسلام عليه عند زيارة قبره صلى الله عليه وسلم

اور اس لئے یہ مستحب ہے کہ زیارۃ قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت الصَّلَاةُ والسلام کہے

اب انبیاء کے اجسام والی اس روایت پر اسنادی بحث کرتے ہیں:

حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا حسين بن على الجعفي عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن أبي الأشعث الصنعاني عن أوس بن أبي أوس قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم : من أفضل أيامكم يوم الجمعة فيه خلق آدم وفيه قبض وفيه النفخة وفيه الصعقة فاكثروا على من الصلاة فيه فان صلاتكم معروضة على فقالوا يا رسول الله وكيف تعرض عليك صلاتنا وقد أرمت يعنى وقد بليت قال إن الله عز و جل حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء صلوات الله عليهم

عبدللہ کہتے ہیں میرے باپ کہتے ہیں ہم سے حسین بن علی الجعفی نے روایت بیان کی انہوں نے عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر سے اور انہوں نے إبِي الأشعث الصنعانی سے انہوں نے اِوس بن إبي اِوس کہ رسول اللہ نے فرمایا تمھارے بہترین دنوں میں جمعہ کا دن ہے اس دن آدم تخلیق ہوئے اور اس دن ان کی وفات ہوئی اور اس دن صور میں پھونک ماری جائے گی اور اس دن الصعقة (کڑک) ہو گی پس میرے اوپر کثرت سے درود پڑھو کیونکہ یہ مجھ پر پیش ہو گا ہم نے پوچھا ایسا کیسے ہو گا جبکہ آپ مٹی ہو جائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے جسموں کو کھائے

مسند احمد ج ۴ ص ۸ ، سنن ابو داود ج ۳ ص ۴۰۴، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۰۱ ، سنن ابن ماجہ ج ۳ ص ۴۴۷

اس روایت کی سند مسند احمد میں ہے

حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا حسين بن على الجعفي عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر

اس روایت کے دو اہم راوی حسین بن علی الجعفی اور عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر ہیں

امام بخاری کا موقف

امام بخاری نے اس روایت کا تعاقب کیا ہے (تاریخ الصغیر ج ۲ ص ۱۰۹ ، تاریخ الکبیر ج ۵ ص ۳۶۵)
اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح نہیں اہل کوفہ نے نام تبدیل کیا ہے اور کہا ہے عبد الرحمن بن یزید بن جابر جبکہ یہ عبد الرحمن بن یزید بن تمیم ہے

امام ابن ابی حاتم کا موقف

امام ابن ابی حاتم نے کتاب العلل الحدیث ج ۱ ص ۱۹۷ میں لکھتے ہیں

وأمّا حُسينٌ الجُعفِيُّ : فإِنّهُ روى عن عَبدِ الرّحمنِ بنِ يزِيد بنِ جابِرٍ ، عن أبِي الأشعثِ ، عن أوسِ بنِ أوسٍ ، عنِ النّبِيّ صلى الله عليه وسلم فِي يومِ الجُمُعةِ ، أنّهُ قال : أفضلُ الأيّامِ : يومُ الجُمُعةِ ، فِيهِ الصّعقةُ ، وفِيهِ النّفخةُ وفِيهِ كذا وهُو حدِيثٌ مُنكرٌ ، لا أعلمُ أحدًا رواهُ غير حُسينٍ الجُعفِيِّ وأمّا عبدُ الرّحمنِ بنُ يزِيد بنِ تمِيمٍ فهُو ضعِيفُ الحدِيثِ ، وعبدُ الرّحمن بنُ يزِيد بنِ جابِرٍ ثِقةٌ.

اور جہاں تک حُسينٌ الجُعفِيٌّ کا تعلق ہے پس یہی وہ راوی ہے جس نے عَبدِ الرّحمنِ بنِ يزِيد بنِ جابِرٍ ، عن أبِي الأشعثِ ، عن أوسِ بنِ أوسٍ ، عنِ النّبِيّ صلى الله عليه وسلم (کس سند سے) جُمُعۃِ کے دن پر روایت کی ہے کہ اس دن الصّعقۃُ اور النّفخۃُ ہو گا جو ایک حدیث منکر ہے اور میں نہیں جانتا کسی نے روایت کیا ہو سوائے اس حُسينٌ الجُعفِيٌّ کے اور جہاں تک عبدُ الرّحمٰنِ بنُ يزِيد بنِ تمِيمٍ کا تعلق ہے تو وہ ضعیف الحدیث ہے اور عبدُ الرّحمٰنِ بنُ يزِيد بنِ جابر ثقہ ہے

حسین بن علی الجعفی صحیح بخاری کے راوی ہیں لیکن امام بخاری کے نزدیک ان کی تمام روایات صحیح نہیں ہیں اور یہ غلطی نسب میں کر گئے ہیں اور عبد الرحمان بن یزید بن تمیم کو ابن جابر کہہ گئے

حسین بن علی الجعفی کے لئے ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں

وَكَانَ مَأْلَفًا لِأَهْلِ الْقُرْآنِ وَأَهْلِ الْخَيْرِ

اور یہ اہل قرآن اور اہل خیر کی طرف مائل تھے

الذھبی سیر الاعلام النبلاء میں لکھتے ہیں کہ مُحَمَّدُ بنُ رَافِعٍ کہتے ہیں

وَكَانَ رَاهِبَ أَهْلِ الكُوْفَةِ.

اور یہ اہل کوفہ کے راھب تھے

اور يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ کے مطابق

إِنْ كَانَ بَقِيَ مِنَ الأَبْدَالِ أَحَدٌ، فَحُسَيْنٌ الجُعْفِيُّ

اگر ابدال میں سے کوئی رہ گیا ہے تو وہ حُسَيْنٌ الجُعْفِيُّ ہیں

صحیح مسلم کے مقدمے میں امام مسلم لکھتے ہیں کہ اہل خیر کے بارے میں ائمہ محدثین کی رائے اچھی نہیں تھی

وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَتَّابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَفَّانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «لَمْ نَرَ الصَّالِحِينَ فِي شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيثِ» قَالَ ابْنُ أَبِي عَتَّابٍ: فَلَقِيتُ أَنَا مُحَمَّدَ بْنَ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ، فَسَأَلْتُهُ عَنْهُ، فَقَالَ: عَنْ أَبِيهِ، «لَمْ تَرَ أَهْلَ الْخَيْرِ فِي شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيثِ». قَالَ مُسْلِمٌ: " يَقُولُ: يَجْرِي الْكَذِبُ عَلَى لِسَانِهِمْ، وَلَا يَتَعَمَّدُونَ الْكَذِبَ

حسین بن علی الجعفی کا روایت میں غلطی کرنا ان کا اہل خیر کی طرف مائل ہونا اور لوگوں کا ان کو ابدال کہنا اور راہب کوفہ کہنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ وہ زہد کی طرف مائل تھے اور روایت جب عبد الرحمان بن یزید بن تمیم سے سنی تو اس قدر پسند آئی کہ اس کے متن اور عبد الرحمان سے اس کا پورا نسب تک نہ جانا اور بیان کر دی-

البانی کتاب صحيح ابي داود میں ابن ابي حاتم کا قول پیش کرتے ہیں

وقد أعِل الحديث بعلة غريبة، ذكرها ابن أبي حاتم في "العلل " (1/197) ، وخلاصة كلامه: أن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر- وهو شامي- لم يحدثْ عنه أحد من أهل العراق- كالجعفي-، وأن الذي يروي عنه أبو أسامة وحسين الجعفي واحد، وهو عبد الرحمن بن يزيد بن تميم، وهو ضعيف؛ وعبد الرحمن بن يزيد بن جابر ثقة، وهذا الحديث منكر، لا أعلم أحداً رواه غير حسين الجعفي! قلت: ويعني: أنه أخطأ في قوله: عبد الرحمن بن يزيد بن جابر؛ وإنما هو: عبد الرحمن بن يزيد بن تميم؛ الضعيف! وهذه علة واهية كما ترى؛ لأن الجعفي ثقة اتفاقاً؛ فكيف يجوز تخطئته لمجرد عدم العلم بأن أحداً من العراقيين لم يحدِّث عن ابن جابر؟! وما المانع من أن يكون الجعفي العراقي قد سمع من ابن جابر حين لزل هذا البصرة قبل أن يتحول إلى دمشق، كما جاء في ترجمته؟! وتفرد الثقه بالحديث لا يقدح؛ إلا أذْ

يثبت خَطَأهُ كماهو معلوم.
اور بے شک اس پر ایک انوکھی علت بیان کی جاتی ہے جس کا ذکر ابن ابی حاتم نے العلل 1/ ١٩٧ میں کیا اور خلاصہ کلام ہے کہ عبد الرحمن بن يزيد بن جابر جو شامی ہے اس سے کسی عراقی نے روایت نہیں کی جیسے یہ الجعفي - اور وہ جس سے ابو اسامہ اور حسین الجعفي روایت کرتے ہیں وہ اصل میں عبد الرحمن بن یزید بن تمیم ہے جو ضعیف ہے جبکہ عبد الرحمن بن یزید بن جابر ثقہ ہے اور یہ حدیث منکر ہے جس کو سوائے حسین کے کوئی روایت نہیں کرتا
البانی کہتے ہیں میں کہتا ہوں اور اس کا مطلب ہوا کہ اس حسین الجعفي نے عبد الرحمن بن یزید بن جابر بولنے میں غلطی کی اور وہ عبد الرحمن بن یزید بن تمیم تھا جو ضعیف ہے (حد ہو گئی) اور ابی حاتم کی پیش کردہ علت واہیات ہے جیسے کہ دیکھا کیونکہ یہ الجعفي ثقہ بالاتفاق ہے اور یہ کیسے جائز ہے کہ ایک لا علمی پر مجرد غلطی کہا جائے کہ کسی عراقی نے ابن جابر سے روایت نہیں کیا ہے؟ اور اس میں کچھ مانع نہیں کہ عراقی الجعفي نے ابن جابر سے سنا ہو جب بصرہ گئے دمشق سے پہلے جیسا کہ ان کے ترجمہ میں ہے اور ثقہ کا تفرد حدیث میں مقدوح نہیں

البانی کا مقصد ہے کہ حسین الجعفی جو کوفی تھا ممکن ہے کبھی بصرہ میں اس کی ملاقات عبد الرحمان بن یزید بن جابر سے ہوئی ہو- ایسے ممکنات کو دلیل بناتے ہوئے البانی اس کی تصحیح کے لئے بے چین ہیں اور حد ہے کہ ائمہ حدیث ابی حاتم تک پر جرح کر رہے ہیں اور ان کے قول کو واھی کہہ رہے ہیں- باقی امام بخاری کی رائے بھی ابی حاتم والی ہی ہے اس کو خوبصورتی سے گول کر گئے

البانی کے عقائد پر کتاب موسوعة العلامة الإمام مجدد العصر محمد ناصر الدين الألباني کے مطابق البانی اس روایت کی دلیل پر ایک دوسری روایت بھی پیش کرتے ہیں

ولعل مما يشير إلى ذلك قوله صلى الله عليه وسلم: "ما من أحد يسلم علي إلا رد الله علي روحي حتى أرد عليه السلام" وعلى كل حال فإن حقيقتها لا يدريها إلا الله سبحانه وتعالى، ولذلك فلا يجوز قياس الحياة البرزخية أو الحياة الأخروية على الحياة الدنيوية

اور ہو سکتا ہے کہ اسی بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں اشارہ دیا گیا کہ تم میں کوئی ایسا نہیں جو مجھ پر سلام پڑھے اور اللہ میری روح کو نہ لوٹا دے اور ہر حال میں حقیقت اللہ ہی جانتا ہے اور اس لئے یہ جائز نہیں کہ حیات برزخی یا اخروی کو دنیاوی پر قیاس کیا جائے

سلام بولنے پر روح لوٹانے والی روایت کو اہل حدیث علماء خواجہ محمّد قاسم اور زبیر علی زئی رد کرتے ہیں جبکہ البانی اسی کو دلیل میں پیش کر رہے ہیں –

اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ بات محدثین نے صرف ان کے لئے کی ہے نہیں ائمہ محدثین تو نسب میں غلطیاں بہت سے راویوں سے منسوب کرتے ہیں جس کے لئے کتب تک موجود ہیں لہٰذا بخاری اور ابی حاتم جیسے پائے کے محدثین کی رائے کو لفاظی کر کے رد نہیں کیا جا سکتا

امام البزاز المتوفی ۲۹۲ ھ کا موقف

البزاز المتوفی ۲۹۲ ھ کتاب مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار میں اس روایت پر لکھتے ہیں

وَهَذَا الْحَدِيثُ بِهَذَا اللَّفْظِ لَا نَعْلَمُ أَحَدًا يَرْوِيهِ إِلَّا شَدَّادُ بْنُ أَوْسٍ، وَلَا نَعْلَمُ لَهُ طَرِيقًا غَيْرَ هَذَا الطَّرِيقِ عَنْ شَدَّادٍ، وَلَا رَوَاهُ إِلَّا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ وَيُقَالُ: إِنَّ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ هَذَا هُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ تَمِيمٍ، وَلَكِنْ أَخْطَأَ فِيهِ أَهْلُ الْكُوفَةِ أَبُو أُسَامَةَ وَالْحُسَيْنُ الْجُعْفِيُّ، عَلَى أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ بْنِ تَمِيمٍ لَا نَعْلَمُ رَوَى عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ، وَإِنَّمَا قَالُوا ذَلِكَ لِأَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ ثِقَةٌ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ تَمِيمٍ لَيِّنُ الْحَدِيثِ، فَكَانَ هَذَا الْحَدِيثُ فِيهِ كَلَامٌ مُنْكَرٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: هُوَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ تَمِيمٍ أَشْبَهُ

اور یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ کسی نے روایت نہیں کیے سوائے شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ کے اور اس سے حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ نے اور کہا ہے عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ اور یہ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ بن تمیم ہے لیکن یہ غلطی ہے اہل کوفہ اَبُو اُسَامَةَ اور الْحُسَيْنُ الْجُعْفِيُّ کی ... اور انہوں نے یہ اس لئے کیا کیونکہ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ ثقہ ہے اور عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ بْنِ تمیم کمزور ہے اور اس حدیث میں منکر کلام ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے

دارقطنی کا موقف

چوتھی صدی کے امام دارقطنی (المتوفی: 385ھ) بھی حرم علی الارض والی روایت کی تصحیح کر گئے حالانکہ اپنی کتاب العلل میں ایک روایت پر لکھتے ہیں

وَرَوَاهُ أَبُو أُسَامَةَ، فَقَالَ: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ وَوَهِمَ فِي نَسَبِهِ، وَإِنَّمَا هُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ تَمِيمٍ

اور اس کو ابو اسامہ نے روایت کیا ہے اور کہا ہے عبد الرحمان بن یزید بن جابر اور اس کے نسب میں وہم کیا اور یہ تو بے شک عبد الرحمان بن یزید بن تمیم ہے

ابن رجب کا موقف

ابن رجب کتاب شرح علل الترمذی ج ۲ ص ۸۱۸ میں لکھتے ہیں

وكذلك روى حسين الجعفي عن ابن جابر عن أبي الأشعث عن أوس بن أوس عن النبي - صلى الله عليه وسلم -. "أكثروا علي من الصلاة يوم الجمعة - الحديث" فقالت طائفة: هو حديث منكر، وحسين الجعفي سمع من عبد الرحمن بن يزيد بن تميم الشامي، وروى عنه أحاديث منكرة فغلط في نسبته. وممن ذكر ذلك البخاري وأبو زرعة وأبو حاتم وأبو داود وابن حبان وغيرهم.

اور اسی طرح حسین الجعفی نے ابن جابر سے انہوں نے إبي الأشعث عن اِوس بن اِوس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھو حدیث پس ایک گروہ نے کہا کہ یہ منکر حدیث ہے اس کو عبد الرحمٰن بن یزید بن تمیم الشامی سے سنا ہے اور اس سے منکر حدیثیں نقل کی ہیں اور نسب میں غلطی کی ہے اور اس بات کا ذکر کیا ہے امام بخاری نے ابو زرعۃ اور اِبو حاتم اور اِبو داود اورابن حبان اور دوسروں نے

ابن قیم کا موقف

کتاب **جلاء الأفهام في فضل الصلاة على مُحَمَّد خير الأنام** میں ابن قیم کہتے ہیں کہ امام بخاری وابی حاتم سے غلطی ہوئی کہ روایت میں نام میں نسب صحیح نہیں ہے

قَالَ ابْن حبَان فِي صَحِيحه حَدثنَا ابْن خُزَيْمَة حَدثنَا أَبُو كريب حَدثنَا حُسَيْن بن عَليّ حَدثنَا عبد الرَّحْمَن بن يزِيد بن جَابر فَصرحَ بِالسَّمَاعِ مِنْهُ وَقَوْلهمْ إِنَّه ظن أَنه ابْن جَابر وَإِنَّمَا هُوَ ابْن تَمِيم فغلط فِي اسْم جده بعيد فَإِنَّهُ لم يكن يشْتَبه على حُسَيْن هَذَا بِهَذَا مَا نَقده وَعلمه بهما وسماعه مِنْهُمَا

ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے ... حسین بن علی نے کہا حدثنا عبد الرحمان بن یزید بن جابر

... پس سماع کی صراحت کر دی ہے اور ان کا گمان کہ یہ ابن جابر نہیں ابن تمیم ہے بعید ہے کیونکہ حسین کو اس پر اشتباہ نہیں ہے

ابن قیم کی بات میں وزن نہیں ہے کیونکہ نسب میں غلطی حسین بن علی الجعفی نے کی ہے جس سے انہوں نے سنا وہ ابن تمیم تھا لیکن اس کو ابن جابر سمجھ بیٹھے- ظاہر ہے حدثنا یا عن کا اس میں سوال ہی نہیں ہے

سعودی دائمی کمیٹی کا فتویٰ

اوس بن ابو اوس سے ایک حدیث ذکر کی ہے ، جس کے آخر میں فرمایا کہ : یقیناً اللہ تعالی نے زمین کے لئے یہ حرام کر رکھا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے اور امام ابو داود اور ابن ماجہ نے اپنی اپنی سنن میں اسی جیسی ایک حدیث صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے

محب اللہ شاہ راشدی کا موقف

کتاب فتاوی راشدیہ

لہٰذا ایسے متقن اور ثقہ راوی کے بارے میں بغیر دلیل کہ سوءظن رکھنا کہ وہ ابن جابر اور ابن تمیم کے درمیان فرق نہ کر سکا بڑی بے انصافی ہے ۔باقی ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ ”یہ حدیث (اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی) منکر ہے میں نہیں مانتا کہ حسین الجعفی کے بغیر کسی نے اس روایت کو بیان کیا ہو۔“

یہ بھی عجیب ہے کہ یہ حدیث منکر ہے، کیونکہ دوسرے کسی نے یہ روایت نہیں کی ہے کسی دوسرے کا یہ روایت نہ کرنا کوئی نکارت کی علت نہیں بن سکتی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح میں پہلی روایت (انما الاعمال بالنیات .) بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بغیر کسی دوسرے سے وارد نہیں ہے اور ان سے بھی صحیح سند کے ساتھ روایت کرنے والا ایک ہی راوی ہے۔ جب کہ

موصوف نہ صرف روایت کو صحیح قرار دیتے ہیں بلکہ بخاری کی حدیث پر بھی برسے ہیں گویا امام بخاری کو ہی مناظرانہ انداز میں سبق پڑھا رہے ہیں جو اس روایت کو معلول قررا دے چکے ہیں

اسماعیل سلفی کا موقف

اسماعیل سلفی لکھتے ہیں میں نے اپنی گزارشات میں عرض کیا تھا کہ حیات انبیاء علیہم السلام پر اجماع امت ہے گو احادیث کی صحت محل نظر ہے تاہم ان کا مفاد یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام کے اجسام مبارکہ کو مٹی نہیں کھاتی۔ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء (مسئلہ حیات النبی از مولانا اسماعیل سلفی، ص52)

جہاں تک ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ٹکڑے کا تعلق ہے وہ صرف تین سندوں سے مروی ہے اور تینوں مخدوش ہیں۔(حاشیہ مسئلہ حیات النبی از مولانا اسماعیل سلفی، ص37)

خواجہ محمد قاسم کتاب کراچی کا عثمانی مذہب میں لکھتے ہیں

کتابوں میں یہ حدیث بیان ہوئی ہے کہ نبی ﷺ نے جمعہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اس روز مجھ پر بکثرت درود بھیجا کرنا، تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ وہ کیسے ؟جب کہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مٹی پر نبیوں کا جسم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کھانا حرام کر دیا ہے"۔

بلاشبہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر اس کا شرک سے کوئی واسطہ نہیں نیز یاد رہے حدیث کے آخری الفاظ بوسیدگی کا جواب ہیں۔ درود پیش کئے جانے سے ان کا تعلق نہیں۔ درود و سلام پہنچنے کی لئے جسم کی سلامتی ضروری نہیں جسم سلامت بھی ہو تو بے جان ہے۔ مرنے کے بعد اصل چیز رُوح ہے

فتاوی علمائے حدیث ج ۵ کے مطابق

سوال: شہدا کی لاش کو قبر میں مٹی یا دیمک وغیرہ کھاتی ہے یا نہیں؟

جواب: شہید کے جسموں کے متعلق قرآن مجید و حدیث میں تشریح نہیں آئی کہ ان کو قبر میں مٹی کھاتی ہے یا نہیں، البتہ انبیاء کے اجساد کے متعلق حدیث میں تصریح آئی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ (ابن ماجہ باب ذکر وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم و دفنہ) یعنی اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسموں کو زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ ان کو کھائے۔ ہاں بعض واقعات اس قسم کے پائے گئے ہیں کہ بزرگوں کی لاش کو مٹی نے نہیں کھایا جن میں بعض شہید ہیں اور بعض غیر شہید۔ عبداللہ امرتسری (فتاوی اہلحدیث ۲/۴۹۳)

زبیر علی زئی کا موقف

اہل حدیثوں کے ایک محقق زبیر علی زئی کتاب فضائل درود و سلام (جس کی اشاعت فروری ۲۰۱۰ کی ہے) میں تعلیق میں ص ۶۵ اور ۶۶ پر لکھتے ہیں

[جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھنا]

[۲۲] حدثنا علي بن عبد اللّٰه قال: ثنا حسين بن علي الجعفي قال: ثنا عبد الرحمٰن بن يزيد بن جابر سمعته يذكر عن أبي الأشعث الصنعاني عن أوس بن أوس أن رسول [اللّٰه] ﷺ قال: ((إن من أفضل أيامكم يوم الجمعة، فيه خلق آدم وفيه قبض و فيه النفخة و فيه الصعقة، فأكثروا عليّ من الصلاة فإن صلاتكم معروضة عليّ .)) قالوا: يا رسول اللّٰه! كيف تعرض عليك صلاتنا و قد أرمت؟ _ يقولون: قد بليت _ قال: ((إن اللّٰه حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء .))

ہمیں علی بن عبداللہ (المدینی) نے حدیث بیان کی، کہا: ہمیں حسین بن علی الجعفی نے حدیث بیان کی، کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر (!) نے حدیث بیان کی، میں نے اسے ابوالاشعث الصنعانی (شراحیل بن آدہ) سے بیان کرتے ہوئے سنا، انھوں (ابوالاشعث) نے اوس بن اوس (رضی اللہ عنہ) سے (روایت بیان کی) کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمھارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے، اس میں آدم (علیہ السلام) پیدا کئے گئے اور اسی میں فوت ہوئے، اسی میں صور پھونکا جائے گا اور اسی میں قیامت کی بے ہوشی ہے لہٰذا (اس دن) مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمھارا درود مجھ پر پیش ہوگا۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارا درود کس طرح آپ پر پیش ہوگا، حالانکہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اللہ نے انبیاء کے جسموں کو زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انھیں کھائے۔

تحقیق اس کی سند ضعیف ہے۔ اسے ابوداود (۱۰۴۷، ۱۵۳۱) نسائی (۳/۹۱ ح ۱۳۷۴) اور ابن ماجہ (۱۰۸۵) وغیرہم نے حسین بن علی الجعفی کی سند سے نقل کیا ہے۔

اس روایت میں علتِ قادحہ یہ ہے کہ حسین الجعفی اور ابواسامہ کا استاذ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر نہیں بلکہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ہے جیسا کہ امام بخاری، ابوزرعہ الرازی، ابوحاتم الرازی اور دیگر جلیل القدر محدثین کی تحقیق سے ثابت ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے شرح علل الترمذی لابن رجب (۲/۶۷۹-۶۸۴ ذکر من حدث عن ضعیف وسماہ باسم ثقة) اور میری کتاب: تخریج النہایۃ فی الفتن والملاحم (ح ۵۳۵ یسر اللہ لنا طبعہ)

حافظ دارقطنی، حافظ ابن القیم اور بعض علماء کا یہ کہنا کہ یہ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر ہی ہے لیکن ان کی تحقیق کبار علماء کی تحقیقات کے مقابلے میں قابلِ سماعت نہیں لہٰذا یہ روایت عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فائدہ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ انبیائے کرام کے اجسام مبارکہ کو، اُن کی وفات کے بعد زمین کی مٹی نہیں کھاتی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "والأرض لا تأكل الأنبياء" اور زمین نبیوں (کے جسموں) کو نہیں کھاتی۔ الخ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۳/۲۷-۲۹ ح ۳۷۸۰۸ وسندہ صحیح)

حافظ ابن حجر نے کہا: بے شک آپ (ﷺ) اپنی وفات کے بعد اگرچہ زندہ ہیں لیکن یہ اخروی زندگی ہے جو دنیاوی زندگی کے مشابہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم (فتح الباری ج ۷ ص ۳۴۹ تحت ح ۴۰۴۲)

تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: علمی مقالات (ج ۱ ص ۱۹-۲۶)

دانیال کا جسد

زبیر علی زئی نے حاشیہ میں جس روایت کا حوالہ دیا ہے اس کا مکمل متن ہے

مصنف ابن ابي شيبہ کی روایت ہے

حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّهُمْ لَمَّا فَتَحُوا تُسْتَرَ قَالَ: فَوَجَدَ رَجُلًا أَنْفُهُ ذِرَاعٌ فِي التَّابُوتِ , كَانُوا يَسْتَظْهِرُونَ وَيَسْتَمْطِرُونَ بِهِ , فَكَتَبَ أَبُو مُوسَى إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِذَلِكَ , فَكَتَبَ عُمَرُ: «إِنَّ هَذَا نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالنَّارُ لَا تَأْكُلُ الْأَنْبِيَاءَ , وَالْأَرْضُ لَا تَأْكُلُ الْأَنْبِيَاءَ , فَكَتَبَ أَنِ انْظُرْ أَنْتَ وَأَصْحَابُكَ يَعْنِي أَصْحَابَ أَبِي مُوسَى فَادْفِنُوهُ فِي مَكَانٍ لَا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ غَيْرُكُمَا» قَالَ: فَذَهَبْتُ أَنَا وَأَبُو مُوسَى فَدَفَنَّاهُ

حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ سے وہ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب (فارس کا شہر) تستر فتح ہوا تو ایک لمبی ناک والا آدمی (لاشہ) ملا جو تابوت میں تھا وہ اس سے بارش طلب کرتے تھے… پس ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب کو لکھ بھیجا کہ کیا کیا جائے تو عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے لکھا یہ نبیوں میں سے ایک نبی ہے اور آگ انبیاء کو نہیں کھاتی اور نہ ہی زمین انبیاء کو کھاتی ہے پس ان کو ایسی جگہ دفن کرو جو کسی کو پتا نہ ہو

یہ واقعہ بتا رہا ہے کہ یہ بات خالصتا گمان کی بنیاد پر کہی گئی ہے دوسرے اس بات کے بودہ پن کے لئے یہ ہی کافی ہے کہ خود خلیفہ عبدالملک کے دور میں عمر کا ایک قدم قبر سے باہر ظاہر ہو گیا تھا

اس کے خلاف قرآن کا فیصلہ بھی ہے کہ

و مَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ

ہم نے ان (انبیاء) کے ایسے جسم نہ بنائے جو کھاتے نہ ہوں اور نہ وہ ھمیشہ رہنے والے تھے

اس کے خلاف صحیح حدیث کا بھی فیصلہ ہے

ابن آدم کے جسم کی کوئی چیز نہیں جو مٹی نہ کھائے سوائے عجب الذنب کے

یہ روایت کئی وجوہ پر نا قابل دلیل ہے

اول ہم یہ کیسے مان لیں کہ حسبنا کتاب اللہ (ہمارے لئے کتاب اللہ کافی ہے) کہنے والے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عقیدہ ہو گا کہ بنی آدم میں سے انبیاء کا جسد مٹی نہیں کھائے گی

دوم اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کے اجساد سے بارش بھی طلب کی جا سکتی ہے جو خلاف قرآن بات ہے .اس نبی کے جسد سے بارش طلب کرنے پر ان کے ہاں زمانہ قدیم سے عمل جاری ہو گا کیونکہ یہ جسد دانیال کا بتایا جاتا ہے جو ایک بنی اسرائیلی تھے ، یہودیوں نے ان کی مروجہ طریقے پر تدفین کیوں نہیں کی کہ جسد کو بس تابوت میں چھوڑ دیا اور وہ ایرانیوں کے ہاتھ لگ گیا اور وہ اس سے بارش بھی طلب کرنے لگ گئے۔

یہ روایت شاذ ہے - خود فرقوں کا کہنا ہے کہ انبیاء وہاں دفن ہوتے ہیں جہاں وفات پائیں تو ضروری تھا کہ اس جسد کو کہیں اور دفن کیا جاتا - دوم انبیاء کے جسم سے بارش نہیں برستی - ظاہر ہے کہ تجربہ پر دنیا قائم ہے - ایسا ممکن نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ انبیاء کے جسم سے پانی برسانے کا پابند نہیں ہے - اس متن میں اضافہ ہے کہ نہ صرف زمین بلکہ اگ بھی انبیاء کے جسم کو نقصان نہیں دے سکتی - یہ بھی خلاف حقیقت بات ہے - آگ اگر انبیاء کے جسم کو نقصان نہیں پہنچا سکتی ہوتی تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے اس کو ٹھنڈا ہونے کا حکم نہیں کیا ہوتا کیونکہ اگ کو پہلے حکم مل چکا گو گا کہ وہ انبیاء کو نقصان نہیں دے سکتی- کتب احادیث میں اس معجزہ کی کوئی دلیل نہیں کہ انبیاء کے جسم کو اگ نقصان نہیں دے سکتی

اسنادی حیثیت میں اس روایت کی سند بھی ضعیف ہے - اس میں حماد بن سلمہ ہے جو بقول امام حاکم خراب حافظہ کے مالک ہیں

وقال الحاكم قد قيل في سوء حفظه

حماد آخری عمر میں مختلط بھی ہوئے ہیں - معلوم نہیں کہ روایت کس دور کی ہے

محمد بن علي بن أحمد بن عمر بن يعلى، أبو عبد الله، بدر الدين البعليّ المتوفى ۷۷۸ ھ مختصر الفتاوى المصرية لابن تيمية میں بیان کرتے ہیں کہ

ابن تیمیہ کہتے ہیں
وَكتب أَبُو مُوسَى إِلَى عمر رَضِي الله عَنهُ لما فتحُوا تستر ووجدوا على سَرِير بِبَيْت مَالهَا جسم دانيال وَكَانَ أهل تستر يستسقون بِهِ

اور ابو موسی نے عمر کو لکھا جب تستر فتح ہوا اور ایک بستر پر دانیال کا جسم ملا اور اہل تستر اس کے ذریعے بارش طلب کرتے

سوم

یہودی اپنے انبیاء کی جس قدر توقیر کرتے تھے کہ ان کی قبروں کو پوجتے تھے ایسے میں دانیال کا جسد ایرانیوں کے پاس سے برآمد ہونا بھی عجیب بات ہے

چہارم

آتش پرست لوگ اجساد سے طلب کیوں کریں گے ان کے ہاں تو جسد کو جلد از جلد پرندوں اور گدھوں کو کھلایا جاتا ہے یہ روایت خلاف واقعہ بھی ہے

پنجم

اس شہر کا نام شوشتر ہےجو معرب ہو کر تستر ہو گیا ہے

طبری تاریخ میں لکھتے ہیں

السوس، وهي مدينة بناها إلى جانب الحصن الذي في جوفه تابوت فيه جثة دانيال

السوس وہ شہر ہے جس میں دانیال کا جسد تابوت میں ملا تھا

بلاذری فتوح البلدان میں لکھتے ہیں

وسار أَبُو موسى إِلَى السوس ... ورأى أَبُو موسى في قلعتهم بيتا وعليه ستر فسأل عنه فقيل **إن فيه جثة دانيال النَّبِيّ** عَلَيْهِ السلام وعلى أنبياء اللَّه ورسله، فأنهم كانوا أقحطوا فسألوا أهل بابل دفعه إليهم ليستسقوا به ففعلوا، وكان بختنصر سبى دانيال وأتى به بابل فقبض بها، فكتب أَبُو موسى بذلك إِلَى عُمَر

دانیال کی لاش سوس سے ملی تھی اور سوس اور تستر دو الگ شہر ہیں

سوال یہ ہے کہ وحی الہی کے بغیر عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ جسد نبی کا ہے جبکہ ابو موسی رضی اللہ تعالی عنہ کو یہ پتا نہیں کہ یہ کسی نبی کا جسد ہو سکتا ہے

ابن کثیر کتاب **البدایۃ والنہایۃ** میں لکھتے ہیں

وَقَالَ يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عن أبى خلد بْنِ دِينَارٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَالِيَةِ قَالَ لَمَّا افْتَتَحْنَا تُسْتَرَ وَجَدْنَا فِي مَالِ بَيْتِ الْهُرْمُزَانِ سَرِيرًا عَلَيْهِ رَجُلٌ مَيِّتٌ عِنْدَ رَأْسِهِ مُصْحَفٌ .. قُلْتُ مَنْ كُنْتُمْ تَظُنُّونَ الرَّجُلَ قَالَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ دَانْيَالُ قُلْتُ مُنْذُ كَمْ وَجَدْتُمُوهُ قَدْ مَاتَ قَالَ مُنْذُ ثَلَاثِمِائَةِ سَنَةٍ قُلْتُ مَا تَغَيَّرَ مِنْهُ شَيْءٌ قَالَ لَا إِلَّا شَعَرَاتٌ مِنْ قَفَاهُ إِنَّ لُحُومَ الْأَنْبِيَاءِ لَا تُبْلِيهَا الْأَرْضُ وَلَا تَأْكُلُهَا السِّبَاعُ. وَهَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ إِلَى أَبِي الْعَالِيَةِ وَلَكِنْ إِنْ كَانَ تَارِيخُ وَفَاتِهِ مَحْفُوظًا مِنْ ثَلَاثِمِائَةِ سَنَةٍ فَلَيْسَ بِنَبِيٍّ بَلْ هو رجل صالح لأن عيسى بن مَرْيَمَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيٌّ بِنَصِّ الْحَدِيثِ الَّذِي فِي الْبُخَارِيِّ

جب تستر فتح ہوا تو ایک لاش ملی جس کے اوپر مصحف رکھا تھا ... ظن و گمان ہوا کہ یہ لاش دانیال کی ہے لوگوں سے پتہ کیا کہ یہ کب مرا کہا تین سو سال پہلے .. ابن کثیر کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں اسکی سند اِلَى الْعَالِيَةِ تک صحیح ہے لیکن اگر یہ تاریخ ۳۰۰ سال صحیح ہے تو یہ نبی نہیں ہو سکتا... ہمارے نبی اور عیسیٰ کے ردمیان ۶۰۰ سال کا فاصلہ ہے جیسا بخاری نے روایت کیا ہے

معلوم ہوا کہ شخص نبی نہیں تھا کیونکہ اس کی موت میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں صرف ۳۰۰ سال کا فرق تھا

سیرت ابن اسحاق میں ہے رفيع بن مهران ، أبو العالية الرياحى البصرى نے کہا کہ فارسیوں سے پوچھا گیا یہ لاش کس کی ہے ؟

قال: رجل يقال له دانيال، فقلت: منذ كم وجدتموه مات؟ قال: منذ ثلاثمائة سنة ، قلت: ما كان تغير بشيء؟ قال: لا، إلا شعيرات من قفاه، إن لحوم الأنبياء لا تبليها الأرض، ولا تأكلها السباع.

کہا ایک شخص جس کو دانیال کہا جاتا ہے – پوچھا تم نے کب اس کو مردہ پایا؟ کہا ۳۰۰ سال سے- میں أبو العالية الرياحى البصرى نے پوچھا اس میں کچھ تغیر آیا ؟ کہا صرف چند بالوں میں ، بے شک انبیاء کے گوشت کو زمین نہیں گلاتی نہ ان کو گدھ کھاتے ہیں

یعنی یہ فارسی شخص کا قول ہے کہ بے شک انبیاء کے گوشت کو زمین نہیں گلاتی نہ ان کو گدھ کھاتے

ہیں

لیکن بعض فرقہ پرست محققین نے اس کو ابو العالیہ کا قول قرار دے دیا ہے جو سراسر غلط ہے
غلام مصطفیٰ ظہیر کتاب وفات النبی از امام نسائی میں منسلک مضمون میں اہل حدیث فرقہ کے موقف کی وضاحت کرتے ہیں اور سیرت ابن اسحاق کے اقتباس کا ترجمہ کرتے ہیں

اور دیوبندی عالم مفتی ابو لبانہ کتاب دجال کون کہاں کب میں لکھتے ہیں

اب آگے چلنے سے پہلے ایک واقعہ یہ بیان کرتے چلیں جسے ابن اسحٰق، ابن ابی شیبہ، امام بیہقی، ابن ابی الدنیا اور دیگر محدثین نے بیان کیا ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ''طستور'' نامی شہر فتح ہوا تو فاتح فوج میں شامل صحابہ و تابعین نے وہاں حضرت دانیال علیہ السلام کا مزار دریافت کیا۔ آپ کا جسم مبارک ایک تابوت میں بالکل اصل حالت میں بغیر کسی قسم کی تبدیلی و تغیر کے موجود تھا۔ ان کے سر پر کپڑے کا ایک خط تھا جس پر اجنبی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ دریافت کنندہ جماعت میں جن تابعین کے نام ہیں ان میں ابو العالیہ اور معترف بن مالک مشہور ہیں۔ یہ حضرات یہ تحریر لے کر سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نے مشہور صحابی حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ (جو پہلے اہل کتاب یہود میں سے تھے اور سچا اسلام لے آئے تھے۔ اللہ ان سے راضی ہو) سے یہ تحریر پڑھ کر عربی میں ترجمہ کرنے کی درخواست کی۔ حضرت ابو العالیہ تابعی فرماتے ہیں کہ اس ترجمہ شدہ تحریر کو پڑھنے والا پہلا شخص میں تھا۔ اس میں درج تھا: ''تمہاری تمام تاریخ اور معاملات، تمہاری تقریر کی سحر آفرینی اور بہت کچھ جو ابھی واقع ہونے والا ہے۔'' (ابن کثیر: البدایہ والنہایہ ج 1، ص 40-42، بیہقی: دلائل النبوۃ ج 1، ص 381، ابن ابی شیبہ: المصنف 4-7، الکرمی: شفاء الصدور جمال حبیب ایڈیشن صفحہ (336

ابو العالیہ یہ وہی بصری ہیں جو واقعہ غرانیق کی تہمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لگاتے تھے کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی دیویوں کی تعریف سورہ النجم میں کی – یہ مدلس بھی ہیں - کعب

الاحبار اخباری ہے جن کا بیٹا نوف البکالی کہتا تھا کہ قرآن میں موسی و خضر کے قصے والے خضر کوئی اور ہیں۔ مسلک پرستوں سے ہم کہتے ہیں یہ بھی قبول کریں اگر یہ عظیم تابعی یہ بھی بیان کرتے تھے

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۳۰۰ سال پہلے فوت ہوا ہو اس کو نبی و رسول کس دلیل پر مان رہے ہیں ؟ اور اسی بنا پر ابن کثیر نے اس پورے قصے کو رد کیا ہے اس کو چھپایا جاتا ہے

اب ایک سوال یہ ہے کہ دانیال کا دور کون سا ہے ؟ اہل کتاب میں یہود اس کے انکاری ہیں کہ دانیال کوئی نبی ہے – ان کے مطابق دانیال ایک کشفی و صوفی تھے وہ نبی و رسول نہ تھے – دانیال کا دور حشر اول کے قریب کا ہے۔ جو ۵۸۷ قبل مسیح کا دور ہے – ظاہر ہے کہ دانیال کی لاش ملی صحیح قول نہیں ہو سکتا کیونکہ انبیاء پر ایک دوسرے کی مدد لازم ہے دانیال اگر نبی ہوتے تو یحیٰی اور عیسیٰ علیہما السلام کی مدد ان پر لازم تھی اور یہ سب نبو اسرائیل کے لئے نبی تھے۔ جبکہ اس کی خبر حدیث میں قرآن میں انجیل میں نہیں ہے –

فقال حدثنا أحمد قال : نا يونس بن بكير عن أبي خلدة بن دينار قال : نا أبو العالية قال لما فتخنا تستر وجدنا في بيت مال الهرمزان سريراً عليه رجل ميت عند رأسه مصحف له فأخذنا المصحف فحملنا إلى عمر بن الخطاب فدعا له كعباً فنسخه بالعربية فأنا أول رل من العرب قرأته مثلما أقرأ القرآن هذا فقلت لأبي العالية: ما كان فيه ؟ فقال سيرتكم وأموركن ولحون كلامكم وما هو كائن بعد قلت : فما صنعتم بالرجل ؟. قال حفرنا بالنهار ثلاثة عشر قبراً متفرقة فلما كان الليل دفناه وسوينا القبور كلها لتعمية على الناس لا ينبشونه ، قلت وما يرجون منه ؟ = =قال: كانت السماء إذا جست عليهم برزوا بسريره فيمطرون قلت من كنتم تظنون الرجل ؟ قال رجل يقال له دنيال فقلت ، منذ كم وجدتموه مات ؟ قال : منذ ثلاثمائة سنة قلت : ما كان تغير بشيء ؟ قال : لا إلا شعيرات من قفاه ، إن لحوم الأنبياء لاتبليها الأرض ولا تأكلها السباع .

دلائل النبوة الإمام البيهقي

دلائل میں بیہقی نے خبر دی کہ أبو العالية بصری کی کعب الاحبار سے ملاقات ہوئی اور بات نقل ہوئی کہ یہ دانیال کا جسد ہو گا جو تستر سے ملا اور اس کتاب کو کعب الاحبار نے پڑھ بھی لیا - یہ سب بکواس

بات ہے جو ہ أبو العالية بصری نے بیان کی - کعب ایک سابقہ یہودی تھا — یہود کے نزدیک دانیال نبی نہیں ہے صوفی کشفی تھا - نصرانی اس کو نبی کہتے ہیں اور مسلمانوں نے یہ قول نصرانیوں سے لیا ہے کہ دانیال نبی ہے - دانیال کی زبان آرامی تھی جو ایک قدیم معدوم زبان ہے — کعب الاحبار اس کو پڑھ سکتا تھا میرے نزدیک مشکوک ہے - عراق میں چار مقام- ترکی میں ایک — ازبکستان میں ایک مقام پر دانیال کی قبر کہی جاتی ہے

مزید کہ اس لاش کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ تین سو سال پرانی ہے جبکہ ہم کو معلوم ہے کہ عیسیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی نبی فوت نہیں ہوا

لہذا ابن کثیر نے البداية والنهاية میں کہا ہے کہ یہ لاش کسی نبی کی نہیں ہو گی

وَلَكِنْ إِنْ كَانَ تَارِيخُ وَفَاتِهِ مَحْفُوظًا مِنْ ثَلَاثِمَائَةِ سَنَةٍ فَلَيْسَ بِنَبِيٍّ، بَلْ هو رجل صالح ، لأن عيسى بن مَرْيَمَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيٌّ بِنَصِّ الْحَدِيثِ الَّذِي فِي الْبُخَارِيِّ

ابو عالیہ ایک نمبر کے چھوڑو انسان تھے — انہوں نے دعوی کیا کہ یہ اس کتاب دانیال کا ترجمہ عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر کعب الاحبار نے کیا جو انہوں نے سب سے پہلے پڑھا اور جانا کہ اس امت محمد میں کیا کیا فتنے ہوں گے — میں کہتا ہوں یہ سازش ہے کہ اھل کتاب کے قرب قیامت کو اسلام کے قرب قیامت سے ملا دیا جائے

ابو عالیہ یاد رہے یہ واقعہ غرانیق کے بھی راوی ہیں یعنی رسول اللہ الصادق و الامین پر قرآنی آیات میں شیطانی القا کی روایت بھی کرتے تھے- یہ ان کے علم کے مصادر ہیں

فأخذنا المصحف فحملنا إلى عمر بن الخطاب فدعا له كعباً فنسخه بالعربية فأنا أول رل من العرب قرأته مثلما أقرأ القرآن هذا فقلت لأبي العالية: ما كان فيه ؟ فقال سيرتكم وأموركن ولحون كلامكم وما هو كائن بعد

ہم نے وہ مصحف اٹھا کر امیرالمومنین عمر کے پاس پہنچا دیا۔ عمر نے کعب الاحبار کو طلب کیا اور کعب نے اس کو عربی میں لکھ دیا۔ ابوالعالیہ نے کہا میں پہلا شخص تھا جس نے وہ صحیفہ پڑھا۔- أبي خلدة بن دينار نے ابوالعالیہ سے پوچھا کہ اس صحیفے میں کیا لکھا تھا؟ کہا: تمہاری سب سیرت تمہارے تمام امور اور تمہارے کلام کے لہجے تک اور جو کچھ آئندہ پیش آنے والا ہے

دلائل النبوہ از بیہقی

اب اپ تصویر کا دوسرا رخ دیکھیں- مصنف عبد الرزاق میں ہے[34]

عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ قَالَ: كَانَ يَقُولُ بِالْكُوفَةِ

رَجُلٌ يَطْلُبُ كُتُبَ دَانْيَالَ، وَذَاكَ الضَّرب، فَجَاءَ فِيهِ كِتَابٌ مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنْ يُرْفَعَ إِلَيْهِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: مَا أَدْرِي فِيمَا رُفِعْتُ؟ فَلَمَّا قَدِمَ عَلَى عُمَرَ عَلَاهُ بِالدِّرَّةِ، ثُمَّ جَعَلَ يَقْرَأُ عَلَيْهِ {الر تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ} [يوسف: 1]، حَتَّى بَلَغَ {الْغَافِلِينَ} [يوسف: 3] قَالَ: «فَعَرَفْتُ مَا يُرِيدُ»، فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، دَعْنِي، فَوَاللَّهِ مَا أَدَعُ عِنْدِي شَيْئًا مِنْ تِلْكَ الْكُتُبِ إِلَّا حَرَقْتُهُ قَالَ: ثُمَّ تَرَكَهُ

إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ نے کہا کوفہ میں ایک رجل ہوتا تھا جو دانیال کي کتابیں مانگتا تھا ... پس عمر رضي الله عنہ کا خط آیا کہ اس(کے پاس) سے اٹھ جاؤ – پس اس شخص نے کہا کیا معلوم کیا اٹھا؟ پس جب عمر کے پاس گیا اس کو عمر نے درے لگائے پھر {الر تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ} [يوسف: 1]، حَتَّى بَلَغَ {الْغَافِلِينَ} [يوسف: 3] قرات کي اور کہا پس تو جان گیا میں کیا چاہ رہا تھا- اس نے کہا امیر المومنین مجھے جانے دیں الله کو قسم میں اس کتاب کو جلا دوں گا کہا پس انہوں نے اس کو چھوڑ ا

عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي الرَّبَابِ الْقُشَيْرِيِّ قَالَ: " كُنْتُ فِي الْخَيْلِ الَّذِينَ افْتَتَحُوا تُسْتَرَ، وَكُنْتُ عَلَى الْقَبْضِ فِي نَفَرٍ مَعِيْ، فَجَاءَنَا رَجُلٌ بِجَوْنَةٍ، فَقَالَ: تَبِيعُونِي مَا فِي هَذِهِ؟ فَقُلْنَا: نَعَمْ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ ذَهَبًا، أَوْ فِضَّةً، أَوْ كِتَابَ اللَّهِ قَالَ: فَإِنَّهُ بَعْضُ مَا تَقُولُونَ، فِيهَا كِتَابٌ مِنْ كُتُبِ اللَّهِ قَالَ: فَفَتَحُوا الْجَوْنَةَ فَإِذَا فِيهَا كِتَابُ دَانِيَالَ فَوَهَبُوهُ لِلرَّجُلِ، وَبَاعُوا الْجَوْنَةَ بِدِرْهَمَيْنِ قَالَ: فَذَكَرُوا أَنَّ ذَلِكَ الرَّجُلَ أَسْلَمَ حِينَ قَرَأَ الْكِتَابَ "

أبِی الرَّبَابِ الْقُشَيْرِيِّ نے کہا میں گھوڑے پر تھا جب تستر فتح ہوا اور میں ایک نفر پر قابض تھا پس ایک آدمی آیا اور کہا میرے ساتھ آؤ یہ تحریر کیا ہے ہم نے کہا ہاں خبر دار یہ تو سونا (کتاب پر لگا) ہے یا چاندی ہے یا کوئی کتاب اللہ ہے کہا پس انہوں نے کہا یہ کتاب اللہ میں سے کوئی ایک ہے پس تحریر کو کھولا تو دیکھا دانیال کی کتاب ہے پس وہ شخص ڈر گیا اور اس تحریر کو دو درہم میں فروخت کر دیا اور کہا وہ شخص مسلمان ہو گیا

دانیال سے منسوب وہ کتاب بازار میں کوڑی کے دام بیچ دی گئی اور بعد میں جو بھی اس قسم کا کوئی مصحف پڑھتا اس کو درے لگتے اور ان کو جلا دینے کا حکم تھا- دوسری طرف لوگ بیان کرتے رہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے ترجمہ کا کعب کو کہا اور ابو عالیہ نے اس کو پڑھا – ابو عالیہ کے نزدیک اس میں مسلمانوں کے اختلاف کا ذکر تھا ؟ یا للعجب

سب فراڈ ہے سب دھوکہ ہے

نوٹ آج کل کے اہل کتاب کے علماء کا یہ موقف بھی ہے کہ دانیال ایک فرضی کردار تھا – جس شخص نے اس کتاب کو گھڑا اس نے بادشاہوں کے نام تک غلط لکھے ہیں ان کے ادوار بھی غلط بیان کیے ہیں

مزید تفصیل میری کتاب میں ہے اگر اپ انگریزی سے واقف ہوں تو پڑھ سکتے ہیں
Conflicts during Second Temple Period and their influence on prophetic literature
ایک فٹ نوٹ میں میں نے لکھا ہے

The book of Daniel addresses the question of period of captivity with numerological dimensions. The book is replete with historical anomalies. The author has no idea of Chronology of Babylonian empire. Belshazzar was neither king nor son of Nebuchadnazzar. The last ruler was Nebonidus, defeated by Cyrus not by Darius (the Mede?) as Daniel presumed There has never been a king by name Darius the Mede

کتاب دانیال میں غلامی کے دور کی مدت کا سوال اعداد میں پیش کیا گیا ہے – یہ کتاب تاریخی اغلاط سے پر ہے- مولف کتاب دانیال کو بابل کے حکمرانوں کے حوالے سے ادوار کا علم نہیں ہے بلشزر نام کا نہ تو بخت نصر کا کوئی بیٹا تھا نہ اس نام کا کوئی بادشاہ گذرا ہے بابل کا آخری بادشاہ نبوبدس تھا جس کو سائرس نے شکست دی نہ کہ دارا میڈ نے جیسا کہ دانیال نے گمان کیا ہے بلکہ دارا میڈ نام کا کوئی شاہ گذرا ہی نہیں ہے

انبیاء کے اجسام باقی رہنے کی راقم کو کوئی دلیل معلوم نہیں- قرآن میں ہے کہ ہر چیز فنا ہو گی[35]

یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں

البانی صاحب نے زیر بحث روایت (إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء) کو کتاب الصحیحہ میں صحیح قرار دیا ہے اور اس ایک دوسری روایت کو بھی صحیح قرار دیا ہے جس میں ذکر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے خروج مصر کے وقت یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں مصر سے نکال لیں تھیں

البانی کتاب سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ وشیء من فقھھا وفوائدہا ج ۱ ص ۶۲۴ پر کہتے ہیں

كنت استشكلت قديما قوله في هذا الحديث " عظام يوسف " لأنه يتعارض بظاهره مع الحديث الصحيح: " إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء " حتى وقفت على حديث ابن عمر رضي الله عنهما. " أن النبي صلى الله عليه وسلم لما بدن، قال له تميم الداري: ألا أتخذ لك منبرا يا رسول الله يجمع أو يحمل عظامك؟ قال: بلى فاتخذ له منبرا مرقاتين ". أخرجه أبو داود (1081) بإسناد جيد على شرط مسلم. فعلمت منه أنهم كانوا يطلقون " العظام "، ويريدون البدن كله، من باب إطلاق الجزء وإرادة الكل، كقوله تعالى * (وقرآن الفجر) * أي: صلاة الفجر فزال الإشكال والحمد لله، فكتبت هذا لبيانه. [سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها 1/ 624]-

میں "یوسف کی ہڈیوں" والی روایت پر کافی عرصۂ اشکال میں رہا کہ یہ (ایک دوسری) حدیث صحیح سے متعارض ہے۔: "اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے جسموں کو کھائے" یہاں تک کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے واقف ہوا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم بڑھا تو تمیم داری نے کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ منبر کیوں نہیں لیتے جو آپ کی ہڈیوں کو اٹھائے .. ابوداود (1081) روایت کیا ہے۔ پس اس سے میں نے جانا کہ وہ "ہڈی" سے پورا جسم مراد لیتے تھے جیسا اللہ نے کہا وقرآن الفجر نماز فجر ہے۔ لہٰذا یہ اشکال رفع ہوا اور میں نے لکھا اسکو بیان کرنے کے لئے

حدثنا الحسن ُبن علي، حدثنا أبو عاصم، عن ابن أبي روَّاد، عن نافع عن ابن عمر، أن النبي -

صلىَّ الله عليه وسلم –لما بدَّن قال له تميم الداريُّ: ألا أتخَّذِ ُلك منبراً يا رسول َالله يجَمَع ُ أو يحمِل ُ عِظامك؟ قال: "بلى" فأتخذ له منبراً مرقاتين

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

'إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَدَّنَ؛ قَالَ لَهُ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ: أَلا أَتَّخِذُ لَكَ مِنْبَرًا يَا رَسُولَ اللّٰهِ يَجْمَعُ، أَوْ يَحْمِلُ، عِظَامَكَ؟ قَالَ: 'بَلٰى'، فَاتَّخَذَ لَهُ مِنْبَرًا مِرْقَاتَيْنِ'

"جب نبی کریم ﷺ کا جسد اطہر بھاری ہو گیا، تو سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا میں آپ کے لئے ایک منبر نہ تیار کروا دوں، جس پر آپ ﷺ اپنی ہڈیاں (یعنی جسم مبارک) رکھ سکیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کے لئے دو سیڑھیوں والا منبر تیار کروا دیا۔"

(سنن أبي داوٗد: ۱۰۸۱، السنن الکبرٰی للبیهقي: ۱۹۵/۳، وسندهٗ حسنٌ)

اس روایت کو صحیح سمجھنا غلط ہے –کتاب **الاستيعاب في معرفة الأصحاب** از ابن عبد البر کے مطابق

تمیم الداری وكان إسلامه في سنة تسع من الهجرة سن ۹ ہجری میں ایمان لائے اور روایت کے مطابق رسول اللہ کی ہڈیوں کو اٹھانے کے لئے انہوں نے منبر بنوا دیا جبکہ منبر صحیح بخاری کے مطابق منبر بنا تو ابتدائی دور کے نبوی میں ہوا - صفی مبارک کی کتاب تاریخ مدینہ کے مطابق

رسول اللہ ﷺ کی مسجد کی چھت کھجور کے تنوں پر تھی یعنی کھجور کے تنوں سے ستونوں کا کام لیا گیا تھا۔ نبی کریم ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تو آپ کھجور کے ایک تنے کے سہارے کھڑے ہو جاتے۔ کبھی کبھی خطبہ لمبا ہو جاتا تھا اس لیے ایک انصاری عورت نے آپ کی سہولت کے لئے گزارش کی: ''اے اللہ کے رسول! کیا ہم آپ کے لیے ایک منبر نہ بنا دیں؟''

رسول اللہ ﷺ نے اس تجویز سے اتفاق فرمایا، تو آپ کے لیے جھاؤ کے درخت سے تین سیڑھیوں والا منبر تیار کیا گیا۔ جب جمعۃ المبارک کا دن آیا تو آپ تنے کی بجائے منبر کی طرف تشریف لے گئے۔ وہ تنا غمِ فراق سے رونے لگا۔

صحیح بخاری میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن (خطبہ کے وقت) ایک درخت یا کھجور کے تنے کے پاس کھڑے ہوتے تھے۔ ایک انصاری عورت یا مرد نے پیش کش کی: اے اللہ کے رسول! کیا ہم آپ کے لیے ایک منبر نہ بنا دیں؟

آپ نے فرمایا: ''جیسے تمہاری مرضی''

تو انصار نے آپ کے لیے ایک منبر بنا دیا۔ جب جمعہ کا دن ہوا اور آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو وہ تنا بچے کی طرح چیخ چیخ کر رونے لگا۔ نبی کریم ﷺ منبر سے اترے اور اس تنے کو آغوش میں لیا تو وہ اس بچے کی طرح ہچکیاں لینے لگا جسے چپ کرایا جا رہا ہو۔ تنے کا رونا ذکر اللہ سے محرومی کی بنا پر تھا جسے وہ پہلے قریب سے سنا کرتا

منبر کی تاریخ

منبر 8ھ میں بنایا گیا، اس کی تین سیڑھیاں تھیں۔ نبی کریم ﷺ تیسری سیڑھی پر تشریف فرما ہوتے تھے اور اپنے پاؤں مبارک دوسری سیڑھی پر رکھتے تھے۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو وہ از راہ

صفی مبارک کے مطابق منبر ۸ ہجری میں بنا اور ابن عبد البر کے مطابق تمیم رضی اللہ عنہ سن ۹ ہجری میں مدینہ آئے یہی قول الزركلي کا الأعلام میں ہے سلم سنة 9 هـ کہ سن ۹ ہجری میں ایمان لائے –کتاب سلم الوصول إلى طبقات الفحول از مصطفى بن عبد الله القسطنطيني العثماني المعروف بـ «كاتب جلبي» وبـ «حاجي خليفة» (المتوفى 1067 هـ) کے مطابق تمیم، صحابي أسلم

سنة تسع وسكن المدينة صحابی ہیں سن ۹ ہجری میں ایمان لائے مدینہ میں رکے

اور تمیم داری والی روایت بر عکس ابن الاثیر المتوفی ٦٠٦ ھ النہایہ فی غریب الحدیث والاثر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وزن کے حوالے سے ایک دوسری روایت پر لکھتے ہیں

قال أبو عُبيد: هكذا روي في الحديث "بدن" يعني بالتخفيف وإنما هو بدّن بالتشديد: أي: كبر وأسنّ، والتخفيف من البدانة، وهي كثرة اللحم، ولم يكن – صلَّى الله عليه وسلم – سميناً. قلت [ابن الأثير]: قد جاء في صفته – صلَّى الله عليه وسلم -في حديث ابن أبي هالة: بادن متماسك

إبو عُبید کہتے ہیں کہ اس طرح حدیث بدن روایت کی ہے ... یعنی جب عمر بڑھی .. تو بدن پر گوشت بڑھا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم چربی والے نہ تھے میں (ابن الاثیر) کہتا ہوں ان کی صفت آئی ہے حدیث ابن إبي ہالۃ میں کہ وہ تو متناسب بدن کے تھے

سندا ابو داود کی روایت منفرد ہے اس کو عَبْدُ الْعَزِيْزِ بنُ أَبِي رَوَّادٍ الأَزْدِيُّ نے روایت کیا ہے

قال ابن هانىء: سألته (يعني أبا عبد الله) عن عبد العزيز بن أبي رواد؟ فقال: ليس حديثه بشيء. «سؤالاته» (2327)

امام احمد کے نزدیک یہ کوئی چیز نہیں ہیں

میزان میں الذھبی نے کہا

وقال ابن حبان: روى عن نافع، عن ابن عمر - نسخة موضوعة.

ابن حبان نے کہا کہ یہ نافع سے ان کی ابن عمر سے روایت کرتے ہیں جو ایک گھڑا ہوا نسخہ ہے

اگرچہ الذھبی نے میزان میں کہا ہے کہ یعتبر منه ان کی روایت اعتبار کے لئے لکھی جاتی ہے اپ دیکھ سکتے ہیں کہ تحقیق سے ابن حبان کا قول صحیح ثابت ہوا ہے

المجروحین میں ابن حبان کہتے ہیں

فروى عَن نَافِع أَشْيَاء لَا يشك من الحَدِيث صناعته إِذا سَمعهَا أَنَّهَا مَوْضُوعَة كَانَ يحدث بهَا توهما لَا تعمدا

پس انہوں نے نافع سے چیزیں روایت کی ہیں ... یہ موضوع ہیں انہوں نے ان کو وہم سے روایت کیا جان بوجھ کر نہیں

تاریخ الاسلام میں الذھبی کہتے ہیں

وقال ابْن حِبّان: روى عَنْ نافع عَنِ ابْن عمر نسخة موضوعة كان الحديث بها توهمًّا لا تعمدًا.

ابن حبان نے کہا یہ نافع سے ان کی ابن عمر سے روایت کرتے ہیں ، ایک نسخہ موضوعہ سے اس کی حدیث میں وھم ہے جو جان بوجھ کر نہیں کیا گیا

الغرض یہ روایت ضعیف ہے – راوی پر کلام ہے اور تاریخ کے مطابق غلط ہے – اور حقیقت کے خلاف ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ مختصر اور نماز خاص پر رات کی نماز تو بہت طویل ہوتی تھی جس میں اپ نے کبھی بھی بیٹھ کر نماز نہیں پڑھی تو وزن بڑھنے پر منبر کیوں بنواتے ؟ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو رات میں نماز میں کھڑے ہوتے کہ پیر سوج جاتے اور یہاں پر بتایا جا رہا ہے کہ وزن کی وجہ سے صرف خطبے کے لئے منبر بنوایا- یہ بھی غلط ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وزن بڑھ گیا تھا جیسا کہ البانی نے اس روایت کے الفاظ –لما بدن سے استخراج کیا ہے

البانی صاحب نے دلیل میں جو روایت پیش کی تھی وہ صحیح نہیں کیونکہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وزن بڑھنے کا ذکر ہے جو متقدمین محدثین کے مطابق درست نہیں

البانی صاحب کے بقول عرب ہڈیوں سے جسم مراد لیتے تھے

البدر التمام شرح بلوغ المرام کے مؤلف الحسين بن محمد بن سعيد اللاعيّ، المعروف بالمَغرِبي (المتوفى: 1119 هـ) ان الفاظ پر کہتے ہیں[36]

رواه ابن حبان في صحيحه من حديث عجوز بني إسرائيل أنها دلت موسى - عليه السلام - على الصندوق الذي فيه عظام يوسف - عليه السلام - فاستخرجه وحمله (ج) معهم عند قصدهم الذهاب من مصر إلى الأرض المقدسة، أما لأنها أرادت بالعظام كل البدن لأن الجسد لما لم يشاهد فيه روح عبر عنه بالعظام الذي من شأنه عدم الإحساس وأن ذلك باعتبار ظنها أن أبدان (د) الأنبياء كأبدان غيرهم في البلاء، وكذلك قوله - صلى الله عليه وسلم - "أنا أكرم على ربي عز وجل أن يتركني في قبري بعد

ثلاث

ابن حبان نے صحیح میں ایک بنی اسرائیلی بڑھیا کی حدیث روایت کی ہے کہ اس نے موسی علیہ السلام کو اس صندوق کی خبر دی جس میں یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں تھیں ۔پس اس کو نکالا گیا اور وہ اس کو اپنے ساتھ مصر سے نکلتے وقت ارض مقدس لے کر گئے ۔ہو سکتا ہے یہاں ارادہ ہو کہ ہڈیوں سے مراد بدن ہے کیونکہ روح تو نظر نہیں اتی پس بدن پر ہڈی کو عبارت کیا ہے کہ اس میں ہڈی کی طرح احساس نہیں ہوتا اور یہ اعتبار بھی ظنی ہے کیونکہ انبیاء کے اجسام دوسروں کے جسموں سے الگ ہیں جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے میں اللہ کے ہاں اس سے زیادہ عزت والا ہوں کہ وہ مجھ کو قبر میں تین دن سے زیادہ رہنے دے

راقم کہتا ہے کیا بنی اسرائیل والے بھی ایسا ہی مفہوم لیتے تھے؟ تورات خروج باب ۱۳ آیت ۱۹ ہے کہ

> 19 موسیٰ یوسف کا تابوت بھی اپنے ساتھ
> لے گیا، کیونکہ یوسف نے اسرائیلیوں کو قسم دلا کر کہا تھا،
> ”اللہ یقیناً تمہاری دیکھ بھال کر کے وہاں لے جائے گا۔
> اُس وقت میری ہڈیوں کو بھی اُٹھا کر ساتھ لے جانا۔“

عبرانی میں اس آیت میں الفاظ עַצְמוֹת ہیں جن کا مفہوم ہڈیاں ہی ہے نہ کہ جسم

سلیمان علیہ السلام کا جسم

قرآن میں واقعہ بیان ہوا ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام کی موت کا وقت آیا تو آپ ایک عصا پر تھے کہ وفات ہو گئی آپ جنوں کے بیگار کا مشاہدہ کر رہے تھے اس کے بعد آپ کتنے عرصے اسی حالت میں رہے اور جن مسلسل کام میں جتے رہے یہاں تک کہ سلیمان علیہ السلام کے عصا کو دیمک نے کھایا اور وہ کمزور ہو کے ٹوٹا اور سلیمان علیہ السلام کا جسد زمین پر گرا اس وقت جنوں نے کہا کہ کاش ہم کو پتا ہوتا کہ ان کی وفات ہو گئی ہے اور ہم اس طرح کام نہ کرتے

قرآن نے اس واقعہ سے کئی باتوں کو واضح کیا

اول جن علم الغیب سے لا علم تھے

دوم سلیمان کو ایسی مملکت دی جو ان کے بعد کسی کو نہ دی حتی کہ جنات بھی ان کے لئے کام کرتے

سوم ان کا جسد ایک لاش تھا جس میں زندگی کی رمق نہ تھی وہ زمین پر گرا الفاظ ہیں

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰي مَوْتِه اِلَّا دَاۗبَّةُ الْاَرْضِ تَاكُلُ مِنْسَاَتَه فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ (۳۴:۱۴

آیت میں خر سے مراد گرنا ہے جو جسد بے جان ہونے کی نشانی ہے

اس واقعہ کا مقصد شریر جنات کو رسوا کرنا اور بنی اسرائیل کو یہ سمجھانا مقصود تھا کہ جنات علم الغیب سے لا واقف ہیں

دیوبندی عالم محب اللہ مماتیوں کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں

2۔حضرت سلمان علیہ الصلوۃ والسلام کے عصا کو کیڑوں نے کھا لیا سختی کے باوجود لیکن انکے جسم کو نرمی کے باوجود بھی نہیں کھایا کیونکہ ان کے جسم اطہر میں حیات موجود تھی۔

3۔سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں قرآن پاک میں خَرَّ آیا ہے سَقَطَ نہیں آیا۔ خَرَّ زندہ کے گرنے کو جبکہ سَقَطَ بے جان کے گرنے کو کہا جاتا ہے۔اس سے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوتی ہے۔

قرآن میں خر کا لفظ جمادات کے لئے بھی آیا ہے سورہ مریم میں ہے

تخر الجبال هدا

پہاڑ گر کر ریزہ ہو جائیں

قبر پرستوں کو اس واقعہ میں نبی کا صرف جسد نظر آ رہا ہے لیکن اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام اتنے عرصۂ لاٹھی کے سہارے کھڑے رہے اور ایک شخص ان کو دیکھتے نہیں آیا .

سلیمان اللہ کے نبی تھے کوئی جنگل میں غیر معروف سادھو تو نہیں تھے ، ملک کے بادشاہ تھے . ایک زندہ انسان بھی ٹک کر کھڑا نہیں ہو سکتا اس کو پہلو بدلنا پڑتا ہے . مردہ انسان لاٹھی پر ٹک کر کھڑا نہیں ہو سکتا لیکن اللہ تعالی نے سلیمان علیہ السلام پر موت طاری کی اور وہ کھڑے کے کھڑے رہ گئے . پھر

سلیمان علیہ السلام کا یہ کوئی ایک واقعہ تو ہے نہیں اور بھی واقعات ہیں بعض کو صوفیاء استعمال کرتے ہیں تاکہ ولی کو نبی سے بلند کریں . ملک سلیمان کی ان حیرت انگیز واقعات کو بنیاد بنا کر جادو گر بھی استعمال کرتے ہیں . ان تمام حقائق کی روشنی میں یہ واضح ہے کہ یہ سلیمان علیہ السلام کا خاص واقعہ ہے جس کو عام سے الگ سمجھنا چاہیے

اس سے انبیاء کی زندگی کی دلیل لینا بھی عجیب ہے ابھی تو یہ جسد مٹی میں گیا بھی نہیں تو دلیل کیسے بن گیا

وکیع کا قصہ

امام یعقوب بن سفیان بن جوان الفارسي الفسوي، أبو يوسف (المتوفى: 277ھ) کتاب المعرفة والتاريخ میں سَنَةِ أَرْبَعٍ وَثَمَانِينَ وَمِائَةٍ ۱۸۴ ہجری کے تحت لکھتے ہیں کہ محمد بن عبد الله بن سعيد بن المغيرة بن عمرو بن عثمان بن عفان اس وقت مکہ پر عامل تھے کہ محدث امام وكِيع ُبن الجراح نے ایک روایت بیان کی

وفِي هَذِهِ ِالسنَةِ ِأَوْ سنَةَ ِخمْسٍ حدثَ َوكِيع ُبن الجراح بمكة عن عنْ إِسمْاعِيل َبْنِ أَبِي خالِدٍ ِالْبَهِيِّ : أَنَّ رَسُولَ َالله ِصلىَّ اللهُ عليْهِ ِوسلَّمَ لَمَّا ماتَ َلمْ يدْفَنْ حتىَّ وجأَ َبطْنُه ُوانثْنَيَ َخِنصْرَهُ ُوذكَرَ َغيْرَ َهذا. فرفعَ َإلِىَ العُثمْانِي ِّفأرسل اليه فحبسه، وعزم على قتلْهَ ُوصلبْهَ ُوأمرَ َبخِشبَةٍ ٍأنَْ تنُصْبَ َخارِجا مِنَ َالحْرَمِ، وبلغَ َوكيعا وهوُ َفِي الحْبسْ.

اور اس سال یا ۱۸۵ ہجری میں وَكِيعُ بن الجراح نے مکہ میں روایت بیان کی عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ الْبَهِيِّ کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی ، یہاں تک کہ ان کا پیٹ پھول گیا اور جوڑ ڈھیلے ہو گئے تو پھر ان کی تدفین ہوئی اور دوسرا ذکر کیا — یہ بات العثمانی (محمد بن عبد الله بن سعيد بن المغيرة بن عمرو بن عثمان بن عفان) تک بات پہنچی پس وکیع کو قید کر دیا اور ارادہ کیا کہ ان کو قتل کرے اور صلیب دے دے اور حرم سے باہر سولی تیار کرنے کا حکم کیا

اس روایت کو سن کر لوگوں نے وكِيع ُبن الجراح کو قید کر دیا اور ان کو صلیب کرنے کا فیصلہ کیا- یہاں تک کہ سفیان بن عیینہ نے اور ان کو چھڑوایا- سفیان نے العثمانی سے کہا لا قتلَ عليْهِ، رجل سمِعَ حديثاً فرواه انہوں نے تو جو سنا وہ روایت کر دیا

الفسوی مزید بتاتے ہیں

فسَمِعتُ سعِيدَ بنَ منصُورٍ يقُولُ: كنُا بالمْدِينةِ، فكتَبَ أهْلُ مكةََّ إلِىَ

أَهْلِ الْمَدِينَةِ بِالَّذِي كَانَ مِنْ وَكِيعٍ وَابْنِ عُيَيْنَةَ وَالْعُثْمَانِيِّ. وَقَالُوا: إِذَا قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَلَا تَتَّكِلُوا عَلَى الْوَالِي وَارْجُمُوهُ بِالْحِجَارَةِ حَتَّى تَقْتُلُوهُ، فَعَزَمُوا عَلَى ذَلِكَ، وَبَلَغَنَا الَّذِي هُمْ عَلَيْهِ، فَبَعَثْنَا بَرِيدًا إِلَى وَكِيعٍ أَنْ لَا يَأْتِيَ إِلَى الْمَدِينَةِ وَيَمْضِيَ مِنْ طَرِيقِ الرَّبَذَةِ- وَقَدْ كَانَ جَاوَزَ مَفْرِقَ الطَّرِيقَيْنِ إِلَى الْمَدِينَةِ-، فَلَمَّا أَتَاهُ الْبَرِيدُ رَجَعَ رَاجِعًا إِلَى الرَّبَذَةِ وَمَضَى إِلَى الْكُوفَةِ.

پس سعید بن منصور کو اس کی خبر ہوئی کہا ہم مدینہ میں تھے - اہل مکہ نے اہل مدینہ کو خط لکھا جو وکیع ، سفیان اور العثمانی کے ما بین ہوا اور کہا جب یہ مدینہ پہنچے اس سے بات نہ کرنا اور رجم کر دینا یہاں تک کہ مر جائے - پس اہل مدینہ نے اس کا ارادہ کر لیا ... پس ہم نے وکیع کی طرف خط بھیجا کہ یہاں مت آنا اور زبدہ چلے جانا اور وہاں سے کوفہ

الذھبی تاریخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام میں کہتے ہیں

قَالَ ابن خشرم: سمعته مِن وكيع بعد ما أرادوا صلبه. فتعجبّت مِن جسارته.

ابن خشرم نے کہا: میں نے وکیع سے اس روایت کو پھر سنا اس کے بعد جب لوگوں نے ان کو صلیب دینے کا ارادہ کیا پس مجھ کو ان کی جسارت پر تعجب ہوا

الذھبی نے تاریخ الاسلام میں اس پر لکھا

وهَذِهِ هفوة مِن وكيع، كادت تذهب فيها نفسه. فما لَهُ ولرواية هذا الخبر المنكر المنقطع

یہ وکیع کی ہفوات ہے ان کا نفس جانے کو تھا (یعنی جان جا سکتی تھی) - اس میں ان کے لئے کیا ہے کہ اس کی روایت کرتے اور یہ خبر منکر منقطع ہے [37]

38

ابن عدی نے الکامل میں اس قصہ کا ذکر عَبْد المجيد بن أَبِي روّاد کے ترجمہ میں کہا ہے جس نے قتل کا فتوی دیا تھا کہ الرشید نے سفیان سے اس روایت کا پوچھا تو انہوں نے کہا کہ

إن المدينة أرض شديدة الحر توفي النبي صلى الله عليه وسلم يوم الإثنين فترك إلى ليلة الأربعاء لأن القوم كانوا في صلاح أمر أمة محمد واختلفت قريش والأنصار فمن ذاك تغير.

مدینہ میں ان دنوں بہت گرمی تھی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی پیر کا دن تھا پس چھوڑ دیا یہاں تک کہ منگل کی رات ہوئی کیونکہ قوم امت کی اصلاح میں مشغول تھی اور قریش و انصار کا اختلاف ہوا پس اس لئے تغیر آیا

سفیان بن عيينة نے اس روایت کی جو شرح کی اس میں یہ مان لیا کہ انبیاء کے اجسام میں تغیر آ سکتا ہے - خیال رہے کہ الحسين بن علی الجُعْفی، امام سفیان بن عيينة کے شیوخ میں سے ہیں لیکن وہ ان کی روایت حرم علی الارض سے دلیل نہیں لیتے

وکیع کے قتل کا فتوی قاضی عَبْد المجيد بن أَبِي روّاد کی طرف دیا گیا جو اس روایت کو بیان کرتے تھے

حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: نا عَبْدُ الْمَجِيدِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رَوَّادَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ زَاذَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ يُبَلِّغُونِي عَنْ أُمَّتِي السَّلَامَ» قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:حياتى خير لكم تحدثون ويحدث لكم و فاتى خير لكم تعرض على اعمالكم فما رايت من شر استغفرتُ الله لكم"

مسند الحارث رقم 953،مسند البزار رقم 1925،المخلصيات رقم 2412، فضل الصلاة النبی ﷺ 25-26،الكامل الضعفاء ابن عدی ترجمہ عبداللہ بن خراش

میری زندگی میں تمہارے لئے خیر ہے کہ میں تم سے باتیں بیان کرتا ہوں اور میری وفات میں بھی تمہارے لئے خیر ہے تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں پس اگر میں برے اعمال پاتا ہوں تو تمہارے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کرتا ہوں

اس روایت میں زاذان والی روایات بر یہ الفاظ اضافی ہیں جس کو فقط عبدالمجید بن عبدالعزیز نے نقل کیا ہے - اور اس پر اہل حدیث حضرات کہتے ہیں کہ یہ راوی ضعیف ہے- دیوبند ی و بریلوی اس راوی کو ضعیف نہیں کہتے – قابل غور ہے یہ محدث وکیع کے دین میں دشمن تھے ان کو واجب القتل سمجھتے تھے

غیر انبیاء کے اجسام کی بقاء کا ذکر

قابل حیرت ہے کہ یہ بھی روایات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کیا گیا ہے کہ حامل قرآن کا جسم بھی باقی رہتا ہے – معجم ابن عساکر میں ہے

أخبرنا هبة الله بن حمد بن أحمد بن الحسن أبو الفضل الجوهري البروجردي إجازة كتب إلي بها من بروجرد قال أبنا الفقيه أبو الفتح عبد الواحد بن إسماعيل بن نغارة ثنا الشيخ المرشد أبو إسحاق إبراهيم بن شهريار هو الكازروني ثنا علي بن مُحَمَّد بن موسى الحافظ بالبصرة إملاء ثنا علي بن الفضل بن نصر البلخي ثنا أحمد بن يعقوب ثنا سفيان بن عيينة عن عمرو بن دينار عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا مات حامل القرآن أوحى الله إلى الأرض لأكل لحمه قال فتقول الأرض وكيف آكل لحمه وكلامك في جوفه.

هذا حديث غريب

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حامل قرآن مرتا ہے اللہ زمین کو الوحی کرتا ہے کہ اس کا گوشت مت کھانا اس پر زمین کہتی ہے اے رب میں کیسے کھا سکتی ہوں جبکہ اس کے پیٹ میں آپ کا کلام (یعنی قرآن) ہے

اس روایت کو ابن مندہ کی سند سے تفسیر مظہری از **مُحَمَّد ثناء اللہ** میں بیان کیا گیا ہے

واخرج ابن مندة عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا مات حامل القران اوحى الله الى الأرض ان لا تأكل لحمه فيقول الأرض اى رب كيف أكل لحمه وكلامك في جوفه

تفسیر ابن کثیر میں فضل الصلاۃ علی النبی از القاضی ابو إسحاق إسماعيل بن إسحاق (المتوفى: 282ھ) کی کتاب کے حوالے سے لکھا ہے

قَالَ إِسْمَاعِيلُ الْقَاضِي: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حدثنا جرير بن حازم، سمعت الحسن البصري فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَأْكُلُ الْأَرْضُ جَسَدَ مَنْ

كَلَّمَهُ رُوحُ القدس

حسن بصری نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے زمین اس جسم کو نہیں کھاتی جس میں کلمہ روح القدس ہو

حسن بصری کا سماع نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے اور یہ مدلس بھی ہیں

نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور میں إبراهيم بن عمر بن حسن الرباط البقاعی (المتوفی: 885ھ) کہتے ہیں

إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء والشهداء والعلماء والمؤذنين

بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء اور شہداء اور علماء اور موذنوں کے جسموں کو کھائے

یعنی وہ لوگ جو یہ کہتے نہیں تھکتے کہ انبیاء کے جسم باقی رہنا ان کی خصوصیت ہے وہی اس کو غیر انبیاء کے لئے بھی بیان کرتے ہیں

منکر روایت کی بنیاد پر درود پڑھنے پر بے جا اصرار

ابن کثیر تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پیش ہونے والی روایات کے بعد لکھتے ہیں

وَهَكَذَا يَجِبُ عَلَى الْخَطِيبِ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِي الْخُطْبَتَيْنِ، وَلَا تَصِحُّ الْخُطْبَتَانِ إلا بذلك لأنها عبادة، وذكر الله شرط فيها فَوَجَبَ ذِكْرُ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا كَالْأَذَانِ وَالصَّلَاةِ، هَذَا مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ.

اور اس بنا پر خطیبوں پر واجب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جمعہ کے دن درود منبر پر دونوں خطبوں میں کہیں اور خطبہ صحیح نہ ہو گا سوائے اِس کے کہ یہ کیا جائے کیونکہ یہ عبادت ہے اور اللہ کا ذکر اس کی شرط ہے پس واجب ہے کہ رسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا بھی اس میں ذکر کیا جائے جس طرح اذان اور نماز میں کرتے ہیں اور یہ مذھب ہے امام احمد اور شافعی کا

فقہ مالکی کی کتاب روضة المستبين فی شرح کتاب التلقين از ابن بزيزة (المتوفى: 673 هـ) میں ہے

قال الخطابي: ((وليست الصلاة على النبي -صلى الله عليه وسلم- بواجبة في الصلاة وهو قول جماعة من الفقهاء إلا الشافعي ولا علم فيها قدوة)). والدليل على أنها ليست من فرض الصلاة عمل السلف الصالح. قال الشافعي وإجماعهم عليه، وقد شنع الناس هذه المسألة جداً، وهذا تشهد ابن مسعود الذي اختاره الشافعي ليس فيه الصلاة على النبي -صلى الله عليه وسلم-، وكذلك كل من روى التشهد عن النبي -صلى الله عليه وسلم- كأبي هريرة، وابن عباس، وجابر، وابن عمر، وأبو سعيد الخدري، وأبي موسى الأشعري، وعبد الله بن الزبير، لم يذكر فيه صلاة على النبي -صلى الله عليه وسلم

خطابی نے کہا اور نماز میں درود پڑھنا واجب نہیں ہے اور یہ فقہاء کی ایک جماعت کا قول ہے سوائے شافعی کے ... اور اس پر دلیل سلف صالحین کا عمل ہے کہ یہ نماز میں فرض نہیں ہے ... اور ابن مسعود کا تشہد جو شافعی نے لیا ہے اس میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی درود نہیں ہے اور اسی

طرح ہر وہ تشہد جو ابو ہریرہ سے مروی ہو یا ابن عباس سے یا جابر سے یا ابن عمر سے یا ابو سعید الخدری سے یا ابو موسی سے یا ابن زبیر سے اس میں کسی میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں ہے

مزید لکھتے ہیں

قال القاضي أبو بكر: فرض الله على خلقه أن يصلوا على نبيه ويسلموا تسليمًا، ولم يجعل ذلك لوقت معلوم، فالواجب أن يكثر المرء منها، ولا يغفل عنه، وحكى الطبري والطحاوي إجماع المتقدمين والمتأخرين من علماء الأمة على أن الصلاة على النبي –صلى الله عليه وسلم في التشهد غير واجبة.

قاضی ابو بکر نے کہا اللہ تعالی نے مخلوق پر فرض کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کہیں لیکن اس کا کوئی خاص معلوم وقت نہیں کیا ہے پس واجب ہے کہ ہر شخص اس کو کثرت سے کرے اس سے غافل نہ ہو اور طبری نے طحاوی نے متقدمین و متاخرین کا اجماع علمائے امت نقل کیا ہے کہ تشہد میں درود پڑھنا غیر واجب ہے

فقہائے احناف متقدمین کے نزدیک بھی نماز میں درود پڑھنا واجب و فرض نہیں ہے - سنن دارمی اور مسند احمد میں ہے

أَخْبَرَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ حُرٍّ، حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ مُخَيْمِرَةَ، قَالَ: أَخَذَ عَلْقَمَةُ، بِيَدِي، فَحَدَّثَنِي: أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ، أَخَذَ بِيَدِهِ وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِ عَبْدِ اللَّهِ، فَعَلَّمَهُ التَّشَهُّدَ فِي الصَّلَاةِ: «التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، وَالصَّلَوَاتُ، وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ» قَالَ زُهَيْرٌ: أُرَاهُ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، - أَيْضًا شَكَّ فِي هَاتَيْنِ الْكَلِمَتَيْنِ - إِذَا فَعَلْتَ هَذَا أَوْ قَضَيْتَ، فَقَدْ قَضَيْتَ صَلَاتَكَ، [ص:847] إِنْ شِئْتَ أَنْ تَقُومَ، فَقُمْ، وَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَقْعُدَ، فَاقْعُدْ

قاسم نے کہا علقمہ نے میرا ہاتھ پکڑا اوربیان کیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑا اور بیان کیا کہ تشہد سکھایا نماز والا التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، وَالصَّلَوَاتُ، وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ» قَالَ زُهَيْرٌ: أُرَاهُ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، ... پس جب یہ کیا تو نماز پوری ہوئی - چاہو تو بیٹھ رہو یا اٹھ جاو

حسین سلیم اسد الدارانی اور شعیب الأرنؤوط — عادل مرشد اس کو صحیح کہتے ہیں

بعض کا کہنا ہے کہ یہ قول ابن مسعود ہے[39]
- یہ قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے تو ثابت ہوا کہ کوفہ میں یہ مذہب تھا تشہد پر
نماز ہو جاتی ہے اور درود نماز میں فرض نہیں ہے - اس مذہب کو فقہائے کوفہ نے لیا -

فَنَبِيُّ اللَّهِ حَيٌّ يُرْزَقُ

ابن ماجہ کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْمِصْرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَيْمَنَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَإِنَّهُ مَشْهُودٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ، وَإِنَّ أَحَدًا لا يصلي علي فيه إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا» قال:

قلت وبعد الموت؟ «قَالَ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللَّهِ حَيٌّ يُرْزَقُ

امام ابن ماجہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عمروبن سواد المصری نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا اور وہ عمر بن حارث سے اور وہ سید بن ابی ہلال سے۔ وہ یزید بن ایمن سے اور وہ عبادۃ بن نسی سے اور وہ ابوالدراد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کہ دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ وہ دن حاضری کا ہے۔ اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ مجھ پر جو کوئی شخص دورد پڑھتا ہے اس کا ددور مجھ پر پیش کیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس سے فارغ ہو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ آپ کی موت کے بعد ؟ آپ نے فرمایا اللہ نے حرام کر دیا ہے کہ زمین انبیاء کے جسموں کو کھائے پس نبی اللہ کو رزق دیا جاتا ہے[40]

عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ کا سماع ابو الدرداء سے نہیں ہے اور اس کو مرسل کہا جاتا ہے

راوی ثقہ ہوں لیکن ان کا سماع نہ ہو تو روایت ضعیف ہی ہوتی ہے یہ سادہ اصول علم حدیث کی تمام کتب میں ہےابن حجر خود تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں

زيد بن إيمن. روى عن عبادة بن نسي. وعنه سعيد بن إبي هلال وذكره ابن حبان فی الثقات روى له ابن

ماجة حديثا واحدا فى فضل الصلاة على النبى صلى الله عليه وآله وسلم1. قلّت رجاله ثقات لكن قال البخارى زيد بن إيمن عن عبادة بن نسى مرسل.

زید بن ایمن جو سے روایت کرتا ہے اور ان سے سعید بن ابی ہلال اس کا ذکر ابن حبان نے ثقات میں کیا ہے ابن ماجہ نے ان سے روایت کی ہے ایک حدیث جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود سے متعلق ہے میں کہتا ہوں اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن امام بخاری کہتے ہیں زید بن ایمان اور وہ عبادہ سے مرسل ہے

الذھبی میزان میں لکھتے ہیں

زيد بن إيمن [ق] عن عبادة بن نسى عن إبي الدرداء، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله حرم على الأرض إن تأكل إجساد الانبياء، فنبى الله حى يرزق روى عنه سعيد بن إبي هلال فقط، لكن ذكره ابن حبان فى الثقات على قاعدته

زید بن ایمان ان سے عبادہ کی روایت اور ان سے ابو درداء کی کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ نے حرام کر دیا ہے زمین پر کہ انبیاء کے جسموں کو کھیئے پس نبی اللہ کو رزق دیا جاتا ہے ان سے اس کو فقط سعید نے روایت کیا ہے لیکن ابن حبان نے اپنے قاعدے کے مطابق اس کو ثقات میں شمار کر دیا ہے

ابن حبان پر تساہل کا زور تھا اس کی طرف الذھبی نے اشارہ دیا ہے

. البوصیری "مصباح الزجاجۃ" میں کہتے ہیں

هذا إسناد رجاله ثقات إلا أنه منقطع في موضعين: عبادة بن نسي روايته عن أبي الدرداء مرسلة؛

اس روایت کی اسناد میں ثقہ رجال ہیں لیکن یہ دو مقام پر منقطع ہے عبادہ بن نسی کی ابو درداء سے روایت مرسل ہے

ابن کثیر تفسیر میں سورہ الاحزاب پر بحث میں اس روایت کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں

هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَفِيهِ انْقِطَاعٌ بَيْنَ عُبَادَةَ بْنِ نُسِيٍّ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ فَإِنَّهُ لَمْ يُدْرِكْهُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

یہ حدیث غریب ہے اس سند سے اس میں انقطاع ہے عبادہ اور ابی الدرداء کے درمیان کیونکہ انکی ملاقات نہ ہوئی

یہ اقوال بھی ہیں جو واضح کرتے ہیں روایت منقطع ہے

اسی سند سے تفسیر الطبری کی ایک اور روایت ہے

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: ثني عَمِّي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَيْمَنَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَكْثِرُوا عَلَيَّ الصَّلَاةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَإِنَّهُ يَوْمٌ مَشْهُودٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ

ابو الدردا رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر کثرت سے جمعہ کے دن درود پڑھو کیونکہ یہ وہ دن ہے جو یوم مشہود ہے فرشتے دیکھتے ہیں

یہ روایت بھی مرسل ہے ضعیف ہے اور کیا فرشتے عام دنوں میں نہیں ریکارڈ کرتے

موسی علیہ السلام کے لئے قبر میں نماز پڑھتے رہنے کا عقیدہ

صحیح بخاری میں أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ موسی علیہ السلام کی قبر ارض مقدس کے رخ پر سرخ ٹیلے کے پاس ہے

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موسی علیہ السلام کو معراج کی رات ایک الكثيبِ الأحمر سرخ ٹیلے کے پاس قبر میں دیکھا اور اس میں ہے وہ نماز پڑھ رہے تھے

یہ روایت حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ البصری ، وَسُلَيْمَانَ سلیمان بن طرخان التَّيْمِيِّ البصری ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ کی سند سے آئی ہے۔ یعنی سلیمان بن طرخان التیمی البصری اور ثابت البنانی البصری دونوں سے یہ منقول ہے

کتاب المعجم الأوسط از الطبرانی میں اس کی ایک سند ابو سعید الخدری سے بھی ہے لیکن وہ ضعیف ہے

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ مُحَمَّدٍ، نا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، نا صِلَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَوْفٍ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي مَرَرْتُ بِمُوسَى وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ عِنْدَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ»

لَمْ يَرْوِ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَوْفٍ إِلَّا صِلَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، تَفَرَّدَ بِهِ: مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ

صِلَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ نے بیان کیا کہ عَوْفٌ الأَعْرَابِيُّ البصری نے عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ کی سند سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موسی علیہ السلام کو معراج کی رات ایک الكثيبِ الأحمر سرخ ٹیلے کے پاس قبر میں دیکھا اور اس میں ہے وہ نماز پڑھ رہے تھے

امام بخاری تاریخ الکبیر میں لکھتے ہیں

صِلَة بْن سُليمان. لَيْسَ بذلك القوي.

قَالَ أَبو الأَسود: حدَّثنا صِلَة بْن سُليمان، أَبو زَيد الواسِطِيّ، سَمِعَ عَوفًا، مُرسلٌ.

صِلَة بْن سُليمان قوی نہیں ابو الاسود نے کہا عوف سے سنا (پر) مرسل ہے

اس سلسلے کی صحیح سمجھے جانے والی روایت سلیمان بن طرخان التیمی المتوفی ۱۴۳ ھ اور ثابت بن اِسلم البنانی المتوفی ۱۲۳ ھ یا ۱۲۷ھ کی سند سے ہے یہ دونوں بصرہ کے ہیں اور ایک طرح اس میں بصریوں کا تفرد بنتا ہے کیونکہ اس کی کوئی اور صحیح سند نہیں ہے بلکہ ضعیف والی بھی ایک بصری عوف الأعْرَابِیُّ سے ہے یعنی یہ موسی علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا صرف بصریوں نے روایت کیا ہے انس رضی اللہ عنہ کے دیگر شاگرد اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بیان نہیں کرتے۔ کسی ایک ہی علاقہ میں روایت کا پروان چڑھنا عجیب بات ہے جبکہ یہ عقیدہ کی بات ہے

بحر الحال چونکہ یہ روایت ایک خاص معجزاتی رات کے حوالے سے ہے۔امام مسلم نے اس کو فضائل موسی علیہ السلام میں سے سمجھا ہے اور فضائل کسی ذات پر مخصوص ہوتے ہیں اگر تمام پر مانا جائے تو خصوصیت ختم ہو جائے گی لہٰذا قرین قیاس ہے کہ امام مسلم اس کو صرف موسی علیہ السلام کا ایک خاص واقعہ کہنا چاہتے ہیں ورنہ اس کو فضائل انبیاء میں سب کے باب میں لکھا جانا چاہیے تھا- اب جب یہ خاص ہے تو دلیل نہ رہا کیونکہ یہ کوئی عموم نہیں ۔

اگر یہ مان لیں تو وہاں بیت المقدس میں عیسیٰ بھی تھے تو ان کا بھی جسد عنصری تھا کیونکہ ان پر ابھی موت واقع نہیں ہوئی ۔ یعنی دو انبیا کو جسد عنصری کے ساتھ اس رات معراج ہوئی ایک نبی علیہ السلام اور دوسرے عیسیٰ علیہ السلام لہٰذا راقم کے نزدیک انبیاء زمین پر نہیں آئے نہ نماز ہوئی

ابن حبان اس کے قائل تھے کہ یہ خاص ہے لیکن ان کے نزدیک موسی علیہ السلام کو زندہ کیا گیا چناچہ ابن حبان صحیح میں تبصرہ میں کہتے ہیں

قَالَ أَبُو حَاتِمٍ: اللَّهُ جَلَّ وَعَلَا قَادِرٌ عَلَى مَا يَشَاءُ، رُبَّمَا يَعِدُ الشَّيْءَ لِوَقْتٍ مَعْلُومٍ، ثُمَّ يَقْضِي كَوْنَ بَعْضِ ذَلِكَ الشَّيْءِ قَبْلَ مَجِيءِ ذَلِكَ الْوَقْتِ، كَوَعْدِهِ إِحْيَاءَ الْمَوْتَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجَعْلِهِ مَحْدُودًا، ثُمَّ قَضَى كَوْنَ مِثْلِهِ فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ، مِثْلَ مَنْ ذَكَرَهُ اللَّهُ وَجَعَلَهُ اللَّهُ جَلَّ وَعَلَا فِي كِتَابِهِ، حَيْثُ يَقُولُ: {أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّى يُحْيِي هَذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ} إِلَى آخِرِ الْآيَةِ، وَكَإِحْيَاءِ اللَّهِ جَلَّ وَعَلَا لِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ بَعْضَ الْأَمْوَاتِ، فَلَمَّا صَحَّ وجودُ كَوْنِ هَذِهِ الْحَالَةِ فِي الْبَشَرِ، إِذَا أَرَادَهُ اللَّهُ جَلَّ وَعَلَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، لَمْ يُنْكَرْ أَنَّ اللَّهَ جَلَّ وَعَلَا أَحْيَا مُوسَى فِي قَبْرِهِ حَتَّى مَرَّ عَلَيْهِ الْمُصْطَفَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ

أُسْرِيَ بِهِ، وَذَاكَ أَنَّ قَبْرَ مُوسَى بِمُدَّيْنِ بَيْنَ الْمَدِينَةِ وَبَيْنَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَرَآهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو فِي قَبْرِهِ إِذِ الصَّلَاةُ دُعَاءٌ، فَلَمَّا دَخَلَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ الْمَقْدِسِ وَأُسْرِيَ بِهِ، أُسْرِيَ بِمُوسَى حَتَّى رَآهُ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ

ابو حاتم ابن حبان کہتے ہیں اللہ جل و علا جو چاہے کرنے پر قادر ہے ، کبھی وہ چیز کو گنتا ہے ایک مقررہ وقت کے لئے اور حکم کرتا ہے کسی چیز پر قبل از وقت جسے مردوں کو زندہ کرنے کا وعدہ قیامت کے دن اور اس کو محدود کرتا ہے پھر اسی طرح کا حکم کرتا ہے جیسا اس نے کتاب میں ذکر کیا ہے {أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّى يُحْيِي هَذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ} اور اسی طرح اللہ کا عیسیٰ کے لئے مردوں کو زندہ کرنا پس جب بشر کی اس حالت کی خبر صحیح ہے اور اللہ نے اس کا ارادہ قیامت سے پہلے کیا تو اس کا انکار نہیں کریں گے کہ اللہ نے موسی کو قبر میں زندہ کیا معراج کی رات پر جب رسول اللہ ان پر گزرے اور یہ موسی کی قبر مدینہ اور بیت المقدس کے درمیان ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہوں قبر میں دعائیں کرتے دیکھا پس جب بیت المقدس میں داخل ہوئے تو معراج ہوئی تو موسی کو بھی ہوئی اور ان کو چھٹے آسمان پر دیکھا

لیکن اس سے مسئلہ حل نہیں ہوتا سوال پیدا ہوا کہ موسی علیہ السلام کس طرح قبر میں، بیت المقدس میں اور چھٹے آسمان پر تھے – بہت سے لوگوں نے مثلا السبکی اور ابن تیمیہ نے اس سے یہ نکالا کہ روح سریع الحرکت ہوتی ہے لہذا موسی علیہ السلام، براق کے بغیر یکایک ایک مقام سے دوسرے مقام تک چلے گئے-

امام بخاری اس کے برعکس اس موسی علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنے والی روایت کو صحیح میں نہیں لکھتے اور روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھر کو قبریں نہ بناو ان میں نماز پڑھو یعنی قبر میں نماز نہیں ہے –

یہ روایت حماد بن سلمہ کے علاوہ دیگر راویوں سے اس طرح بھی آئی ہے

مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى وَهُوَ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ

میں موسی پر گزرا اور وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے

قبر میں یعنی برزخ میں ان کو ان کے مقام میں دیکھا

یہ رائے ابن حزم کی ہے ابن حزم الملل و النحل میں لکھتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے شب معراج میں موسی علیہ السلام کو انکی قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا آپ نے یہ بھی خبر دی کہ آپ نے انھیں چھٹے یا ساتویں آسمان میں دیکھا کوئی شک نہیں کہ آپ نے محض انکی روح دیکھی ان کا جسم بلا شبہ خاک میں پوشیدہ ہے لہذا اس بنا پر روح کا مقام قبر کہلاتا ہے وہیں اس پر عذاب ہوتا ہے اور وہیں اس سے سوال ہوتا ہے جہاں وہ ہوتی ہے

موسی علیہ السلام صاحب شریعت وکتاب نبی تھے آج کی رات نماز کے بارے میں ان سے گفتگو بھی ہونی ہے لہذا ان کی نماز کا طریقہ دکھایا گیا جو برزخ میں دیکھا گیا - الفاظ الْكَثِيبِ الأَحْمَرِ یا سرخ ٹیلہ صرف حماد بن سلمہ بن دینار کی سند سے آئے ہیں اور یہ الفاظ اشارہ کرتے ہیں کہ قبر زمین میں تھی اب یہ بات ہے تو ممکن ہے یہ حماد بن سلمہ البصری کی غلطی ہو کیونکہ آخری عمر میں حماد بن سلمہ اختلاط کا شکار تھے- امام بخاری کو ان سے خطرہ تھا لہذا ان سے کوئی روایت نہیں لی — ابن سعد کہتے ہیں ثقة كثير الحديث وربما حدث بالحديث المنكر، حماد ثقہ ہیں لیکن کبھی منکر روایت بھی بیان کرتے ہیں

الغرض روایت ایک خاص واقعہ کے بارے میں ہے- لہذا دلیل نہیں

دوم اس میں سرخ ٹیلے کے الفاظ میں حماد بن سلمہ البصری کا تفرد ہے جو اختلاط کا شکار تھے

سوم حماد بن سلمہ کی کوئی بھی روایت امام بخاری نے نہیں لکھی

کتاب سؤالات أبي داود للإمام أحمد بن حنبل في جرح الرواة وتعديلهم کے مطابق

قَالَ ابو دَاوُد عَن حَمَّاد بن سَلمَة قَالَ قلت هَذَا قَامَ لِثَابِت فَجعلت أقلب عَلَيْهِ الْأَحَادِيث فَأَقُول أنس فَيَقُول لَا إِنَّما حَدثنَا بِهِ ابْن ابي ليلى لَا إِنَّما حَدثنَا بِهِ انس يَعْنِي لما يذكرهُ أَيْضا لَهُ عَن غير أنس مَا هُوَ لأنس

امام ابو داود نے امام احمد سے حماد بن سلمہ پر پوچھا احمد نے کہا کہ یہ ثابت سے روایت کرنے میں احادیث کو اُلٹ پلٹ کرتے پس کہتے انس نے کہا پھر کہتے نہیں ابن ابی لیلی نے کہا - نہیں ایسا انس نے کہا

یعنی جو انس نے نہیں کہا ہوتا اس کو بھی انس کا قول بنا دیتے

طبقات ابن سعد کے مطابق اس روایت کے راوی ثابت البنانی دعا کرتے تھے

أَخْبَرَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ: إِنْ كُنْتَ أَعْطَيْتَ أَحَدًا الصَّلاةَ فِي قَبْرِهِ فَأَعْطِنِي الصَّلاةَ فِي قَبْرِي

کہ اے اللہ اگر تو نے کسی کو قبر میں نماز کی اجازت دی تو مجھے بھی یہ دے

اگر موسی علیہ السلام قبر میں نماز پڑھتے ہوتے تو ثابت کہتے جس طرح موسی علیہ السلام کو اجازت دی اسی طرح مجھے بھی دے لیکن وہ کہتے ہیں اگر کسی کو یہ چیز ملی[41]

علیۃ الاولیاء 2/319 کی روایت ہے

حدثنا أبو حامد بن جبلة قال: ثنا محمد بن إسحاق السراج، قال: ثنا عمر بن شبة، قال: ثنا يوسف بن عطية، قال: سمعت ثابتا، يقول لحميد الطويل: «هل بلغك يا أبا عبيد أن أحدا يصلي في قبره إلا الأنبياء؟» قال: لا، قال ثابت: «اللهم إن أذنت لأحد أن يصلي في قبره فأذن لثابت أن يصلي في قبره»

ثابت البنانی نے حمید الطویل سے پوچھا کہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی کا قبر میں نماز پڑھنا ثابت ہے ،تو حمید الطویل نے کہا نہیں ، تو ثابت البنانی نے دعاء کی کہ اے اللہ ! اگر تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو اس کی قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے تو اپنے اس بندے کو بھی اپنی قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے

اس روایت کو يوسف بن عطية نے پھیلایا ہے کہ یہ جملہ محدثین انبیاء کی قبروں میں نماز پڑھنے کے قائل تھے- یوسف بن عطیہ نے مزید کہا: "فأذن لثابت أن يصلي في قبره " پس ثابت کو ان کی قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت مل گئی- یوسف بن عطیہ کے بارے میں بخاری نے خبردار کیا کہ یہ منکر الحدیث ہے (کتاب الضعفاء :424) اور نسائی نے کہا: متروک الحدیث ہے (کتاب الضعفاء 617) - لہٰذا یہ روایت منکر و متروک ہے- ثابت کو نماز پڑھنے کی اجازت ملی ، اس کی خبر کس طرح ہوئی ؟

اسی کتاب کی دوسری روایت ہے

حدثنا عثمان بن محمد العثماني، قال: ثنا إسماعيل بن علي الكرابيسي، قال: حدثني محمد بن سنان القزاز، قال: ثنا شيبان بن جسر، عن أبيه، قال: " أنا والله الذي لا إله إلا هو أدخلت ثابتا البناني لحده ومعي حميد الطويل أو رجل غيره شك محمد قال: فلما سوينا عليه اللبن سقطت لبنة فإذا أنا به يصلي في قبره فقلت للذي معه: ألا ترى؟ قال: اسكت فلما سوينا عليه وفرغنا أتينا ابنته فقلنا لها: ما كان عمل أبيك ثابت؟ فقالت: وما رأيتم؟ فأخبرناها فقالت: كان يقوم الليل خمسين سنة فإذا كان السحر قال في دعائه: اللهم إن كنت أعطيت أحدا من خلقك الصلاة في قبره فأعطنيها "، فما كان الله ليرد ذلك الدعاء

جسر (بن فرقد) سے روایت ہے کہ اس نے ثابت البنانی کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا

اس کی سند میں جسر بن فرقد ہے جو متروک ہے - دارقطنی نے کہا متروک ہے (سوالات البرقانی)

افسوس کہ زکریا دیوبندی صاحب نے اپنی کتاب فضائل نماز ، صفحہ 361 (تیسرا باب خشوع و خضوع سے بیان میں میں) اور فضائل اعمال میں اس کو نقل کر کے عوام الناس میں اس متروک روایت کو پھیلا دیا ہے۔

حلیۃ الأولياء وطبقات الأصفياء میں ایک اور روایت ہے کہ

حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ حَيَّانَ، قَالَ: ثنا أَحْمَدُ بْنُ الْحُسَيْنِ، قَالَ: ثنا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مَالِكٍ الْغَبْرِيُّ، قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الصِّمَّةِ الْمُهَلَّبِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي الَّذِينَ، كَانُوا يَمُرُّونَ بِالْحُفَرِ بِالْأَسْحَارِ قَالُوا: «كُنَّا إِذَا مَرَرْنَا بِجَنَبَاتِ قَبْرِ ثَابِتٍ سَمِعْنَا قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ»

ہم جب ثابت کی قبر کے پاس سے گزرتے تو قرآن سنتے

سند میں إِبْرَاهِيمُ بْنُ الصِّمَّةِ الْمُهَلَّبِيُّ مجہول ہے

دوسری طرف بخاری کی حدیث میں ہے کہ موسی اور آدم علیہما السلام کا تقدیر کے بارے میں کلام ہوا متقدمین شارحین نے اس کو عالم البرزخ میں بتایا ہے اگر موسی قبر میں ہیں تو آدم کی ان سے کیسے ملاقات ہو گئی[42]

-

دیو بندی مولوی محمد الیاس گھمن ملا علی القاری کے حوالے سے کتاب فرقہ مماتیت کا تحقیقی جائزہ میں لکھتے ہیں

ملا علی قاری کا حوالہ:

سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م1014ھ) فرماتے ہیں:

ومما يؤيد تشكل الأنبياء وتصورهم على وجه الجمع بين أجسادهم وأرواحهم. قوله: (فإذا موسى قائم يصلي) فإن حقيقة الصلاة وهي الإتيان بالأفعال المختلفة إنما تكون للأشباح لا للأرواح.

(مرقاۃ المفاتیح: ج10 ص571 باب فی المعراج)

ترجمہ: حضرات انبیاء علیہم السلام کے شب معراج روح مع الجسد حاضر ہونے کی تائید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام [اپنی قبر میں] کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، نماز کی حقیقت مختلف اعمال کا بجالانا ہے اور ان اعمال کا بجالانا جسموں کا کام ہے، صرف روح کا نہیں۔

دیو بندیوں کے نزدیک یہ نماز جسم اور روح کی مکمل تھی

تمام انبیاء علیھم السلام کا اپنی قبروں میں نماز پڑھنا

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

إن الأنبياء إحياء فی قبورہم يصلون

انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں

البانی اپنی کتاب سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها میں لکھتے ہیں

فقد أورده الذهبي في " الميزان " وقال: " نكرة، ما روى عنه - فيما أعلم - سوى مستلم بن سعيد فأتى بخبر منكر عنه عن أنس في أن الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون. رواه البيهقي ". لكن تعقبه الحافظ في " اللسان "، فقال عقبه: " وإنما هو حجاج بن أبي زياد الأسود يعرف بزق العسل " وهو بصري كان ينزل القسامل

پس بے شک اس کو الذہبی میزان میں لے کر آئے ہیں اور کہا ہے منکر ہے جو روایت کیا ہے -یہ علم ہوا ہے کہ سوائے مستلم بن سعید کے کوئی اور اس کو روایت نہیں کرتا ،پس ایک منکر خبر انس سے روایت کرتا ہے کہ بے شک انبیاء قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں- اسکو البیہقی نے (بھی) روایت کیا ہے، لیکن حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں اس کا تعاقب کیا ہے پس اس روایت کے بعد کہا ہے بے شک یہ حجاج بن إبي زیاد الأسود ہے جوزق العسل سے معروف ہے اور بصری ہے

البزاز المتوفی : ۲۹۲ھ کہتے ہیں

حَدَّثنا رزق الله بن موسى، حَدَّثنا الحسن بن قتيبة، حَدَّثنا الْمُسْتَلِمُ بْنُ سَعِيدٍ، عَن الحَجَّاج، يَعْنِي: الصَّوَّافَ، عَنْ ثابتٍ، عَن أَنَس؛ أَن رَسولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيه وَسَلَّم قَالَ: الأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ.

وَهَذَا الْحَدِيثُ لاَ نَعْلَمُ رَوَاهُ، عَنْ ثابتٍ، عَن أَنَس إلاَّ الْحَجَّاجُ، ولاَ عَن الْحَجَّاجِ إلاَّ الْمُسْتَلِمُ بْنُ

سَعِيدٍ، ولاَ نعلمُ رَوَى الْحَجَّاجُ، عَنْ ثابتٍ، إلاَّ هذا الحديث.

اور یہ حدیث اس کو ہم نہیں جانتے کہ روایت کیا ہو سوائے الْحَجَّاجُ (الصَّوَّافَ) **نے اور اس سے الْمُسْتَلِمُ بْنُ سَعِيدٍ نے**

معلوم ہوا کہ یہ راوی الحجّاج الصَّوَّافَ ہے نہ کہ حجاج بن ابي زیاد الأسود

ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں

وَأَخْرَجَهُ الْبَزَّارُ لَكِنْ وَقَعَ عِنْدَهُ عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ وَهُوَ وَهْمٌ وَالصَّوَابُ الْحَجَّاجُ الأَسْوَدُ

اس کی تخریج الْبَزَّارُ نے کی ہے لیکن اس میں حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ ہے جو وہم ہے اور مناسب ہے کہ یہ الْحَجَّاجُ الأَسْوَدُ ہے

اگرچہ ابن حجر کے بعد لوگوں نے اس روایت کو حسن ، صحیح کہا ہے لیکن انہوں نے راوی کی وضاحت نہیں کی کہ کون سا ہے ؟ کبھی یہی راوی الْحجّاج بن الأسود بن جاتا ہے جیسے طبقات الشافعية الكبرى ، البدر المنير في تخريج الأحاديث والأثار الواقعة في الشرح الكبيراور لسان المیزان میں-

اس روایت کے دفاع میں بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس کی سند میں راوی حجاج بن الاسود کو حماد بن سلمہ حجاج الاسود بولتے تھے

ابن حبان المتوفی ۳۵۴ ھ کتاب الثقات میں لکھتے ہیں

حجاج بن أبي زِيَاد الأسود من أهل الْبَصْرَة كَانَ ينزل القسامل بهَا يروي عَن أبي نَضرة وَجَابِر بن زيد روى عَنهُ عِيسَى بْن يُونُس وَجَرِير بن حَازِم وَهُوَ الَّذِي يحدث عَنهُ حَمَّاد بن سَلمَة وَيَقُول حَدثنَا حجاج الأسود

حجاج بن ابي زِيَاد الأسود اہل الْبَصْرَة میں سے ہیں .. ان سے حَمَّاد بن سَلمَة نے روایت کیا ہے اور کہا ہے حَدثنَا حجاج الأسود

ایک اور راوی حجاج بن ابي عُثْمَان الصَّواف کے لئے ابن حبان لکھتے ہیں

حجاج بن أبي عُثْمَان الصَّواف كنيته أَبُو الصَّلْت مولى التَّوْأَمَة بنت أُميَّة بن خلف وَاسم أبي عُثْمَان ميسرَة وَقد قيل إِن اسْم أبي عُثْمَان سَالم يروي عَن أبي الزبير وَيحيى بن أَبى كثير روى عَنهُ حَمَّاد بْن سَلمَة والبصريون مَاتَ سَنَةَ ثَلاثٍ وَأَرْبَعِينَ وَمِائَةٍ وَكَانَ متقنا

حجاج بن ابي عُثْمَان الصَّواف ان کی کنیت أَبُو الصَّلْت ہے . ان سے حَمَّاد بْن سَلمَة اور بصریوں نے روایت

کیا ہے ، سن ۱۴۳ ھ میں وفات ہوئی

اول روایت أن الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون **حَمَّاد بن سَلَمَة کی سند سے نقل نہیں ہوئی بلکہ الْمُسْتَلِمُ بْنُ سَعِيدٍ نے حجاج سے سنی ہے**

دوئم اس کی سند میں ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ ہیں اور حَمَّاد بن سَلَمَة کی ان سے بہت سی روایات مروی ہیں لیکن یہ والی نہیں

سوم الذھبی اس روایت کو منکر کہتے ہیں یعنی اس روایت کا متن صحیح حدیث کے خلاف ہے

اس بحث کا لب لباب ہے کہ ابن حجر کی تصحیح نہ صرف مشکوک ہے بلکہ راوی کی نامکمل تحقیق پر مبنی ہے - ابن حجر نے بیہقی کی اس روایت کی تصحیح کا حوالہ بھی دیا ہے- لیکن بیہقی نے جس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اس کی سند میں الْحَجَّاج بن الأسود ہے نہ کہ حجاج بن إِبِي زياد الأسود- دوم ابن حجر بار بار اس موقف تبدیل کرتے ہیں لسان المیزان میں اس روایت کو منکر کہتے ہیں اور فتح الباری میں صحیح ! جو عجیب بات ہے-

اس روایت کی تصحیح کرنے والے حضرات راوی کو ایک دوسرے کی تصحیح کی بنیاد پر صحیح قرار دیتے رہے- لیکن افسوس راوی کے بارے میں کوئی ایک رائے نہیں. پہلے یہ تو ثابت ہو کہ یہ کون راوی ہے پھر اس کی صحت و سقم کا سوال ہو گا - اور یہ بھی دیکھا جائے گا کہ سند کے اتصال کے کیا دلائل ہیں کیونکہ راوی ثقہ ہوں اور سماع نہ ہو تو بھی روایت رد ہو جاتی ہے - اب چونکہ یہ بھی واضح نہیں کہ راوی کون ہے تو یہ روایت مجھول راوی کی وجہ سے ضعیف ہے - کیا ایسی عجوبہ سند والی روایت، جس کا راوی مبہم ہو اس سے عقیدے کا اثبات کیا جائے گا؟

محب راشدی فتاوی راشدیہ میں لکھتے ہیں

◆...... ((قال البیهقی فی الرسالة السابقة اخبرنا الثقة من اهل العلم قال انبأ ابو عمرو بن حمد ان قال انبأ ابو یعلی الموصلی ثنا ابو الجهم الازرق بن علی ثنا یحییٰ بن ابی بکر ثنا المسلم بن سعید عن الحجاج عن ثابت البنانی عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون.))

اس روایت میں بھی دو راوی مجروح ہیں ایک بیہقی رحمہ اللہ کا شیخ کیونکہ وہ مبہم ہے بیہقی رحمہ اللہ کا اس کا نام "الثقه من اهل العلم" لکھنا کافی نہیں کیونکہ کوئی تلمیذ مرتجا اپنے استاذ کو یا شیخ کو ثقہ یا قابل اعتماد سمجھتا ہے لیکن وہ مجروح اور نا قابل حجت ہوتا ہے کیونکہ اسے اس کے متعلق مکمل خبر نہیں ہوتی کہ فلاں میں کوئی یہ خرابی بھی ہے اور اس خرابی یا نقص یا سبب جرح کا علم کسی دوسرے امام فن کو ہوتا ہے اور چونکہ جرح خصوصاً مبین اور مفسر تعدیل پر مقدم ہوتی ہے لہٰذا ممکن ہے کہ جسے بیہقی رحمہ اللہ ثقہ سمجھ رہیں ہوں وہ مجروح شدید ہو اور اس کی جرح مفسر بھی ہو لہٰذا جب تک اس کا نام بیہقی صاحب نہیں لیتے تب تک وہ مبہم کے حکم میں ہیں اور ابہام کسی بھی حدیث پر صحت کا حکم لگانے سے مانع ہے "كما لا يخفى على من له مما رسته والمام باصول الحديث" دوسرا نام یحییٰ بن ابی بکر کا ہے جس کا کتب رجال میں کوئی تذکرہ موجود نہیں لہٰذا ایسے مجاہیل اور غیر معروف اور مبہم رواۃ پر مبنی روایت کا حال کیا ہونا چاہیے۔

ہر منصف مزاج اور اعتدال پسند شخص خود فیصلہ کرسکتا ہے۔

اب سند دیکھیں مسند ابو یعلی میں ہے

حَدَّثَنَا أَبُو الْجَهْمِ الْأَزْرَقُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا الْمُسْتَلِمُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ

اس میں الْمُسْتَلِمُ بْنُ سَعِيدٍ ہے جو مجهول حجاج سے روایت کرتا ہے البزار (المتوفى: 292ھ) کہتے ہیں اس میں اس کا تفرد ہے

وَهَذَا الْحَدِيثُ لَا نَعْلَمُ رَوَاهُ، عَنْ ثابتٍ، عَن أَنَس إلاَّ الْحَجَّاجُ، ولاَ عَن الْحَجَّاجِ إلاَّ الْمُسْتَلِمُ بْنُ سَعِيدٍ، ولاَ نعلمُ رَوَى الْحَجَّاجُ، عَنْ ثابتٍ، إلاَّ هذا الحديث

الْمُسْتَلِمُ بْنُ سَعِيدٍ واسط کا ہے یہ جوگی بن چکا تھا

کتاب إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال از مغلطاى (المتوفى: 762ھ) کے مطابق

وعن يزيد بن هارون ذكروا أنه لم يضع جنبه منذ أربعين عاما، فظننت أنه يعني بالليل، فقيل لي: ولا بالنهار. وعن أصبغ بن يزيد قال: قال لي مستلم: لي اليوم

سبعون يوما لم أشرب ماء

یزید بن ہارون سے روایت ہے کہ مستلم نے چالیس سال تک پہلو نہیں لگایا پس گمان کیا کہ رات میں لیکن مجھ سے کہا گیا دن میں بھی اور اصبع سے روایت ہے کہ مجھ سے مستلم نے کہا ستر دن سے پانی نہیں پیا

اب آپ فیصلہ کریں جو بدعتی شخص ستر دن پانی نہ پیے اس کی دماغی حالت ایسی ہو گی کہ اس کی بیان کردہ منفرد روایت پر عقیدہ رکھا جائے؟

دوسری سند

بیہقی نے کتاب حیاۃ الأنبیاء فی قبورہم میں اس کو ایک دوسری سند سے بھی پیش کیا ہے

أخبرناه أبو عثمان الإمام ، رحمه الله أنبأ زاهر بن أحمد ، ثنا أبو جعفر محمد بن معاذ الماليني ، ثنا الحسين بن الحسن ، ثنا مؤمل ، ثنا عبيد الله بن أبي حميد الهذلي ، عن أبي المليح ، عن أنس بن مالك، قال : « الأنبياء في قبورهم أحياء يصلون

اس کے ایک راوی کے لئے عقیلی کہتے ہیں

عبید اللہ بن إبي حمید الھذلی إبو الخطاب عن إبي المليح قال یحیٰی ہو کوفی ضعیف الحدیث

عبید اللہ بن إبي حمید الھذلی إبو الخطاب ، إبي المليح سے یحیٰی کہتے ہیں کوفی ہے ضعیف الحدیث ہے

بخاری اس کو منکر الحدیث کہتے ہیں

ابو نعیم اصبہانی کتاب ضعفاء میں کہتے ہیں

عبید اللہ بن إبي حمید الھذلی یحدث عنہ مکی بن إبراهيم یروی عن إبي المليح وعطاء بالمناکیر لا شئ

عبید اللہ بن إبي حمید الھذلی اس سے مکی بن إبراهيم روایت کرتا ہے جو إبي المليح اور عطاء سے منکر روایات نقل کرتا ہے کوئی چیز نہیں

اسمٰعیل سلفی کتاب مسئلہ حیات النبی میں لکھتے ہیں

باقی رہا شوکانی کا تحفۃ الذاکرین میں «رد اللّٰہ علي روحي» کی تشریح میں یہ لکھنا: "لأنه ﷺ حي في قبره، و روحه لا تفارقه لما صح أن الأنبياء أحياء في قبورهم" (ص: ۲۸)

تو سابق مفصل جرح کے موجود ہوتے "صح" سے مصطلح صحت مراد لینا تو مشکل ہے۔ یہ "صَحَّ" بمعنی "ثَبَتَ" ہی ہوسکتا ہے، جب تک حدیث پر وضع کا حکم یقینی نہ ہو، محدثین کے نزدیک "ثَبَتَ" سے اس کی تعبیر ہوسکتی ہے۔ نیل الاوطار شوکانی نے یہی لفظ اختیار فرمایا ہے:

"وقد ثبت في الحديث أن الأنبياء أحياء في قبورهم" (۳/ ۳۰۵)

ایسی احادیث کا تذکرہ مواعظ اور فضائل کی مجالس میں تو کیا جا سکتا ہے، لیکن عقیدہ کی بنیاد اس پر نہیں رکھی جا سکتی۔ اہل حدیث اور ائمہ فن کے نزدیک اعتقاد کے لیے خبر واحد صحیح ہونی چاہیے۔ کما ذکرہ ابن القيم في الصواعق المرسلة۔

اس روایت میں بیان ہو رہا ہے کہ انبیاء قبروں میں نماز پڑھتے ہیں اس کے برعکس صحیح بخاری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ

اجعلوا في بيوتكم من صلاتكم ولا تتخذوها قبورا

اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور ان کو قبریں نہ بناؤ

اگر قبر میں نماز پڑھی جاتی ہے تو صحیح بخاری کی حدیث کا کیا مفہوم رہ جائے گا[43]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں تضاد ممکن نہیں لہٰذا الذہبی کی بات درست ہے کہ روایت انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں ایک منکر روایت ہے

ابن رجب **فتح الباري شرح صحيح البخاري** میں لکھتے ہیں

أن النبي – صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – أمرهم بأن يصلوا في بيوتهم، ولا يتخذوها قبورا بترك الصلاة فيها، فدل على أن القبور ليس فيها صلاة

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ نماز گھروں میں پڑھو اور ان کو نماز چھوڑ کر قبریں مت بناؤ تو یہ دلالت کرتا ہے کہ قبور میں کوئی نماز نہیں ہے

راقم کہتا ہے جن نمازوں میں جھر سے فاتحہ پڑھنا ضروری ہے ظاہر ہے ان نمازوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جھر سے ہی قبر میں پڑھتے ہوں گے ورنہ ایسی نماز آپ نے نہیں سکھائی

افسوس البانی ان روایات پر وہی فلسفہ بھگارتے ہیں جو چلا آ رہا ہے جس کی کوئی دلیل نہیں اور بندہ ایجاد ہے۔ الصحیحہ (2/ 178،190) میں اس پر کہتے ہیں

اعلم أن الحياة التي أثبتها هذا الحديث للأنبياء عليهم الصلاة والسلام، إنما هي حياة برزخية، ليست من حياة الدنيا في شيء،

جان لو اس روایت میں انبیاء کی جس زندگی کا اثبات کیا گیا ہے یہ برزخی زندگی ہے جس میں دنیا کی زندگی کی کوئی چیز نہیں

الصحیحہ میں امام الذھبی کی اس روایت پر جرح پیش کرنے کے بعد البانی کہتے ہیں

قلت: ويتلخص منه أن حجاجا هذا ثقة بلا خلاف وأن الذهبي توهم أنه غيره فلم يعرفه ولذلك استنكر حديثه، ،

میں کہتا ہوں خلاصہ ہے کہ یہ حجاج ثقہ ہے اس میں اختلاف نہیں اور بے شک الذھبی کو وہم ہوا کہ یہ کوئی اور ہے پس اس کو نہ پہچانا اور اس وجہ سے اس روایت کو منکر قرار دیا

سب سے عجیب طرز عمل ابن حجر عسقلانی کا ہے جنہوں نے کتاب السان المیزان میں مکھی پر مکھی مارتے ہوئے الذھبی کی طرح اس روایت کو منکر قرار دیا ہے -کہتے ہیں نقل کے لئے عقل کی ضرورت ہوتی ہے پھر اپنی دوسری کتاب فتح الباری میں اسی روایت کو قبول کیا ہے - ابن حجر کتاب فتح الباری ج ٦ ص ٤٨٧ میں کہتے ہیں

وَقَدْ جَمَعَ الْبَيْهَقِيُّ كِتَابًا لَطِيفًا فِي حَيَاةِ الْأَنْبِيَاءِ فِي قُبُورِهِمْ أَوْرَدَ فِيهِ حَدِيثَ أَنَسٍ الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ أَخْرَجَهُ مِنْ طَرِيقِ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ وَهُوَ مِنْ رِجَالِ الصَّحِيحِ عَنِ الْمُسْتَلِمِ بْنِ سَعِيدٍ وَقَدْ وَثَّقَهُ أَحْمد وبن حبَان عَن الْحجَّاج الْأسود وَهُوَ بن أبي زِيَاد الْبَصْرِيّ وَقد وَثَّقَهُ أَحْمد وبن مُعِينٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْهُ وَأَخْرَجَهُ أَيْضًا أَبُو يَعْلَى فِي مُسْنَدِهِ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَأَخْرَجَهُ الْبَزَّارُ لَكِنْ وَقَعَ عِنْدَهُ عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ وَهُوَ وَهْمٌ وَالصَّوَابُ الْحَجَّاجُ الْأَسْوَدُ كَمَا وَقَعَ التَّصْرِيحُ بِهِ فِي رِوَايَةِ الْبَيْهَقِيِّ وَصَحَّحَهُ الْبَيْهَقِيُّ

اور بیہقی نے ایک لطیف کتاب انبیاء کی قبوری زندگی پر لکھی ہے اس میں انس کی حدیث لائے ہیں کہ انبیاء قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں اس کی تخریج کی ہے یحیٰی بن ابی کثیر کے طرق سے جو صحیح کے رجال میں سے ہے اس نے مستلم سے روایت کیا اور اس کو احمد اور ابن حبان نے ثقہ کہا ہے اس

نے حجاج الاسود سے روایت کیا ہے جو ابن ابی زیاد بصری ہے اس کو احمد اور ابن معین نے ثقہ کہا ہے … اور اس کی تخریج البزار نے بھی کی ہے حجاج الصواف کی سند سے جو ان کا وہم ہے

وہابی عالم صالح المنجد کا فتوی ہے

وقد صح عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال : (الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون) رواه البزار وصححه الألباني في صحيح الجامع (2790) وهذه الصلاة مما يتمتعون بها كما يتنعم أهل الجنة بالتسبيح .

https://islamqa.info/ar/26117

اور بے شک صحیح ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ انبیاء زندہ ہیں قبروں میں نماز پڑھتے ہیں اس کو البزار نے روایت کیا ہے اور البانی نے نے صحیح کیا ہے اور یہ وہ نماز ہے جس سے یہ فائدہ لیتے ہیں جیسی کہ اہل جنت تسبیح سے لیتے ہیں

راقم کہتا ہے سلفی عالم اسمعیل سلفی کے بقول کہ اس روایت سے عقیدے ثابت نہیں کر سکتے اس روایت کی تمام اسناد میں ایک راوی حجاج بلا ولدیت کے آیا ہے جس کے باپ کا نام یہ لوگ بدلتے رہتے ہیں ابن حجر اس کا نام فتح الباری میں الگ لیتے ہیں الذھبی میزان میں الگ اور سبکی شفاء السقام میں الگ- اس طرح کی روایت جس میں راوی مبہم ہو اس پر عقیدہ بنانا اندھیرے میں تیر چلانا ہے حیات فی القبر کی بہت سی روایات بصریوں کی ایجاد ہیں جن میں یہ والی بھی ہے مثلا موسی کا قبر میں نماز پڑھنا بھی صرف بصری بیان کرتے ہیں اور اصحاب رسول میں سے انبیاء کا قبروں میں نماز پڑھنا اور موسی علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا صرف انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں جو بصرہ میں کچھ عرصہ رہے ان سے بصریوں نے سنا اور ان سے بہت سے ضعیف روایات منسوب کی گئیں- جب عقیدہ پر روایت میں خاص شہر کا تفرد آ جائے تو وہ مشکوک ہے کیونکہ عقیدہ کی بات سب کو بیان کرنی چاہیے[44]

روایت کو انس رضی اللہ عنہ سے ثابت بن إسلم البنانی ، إبو محمد البصری المتوفی ۱۰۰ ہجری نے روایت کیا

ہے - اس میں انس رضی اللہ عنہ سے منکر روایت کرنے میں ثابت البنانی البصری کی غلطی کے علاوہ ان راویوں کی غلطی بھی ہے جنہوں نے مجھول سے روایت کیا ہے- اس قسم کی روایات عراق میں پھیلنے کی وجہ زہد تھا ان پر خوارج کے حملہ ہوتے تھے اور وہ دنیا سے بے زار ہو کر روحانیت کی تلاش میں قبروں کی طرف متوجہ ہو رہے تھے دیگر شہروں میں اس قنوطیت کا اثر نہ تھا

انبیاء کا بعد وفات حج کرنا اور بیداری میں ملاقات کرنا

وہابی ، اھل حدیث کے فرقہ پرست علماء اور ڈاکٹر عثمانی کی تنظیم کے موحد علماء کا کہنا ہے کہ نبی علیہ السلام بعد وفات بریلویاں کے گھر انڈیا پاکستان میں نہیں اتے – راقم اس قول سے متفق ہے اور اتنے دن سے رو رہا ہے کہ انبیاء کے حوالے سے جو بیان کیا جاتا ہے کہ قبروں میں نماز پڑھتے ہیں ایک منکر روایت ہے – یہاں تک کہ اعصاب شکن ہوئے جب وہابی عالم مشہور حسن سلمان وہابی عالم کا فتوی دیکھا کہ انبیاء نہ صرف قبروں میں زندہ ہیں بلکہ یہاں تک کہ آج کل بھی حج کرتے ہیں

https://ar.islamway.net/fatwa/31129/هل-يصلي-الأنبياء-في-قبورهم-وكيف-يكون-ذلك

السؤال 256: قرأت في كتاب "أحكام الجنائز" لشيخنا رحمه الله، حديثاً عن أبي هريرة رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم عن سؤال الملكين للمؤمن في قبره: ((.... فيقال له اجلس وقد دنت له الشمس وقد آذنت للغروب، فيقال له: أرأيت في هذا الذي كان فيكم ما تقول فيه؟ ماذا تشهد عليه؟ فيقول: دعوني حتى أصلي، فيقولان إنك ستفعل)) فقال الشيخ الألباني معلقاً على هذا الحديث: صريح في أن المؤمن يصلي في قبره، وذكر حديثاً {أن الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون}، ما صفة هذه الصلاة، هل هي كصلاتنا أم ما هي صفتها؟

الجواب: الله أكبر، المؤمن في قبره لما يأتيه الملكان عقله وقلبه متعلق بالصلاة، فيقول للملائكة: دعوني حتى أصلي، ثم اسألوني، وهكذا شأن المؤمن.

والكلام على دار البرزخ، ودار البرزخ قوانينها ليست كقوانين الدنيا، ولها قوانين خاصة، والروح والبرزخ أشياء لا تدرك بالعقل ولا يجوز أن تخضع للمألوف، فعالم البرزخ العقل يبحث فيه عن صحة النقل فقط، فإن كان صحيح نقول يصلي، وكيف يصلي؟ لا ندري، والأنبياء لهم حياة في قبورهم، وكيف هذه الحياة، لا نعرفها، فهذا خبر في عالم الغيب، ليس للعقل إلا أن يتلقى ويبحث عن الصحة، فإن صح الخبر نقول: سمعنا وأطعنا.

وبهذا نرد على المفوضة وعلى الذين ينكرون صفات الله فإذا كان الإنسان نفسه عندما ينتقل من دار لدار العقل يتوقف، فكيف نعطل صفات ربنا عز وجل بحجة أنها تشبه صفات الخلق؟ فنحن نثبت صلاة للأنبياء وللمؤمن في القبور، بل نثيت حجاً وعمرة للأنبياء، كما جاء في صحيح مسلم أن النبي صلى الله عليه وسلم رأى موسى يحج في المنام ورؤيا الأنبياء حق، فنثبت ما ورد فيه النص ونسكت ونعرف قدر أنفسنا ولا نزيد على ذلك، ولا يوجد أحد ذهب لعالم البرزخ فجاء فأخبرنا وفصل لنا والعقل لا يدرك والنص قاضٍ على العقل، والله أعلم...

حسن مشہور سلمان نے جواب دیا : ... دار البرزخ کے قوانین الگ ہیں ... انبیاء کی حیات قبر کی ہے لیکن کیسی ہے پتا نہیں ہے ہم نہیں جانتے یہ عالم الغیب کی خبر ہے ... اور المفوضہ انکار کرتے ہیں ہم (وہابی) اس کا اثبات کرتے ہیں کہ انبیاء (بعد وفات) اور مومن قبروں میں نماز پڑھتے ہیں اور ہم اس کا بھی اثبات کرتے ہیں کہ انبیاء (بعد وفات) حج و عمرہ کرتے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں اتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نیند میں موسی کو دیکھا کہ وہ حج کر رہے ہیں اور انبیاء کا خواب حق ہے پس ہم اثبات کرتے ہیں جو نص میں آیا

راقم کہتا ہے حدیث میں موسی یا یونس علیہما السلام کا حج کرنے کا جو ذکر ہے وہ ان کی زندگی کی خبر ہے لیکن وہابیوں نے اس حدیث کو بعد وفات کی طرف موڑ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ انبیاء قبروں سے نکل کر میقات کی حدود میں داخل ہوتے ہیں – یہ قول باطل ہے

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَسُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ، قَالَا: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدَ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِوَادِي الْأَزْرَقِ، فَقَالَ: «أَيُّ وَادٍ هَذَا؟» فَقَالُوا: هَذَا وَادِي الْأَزْرَقِ، قَالَ: «كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ هَابِطًا مِنَ الثَّنِيَّةِ، وَلَهُ جُؤَارٌ إِلَى اللهِ بِالتَّلْبِيَةِ»، ثُمَّ أَتَى عَلَى ثَنِيَّةِ هَرْشَى، فَقَالَ: «أَيُّ ثَنِيَّةٍ هَذِهِ؟» قَالُوا: ثَنِيَّةُ هَرْشَى، قَالَ: «كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى يُونُسَ بْنِ مَتَّى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى نَاقَةٍ حَمْرَاءَ جَعْدَةٍ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ، خِطَامُ نَاقَتِهِ خُلْبَةٌ وَهُوَ يُلَبِّي

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وادی ازرق سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم نے پوچھا یہ کونسی وادی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے عرض کیا یہ وادی ازرق ہے آپ نے فرمایا : گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں وہ پہاڑ سے اتر رہے ہیں تلبیہ کی وجہ سے ان کا ایک اللہ کے ہاں ایک مقام قرب ہے- پھر آپ ایک پہاڑ پر پہنچے فرمایا یہ کونسا پہاڑ ہے؟ عرض کی ہرشی پہاڑ ہے آپ نے فرمایا گویا کہ میں یونس بن متی علیہ السلام کو نحیف سرخ اونٹنی پر دیکھ رہا ہوں ان پر اون کا جبہ ہے، اونٹنی کی نکیل خشک کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی ہے اور آپ علیہ السلام تلبیہ کہہ رہے ہیں

اس روایت میں نیند کا ذکر ہی نہیں ہے بلکہ یہ تو جاگنے کی حالت میں اپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیبی کشف کیا گیا کہ گویا موسی اور یونس علیہما السلام نے جب حج کیا تو ایسے لگ رہے تھے

خواب والی احادیث کے مفہوم میں وسعت

صحیح بخاری میں حدیث ہے

من رآني في المنام فسيراني في اليقظة، ولا يتمثل الشيطان بي

جس نے مجھے حالت نیند میں دیکھا وہ جاگنے کی حالت میں بھی دیکھے گا اور شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا

امام بخاری تبصرہ کرتے ہیں :   قال أبو عبد الله: قال ابن سيرين إذا رآه في صورته   امام بخاری کہتے ہیں ابن سیریں کہتے ہیں اگر آپ کی صورت پر دیکھے

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارکہ کی ہے جب بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جو مسلمان ہوئے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فورا ملاقات نہ کر سکے پھر ان مسلمانوں نے دور دراز کا سفر کیا اور نبی کو دیکھا. ایسے افراد کے لئے بتایا جا رہا ہے کہ ان میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھے گا وہ عنقریب بیداری میں بھی دیکھے گا اور یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تک ہی محدود تھی کیونکہ اب جو ان کو خواب میں دیکھے گا وہ بیداری میں نہیں دیکھ سکتا-

البتہ فرقوں نے اسی حدیث سے اس نتیجہ کا استخراج کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد وفات نہ صرف خواب میں بلکہ بیداری میں بھی دیکھا جا سکتا ہے ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم امتیوں سے آ کر ان کے مدارس میں ملتے ہیں اور احادیث کا درس بھی دیتے ہیں

فیض الباری میں انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں
ويمكن عندي رؤيته صلى الله عليه وسلّم يقظةً لمن رزقه الله سبحانه كما نقل عن السيوطي رحمه الله تعالى - وكان زاهدًا متشددًا في الكلام على بعض معاصريه ممن له شأن - أنه رآه صلى الله عليه وسلّم اثنين وعشرين مرة وسأله عن أحاديث ثم صححها بعد تصحيحه صلى الله عليه وسلّم
میرے نزدیک بیداری میں بھی رسول اللہ کو دیکھنا ممکن ہے جس کو اللہ عطا کرے جیسا سیوطی سے نقل کیا گیا ہے جو ایک سخت زاہد تھے ... انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ۲۸ مرتبہ دیکھا اور ان سے احادیث کی تصحیح کے بعد ان کو صحیح قرار دیا
انور شاہ نے مزید لکھا
والشعراني رحمه الله تعالى أيضًا كتب أنه رآه صلى الله عليه وسلّم وقرأ عليه البخاري في ثمانية رفقة معه
الشعرانی نے رسول اللہ کو دیکھا اور ان کے سامنے صحیح بخاری اپنے ۸ رفقاء کے ساتھ پڑھی
جلال الدین سیوطی الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۳۱۳ میں بہت سے علماء و صوفیا کے اقوال نقل کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی روح اقدس کو ملکوت ارض و سما میں تصرف وسیع عطا کر دیا ہے، دن ہو یا رات، عالم خواب ہو یا عالم بیداری، جس وقت اور جب بھی چاہیں کسی بھی غلام کو اپنے دیدار اور زیارت سے نواز سکتے ہیں، جسے چاہیں چادر مبارک عطا کر جائیں اور جسے چاہیں موئے مبارک دیں۔
الآلوسی (المتوفى: 1270ھ) سورہ الاحزاب کی تفسیر میں روح المعانی میں لکھتے ہیں
وأيد بحديث أبي يعلى «والذي نفسي بيده لينزلن عيسى ابن مريم ثم لئن قام على قبري وقال يا محمد لأجيبنه» . وجوز أن يكون ذلك بالاجتماع معه عليه الصلاة والسّلام روحانية ولا بدع في ذلك فقد وقعت رؤيته صلّى الله عليه وسلم بعد وفاته لغير واحد من الكاملين من هذه الأمة والأخذ منه يقظة
اور اس کی تائید ہوتی ہے حدیث ابی یعلی سے جس میں ہے کہ وہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور عیسیٰ نازل ہوں گے پھر جب میری قبر پر آئیں گے اور کہیں گے یا محمد میں جواب دوں گا اور جائز

ہے کہ یہ اجتماع انبیاء کا روحانی ہو اور یہ بعید بھی نہیں کیونکہ اس امت کے ایک سے زائد کاملین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد وفات بیداری میں دیکھا ہے

راقم اس سے متفق نہیں ہے ابی یعلی کی روایت کو منکر سمجھتا ہے (اس پر بحث آ رہی ہے) - اسی تفسیر میں سورہ یس کے تحت آلوسی لکھتے ہیں

والأنفس الناطقة الإنسانية إذا كانت قدسية قد تنسلخ عن الأبدان وتذهب متمثلة ظاهرة بصور أبدانها أو بصور أخرى كما يتمثل جبريل عليه السلام ويظهر بصورة دحية أو بصورة بعض الأعراب كما جاء في صحيح الأخبار حيث يشاء الله عز وجل مع بقاء نوع تعلق لها بالأبدان الأصلية يتأتى معه صدور الأفعال منها كما يحكى عن بعض الأولياء قدست أسرارهم أنهم يرون في وقت واحد في عدة مواضع وما ذاك إلا لقوة تجرد أنفسهم وغاية تقدسها فتمثل وتظهر في موضع وبدنها الأصلي في موضع آخر

نفس ناطقہ انسانی جب پاک ہو جاتا ہے تو اپنے بدن سے جدا ہو کر مماثل ظاہری ابدان سے یا کسی اور صورت میں ظاہر ہوتے ہیں جیسے کہ جبریل کی شکل میں یا دحیہ کلبی کی صورت یا بدو کی صورت جیسا کہ صحیح احادیث میں آیا ہے جیسا اللہ چاہے اس بدن کی بقاء کے ساتھ جو اصلی بدن سے بھی جڑا ہو ایک ہی وقت میں لیکن کئی مقام پر ہو اس طرح حکایت کیا گیا ہے اولیاء سے جن کے پاک راز ہیں کہ ان کو ایک ہی وقت میں الگ الگ جگہوں پر دیکھا گیا

اس طرح آلوسی نے یہ ثابت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی وقت میں کئی مقام پر ظاہر ہو سکتے ہیں- آج یہ عقیدہ بریلویوں کا ہے — راقم سلف کے اس فلسفے کو رد کرتا ہے

بہر حال یہ عقیدہ بن چکا تھا کہ انبیاء کی ارواح امتیوں کے خواب میں آتی ہیں اور بیداری میں بھی آ سکتی ہیں - عجیب بات ہے کہ وہابیوں کے نزدیک انبیاء کی روحیں حج کر سکتی ہیں لیکن دیو بند میں مدرسوں کا ریکارڈ چیک نہیں کر سکتیں

جب علماء یہ بیان کرنے لگ گئے کہ انبیاء بیداری میں بھی آ جاتے ہیں ، امت کی رہنمائی کرتے ہیں اور ہم سے ملاقات ہی رہی ہے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہوں کے خواب میں بھی آنے لگے[45]

عیسیٰ علیہ السلام کی قبر نبی پر آمد اور شریعت کی تعلیم حاصل کرنا

احادیث میں آتا ہے عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد جب مدینہ پہنچیں گے تو قبر نبوی پر آئیں گے

امام حاکم اور امام الذھبی اس روایت کو صحیح کہتے ہیں – مستدرک الحاکم کی سند ہے
أَخْبَرَنِي أَبُو الطَّيِّبِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْحِيرِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، ثنا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَطَاءٍ، مَوْلَى أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيَهْبِطَنَّ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا، وَإِمَامًا مُقْسِطًا وَلَيَسْلُكَنَّ فَجًّا حَاجًّا، أَوْ مُعْتَمِرًا أَوْ بِنِيَّتِهِمَا وَلَيَأْتِيَنَّ قَبْرِي حَتَّى يُسَلِّمَ وَلَأَرُدَّنَّ عَلَيْهِ» يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: " أَيْ بَنِي أَخِي إِنْ رَأَيْتُمُوهُ فَقُولُوا: أَبُو هُرَيْرَةَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ بِهَذِهِ السِّيَاقَةِ»

عَطَاءٍ، مَوْلَى أُمِّ حَبِيبَةَ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عیسیٰ ابن مریم حاکم و عادل ہو کر ہبوط کریں گے ایک عدل والے امام ہوں گے اور فج (فَجِّ الرَّوْحَاءِ) میں جا رکیں گے وہاں سے حج و عمرہ کریں گے یا اس کے درمیان سے اور پھر میری قبر تک آئیں گے جب سلام کہیں گے میں جواب دوں گا- ابو ہریرہ نے کہا اے بھتیجے جب ان کو دیکھو کہو ابوہریرہ اپ کو سلام کہتے ہیں – حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح سند سے ہے لیکن بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی اس متن سے

یہ روایت ایک دوسرے طرق سے مسند ابی یعلی میں بھی ہے
قَالَ أَبُو يَعْلَى الْمَوْصِلِيُّ: ثنأ احمد بْنُ عِيسَى ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عن أبي صخر أن سعيداً المقبري أخبره أنه سمع أباهريرة يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

يَقُولُ: " وَالّذِي نَفْسُ أَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهِ لينزلن عيسى ابن مَرْيَمَ إِمَامًا مُقْسِطًا وَحَكَمًا عَدْلًا فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيبَ وليقتلن الخنزير وليصلحن ذات البين ولتذهبن الشحناء وليعرضن عليه المال فلا يقبله ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلَى قَبْرِي فَقَالَ: يَا محمد لأُجِيبنَّه

سعید المقبری نے روایت کیا کہ ابو ہریرہ نے کہا میں نے رسول اللہ سے سنا کہ وہ جس کے ہاتھ میں ابو قاسم کا نفس ہے عیسیٰ ضرور نازل ہوں گے امام عادل حاکم بن کر، صلیب توڑ دیں گے، سور کو قتل کریں گے اور اپس کی کدورت ختم کریں گے اور ان پر مال پیش ہو گا نہ قبول کریں گے پھر جب میری قبر پر کھڑے ہوں گے کہیں گے اے محمد – میں جواب دوں گا

الہیثمی مجمع الزوائد میں کہتے ہیں: رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ - اس کے رجال صحیح کے ہیں

مسند ابو یعلی کے محقق حسين سليم إسد کہتے ہیں إسناده صحيح

کتاب أشراط الساعة وذهاب الأخيار وبقاء الأشرار از عبد الملك بن حَبِيب بن حبيب بن سليمان بن هارون السلمي الإلبيري القرطبي، أبو مروان (المتوفى: 238هـ) میں اس کا تیسرا طرق ہے

قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ: وَحَدَّثَنِي ابْنُ الْمَاجِشُونِ وَغَيْرُهُ عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ عَنِ الْمُغِيرَةِ , عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ , أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَمُرَّنَّ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ, حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا بِالْمَدِينَةِ وَلَيَقِفَنَّ عَلَى قَبْرِي وَلَيَقُولَنَّ يَا مُحَمَّدُ، فَأُجِيبُهُ وَلَيُسَلِّمَنَّ عَلَيَّ فَأَرُدُّ عَلَيْهِ السَّلَامَ.

وَحَدَّثَنِيهِ أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِي صَخْرٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ , عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ, عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

المغیرة بن حَكِيم الصَّنْعانيُّ الأبْناويُّ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عیسیٰ ابن مریم حج و عمرہ پر نکلیں گے مدینہ سے وہ میری قبر پر رکیں گے اور بولیں گے اے محمد ، پس میں جواب دوں گا اور وہ سلام کہیں گے تو میں جوابا ان کو سلام کہوں گا

اور اس کو اصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِي صَخْرٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ , عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ کی سند سے بھی روایت کیا گیا ہے

کتاب المعرفة والتاريخ از يعقوب بن سفيان بن جوان الفارسي الفسوي، أبو يوسف (المتوفى: 277هـ) میں ہے

حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ وَابْنُ بُكَيْرٍ ومُحَمَّدُ بْنُ خَلَّادٍ عَنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ حَنْظَلَةَ

بْنَ عَلِيٍّ الْأَسْلَمِيَّ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ سَمِعَ أبا هريرة يقول: قال رسول الله صلى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ ليسهلنّ ابن مريم بِفَجِّ [1] الرَّوْحَاءِ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا أَوْ لَيُثَنِّيهِمَا

حَنْظَلَةَ بْنَ عَلِيٍّ الْأَسْلَمِيَّ نے خبر دی کہ ابو ہریرہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جس کے ہاتھ میں میرا نفس ہے ابن مریم فَجِّ الرَّوْحَاءِ سے حج و عمرہ کریں گے

یہ صحیح مسلم میں بھی ہے یہ اور بات ہے کہ راوی خود کہتا ہے اس کو معلوم نہیں یہ کلام حدیث نبوی ہے یا ابو ہریرہ کا اپنا کلام ہے – تاریخ دمشق اور مسند احمد میں ہے

فزعم حنظلة أن أبا هريرة قال يؤمن به قبل موت عيسى فلا أدري هذا كله في حديث النبي (صلى الله عليه وسلم) أو شئ قاله أبو هريرة

حَنْظَلَةَ بْنَ عَلِيٍّ الْأَسْلَمِيَّ نے دعوی کیا کہ ابو ہریرہ نے کہا یہ سب عیسیٰ کی موت سے قبل ایمان لائیں گے پس مجھے معلوم نہیں یہ سب حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم تھی یا ابو ہریرہ نے خود کوئی چیز کہی

البانی نے اس روایت کو قبری کے الفاظ کے ساتھ رد کیا ہے لیکن جو علتین بیان کی ہیں وہ ہر طرق میں نہیں۔ اوپر جو طرق ہیں ان سے معلوم ہوا کہ روایت میں عَطَاء، مَوْلَى أُمِّ حَبِيبَةَ کا تفرد نہیں ہے جس کو مجہول کہا جاتا ہے – اس میں ابو صخر حمید بن زیاد کا تفرد بھی نہیں جس کو ضعیف کہا جاتا ہے اور سعید بن ابی سعید المقبری کا بھی تفرد نہیں جس کو آخری عمر میں مختلط کہا گیا ہے اور ابن اسحٰق کا تفرد بھی نہیں جس کو مدلس کہا گیا ہے۔ اس میں ایک راوی کا تفرد ہی نہیں چار طرق ہیں جن میں لوگ الگ الگ ہیں۔ سوال ہے کہ اس روایت کا مقصد کیا ہے؟ راقم کے نزدیک روایت کا مقصد یہ ہے کہ عیسیٰ ابن مریم کا معجزہ دکھایا گیا ہے چونکہ مردوں کو زندہ کرتے تھے وہ قبر النبی پر آ کر کہیں گے اے محمد تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہو جائیں گے جواب دیں گے – اغلباً یہ کعب احبار کا کلام ہے جو ابو ہریرہ نے بیان کیا اور لوگ حدیث سمجھے

کتاب التمییز(ص/175) کے مطابق امام مسلم نے بسر بن سعید کا قول بیان کیا

حَدثنَا عبد الله بن عبد الرَّحْمَن الدَّارمِيّ ثَنَا مَرْوَان الدِّمَشْقِي عَن اللَّيْث بن سعد حَدثنِي بكير بن الاشج قَالَ قَالَ لنا بسر بن سعيد اتَّقوا الله وتحفظوا من الحَدِيث فوَاللَّه لقد رَأَيْتنَا نجالس أَبَا هُرَيْرَة فَيحدث عَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم عَن كَعْب وَحَدِيث كَعْب عَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم

بکیر بن الاشج نے کہا ہم سے بسر بن سعید نے کہا : اللہ سے ڈرو اور حدیث میں حفاظت کرو - اللہ کی قسم ! ہم دیکھتے ابو ہریرہ کی مجالس میں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے اور وہ (باتیں) کعب (کی ہوتیں) اور ہم سے کعب الاحبار (کے اقوال) کو روایت کرتے جو حدیثیں رسول اللہ سے ہوتیں

احمد العلل میں کہتے ہیں

وقال عبد الله: حدثني أبي. قال: حدثنا أبو أسامة، عن الأعمش. قال: كان إبراهيم صيرفيا في الحديث، أجيئه بالحديث. قال: فكتب مما أخذته عن أبي صالح، عن أبي هريرة. قال: كانوا يتركون أشياء من أحاديث أبي هريرة. «العلل» (946) .

احمد نے کہا ابو اسامہ نے کہا اعمش نے کہا کہ ابراهيم النخعي حدیث کے بدلے حدیث لیتے - وہ حدیث لاتے - اعمش نے کہا : پس انہوں نے لکھا جو میں نے ابو صالح عن ابو ہریرہ سے روایت کیا - اعمش نے کہا : ابراهيم النخعي، ابوہریرہ کی احادیث میں چیزوں کو ترک کر دیتے

ابن عساکر نے تاریخ الدمشق میں روایت دی کہ

الثوري، عن منصور، عن إبراهيم، قال: ما كانوا يأخذون من حديث أبي هريرة إلا ما كان حديث جنة أو نار

ابراهيم النخعي نے کہا ہم ابو ہریرہ کی احادیث کو نہیں لیتے سوائے اس کے جس میں جنت جہنم کا ذکر ہو

ابن قتیبہ المعارف میں ذکر کرتے ہیں

وَأَمَّا قَوْلُهُ: قَالَ خَلِيلِي، وَسَمِعْتُ خَلِيلِي". يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.
وَأَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ لَهُ: "مَتَى كَانَ خَلِيلَكَ"؟ ". .... وَقَوْلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا

ابو ہریرہ کا قول میرے دوست نے کہا یا میں نے اپنے دوست سے سنا یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے - تو بے شک علی نے ابو ہریرہ سے کہا تم کب سے رسول اللہ کے دوست بن گئے؟
اور رسول اللہ کا تو قول ہے کہ میں کسی کو اس امت میں خلیل کرتا تو ابو بکر کو کرتا

بہر حال سابقوں اولون کو ابو ہریرہ کا بہت روایت کرنا پسند نہ تھا

الوسی روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني میں لکھتے ہیں

لا يبعد أن يكون عليه السّلام قد علم في السماء بعضا ووكل إلى الاجتهاد والأخذ من الكتاب والسنّة في بعض آخر، وقيل: إنه عليه السّلام يأخذ الأحكام من نبينا صلّى الله عليه وسلم شفاها بعد نزوله وهو في قبره الشريف عليه الصلاة والسّلام، وأيد بحديث أبي يعلى «والذي نفسي بيده لينزلن عيسى ابن مريم ثم لئن قام على قبري وقال يا محمد لأجيبنه وجوز أن يكون ذلك بالاجتماع معه عليه الصلاة والسّلام روحانية ولا بدع في ذلك فقد وقعت رؤيته صلّى الله عليه وسلم بعد وفاته لغير واحد من الكاملين من هذه الأمة والأخذ منه يقظة،

اور یہ بعید نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اسمان میں شریعت محمدی کا کچھ علم دیا جائے ... اور کہا جاتا ہے کہ وہ احکام اخذ کریں گے جب وہ قبر النبی پر آئیں گے سلام کہنے جیسا ابو یعلی میں حدیث ہے ... اور یہ جائز ہے کہ ان کا روحانی اجتماع ہو جیسا اس امت کے بہت سے کاملین نے جاگتے میں رسول اللہ کو دیکھا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج مطہرات پیش ہونے کا عقیدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے لئے تین الفاظ اردو میں استعمال ہوتے ہیں

وفات : یہ لفظ قرآن میں ہے اور حدیث میں اس کو رسول اللہ کی موت کے لئے استعمال کیا گیا ہے

وصال : عربی کا لفظ ہے یہ صوفیوں کی ایجاد ہے اس کا مطلب مل جانا، جڑ جانا ہے، مطلب روح نبوی، رب سے مل گئی[4647]

پردہ کرنا : یہ اس مفہوم پر بولا جاتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو موت نہیں آئی انہوں نے قبر میں جا کر مٹی کا پردہ پسند کر لیا گویا وہ ابھی بھی قبر میں زندہ ہیں اور حیات دائمی سے متصف ہیں رزق پاتے ہیں اور امہات المومنین ان پر پیش ہوتی ہیں

امہات المومنین پیش ہونے کا عقیدہ اس طرح بنا کہ ابن فورک المتوفی ۴۰۶ ھ جو امام بیہقی کے استاد تھے ایک متکلم تھے ان کی بحث ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں یا نبی تھے- اس کلامی بحث کا انجام اس پر ہوا کہ یہ عقیدہ بنایا گیا کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ رسول اللہ کی وفات ہوئی تو یہ گویا ان کی نبوت کا انکار ہو جائے گا کہ رسول اللہ نبی نہیں رہے گویا موت ان متکلمین کے نزدیک تمام خوبیوں کی ختم کرنے والی ہے لہذا انہوں نے یہ عقیدہ اختیار کیا کہ رسول اللہ قبر میں مسلسل زندہ ہی ہیں وہ زندہ ہیں اس لئے رسول بھی رہیں گے لہذا ان کی نبوت قیامت تک ہے

دوسرا عقیدہ یہ بنا کہ قرآن میں ہے کہ ازواج النبی رسول اللہ کی بیویاں ہیں جن کے بعد وہ اور نکاح نہیں کر سکتے لہذا یہ ازواج بھی حیات سے متصف ہیں اور مسلسل زندہ ہیں - اب چونکہ دونوں زندہ ہیں اور نبی اور ان کی ازواج کا نکاح بھی ہے تو وہ قبر میں ملاقات بھی کرتے ہیں- یہ اس بحث کا ایک کلامی نتیجہ تھا جس کو لوگوں نے قبول کر لیا اور اہل طریقت اور شریعت کا حیات النبی فی القبر پر عقیدہ بن گیا

زرقانی المتوفی ۱۱۲۲ھ نے کتاب شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ ج ۸ ص ۳۵۸ میں اس عقیدہ کو پیش کیا[4849]

ونقل السبكي في طبقاته عن ابن فورك" "بضم فسكون" "أنه عليه السلام حي في قبره، رسول الله أبد الآباد" أي: في جميع الأزمنة، الصادق بما بعد موته إلى قيام الساعة، "على الحقيقة لا المجاز"، لحياته في قبره، يصلي فيه بأذان وإقامة. قال ابن عقيل الحنبلي: ويضاجع أزواجه ويستمتع بهن أكمل من الدنيا. وحلف ذلك، وهو ظاهر ولا مانع منه.

السبکی نے طبقات الشافعیہ میں ابن فورک سے نقل کیا .. کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں ابد الآباد تک کے لئے یعنی تمام زمانوں کے لئے الصادق سچے ہیں موت کے بعد سے قیامت تک ، حقیقی طور پر نہ کہ مجازی طور پر، یہ انکی قبر کی حیات ہے اس قبر میں نماز اقامت و اذان کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور ابن عقیل حنبلی کہتے ہیں اور اپنی ازواج کے ساتھ لیٹتے ہیں اور دنیا سے زیادہ اکمل ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور یہ حلف ہے جو ظاہر ہے اس میں کچھ مانع نہیں ہے

برصغیر میں اس عقیدہ کو احمد رضا خان صاحب نے پیش کیا

انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی حیات حقیقی،حسی،دنیاوی ہے ۔ان پر تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لئے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے، پھر فوراً اُن کو ویسے ہی حیات عطا فرما دی جاتی ہے۔ اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں۔ان کا ترکہ نہیں بانٹا جائے گا ،ان کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں ہے وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے اور نماز پڑھتے ہیں،بلکہ سیدی محمد عبدالباقی زرقانی یہ فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں ، وہ اُن سے شب باشی کرتے ہیں (ملفوظات حصہ سوم صفہ 362)۔

احمد رضا حدائق بخشش میں اشعار میں اس عقیدے کا اظہار کرتے ہیں

انبیا کو بھی اجل آنی ہے مگر ایسی کہ فقط آنی ہے پھر اسی آن کے بعد اُن کی حیات مثل سابق و ہی جسمانی ہے روح تو سب کی ہے زندہ ان کا جسم پر نور بھی روحانی ہے اوروں کی روح ہو کتنی ہی لطیف اُن کے اجسام کی کب ثانی ہے	پاؤں جس خاک پہ رکھ دیں وہ بھی روح ہے پاک ہے نورانی ہے اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے یہ ہیں حَیّ ابدی ان کو رضا صدق وعدہ کی قضا مانی ہے حدائِق بخشش حصہ دوم

بعض زاویے شروع سے ہی غلط ہوتے ہیں ان کی بنیاد پر سوچ کے پیمانے بھی غلط ہوتے ہیں اور اگر بنیاد ٹیڑھی ہو تو عمارت بھی سیدھی نہیں رہتی نبوت کو موت سے ختم نہیں کیا جا سکتا یہ سمجھنا کہ ایک نبی کا منصب نبوت موت پر ختم ہوا غلط ہے اصلا انبیاء کی جو ڈیوٹی تھی وہ قومی تھی سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ان کی نبوت و رسالت آخری اور تمام انسانیت کے لئے تھی مثلا جب عالم بالا میں برزخ میں رسول اللہ کی ملاقات فوت شدہ انبیاء سے معراج پر ہوتی ہے تو اپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نبی ہی کہتے ہیں یہ کلامی بحث جنت میں معراج پر نہیں چھڑی کہ یہ انبیاء جو فوت ہوئے اب یہ نبی کیسے

ہیں؟ لہذا متکلمین کا نبوت کو موت سے منسلک کرنا ہی سرے سے غلط تھا

عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ اور پردہ کرنا

غالیوں نے بیان کیا ہے کہ وفات النبی کی تقریر کرنے والے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کا عقیدہ خود حیات النبی کا تھا- اس حوالے سے روایات بیان کی گئیں

امام احمد مسند میں روایت بیان کرتے ہیں

حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا حماد بن أسامة قال أنا هشام عن أبيه عن عائشة قالت : كنت أدخل بيتي الذي دفن فيه رسول الله صلى الله عليه و سلم وأبي فاضع ثوبي فأقول إنما هو زوجي وأبي فلما دفن عمر معهم فوالله ما دخلت إلا وأنا مشدودة على ثيابي حياء من عمر

حماد بن أسامة (ابو أسامة المتوفی ٢٠١ ھ) بیان کرتے ہیں کہ ان سے ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں ، وہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہاۤ نے فرمایا میں گھر میں داخل ہوتی تھی جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے باپ مدفون ہیں، پس میں (اپنے اپ سے) کہتی یہ تو میرے شوہر اور باپ ہیں پس کپڑا لیتی (بطور حجاب) لیکن جب سے عمرکی انکے ساتھ تدفین ہوئی ہے ،اللہ کی قسم! میں داخل نہیں ہوتی لیکن اپنے کپڑے سے چمٹی رہتی ہوں ،عمر سے شرم کی وجہ سے

امام احمد کے علاوہ اس کو حاکم المستدرک ٣ ص ٦٣، ابن سعد، الطبقات ج ٢ ص ٢٩٤ ، ابن شبة، تاریخ المدینة ج٣ ص ١٦٢ ، الخلال ، السنة ص 297 میں روایت کرتے ہیں حماد بن اِسامة کے تفرد کے ساتھ اس روایت کا مفہوم ہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا ، عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی حجرے میں تدفین کے بعد ہر وقت اپنا حجاب لیتیں کیونکہ انکو عمر سے شرم آتی تھی- اس روایت میں عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے تصرف کا ذکر ہے کہ وہ بعد وفات، قبر کی مٹی کی دبیز تہہ سے باہر بھی دیکھ لیتے تھے اس روایت کا مطلب ہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا ، نعوذباللہ، مردے کے قبر سے باہر دیکھنے کی قائل تھیں -اس روایت میں حماد بن اسامہ کا تفرد ہے

کتاب إکمال تہذیب الکمال فی إسماء الرجال کے مطابق

قال أبو داود: قال وكيع: نهيت أبا أسامة أن يستعير الكتب وكان دفن كتبه.

ابو داود کہتے ہیں وکیع نے کہا میں نے أبا أسامة کو (دوسروں کی حدیث کی) کتابیں مستعار لینے سے منع کیا اور اس نے اپنی کتابیں دفن کر دیں تھیں

عموما راوی اپنی کتابیں دفن کرتے یا جلاتے کیونکہ ان کو یہ یاد نہیں رہتا تھا کہ انہوں نے کیا کیا غلط روایت کر دیا ہے پھر پشیمانی ہوتی تو ایسا کام کرتے مثلا ابو اسامہ اور ابن لهيعة وغیرہ- اسکی وجہ شاید تدلیس کا مرض ہو

کتاب المدلسین از ابن العراقی (المتوفى: 826ھ) کے مطابق

حماد بن أسامة أبو أسامة الكوفي الحافظ قال الأزدي: قال المعيطي: كان كثير التدليس ثم بعد تركه

حماد بن أسامة أبو أسامة الكوفي الحافظ ہیں الأزدي کہتے ہیں کہ المعيطي کہتے ہیں یہ بہت تدلیس کرتے پھر اس کو ترک کر دیا

کتاب تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس از ابن حجر کے مطابق

كان كثير التدليس ثم رجع عنه

بہت تدلیس کرتے پھر اس کو کرنا چھوڑ دیا

صحیحین میں حماد بن اسامة موجود ہیں جن کے بارے میں ظاہر ہے کہ امام مسلم اور امام بخاری نے تحقیق کی ہے لیکن زیر بحث روایت صحیحین میں نہیں- محدثین کے مطابق روایت کے سارے راوی ثقہ بھی ہوں تو روایت شاذ ہو سکتی ہے

کہا جاتا ہے کہ یہ **روایت صحیح** ہے

امام حاکم اس کو مستدرک میں روایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين - یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے

امام الذھبی نے اس پر سکوت کیا ہے- محدثین کے نزدیک ابو اسامہ کی ساری روایات صحیح نہیں ہیں

يعقوب بن سفيان بن جوان الفارسي الفسوي، أبو يوسف (المتوفى: 277هـ) كتاب المعرفة والتاريخ میں لکھتے ہیں

قَالَ عُمَرُ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: كَانَ أَبُو أُسَامَةَ ذَا رَأَى عَائِشَةَ فِي الْكِتَابِ حَكَّهَا فَلَيْتَهُ لَا يَكُونُ إِفْرَاطٌ فِي الْوَجْهِ الْآخَرِ.

سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ يُوهِنُ أَبَا أُسَامَةَ، ثُمَّ قَالَ يُعْجَبُ لِأَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ وَمَعْرِفَتِهِ بِأَبِي أُسَامَةَ ثُمَّ هُوَ يُحَدِّثُ عَنْهُ

عمر بن حفص بن غياث المتوفی ٢٢٢ ھ کہتے ہیں میں نے اپنے باپ کو کہتے سنا ابو اسامہ جب کتاب میں عائشہ لکھا دیکھتا تو اس کو مسخ کر دیتا یہاں تک کہ اس (روایت) میں پھر کسی دوسری جانب سے اتنا افراط نہیں آ پآتا

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں میں نے مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ کو سنا وہ ابو اسامہ کو کمزور قرار دیتے تھے پھر کہا مجھے (مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ کو) ابی بکر بن ابی شیبہ پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ اس ابو اسامہ کو جانتے ہیں لیکن پھر بھی اس سے روایت لیتے ہیں

عمر بن حفص بن غیاث المتوفی ۲۲۲ ھ ، ابو اسامہ کے ہم عصر ہیں. زیر بحث روایت بھی اپنے متن میں غیر واضح اور افراط کے ساتھ ہے . محدثین ایسی روایات کے لئے منکر المتن کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں

ابن القیسرانی (المتوفی: 507ھ) کتاب ذخیرۃ الحفاظ (من الکامل لابن عدی) میں ایک روایت پر لکھتے ہیں
وَهَذَا الحَدِيث وَإِن كَانَ مُسْتَقِيم الْإِسْنَاد؛ فَإِنَّهُ مُنكر الْمَتْن، لَا أعلم رَوَاهُ عَن ابْن عَيَّاش غير سُلَيْمَان بن أَيُّوب الْحِمصِي.
اور یہ حدیث اگر اس کی اسناد مستقیم بھی ہوں تو یہ منکر المتن ہے اس کو ابْن عَيَّاش سے سوائے سُلَيْمَان بن أَيُّوب الْحِمصِي کے کوئی روایت نہیں کرتا

راقم کے نزدیک عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حجرے میں مسلسل حالت حجاب میں رہنے والی روایت منکر المتن ہے جس کو حماد بن اسامہ کے سوا کوئی اور روایت نہیں کرتا

پہلی شرح

اس روایت کا مطلب، روایت پرست اس طرح سمجھاتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلی پر سے کپڑا ہٹا ہوا تھا ابو بکر اور عمر آئے لیکن اپ نے نہیں چھپایا لیکن جب عثمان آئے تو اپ نے چھپا لیا اور کہا میں اس سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں. یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ، ابو بکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم سب زندہ تھے. اس روایت کو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت میں تو پیش کیا جا سکتا ہے لیکن زیر بحث روایت سے اسکا کوئی تعلق نہیں

دوسری شرح

ایک دوسری روایت بھی تفہیم میں پیش کی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امہات المومنین رضی اللہ تعالی عنہا کو نابینا صحابی ابن مکتوم رضی اللہ تعالی عنہ سے پردے کا حکم دیا **احْتَجِبَا مِنْهُ ان سے حجاب کرو** اس کو نسائی ابو داود نے روایت کیا ہے

نسائی کی سند ہے

أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ نَبْهَانَ، مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ

نسائی کہتے ہیں

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: مَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَوَى عَنْ نَبْهَانَ غَيْرَ الزُّهْرِيِّ

ہم نہیں جانتے کہ نَبْهَانَ سے سوائے الزُّهْرِيِّ کے کسی نے روایت کیا ہو

کتاب ذیل دیوان الضعفاء والمتروکین از الذھبی کے مطابق

نبهان، كاتب أم سلمة: قال ابن حزم: مجهول: روى عنه الزهري.

نبهان، ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے کاتب تھے ابن حزم کہتے ہیں مجھول ہے الزهري ان سے روایت کرتے ہیں

ابن عبد البر کہتے ہیں نبهان مجهول لا يُعرف إلا برواية الزهري عنه هذا الحديث، نبهان مجھول ہے اور صرف اسی روایت سے جانا جاتا ہے

کتاب المغنی لابن قدامة کے مطابق

فَأَمَّا حَدِيثُ نَبْهَانَ فَقَالَ أَحْمَدُ: نَبْهَانُ رَوَى حَدِيثَيْنِ عَجِيبَيْنِ. يَعْنِي هَذَا الْحَدِيثَ، وَحَدِيثَ: «إذَا كَانَ لِإِحْدَاكُنَّ مُكَاتَبٌ، فَلْتَحْتَجِبْ مِنْهُ» وَكَأَنَّهُ أَشَارَ إلَى ضَعْفِ حَدِيثِهِ

پس جہاں تک نَبْهَانَ کی حدیث کا تعلق ہے تو احمد کہتے ہیں کہ نَبْهَانَ نے دو عجیب حدیثیں روایت کی ہیں یہ (ابن مکتوم سے پردہ) والی اور...پس انہوں نے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا

البانی اور شعیب الأرناؤوط اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں

لہٰذا یہ دونوں روایت اس زیر بحث روایت کی شرح میں پیش نہیں کی جا سکتیں

اس روایت پر حکم

یہ روایت منکر المتن ہے

اول زیر بحث روایت میں عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ کا ایک مدفون میت سے حیا کرنے کا ذکر ہے. عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا ایک فقیہہ تھیں اور ان کے مطابق میت نہیں سنتی تو وہ میت کے دیکھنے کی قائل کیسے ہو سکتی ہیں وہ بھی قبر میں مدفون میت

دوم یہ انسانی بساط سے باہر ہے کہ مسلسل حجاب میں رہا جائے. یہ نا ممکنات میں سے ہے. خیال رہے کہ امہات المومنین چہرے کو بھی پردے میں رکھتی تھیں

اہل شعور اس روایت کو اپنے اوپر منطبق کر کے سوچیں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک چھوٹے سے حجرہ میں مسلسل چہرے کے پردے میں رہا جائے

سوم عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی وفات ۵۷ ھ میں ہوئی. عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت ۲۳ ھ میں ہوئی. اس پردے والی ابو اسامہ کی روایت کو درست مآنا جائے تو اسکا مطلب ہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا ۳۴ سال حجرے میں پردے میں رہیں یعنی ۳۴ سال تک گھر کے اندر اور باہر پردہ میں رہیں

چہارم عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو اس تکلیف میں دیکھ کر کسی نے ان کو دوسرے حجرے میں منتقل ہونے کا مشورہ بھی نہیں دیا. انسانی ضروریات کے تحت لباس تبدیل کرنا کیسے ہوتا ہو گا ؟ کسی حدیث میں نہیں اتا کہ وہ اس وجہ سے دوسری امہات المومنین کے حجرے میں جاتی ہوں کیونکہ تدفین تو حجرہ عائشہ میں تھی

بحر الحال یہ روایت غیر منطقی ہے اورایک ایسے عمل کا بتارہی ہے جو مسلسل دن و رات ۳۴ سال کیا گیا اور یہ انسانی بساط سے باہر کا اقدام ہے

روایت کے مسلکی دفاع کا ایک اور انداز

مسلک پرست روایت کو صحیح ثابت کرنے کے لئے سنن ابو داود کی روایت پیش کرتے ہیں

حدَّثنا أحمدُ بن صالح، حدَّثنا ابنُ أبي فُدَيك، أخبرني عَمرو بن عثمانَ بن هانىء عن القاسمِ، قال: دخلتُ على عائشةَ، فقلتُ: يا أُمَّهْ، اكشِفِي لي عن قبرِ رسول الله -صلَّى الله عليه وسلم- وصاحبَيه، فكشفتْ لي عن

ثلاثةِ قُبورٍ، لا مُشْرِفةٍ ولا لاطِئةٍ، مَبْطوحةٍ بِبَطحاءِ العَرْصَة الحمراء
قاسم کہتے ہیں میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس داخل ہوا ان سے کہا
اماں جان مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے دو صاحبوں کی قبریں دکھائیں، تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے میرے لئے تین قبروں پر سے پردہ ہٹایا

اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے کہ

ان تین قبروں (کے حجرہ) کا دروازہ کھولا

حالانکہ اس روایت میں کہیں نہیں کہ کوئی دروازہ بھی تھا. دوم البانی اس کو ضعیف کہتے ہیں کیونکہ اس کا راوی عَمرو بن عثمانَ بن ہانیء مستور ہے

ایک ضعیف روایت کو بچانے کے لئے ایک دوسری ضعیف روایت سے استدلال باطل ہے کہتے ہیں

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

مسلک پرست عائشہ رضی اللہ عنہا کی مسلسل پردہ والی روایت کو صحیح ثابت کرنے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ مکان جس میں وہ رہتیں تھیں اور جس میں نماز پڑھتیں تھیں الگ الگ تھے اس سلسلے میں ان کی دلیل، الطبقات ابن سعد کی یہ روایت ہے

أَخْبَرنَا مُوسَى بْنُ دَاوُدَ: سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ يَقُولُ: قُسِمَ بَيْتُ عَائِشَةَ بِاثْنَيْنِ: قِسْمٌ كَانَ فِيهِ الْقَبْرُ. وَقِسْمٌ كَانَ تَكُونُ فِيهِ عَائِشَةُ. وَبَيْنَهُمَا حَائِطٌ. فَكَانَتْ عَائِشَةُ رُبَّمَا دَخَلَتْ حَيْثُ الْقَبْرُ فُضُلا. فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ لَمْ تَدْخُلْهُ إلا وهي جامعة عليها ثيابها
موسی بن داود کہتے ہیں امام مالک کہتے ہیں ام المومنین رضی اللہ عنہا کا گھر دو حصوں پر مشتمل تھا ایک میں قبر تھی اور ایک میں عائشہ رضی اللہ عنہ خود (رہتیں) تھیں… پس جب عمر اس میں دفن ہوئے تو وہ دوسرے حصے میں نہیں جاتیں الا یہ کہ کپڑا لے کر

اس کی سند میں مُوسى بن داود الضَّبيُّ، أبو عبد الله الطَّرَسُوسيُّ المتوفی ۲۱۷ ھ ہے جس کو کتاب میزان الاعتدال فی نقد الرجال از الذھبی کے مطابق ابو حاتم کہتے ہیں فی حديثہ اضطراب. اس کی حدیث میں اضطراب ہوتا ہے. مسلم نے اس کی روایت کتاب الصلاہ میں ایک جگہ لی ہے . اس سے عقیدے میں روایت نہیں لی گئی.

میزان الاعتدال کے مطابق الكوفی ثم البغدادی یہ کوفی تھے پھر بغدادی اور کتاب تاریخ بغداد کے مطابق کوفی الأصل سكن بَغْدَادَ یہ اصلا کوفی تھے پھر بغداد منتقل ہوئے

الطبقات الکبری از ابن سعد کے مطابق

وَكَانَ قَدْ نَزَلَ بَغْدَادَ، ثُمَّ وَلِيَ قَضَاءَ طَرَسُوسَ، فَخَرَجَ إِلَى مَا هُنَاكَ، فَلَمْ يَزَلْ قَاضِيًا بِهَا إِلَى أَنْ مَاتَ بِهَا
یہ بغداد پہنچے پھر طَرَسُوسَ کے قاضی ہوئے پھر .....وہاں کے قاضی رہے اور وہیں وفات ہوئی

امام مالک المتوفی ۱۷۹ھ سے مدینہ جا کر کب روایت سنی لہذا یہ روایت **منقطع** ہے

یہ امام مالک کا قول نقل کرتے ہیں جو ان کی موطا تک میں موجود نہیں ہے اور یہ کسی صحابی کا قول بھی نہیں لہذا دلیل کیسے ہو گیا؟

مسلک پرستوں کی طرف سے مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت بھی پیش کی جاتی ہے

حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «مَا عَلِمْنَا بِدَفْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى سَمِعْنَا صَوْتَ الْمَسَاحِي مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ لَيْلَةَ الْأَرْبِعَاءِ

محمد بن اسحاق ، فاطمہ بنت محمد سے وہ عمرہ سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ ہمیں رسول اللہ کے دفن کر دئے جانے کا علم بدھ کی رات کے آخر میں کھدائی کے آوزاروں کی آواز سے ہوا

اس سے دلیل لی جاتی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کمرہ میں نہیں تھیں جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا گویا ایک چھوٹے سے حجرے میں اب دو حجرے بنا دے گئے وہ بھی ایسے کہ ایک حجرے میں جو کچھ ہو رہا ہو وہ دوسرے حجرے والے کو علم نہ ہو سکے حتی کہ کھدال کی آواز آئے اگر اس روایت کو دلیل سمجھا جائے تو اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وفات النبی کے روز ہی دو حجرے تھے جبکہ دوسری روایت کے مطابق دو حجرے عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد ہوئے

افسوس اس کی سند بھی ضعیف ہے محمد بن اسحاق مدلس ہے عن سے روایت کر رہا ہے فاطمہ بنت محمّد ہے جو اصل میں فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدِ بْنِ عِمَارَةَ ہے. کہا جاتا ہے کہ اس نام کی عبد اللہ بن ابی بکر کی بیوی تھی لیکن جو بھی ہو ان کا حال مجھول ہے

الطبقات الکبری از ابن سعد کی ایک روایت پیش کرتے ہیں

أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أُوَيْسٍ الْمَدَنِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ وَغَيْرِهِمَا عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْصَارِيَّةِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا زِلْتُ أَضَعُ خِمَارِي وَأَتَفَضَّلُ فِي ثِيَابِي فِي بَيْتِي حَتَّى دُفِنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِيهِ. فَلَمْ أَزَلْ مُتَحَفِّظَةً فِي ثِيَابِي حَتَّى بَنَيْتُ بَيْنِي وَبَيْنَ الْقُبُورِ جِدَارًا فَتَفَضَّلْتُ بَعْدُ

اس کی سند میں عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أُوَيْسٍ الْمَدَنِيُّ ہے جس کو احمد ضعیف الحدیث (موسوعة إقوال الإمام إحمد بن حنبل فی رجال الحدیث وعلله) کہتے ہیں اس روایت کے مطابق عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حجرہ

میں دیوار بنائی گئی

الطبقات الکبری کی ایک اور سند بھی پیش کرتے ہیں
أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَذْكُرُ قَالَ: كَانَتْ عَائِشَةُ تَكْشِفُ قِنَاعَهَا حَيْثُ دفن أبوها مع رسول الله فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ تَقَنَّعَتْ فَلَمْ تَطْرَحِ الْقِنَاعَ
عثمان بن ابراہیم کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہ عمر کی تدفین کے بعد شدت کرتیں اور نقاب نہ ہٹاتیں
اس کی سند میں عبد الرحمن بن عُثْمَانُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبِ الحاطبيُّ المدنيُّ ہے جس کے لئے ابو حاتم کہتے ہیں- قال أبو حاتم: ضعيف الحديث يهولني كثرة ما يُسْند -ابو حاتم کہتے ہیں ضعیف الحدیث ہے بحوالہ تاریخ الاسلام از الذہبی
ایک اشکال پیدا کرتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس حجرے میں کیسے رہ سکتی ہیں جس میں قبریں ہوں اور وہ نماز کہاں پڑھتیں تھیں تو اس کا جواب ہے کہ صحیح بخاری کی احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک وقت تھا جب حجرہ بہت چھوٹا تھا کہ جب رات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے اور سجدہ کرنے لگتے تو عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے پیر سمیٹ لیتیں لیکن مرض وفات کی روایات قرطاس اور دوا پلانے والی سے ظاہر ہوتا ہے کہ حجرہ کو وسیع کیا گیا تھا جس میں کافی افراد آ
سکتے تھے قبروں کو باقی حجرے سے الگ کرنے کے لئے یقینا کوئی دبیز پردہ یا چق یا لکڑی کی دیوار ہو گی
وہابی عالم **صالح بن عبد العزیز بن محمد بن إبراهيم آل الشیخ** درس میں کہتے ہیں بحوالہ التمهيد لشرح كتاب التوحيد
ولما دفن عمر – رضي الله عنه – تركت الحجرة رضي الله عنها، ثم أغلقت الحجرة، فلم يكن ثم باب فيها يدخل منه إليها وإنما كانت فيها نافذة صغيرة، ولم تكن الغرفة كما هو معلوم مبنية من حجر، ولا من بناء مجصص، وإنما كانت من البناء الذي كان في عهده عليه الصلاة والسلام؛ من خشب ونحو ذلك
پس جب عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو اپ (عائشہ) رضی اللہ عنہا نے حجرہ چھوڑ دیا پھر اس حجرے کو بند کر دیا پس اس میں کوئی دروازہ نہیں تھا جس سے داخل ہوں بلکہ ایک چھوٹی سی کھڑکی (یا دریچہ) تھا. اور یہ حجرہ نہ پتھر کا تھا نہ چونے کا بلکہ یہ لکڑی کا تھا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہوتا تھا
صالح بن عبد العزیز کے مطابق تو دو حجرے عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین پر ہوئے اور ان کے درمیان دروازہ ہی نہیں تھا بلکہ کھڑکی تھی لہٰذا وہ اس سے دوسرے حجرے میں میں داخل کیسے ہوتیں ؟
حجرہ اور قبر مطہرہ کے درمیان لکڑی کی دیوار تھی جس میں صرف ایک دریچہ تھا لہٰذا عائشہ رضی اللہ

عنہا یا

کسی اور کا قبروں پر داخل ہونا ثابت نہیں ہوتا

عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسلسل پردہ والی روایت کے مطابق انہوں نے حجرہ نہیں چھوڑا تھا بلکہ جب عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین ہوئی تو اس کو گھر ہی کہتیں ہیں اور وہ داخل پردہ میں ہوتیں جبکہ اس کا دفاع کرنے والوں کے مطابق اب دو حجرے ہو چکے ہیں. اگر دو حجرے تھے تو وہ تو داخل ہی اس حجرے میں ہوتی ہوں گی جس میں قبر سرے سے ہے ہی نہیں تو پردے کی ضرورت؟

یہ روایت کسی بھی زاویے سے صحیح نہیں

اب یہ بھی دیکھئے

عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسلسل پردہ والی روایت سے دلیل لیتے ہوئے تھذیب الکال کے مولف امام المزی کہا کرتے تھے

قال شيخنا الحافظ عماد الدين بن كثير ووجه هذا ما قاله شيخنا الإمام أبو الحجاج المزي أن الشهداء كالأحياء في قبورهم و هذه أرفع درجة فيهم

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں اسی وجہ سے ہمارے شیخ المزی کہتے ہیں کہ شہداء اپنی قبروں میں زندوں کی طرح ہیں اور یہ ان کا بلند درجہ ہے

الإجابة فيما استدركته عائشة على الصحابة للإمام الزركشي

منصور بن یونس بن صلاح الدین ابن حسن بن إدریس البهوتی الحنبلی (المتوفى: 1051ھ) اپنی کتاب کشاف القناع عن متن الإقناع میں لکھتے ہیں

قَالَ الشَّيْخُ تَقِيُّ الدِّينِ: وَاسْتَفَاضَتْ الْآثَارُ بِمَعْرِفَةِ الْمَيِّتِ بِأَحْوَالِ أَهْلِهِ وَأَصْحَابِهِ فِي الدُّنْيَا وَأَنَّ ذَلِكَ يُعْرَضُ عَلَيْهِ وَجَاءَتْ الْآثَارُ بِأَنَّهُ يَرَى أَيْضًا وَبِأَنَّهُ يَدْرِي بِمَا فُعِلَ عِنْدَهُ وَيُسَرُّ بِمَا كَانَ حَسَنًا وَيَتَأَلَّمُ بِمَا كَانَ قَبِيحًا وَكَانَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُولُ " اللَّهُمَّ إنِّي أَعُوذُ بِك أَنْ أَعْمَلَ عَمَلًا أُجْزَى بِهِ عِنْدَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَوَاحَةَ وَكَانَ ابْنَ عَمِّهِ وَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ عِنْدَ عَائِشَةَ كَانَتْ تَسْتَتِرُ مِنْهُ، وَتَقُولُ " إنَّمَا كَانَ أَبِي وَزَوْجِي فَأَمَّا عُمَرُ فَأَجْنَبِيٌّ " وَيَعْرِفُ الْمَيِّتُ زَائِرَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ قَالَهُ أَحْمَدُ.

ابن تیمیہ کہتے ہیں اور جو اثار ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ میت اپنے احوال سے اور دنیا میں اصحاب سے با خبر ہوتی ہے اور اس پر (زندوں کا عمل) پیش ہوتا ہے اور وہ دیکھتی اور جانتی ہے جو کام اس کے پاس ہو اور اس میں سے جو اچھا ہے اس پر خوش ہوتی اور اس میں سے جو برا ہو اس پر الم محسوس کرتی

ہے اور ابو الدرداء کہتے تھے اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں اس عمل سے جس سے میں عبد الرحمان بن رَوَاحَۃَ کے آگے شرمندہ ہوں اور وہ ان کے چچا زاد تھے اور جب عمر دفن ہوئے تو عائشہ ان سے پردہ کرتیں اور کہتیں کہ یہ تو میرے باپ اور شوہر تھے لیکن عمر تو اجنبی ہیں اور امام احمد کہتے ہیں کہ میت زائر کو جمعہ کے دن طلوع سورج سے پہلے پہچانتی ہے

البھوتی حنابلہ کے مشہور امام ہیں - افسوس اس روایت سے قبر پرستی ہی پھیلی ہے

ضعیف روایات کو محدثین نے اپنی کتابوں میں صحیح سمجھ کر نہیں لکھا بلکہ انہوں نے ایسا کہیں دعوی نہیں کیا جو بھی وہ روایت کریں سب صحیح سمجھا جائے اگر کسی کو پتا ہو تو پیش کرے - بہتر یہی ہے کہ محدثین جو کہہ گئے ہیں اس کو تسلیم کر لیا جائے

یعقوب بن سفیان بن جوان الفارسی الفسوی ، ابو یوسف (المتوفی: 277ھ) کتاب المعرفة والتاريخ میں لکھتے ہیں کہ:

قَالَ : عُمَرُ : سَمِعْتُ أَبِي ، يَقُولُ : كَانَ أَبُو أُسَامَةَ إِذَا رَأَى عَائِشَةَ فِي الْكِتَابِ حَكَّهَا فَلَيْتَهُ لَا يَكُونُ إِفْرَاطٌ فِي الْوَجْهِ الْآخَرِ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ يُوهِنُ أَبَا أُسَامَةَ ، ثُمَّ قَالَ : يُعْجَبُ لِأَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ وَمَعْرِفَتِهِ بِأَبِي أُسَامَةَ ، ثُمَّ هُوَ يُحَدِّثُ عَنْهُ

عمر بن حفص بن غیاث (المتوفى: ٢٢٢ ھ) کہتے ہیں میں نے اپنے باپ کو کہتے سنا ابو اسامہ جب کتاب میں عائشہ لکھا دیکھتا تو اس کو مسخ کر دیتا یہاں تک کہ اس (روایت) میں پھر کسی دوسری جانب سے اتنا افراط نہیں آ پاتا یعقوب بن سفیان کہتے ہیں میں نے محمد بن عبد اللہ بن نمیر کو سنا وہ ابو اسامہ کو کمزور قرار دیتے تھے پھر کہا مجھے (محمد بن عبد اللہِ بن نمیر کو) ابی بکر بن ابی شیبہ پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ اس ابو اسامہ کو جانتے ہیں لیکن پھر بھی اس سے روایت لیتے ہیں -

(المعرفة والتاريخ ليعقوب بن سفيان: مَا جَاءَ فِي الْكُوفَةِ)

جس کو یہ روایت پسند ہو وہ سن لے کہ ہماری ماں عائشہ رضی اللہ عنہا ایک مجتہد تھیں وہ صحابہ تک کے اقوال قرآن پر پرکھ کر رد و قبول کرتی تھیں لہذا وہ مردہ میت سے شرم کیسے کر سکتیں ہیں؟

السنن للنسائی از إبو عبد الرحمٰن النسائی (المتوفى: 303ھ) کی روایت بَابُ : مَسْحُ الْمَرْأَةِ رَأْسَهَا باب: عورت اپنے سر کا مسح کیسے کرے حدیث نمبر: 100 میں ہے

اخبرنا الحسين بن حريث ، قال : حدثنا الفضل بن موسى ، عن جعيد بن عبد الرحمن ، قال : اخبرني عبد الملك بن مروان بن الحارث بن ابي ذناب ، قال : اخبرني ابو عبد الله سالم سبلان ، قال : وكانت عائشة تستعجب بامانته وتستاجره ، فارتني كيف كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتوضا " فتمضمضت

واستنثرت ثلاثا ، وغسلت وجهها ثلاثا ، ثم غسلت يدها اليمنى ثلاثا واليسرى ثلاثا ، ووضعت يدها في مقدم راسها ثم مسحت راسها مسحة واحدة إلى مؤخره ، ثم امرت يديها باذنيها ، ثم مرت على الخدين " . قال سالم : كنت آتيها مكاتبا ما تختفي مني فتجلس بين يدي وتتحدث معي حتى جئتها ذات يوم ، فقلت : ادعي لي بالبركة يا ام المؤمنين ، قالت : وما ذاك ؟ قلت : اعتقني الله ، قالت : بارك الله لك ، وارخت الحجاب دوني فلم ارها بعد ذلك اليوم

´ابوعبداللہ سالم سبلان کہتے ہیں کہ` ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی امانت پر تعجب کرتی تھیں، اور ان سے اجرت پر کام لیتی تھیں، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے مجھے دکھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے وضو کرتے تھے؟ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے تین بار کلی کی، اور ناک جھاڑی اور تین بار اپنا چہرہ دھویا، پھر تین بار اپنا دایاں ہاتھ دھویا، اور تین بار بایاں، پھر اپنا ہاتھ اپنے سر کے اگلے حصہ پر رکھا، اور اپنے سر کا اس کے پچھلے حصہ تک ایک بار مسح کیا، پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کانوں پر پھیرا، پھر دونوں رخساروں پر پھیرا، سالم کہتے ہیں: میں بطور مکاتب کے ان کے پاس آتا تھا اور آپ مجھ سے پردہ نہیں کرتی تھیں، میرے سامنے بیٹھتیں اور مجھ سے گفتگو کرتی تھیں، یہاں تک کہ ایک دن میں ان کے پاس آیا، اور ان سے کہا: ام المؤمنین! میرے لیے برکت کی دعا کر دیجئیے، وہ بولیں: کیا بات ہے؟ میں نے کہا: اللہ نے مجھے آزادی دے دی ہے، انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت سے نوازے، اور پھر آپ نے میرے سامنے پردہ لٹکا دیا، اس دن کے بعد سے میں نے انہیں نہیں دیکھا۔

ابو عبد اللہ سالم سبلان ایک غلام تھا اور لونڈی غلام سے کوئی پردہ نہیں کیا جاتا تھا لیکن جس روز ام المومنین کو علم ہوا یہ آزاد ہوا اس سے پردہ شروع کر دیا لہٰذا اس روایت سے معلوم ہوا کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ میں ہر وقت پردہ نہیں کرتیں تھیں

واقعہ حرہ میں قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان کی آواز آنا

سنن الدارمی میں ہے

أخبرنا مروان بن محمد، عن سعيد بن عبد العزيز، قال: لما كان أيام الحرة لم يؤذن في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم ثلاثا، ولم يقم، ولم يبرح سعيد بن المسيب المسجد، وكان لا يعرف وقت الصلاة إلا بهمهمة يسمعها من قبر النبي صلى الله عليه وسلم فذكر معناه

سعیدبن عبد العزیز کہتے ہیں کہ جب ایام حرہ کے دن تھے تو تین دنوں تک مسجد نبوی میں اذان اوراقامت نماز نہیں ہوئی ، اورسعید بن المسیب ان دنوں مسجد نبوی ہی میں ٹھہرے رہے اور جب نماز کا وقت ہوجاتا پتا نہیں چلتا سوائے اس کے کہ قبر نبوی سے اذان کی آواز سنائی دیتی

یہ سند منقطع ہے – سعید بن عبدالعزیز کی پیدائش نوے ہجری میں ہوئی ہے یہ آخری عمر میں مختلط بھی تھے

امام الذھبی سیر إعلام النبلاء میں لکھتے ہیں : وُلِدَ: سَنَةَ تِسْعِيْنَ، فِي حَيَاةِ سَهْلِ بنِ سَعْدٍ یہ سن ۹۰ میں سھل بن سعد کی زندگی میں پیدا ہوا – امام الذھبی سیر إعلام النبلاء میں یہ بھی لکھتے ہیں : وَقَالَ أَبُو نُعَيْمٍ، وَعَلِيُّ بنُ المَدِيْنِيِّ: تُوُفِّيَ سَنَةَ ثَلاَثٍ وَتِسْعِيْنَ ابو نعیم اور امام علی کا کہنا ہے کہ سعید بن المسیب کا انتقال سن ۹۳ میں ہوا

دوسرا طرق طبقات ابن سعد میں ہے

أخبرنا الوليد بن عطاء بن الأغر المكي قال: أخبرنا عبد الحميد بن سليمان عن أبي حازم قال: سمعت سعيد بن المسيب يقول: لقد رأيتني ليالي الحرة وما في المسجد أحد من خلق الله غيري، وإن أهل الشام ليدخلون زمرا زمرا يقولون: انظروا إلى هذا الشيخ المجنون، وما يأتي وقت صلاة إلا سمعت أذانا في القبر ثم تقدمت فأقمت فصليت وما في المسجد أحدغيري

اسی سند سے تاریخ ابن إبي خيثمة میں ہے

حَدَّثَنا مُحَمَّد بن سُلَيْمَان لوين ، قال : حدثنا عَبْد الحميد بن سُلَيْمَان ، عن أبي حازم ، عن سعيد بن

الْمُسَيَّب ، قال : لقد رأيتني ليالي الْحَرَّة وما في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم أحدٌ غيري ، ما يأتي وقت صلاةٍ إلا سمعت الآذان مِن القبْر

عبد الحمید بن سلیمان نے ابو حازم سے روایت کیا کہا میں نے سعید بن المسیب کو کہتے سنا کہتے میں نے حرہ کی راتیں دیکھیں اور مسجد میں کوئی خلق اللہ میرے سوا نہ تھی اور اہل شام گروہ گروہ مسجد میں آ رہے تھے اور کہتے اس بڈھے مجنوں کو دیکھو اور نماز کا وقت نہ اتا سوائے اس کے کہ میں قبر النبی سے اذان سنتا تو نماز پڑھتا اور مسجد میں میرے سوا کوئی نہ تھا

ان سندوں میں عبد الحمید بن سلیمان الخزاعی ہے جو ضعیف ہے

تیسرا طرق طبقات ابن سعد میں ہے

قال: أخبرنا محمد بن عمر قال: حدثني طلحة بن محمد بن سعيد عن أبيه قال: كان سعيد بن المسيب أيام الحرة في المسجد لم يبايع ولم يبرح، وكان يصلي معهم الجمعة ويخرج إلى العيد، وكان الناس يقتتلون وينتبهون وهو في المسجد لا يبرح إلا ليلا إلى الليل. قال فكنت إذا حانت الصلاة أسمع أذانا يخرج من قبل القبر حتى أمن الناس وما رأيت خبرا من الجماعة

طلحة بن محمد بن سعيد بن المسيب نے اپنے باپ (یعنی ابن المسیب کے بیٹے) سے روایت کیا کہ سعید بن المسیب ایام الحرہ میں مسجد میں ہی رہے انہوں نے بیعت نہ کی اور وہ جمعہ کی نماز تو ان کے ساتھ پڑھتے لیکن عید پر نہ نکلتے اور لوگ قتل ہو رہے تھے اور ابن المسیب کو تنبیہ کی جا رہی تھی وہ مسجد میں ہی رکے رہے سوائے راتوں میں - کہا پس جب نماز کا وقت اتا وہ اذان قبر سے سنتے جو قبر سے نکلتی یہاں تک کہ امن ہوا

طلحة بن محمد بن سعید بن المسیب کے لئے امام ابی حاتم کا کہنا ہے قال ابو حاتم: لا اعرفہ میں اس کو نہیں جانتا

معلوم ہوا کہ سعید بن المسیب سے اس قول کو دو غیروں اور ایک پوتے نے منسوب کیا ہے

عبد الحمید بن سلیمان الخزاعی مدینہ کا ہے لیکن بغداد میں جا کر رہا وفات ۱۷۰ سے ۱۸۰ ھ کے درمیان ہے

طلحة بن محمد بن سعید بن المسیب وفات معلوم نہیں ہے ، مدینہ کا ہے

سعید بن عبد العزیز بن ابی یحیٰی التنوخی ، وفات ۱۶۷ ھ کے قریب ہے دمشق کے ہیں

راقم کہتا ہے یہ روایت منقطع و مجہول و ضعیف سند سے تو ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہ اجماع کیسے ہوا کہ ایک دمشقی پھر ایک بغدادی اور ایک مدنی نے اس قول کو ابن المسیب سے الگ الگ علاقوں میں منسوب کیا – اس کے علاوہ اس قول کو منسوب کرنے میں دو غیر ہیں ایک پوتا ہے – یہ سب قابل غور

ہے – روایت ضعیف تو ہے لیکن اس قول کی تہہ تک جانا ہو گا کہ ایسا ابن المسیب سے منسوب کیوں کیا گیا یا واقعی انہوں نے کہا

اب دو ہی صورتیں ہیں

اگر یہ ابن المسیب نے نہیں کہا تو سوال ہے کہ ان تین راویوں کو کس نے مجبور کیا کہ وہ اس قول کو ابن المسیب سے منسوب کریں- کیا بنو عباس نے ان راویوں سے کہلوایا کہ وہ بنو امیہ کی تنقیص میں اس کو بیان کریں؟ راقم کو بنو عباس کا اس قسم کا اثر رسوخ معلوم نہیں ہے لیکن یہ دور سن ۱۵۰ سے ۱۸۰ ھ کا معلوم ہوتا ہے – ابو جعفر المنصور کی خلافت سن ۱۵۸ ھ تک تھی اور اِس کے بعد اِبو عبد الله محمد بن عبد الله المنصور بن محمد بن علی المهدی بالله کی خلافت سن ۱۶۹ ھ تک تھی

اگر واقعی یہ قول ابن المسیب نے کہا تو اس کا مطلب ہے کہ سعید بن المسیب آخری عمر میں مختلط تھے

راقم سمجھتا ہے کہ اغلبا سعید بن المسیب آخری عمر میں مختلط تھے

صحیح البخاری: كِتَابُ المَغَازِي (بَابٌ) صحیح بخاری: کتاب: غزوات کے بیان میں

4024 .

وَعَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي أُسَارَى بَدْرٍ لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ثُمَّ كَلَّمَنِي فِي هَؤُلَاءِ النَّتْنَى لَتَرَكْتُهُمْ لَهُ وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَقَعَتْ الْفِتْنَةُ الْأُولَى يَعْنِي مَقْتَلَ عُثْمَانَ فَلَمْ تُبْقِ مِنْ أَصْحَابِ بَدْرٍ أَحَدًا ثُمَّ وَقَعَتْ الْفِتْنَةُ الثَّانِيَةُ يَعْنِي الْحَرَّةَ فَلَمْ تُبْقِ مِنْ أَصْحَابِ الْحُدَيْبِيَةِ أَحَدًا ثُمَّ وَقَعَتْ الثَّالِثَةُ فَلَمْ تَرْتَفِعْ وَلِلنَّاسِ طَبَاخٌ

اور اسی سند سے مروی ہے ، ان سے محمد بن جبیر بن مطعم نے اور ان سے ان کے والد (جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ) نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے متعلق فرمایا تھا ، اگر مطعم بن عدی رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے اور ان پلید قیدیوں کے لیے سفارش کرتے تو میں انہیں ان کے کہنے سے چھوڑ دیتا ۔ اور لیث نے یحییٰ بن سعید انصاری سے بیان کیا ، ا نہوں نے کہا کہ ہم سے سعید بن مسیب نے بیان کیا کہ پہلا فساد جب برپا ہوا یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا تو اس نے اصحاب بدر میں سے کسی کو باقی نہیں چھوڑا ، پھر جب دو سرا فساد برپا ہوا یعنی حرہ کا ، تو اس نے اصحاب حدیبیہ میں سے کسی کو باقی نہیں چھوڑا ، پھر تیسرا فساد برپا ہوا تو وہ اس وقت تک نہیں گیا جب تک لوگوں میں کچھ بھی خوبی یا عقل باقی تھی

یہ حدیث تاریخا غلط ہے – بہت سے بدری اصحاب رسول کی وفات دور معاویہ رضی اللہ عنہ میں ہوئی ہے اور یہ قول کہنا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت نے اصحاب بدر میں سے کسی کو باقی نہیں چھوڑا

– یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ ابن المسیب کا اختلاط ہے- ابن تیمیہ نے اس کو صحیح سمجھتے ہوئے فتاوی میں نقل کیا ہے

البدایۃ والنہایۃ از ابن کثیر میں ہے

قَالَ الْمَدَائِنِيُّ: وَجِيءَ إِلَى مُسْلِمٍ بِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ لَهُ: بَايِعْ! فَقَالَ: أُبَايِعُ عَلَى سِيرَةِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ: فَأَمَرَ بِضُرِبِ عُنُقِهِ، فَشَهِدَ رَجُلٌ أَنَّهُ مَجْنُونٌ فَخَلَّى سبيله

الْمَدَائِنِيُّ نے کہا : مسلم بن عقبہ ، سعید بن المسیب کے پاس پہنچا اور کہا بیعت کر – سعید نے کہا میں سیرت ابو بکر اور عمر کی بیعت کرتا ہیں- پس مسلم بن عقبہ نے گردن اڑانے کا حکم کیا تو ایک شخص نے گواہی دی کہ یہ مجنوں ہے تو ان کو چھوڑ دیا

راقم کہتا ہے شواہد بتاتے ہیں کہ سعید بن المسیب مختلط ہو گئے تھے

دیوبندیوں کی لفاظیاں اور تاویلات باطلہ

ایک روایت بیان کی جاتی ہے طائف کے دو لوگ مسجد النبی میں شور کر رہے ہیں – عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو طلب کیا اور کہا اگر مدینہ کے باسی ہوتے تو کوڑے لگاتا۔ اس روایت کو حیات النبی کے قائلین پیش کرتے ہیں مثلا الیاس گھمن کتاب فرقہ مماتیت کا تحقیقی جائزہ میں اس کو پیش کرتے ہیں

فرقہ مماتیت کا تحقیقی جائزہ 221

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آثار صحابہ وتابعین سے ثبوت

1: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (م24ھ) کے بارے میں ایک واقعہ مروی ہے:

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهَذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا قَالَ مَنْ أَنْتُمَا أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(صحیح البخاری: ج1 ص67 باب رفع الصوت فی المساجد)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں کھڑا تھا کہ کسی شخص نے مجھے کنکری ماری، میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جاؤ اور ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لے آؤ۔ میں انہیں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُن سے پوچھا: تم کن لوگوں میں سے ہو؟ (یعنی کس قبیلے سے تمہارا تعلق ہے؟) انہوں نے کہا: ہم اہل طائف میں سے ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم اہل مدینہ میں سے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا اس لئے کہ تم مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو۔

آواز بلند کرنے پر مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے نکیر کرنا اس لئے تھا کہ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارکہ ہے۔ جس طرح آپ صلی

فرقہ مماتیت کا تحقیقی جائزہ 222

اللہ علیہ وسلم کی اس دنیوی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آواز بلند کرنا جرم تھا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ کے پاس آواز بلند کرنا بھی جائز نہیں، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں، حدودِ مسجد کی آواز کو بلا کسی توسط سے خود سماعت فرماتے ہیں۔ چنانچہ سلف وخلف میں سے کسی نے انکار نہیں فرمایا۔

اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اعتقاد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ نہ ہوتے اور قریب کی آوازوں کو خود سماعت نہ فرما رہے ہوتے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دبی آواز سے بات کرنے کے حکم قرآنی کو اس انداز میں کبھی بیان نہ فرماتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک دوسرا واقعہ منقول ہے، شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حنفی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب کسی مہم سے فارغ ہو کر واپس مدینہ منورہ تشریف لاتے تو سب سے پہلا کام جو آپ رضی اللہ عنہ کرتے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سلام عرض کرنا ہوتا تھا اور اسی کی آپ دوسروں کو تلقین بھی فرماتے تھے۔ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اصل الفاظ اس طرح ہیں: اول کارِ کہ عمر رضی اللہ عنہ ابتداء مے کرد سلام بہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بود. (جذب القلوب: ص200)

ترجمہ: پہلا کام جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابتداء فرماتے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرنا ہوتا۔

علامہ السمہودی رحمہ اللہ (م911ھ) اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

ولما قدم عمر المدينة كان اول ما بدء بالمسجد وسلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم. (وفاء الوفاء ج4 ص1358 الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

راقم کہتا ہے مسجد النبی کے پاس ہی امہات المومینن کے حجرات تھے – وہاں وہ آرام کرتیں تھیں لہذا عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد امہات المومنین کو آرام پہنچانا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کیا شور و غوغا وغیرہ سب پہنچایا جاتا ہے ؟ جبکہ جن روایات پر حیات النبی کے عقیدے کا دارومدار ہے ان میں تو صرف سلام و درود کا ذکر ہے

روایت میں موجود ہے مسجد میں شور کرنے سے عمر نے منع کیا اس میں کہیں نہیں ہے کہ عمر نے کہا ہو کہ یہ شور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سن رہے ہیں- لہذا یہ واقعہ خارج عن بحث ہے

دیو بندیوں کے ایک محقق الیاس گھمن نے تقریر میں کہا

https://youtu.be/drsYSCDIssY

صحیح بخاری کی حدیث موجود ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد پڑھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور وضو نہیں کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر بغیر وضو کیے پڑھے ام المومنین حضرت امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا حضور آپ تہجد پڑھ کے سو گئے پھر اٹھے اور آپ نے وتر پڑھے آپ نے وضو تو نہیں کیا۔ امی عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذہن میں مسئلہ یہ تھا کہ نبی بھی سو کر اٹھے تو وضو کرنا چاہیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي

صحیح بخاری باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ

عائشہ نبی کی آنکھ سوتی ہے نبی کا دل نہیں سوتا۔اس لیے نبی کو وضو کی ضرورت نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ نبی کی نیند الگ ہے اور امتی کی نیند الگ ہے۔ نبی سو جائے تو آنکھ سوتی ہے امتی سو جائے تو دل بھی سوتا ہے۔ نیند دونوں پر آتی ہے۔ ....

حدیث مبارک بھی تو نے سنی ہے کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا

أن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال إن الله جعل الحق على لسان عمر وقلبه

ترمذی ج2ص209 باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ

اللہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق جاری کیا ہے۔ عمر بولتا ہے تو ٹھیک بولتا ہے، عمر سوچتا ہے تو ٹھیک سوچتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غلط تو نہیں فرماتے حضرت عمر نے یہ کیسے کہہ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میت نہ کہنا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ .....

مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں امتی فوت ہوا ہے اس کی روح کو پورے بدن سے نکال لیا گیا ہے۔ نبی فوت ہوا ہے اس کی روح کو پورے بدن سے دل میں سمیٹ دیا گیا ہے۔ ارے اگرچہ موت آگئی ہے لیکن دل پہ وفات نہیں آئی اگر نبی ہے تو روح کو سمیٹ کے دل میں رکھ دیا گیا اور اگر امتی ہے تو بدن سے روح کو نکال لیا گیا لیکن نبی کو جو حیات ملتی ہے اسی روح کو پھیلا دیا جاتا ہے اور جب امتی کو حیات ملتی ہے۔امتی کی روح کو لوٹا دیا جاتا ہے "

راقم کہتا ہے یہ تو انبیاء کی نشانی ہے کہ زندگی میں ان کا دل سونے کی حالت میں بھی اللہ کے کنٹرول میں ہوتا ہے اس میں ان پر شیطان کا القا نہیں ہو سکتا - اس لئے ا ن کے دل کی بھی حفاظت کی

گئی کیونکہ قرآن کا یا الوحی نزول دل پر ہوتا ہے-

سورہ بقرہ :

قُلْ مَن كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ
کہو (اس سے) جو جبریل کا دشمن ہو کہ اسی (جبریل) نے اس قرآن کو میرے دل پر اتارا ہے

اللہ تعالی نے قرآن میں انبیاء پر لفظ موت کا اطلاق کیا ہے - آنکھ کا سونا یعنی دماغ پر سونے کی کیفیت کا ظہور ہونا ہے اور قلب کا جاگنا اس کا کسی بھی شیطانی القا سے دور رہنا ہے - یہی وجہ ہے کہ مومن کو برا خواب آتا ہے انبیاء کو نہیں آتا- عمر رضی اللہ عنہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حوالے سے صحیح تھے ان کی بات کے پیچھے یہ فلسفہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر موت واقع نہیں ہوئی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تقریر پر وہ چپ نہ رہتے اور تمام اصحاب رسول کا وفات النبی پر اجماع بھی نہ ہونے پاتا- ابو بکر رضی اللہ عنہ نے صحیح کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور عمر رضی اللہ عنہ کا رد کیا کہ اب رسول پر دو موتیں جمع نہ ہوں گی جیسا تم کہہ رہے ہو کہ وہ زندہ ہو جائیں گے -

قاسم نانوتوی کا فلسفہ

اللہ روحوں کو قبض کرتا ہے یعنی ان کو قبضہ میں لیتا ہے اور قبض روح انبیاء کا ہو یا عام آدمی کا ایک ہی ہے لیکن الیاس گھمن اس میں التباس پیدا کرتے ہیں

https://youtu.be/_rWmesAzNkU

الیاس گھمن کہتے ہیں (منٹ ۷ پر) ہم قبض روح کے دو معنی کریں گے – خروج روح اور حبس (قید) روح – حبس روح کا معنی روح کا جسم میں سمٹ جانا- الیاس گھمن نے کہا قبضت یدی (میں نے مٹھی بنا لی) کا معنی بسط یدی (میں نے ہاتھ بھیلا دیا) کی مخالفت میں لیا جائے گا کہ قبض کا مطلب سمیٹنا – اس کے بعد کہا یہ خروج بھی ہے – قبض کے اس طرح دو معنی کیے کہ روح قید کی گئی یا نکل گئی – قاسم

نانوتوی قبض کا معنی کبھی خروج کرتے ہیں اور کبھی حبس کرتے ہیں کیونکہ ہم کو اس کا معنی پورا آتا ہے – قاسم نانوتوی کہتے ہیں کہ موت امتی پر آئے تو معنی ہوا قبض روح اور موت نبی پر آئے تو معنی ہوا حبس (قید) روح –امتی پر موت آئے تو مطلب ہو گا کہ روح جسم سے نکل گئی ہے پیغمبر کو موت آئے تو معنی ہو گا روح قلب اطہر میں سمٹ گئی ہے

راقم کہتا ہے یہ قول بلا دلیل و منکر ہے موت کا مطلب تمام بشر پر ایک ہی ہے کہ روح کا جسم سے مکمل خارج ہو جانا –اگر پیغمبروں کی روحیں ان کے قلوب میں ہیں تو یہ روحین ان کے اعضا میں نہ ہوئیں – پھر تو وہ نہ سن سکتے ہیں نہ جواب دے سکتے ہیں جبکہ یہ فرقے انبیاء کے جواب و کلام و سماع فی القبر کے قائل ہیں۔ راقم کہتا ہے کہ نیند میں روح کو جسم میں قید کیا جاتا ہے اور موت پر نکال لیا جاتا ہے – یہ عمل ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے چاہے نبی ہو یا ولی

لہذا راقم کے نزدیک موت پر ہر انسان کا خروج روح ہو رہا ہے اور نیند میں حبس روح (جسم میں روح کا قید ہونا) ہو رہا ہے اس میں انبیاء و عام بشر میں کوئی فرق نہیں ہے سوائے اس کے کہ انسان کا شعور نیند میں ختم ہو جاتا ہے جبکہ انبیاء کا قلب جاگتا رہتا ہے کیونکہ ان کو نیند میں الوحی آ تی ہے

حیات برزخی کی ایجاد

فرقوں نے اپنی تاویلات باطلہ کو ثابت کرنے کے لئے ایک اصطلاح گھڑ رکھی ہے جس کا نام انھوں نے حیاۃ برزخیۃ حیات برزخی رکھا ہوا ہے- یہ اصطلاح سلفی فرقوں میں مقبول ہے جو انبیاء کو ایک طرف کہتے ہیں موت آ گئی اور دوسری طرف کہتے ہیں کہ ان کی زندگی دنیا کی زندگی جیسی نہیں ہے بلکہ ہم کو معلوم نہیں کیسی ہے – اس طرح یہ سلف کے علماء ابن حجر، سخاوی، ابن تیمیہ، ابن قیم وغیرہ کا رد کرتے ہیں جو یہ کہتے تھے کہ انبیاء قبروں میں رزق حاصل کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، اذان دیتے ہیں، دوسری طرف غیر مقلدین اپنے آپ کو سلف کا متبع بھی کہتے ہیں – راقم کہتا ہے حیات النبی کے عقیدے میں دیوبندی اور بریلوی _ اہل حدیث فرقے سے زیادہ سلفی ہیں

لغوی طور پر برزخ سے مراد آڑ ہے جیسا قرآن میں ہے کہ دو سمندر اپس میں نہیں ملتے کیونکہ ان کے درمیان برزخ ہے سورہ الرحمان میں ہے

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لا يَبْغِيَانِ

اصطلاحا البرزخ سے مراد عالم ارواح ہے - قرآن کی سورہ المومنون کی ۹۹ اور ۱۰۰ آیات ہیں

حَتَّى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ (99) لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ

یہاں تک کہ ان میں جب کسی کو موت اتی ہے تو کہتا ہے اے رب مجھے لوٹا دے تاکہ صالح اعمال کروں ہرگز نہیں یہ تو صرف ایک قول ہے جو کہہ رہا ہے اور اب ان کے درمیان (برزخ) آڑ حائل ہے یہاں تک کہ ان کو دوبارہ اٹھایا جائے

قرآن کی آیت ہے کہ جس ذی روح پر موت کا فیصلہ ہوتا ہے اس کی روح روک لی جاتی ہے جس کو امساک روح کہا جاتا ہے

وہ مقام جہاں روح کو رکھا جاتا ہے اس کو آڑ کی نسبت سے البرزخ کہا گیا ہے

سن ۷۰۰ ہجری سے قبل علماء برزخ کو ایک عالم کہتے تھے جو یا تو جنت ہے یا جہنم میں ہے اور اس عالم ارضی میں نہیں ہے- اس طرح البرزخ کی اصطلاح قدیم ہے - ابن قتیبہ المتوفی ۲۷۶، ابن جریر الطبری ۳۱۰ ھ، ابن حزم المتوفی ۴۵۷ ھ، ابن الجوزی المتوفی ۵۹۷ ھ نے اس کو استعمال کیا ہے . اس کو اردو میں ہم عالم ارواح کہتے ہیں[50]

ابن قتیبہ المتوفی ۲۷۶ ھ کتاب تأویل مختلف الحدیث میں لکھتے ہیں

وَنَحْنُ نَقُولُ: إِنَّهُ إِذَا جَازَ فِي الْمَعْقُولِ، وَصَحَّ فِي النَّظَرِ، وَبِالْكِتَابِ وَالْخَبَرِ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ، بَعْدَ أَنْ تَكُونَ الْأَجْسَادُ قَدْ بَلِيَتْ، وَالْعِظَامُ قَدْ رَمَّتْ1، جَازَ أَيْضًا فِي الْمَعْقُولِ، وَصَحَّ فِي النَّظَرِ، وَبِالْكِتَابِ وَالْخَبَرِ، أَنَّهُمْ يُعَذَّبُونَ بَعْدَ الْمَمَاتِ فِي الْبَرْزَخِ.

ابو محمّد ابن قتیبہ نے کہا اور ہم کہتے ہیں بے شک عقلی لحاظ سے اور صحیح النظر اور کتاب الله اور خبر (حدیث رسول) سے پتا چلا ہے کہ بے شک الله تعالیٰ ان جسموں کو جو قبروں میں ہیں گلنے سڑنے اور ہڈیاں بننے کے بعد ان کو اٹھائے گا جب وہ مٹی ہو جائیں گے اور صحیح النظر اور کتاب الله اور خبر (حدیث رسول) سے یہ بھی پتا چلا ہے کہ ان کو البرزخ میں عذاب دیا جائے گا

ابن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ ھ سورہ بقرہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں اگر کوئی سوال کرے

وإذا كانت الأخبار بذلك متظاهرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، فما الذي خُصَّ به القتيل في سبيل الله، مما لم يعم به سائر البشر غيره من الحياة، وسائرُ الكفار والمؤمنين غيرُه أحياءٌ في البرزخ، أما الكفار فمعذبون فيه بالمعيشة الضنك، وأما المؤمنون فمنعَّمون بالروح والريحان ونَسيم الجنان؟

اور رسول الله صلی الله علیہ وسلم کی حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ان کے لئے خاص ہے جو الله کی راہ میں قتل ہوئے تو کیا سارے انسان بشمول کفار اور مومنین سب البرزخ میں زندہ ہیں

قرآن میں شہداء کے لئے آیا ہے

بل احیاھم و لکن لا تشعرون

بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو شعور نہیں ہے

فرقے کہتے ہیں ہم کو ان کی قبر کی زندگی کا شعور نہیں ہے - دوسری طرف امام طبری تفسیر میں لکھتے ہیں کہ تمام مومن اور شہداء برزخ میں ہیں اس میں شہداء کی خصوصیت صرف رزق حاصل ہونے کی ہے جو جنت میں مل رہا ہے اور اس مقام کو طبری نے برزخ کا نام دیا

وإذا كانت الأخبار بذلك متظاهرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، فما الذي خُصَّ به القتيل في سبيل

الله، مما لم يعم به سائر البشر غيره من الحياة، وسائرُ الكفار والمؤمنين غيرُه أحياءٌ في البرزخ، أما الكفار فمعذبون فيه بالمعيشة الضنك، وأما المؤمنون فمنعَّمون بالروح والريحان ونَسيم الجنان؟
قيل: إنّ الذي خَصّ الله به الشهداء في ذلك، وأفادَ المؤمنين بخبره عنهم تعالى ذكره، إعلامه إياهم أنهم مرزوقون من مآكل الجنة ومطاعمها في بَرْزَخِهم قَبل بعثهم، ومنعَّمون بالذي ينعم به داخلوها بعد البعث من سائر البشر، من لذيذ مطاعمها الذي لم يُطعمها الله أحدًا غيرَهم في برزخه قبل بعثه. فذلك هو الفضيلة التي فضَّلهم بها وخصهم بها من غيرهم، والفائدة التي أفادَ المؤمنين بالخبر عنهم

اور روایات میں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں کہ جو سبیل اللہ میں قتل ہوئے ان کی خصوصیت (کس طرح) ہے..... کہ تمام کفار و مومن البرزخ میں ہی زندہ ہیں- جو کفار ہیں وہ تنگ زندگی میں عذاب میں ہیں اور جو مومن ہیں وہ رحمت و نعمت میں اور جنت کی ہواووں میں ہیں ؟

کہا جاتا ہے : جو اللہ نے سبیل اللہ میں مرنے والوں کے لئے خاص کیا وہ مومنوں کو اس خبر کا فائدہ دیا تو ان کو جنت میں اس کی نعمت اور کھانے انکی برزخ میں قیامت سے پہلے مل گئے ہیں جبکہ باقی بشر کو یہ قیامت کے بعد ملین گے پس یہ شہداء کی فضیلت ہے یہ انکی وہ خصوصیت ہے جس کی خبر سے مومنوں کو فائدہ ہوا

امام طبری کے نزدیک برزخ کا مقام جنت میں ہے قبر میں نہیں ہے

السیوطی (المتوفی:۹۱۱ ھ) کتاب شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور میں لکھتے ہیں کہ معتزلہ نے مرنے کے بعد روح کے باقی رہنے کا انکار کیا لیکن اہل علم نے اس کا رد کیا. السیوطی لکھتے ہیں

قَالَ سَحْنُون بن سعيد وَغَيره هَذَا قَول أهل الْبدع والنصوص الْكَثِيرَة الدَّالَّة على بَقَاء الْأَرْوَاح بعد مفارقتها للأبدان ترد ذَلِك وتبطله وَالْفرق بَين حَيَاة الشُّهَدَاء وَغَيرهم من الْمُؤمنِينَ الَّذين أَرْوَاحهم فِي الْجنَّة من وَجْهَيْن أَحدهمَا أَن أَرْوَاح الشُّهَدَاء تخلق لَهَا أجساد وَهِي الطير الَّتِي تكون فِي حواصلها ليكمل بذلك نعيمها وَيكون أكمل من نعيم الْأَرْوَاح الْمُجَرَّدَة عَن الأجساد فَإِن الشُّهَدَاء بذلوا أَجْسَادهم للْقَتْل فِي سَبِيل الله فعوضوا عَنْهَا بِهَذِهِ الأجساد فِي البرزخ وَالثَّانِي أَنهم يرْزقُونَ من الْجنَّة وَغَيرهم لم يثبت فِي حَقه مثل ذَلِك

سَحنُون بن سعید اور دیگر کہتے ہیں کہ یہ اہل بدعت کا قول ہے اور بدن سے جدائی کے بعد، روح کی بقاء پر کثیر نصوص دلالت کرتے ہیں ، جو اس قول کو رد کرتے ہیں اور حیات شہداء اور عام مومنین کی زندگی میں جن کی روحیں جنت میں ہیں فرق دو وجہ سے ہے کہ اول ارواح شہداء کے لئے جسم بنائے گئے ہیں اور وہ پرندے ہیں جن کے پیٹوں میں وہ ہیں کہ وہ ان نعمتوں کی تکمیل کرتے ہیں اور یہ مجرد ارواح کی نعمتوں سے اکمل ہے کیونکہ شہداء نے اپنے جسموں پر زخم سہے اللہ کی راہ میں قتل ہوئے

پس ان کو یہ جسم برزخ میں دے گئے اور دوئم ان کو جنّت میں کھانا بھی ملتا ہے اور دوسروں پر یہ ثابت نہیں

السیوطی کتاب الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج میں ابن رجب کے حوالے سے لکھتے ہیں

وَقَالَ الْحَافِظ زين الدّين بن رَجَب فِي كتاب أهوال الْقُبُور الْفرق بَين حَيَاة الشُّهَدَاء وَغَيرهم من الْمُؤمنِينَ من وَجْهَيْن أَحدهمَا أَن أَرْوَاح الشُّهَدَاء يخلق لهاأجساد وَهِي الطير الَّتِي تكون فِي حواصلها ليكمل بذلك نعيمها وَيكون أكمل من نعيم الْأَرْوَاح الْمُجَرَّدَة عَن الأجساد فَإِن الشُّهَدَاء بذلوا أَجْسَادهم للْقَتْل فِي سَبِيل الله فعوضوا عَنْهَا بِهَذِهِ الأجساد فِي البرزخ

اور الحَافِظ زین الدّین بن رَجَب کتاب إہوال القُبور میں کہتے ہیں اور حیات شہداء اور عام مومنین کی زندگی میں فرق دو وجہ سے ہے کہ اول ارواح شہداء کے لئے جسم بنائے گئے ہیں اور وہ پرندے ہیں جن کے پیٹوں میں وہ ہیں کہ وہ ان نعمتوں کی تکمیل کرتے ہیں اور یہ مجرد ارواح کی نعمتوں سے اکمل ہے کیونکہ شہداء نے اپنے جسموں پر زخم سہے اللہ کی راہ میں قتل ہوئے پس ان کو یہ جسم برزخ میں دے گئے

مزید یہ کہ احادیث میں ہے کہ شہید کو جنت میں یا برزخ میں جسم ملتا ہے – اسی کو امام مالک کے شاگرد سَحْنُون بن سعید نے بیان کیا ہے

ابن حزم المتوفی ۴۵٦ ھ قبر میں عود روح کے انکاری ہیں اور البرزخ کی اصطلاح عالم ارواح کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ کتاب الفصل فی الملل والأہواء والنحل میں لکھتے ہیں

ثمَّ ينقلنا بِالْمَوْتِ الثَّانِي الَّذِي هُوَ فِرَاق الْأَنْفس للأجساد ثَانِيَة إِلَى البرزخ الَّذِي تقيم فِيهِ الْأَنْفس إِلَى يَوْم الْقِيَامَة وتعود أجسامنا تُرَابا

پس اللہ ہم کو دوسری موت کے بعد جو نفس کی جسم سے علیحدگی ہے ہم کو برزخ میں منتقل کر دے گا اور ہمارے جسم مٹی میں لوٹائے گا

فيبلوهم الله عز وَجل فِي الدُّنْيَا كَمَا شَاءَ ثمَّ يتوفاها فترجع إِلَى البرزخ الَّذِي رَآهَا فِيهِ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لَيْلَة أسرى بِهِ عِنْد سَمَاء الدُّنْيَا أَرْوَاح أهل السَّعَادَة عَن يَمِين آدم عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام وأرواح أهل الشقاوة وَعَن يسَاره عَلَيْهِ السَّلَام

پس اللہ ہم کو آزمائے گا دینا میں جیسا چاہے گا پھر موت دے گا اور برزخ میں لوٹائے گا جس کو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا تھا معراج کی رات کہ نیک لوگوں کی ارواح آدم علیہ

السلام کی دائیں طرف اور بد بختوں کی بائیں طرف تھیں

ابن حزم صاف لفظوں میں البرزخ کو ایک عالم کہتے ہیں اور یہ معروف ہے کہ ابن حزم قبر میں کسی بھی زندگی کے منکر تھے - یہ علماء یعنی ام ابن قتیبہ، امام طبری، امام سحنون، امام ابن حزم یہ سب عالم برزخ کو جنت یا جہنم میں مانتے ہیں - لیکن اسی دوران بعض علماء نے البرزخ کی اصطلاح کو کھینچ تان کر کے قبر تک لے گئے اور اس طرح اس کو ایک لچک دار مفہوم دے دیا کہ دنیا کی قبریں بھی عالم برزخ میں ہیں — راقم کی تحقیق کے مطابق یہ غلط مفہوم اس اصطلاح کے ساتھ سب سے پہلے ابن عبد الهادي الحنبلي (المتوفى: 744هـ) نے کی. ان سے پہلے اس کو عالم ارواح کے لئے استعمال کیا جاتا تھا. انہوں نے البرزخ کے مفہوم میں عالم ارواح اور دیناوی قبر دونوں کو شامل کر دیا گیا . ابن عبد الهادی اپنی کتاب الصَّارِمُ المُنْكِي في الرَّدِّ عَلَى السُّبْكِي میں ایک نئی اصطلاح متعارف کراتے ہیں

وليعلم أن رد الروح (إلى البدن) وعودها إلى الجسد بعد الموت لا يقتضي استمرارها فيه، ولا يستلزم حياة أخرى قبل يوم النشور نظير الحياة المعهودة، بل إعادة الروح إلى الجسد في البرزخ إعادة برزخية، لا تزيل عن الميت اسم الموت

اور جان لو کہ جسم میں موت کے بعد عود روح ہونے سے ضروری نہیں کہ تسلسل زندگی ہو - اور اس سے دوسری زندگی بھی لازم نہیں آتی ...بلکہ یہ ایک برزخی زندگی ہے جس سے میت پر موت کا نام زائل نہیں ہوتا

اس کے بعد اسلامی کتب میں قبر میں حیات برزخی کی اصطلاح انبیاء اور شہداء سے لے کر عام مردوں تک کے لئے استعمال ہونے لگی لہذا یہ ایک لچک دار آصطلاح بنا دی گئی جس میں عالم ارواح اور قبر دونوں کا مفہوم تھا

قبر کو حیات برزخی کہنے کا رواج فورا شروع نہیں ہوا بلکہ اس میں وقت لگا- ابن عبد الھادی کے ہم عصر ابن أبي العز الحنفي، الأذرعي الصالحي الدمشقي (المتوفى: 792هـ) شرح العقيدة الطحاوية میں لکھتے ہیں

فَإِنَّهُمْ لَمَّا بَذَلُوا أَبْدَانَهَمْ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ حَتَّى أَتْلَفَهَا أَعْدَاؤُهُ فِيهِ، أَعَاضَهُمْ مِنْهَا فِي الْبُرْزَخِ أَبْدَانًا خَيْرًا مِنْهَا، تَكُونُ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَيَكُونُ تَنَعُّمُهَا بِوَاسِطَةِ تِلْكَ الْأَبْدَانِ، أَكْمَلَ مِنْ تَنَعُّمِ الْأَرْوَاحِ الْمُجَرَّدَةِ عَنْهَا

پس جب انہوں (شہداء) نے اپنے جسم الله کے لئے لگا دیے حتیٰ کہ ان کے دشمنوں نے ان پر زخم لگائے، ان کو البرزخ میں اس سے بہتر جسم دیے گئے جو قیامت تک ہونگے، اور وہ نعمتیں ان بدنوں کے واسطے سے حاصل کریں گے، جو مجرد ارواح سے حاصل کرنے سے زیادہ کامل شکل ہے

حیات برزخی کی اصطلاح ابن تیمیہ نے اپنی کتب میں استعمال نہیں کی اگرچہ البرزخ کا بطور عالم کئی بار

ذکر کیا ہے ۔کتاب الروح کے مولف ابن قیم نے بھی حیات برزخی کی اصطلاح ابن تیمیہ نے اپنی کتب میں استعمال نہیں کی۔

ایک قول ہے : "شہداء کی حیات برزخ میں ہے" ۔ سن ۷۰۰ ہجری سے قبل اس قول کا مطلب ہوتا تھا کہ شہداء اللہ کے پاس جنت میں ہیں وہاں ان کی برزخ ہے لیکن آہستہ آہستہ البرزخ میں قبر کا مفہوم بھی داخل ہو گیا اور کہا جانے لگا کہ "شہداء کی حیات برزخی ہے "۔اس کا مطلب لیا جانے لگا کہ شہید دنیا کی قبر میں زندہ ہیں اور اس مفہوم میں توسیع کر کے انبیاء کی زندگی کو بھی حیات برزخی کہا جانے لگا

اس تفصیل کے بعد اب ہم متاخرین کے اقوال دیکھتے ہیں

مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح کے سلفی مولف عبيد الله بن محمد المباركفوري (المتوفى: 1414هـ) لکھتے ہیں

بل إعادة الروح إلى الجسد في البرزخ إعادة برزخية لا تزيل عن الميت اسم الموت
جسم کی طرف روح کا اعادہ برزخی، برزخ میں ہے اس سے میت پر موت کا اطلاق زائل نہیں ہوتا

مزید لکھا

فإن الأنبياء أحياء في قبورهم، لكن بحياة برزخية ليست نظير الحياة المعهودة
انبیاء کی قبروں میں زندگی ہے لیکن یہ برزخی زندگی ہے جس کی مثال معھودة زندگی کی سی نہیں ہے

اس فلسفے کو سبھی بیان کرتے ہیں کہ انبیاء و شہداء کی حیات برزخی ہے لیکن یہ ان کی خانہ ساز اصطلاح ہے

بریلوی کہتے ہیں

249 ملفوظات حصہ سوم

اس کے ساتھ ہوتا ہوں اس کی حفاظت کرتا ہوں اگر اس کا نگزاری کا جاتا رہے گا اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال کریگا (پھر فرمایا) ان پر خاص توجہ تھی اور ان کو بھی خاص نیازمندی تھی اسی وجہ سے حضرت کو ان سے خاص محبت تھی۔ حدیث میں ہے جو کوئی دریافت کرنا چاہے کہ اللہ کے یہاں اس کی کس قدر، قدر و منزلت ہے وہ یہ دیکھے کہ اس کے دل میں اللہ کی کس قدر، قدر و منزلت ہے اتنی ہی اس کی اللہ کے یہاں ہے۔ حضرت[1] سیدی عبدالوہاب اکابر اولیائے کرام میں سے ہیں۔ حضرت سیدی احمد بدوی کبیر کے مزار پر بہت بڑا میلہ اور ہجوم ہوتا تھا۔ اس مجمع میں چلے آتے تھے ایک تاجر کی کنیز پر نگاہ پڑی فوراً نگاہ پھیر لی کہ حدیث میں ارشاد ہوا: اَلنَّظْرَۃُ الْاُوْلٰی لَکَ وَالثَّانِیَۃُ عَلَیْکَ۔ پہلی[2] نظر تیرے لئے ہے اور دوسری تجھ پر یعنی پہلی نظر کا کچھ گناہ نہیں اور دوسری مواخذہ ہوگا۔ خیر نگاہ تو آپ نے پھیر لی مگر وہ آپ کو پسند آئی۔ جب[3] مزار شریف پر حاضر ہوئے ارشاد فرمایا عبدالوہاب وہ کنیز پسند ہے عرض کی ہاں[4] اپنے شیخ سے کوئی بات چھپانا نہ چاہئے ارشاد فرمایا اچھا ہم نے تم کو وہ کنیز ہبہ کی۔ اب آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز تو اس تاجر کی ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں۔ معاً وہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزار اقدس کے نظر کی۔ خادم کو اشارہ ہوا انھوں نے آپ کی نذر کر دی ارشاد فرمایا عبدالوہاب اب دیر کاہے کی فلاں حجرہ میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔

عرض: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کی حیات برزخیہ میں کیا فرق ہے۔

ارشاد: انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے ان پر تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لئے محض ایک آن کی آن کو موت طاری ہوتی ہے پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرما دی جاتی ہے۔ اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا۔ ان کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ

[1] حضرت سیدی امام عبدالوہاب شعرانی اکابر اولیائے کرام میں سے ہیں۔
[2] پہلی نظر معاف ہے دوسری پر مواخذہ ہوگا۔ [3] سید احمد بدوی کبیر کا غیب پر مطلع ہونا۔ [4] اپنے شیخ سے کوئی امر چھپانا نہیں چاہئے۔ [5] انبیائے کرام کی حیات برزخیہ اور اولیاء و علماء کی حیات برزخیہ کا فرق۔

اگلا صفحہ ←

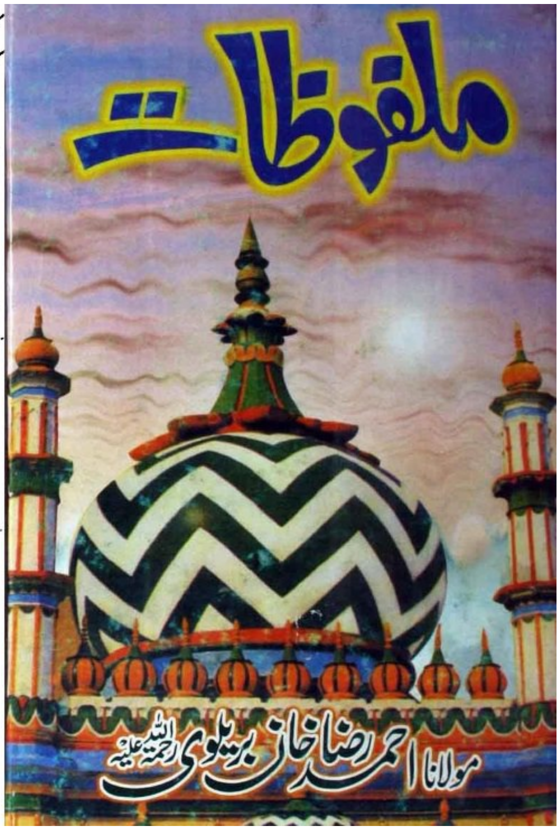

مولانا قاسم صاحب نانوتوی صاحب نے کتاب آب حیات میں لکھا ہے کہ روح اقدس جسد مطہر سے نکلی ہی نہیں بل کہ قلب میں سمٹ گئی۔

راقم کہتا ہے یہ عقیدہ قیاس سے اخذ کیا گیا ہے – اس پر نص ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دو احادیث ہیں

اول : ابن آدم کے جسم کی ہر چیز مٹی ہو جاتی ہے سوائے عجب الذنب کے

دوم میت کھاٹ پر بولتی ہے کہ آگے لے چلو

ان دو احادیث سے متکلمین نے اخذ کیا ہے کہ میت کی روح اس کی عجب الذنب میں سمٹ جاتی ہے

اس پر قاضی ابو بکر بن الطیب الباقلانی کا قول ہے – المسالِك فی شرح مُوَطَّأ مالك از القاضی محمد المعافری الاشبیلی المالکی (المتوفی: 543ھ) کہتے ہیں

وبهذه المسألة تعلّق القاضي أبو بكر بن الطّيّب بأنّ الرُّوح عرض، فقال: والدّليل عليه أنّه لا ينفصل عن البَدَنِ إلَّا بجُزْءٍ منه يقول به، وهذا الجزء المذكور في حديث أبي هريرة: "كُلُّ ابْنِ آدَمَ تَأْكلُهُ الأَرْضُ، إلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ" الحديث، فدلّ بهذا أنّه ليس بمُعْدَم، ولا في الوجود شيء يَفْنَى ؛ لأنّه إنّ كان فَنِيَ في حقِّنا فهو في حقِّه موجودٌ مرئيٌّ معلومٌ حقيقةً، وعلى هذا الحال يقع السُّؤال في القبر والجواب، ويعرض عليه

المقعد بالغَدَاةِ والعشيِّ، ويعلّق من شَجَرِ الجنّة
اور اس مسئلہ میں قاضی ابو بکر بن الطیب الباقلانی نے تعلق کیا ہے کہ روح عرض ہے پس کہا اس کی دلیل ہے کہ یہ بدن سے (مکمل) الگ نہیں ہوتی سوائے اس کے ایک جز کے جس سے یہ بولتا ہے اور یہ جز حدیث ابو ہریرہ میں مذکور ہے ہر بنی آدم کو زمین کھا جائے گی سوائے عجب الذنب کے پس یہ دلیل ہے کہ کہ روح معدوم نہیں ہے اورنہ اس کے وجود میں کوئی چیز فنا ہوئی کیونکہ .... اسی حالت پر سوال قبر اور جواب ہوتا ہے ہے صبح شام ٹھکانہ پیش ہوتا ہے اور یہ جنت کے درخت سے معلق ہے
الکورانی نے وضاحت کی – الكوثر الجاري إلى رياض أحاديث البخاري از أحمد بن إسماعيل بن عثمان بن محمد الكوراني المتوفى 893 ھ- کہتے ہیں
وقد يقال: إنه يتعلق بالجزء الأصلي الذي بقي معه من أول العمر إلى آخره، وهو الذي يركب منه الجسم في النشاة الأولى. ومنه يركب في النشأة الأخرى. وفي رواية البخاري ومسلم: أن ذلك عجب الذنب.
اور بے شک یہ کہتے ہیں : روح ایک اصلی جز سے تعلق کرتی ہے جو باقی ہے اس کے ساتھ اول عمر سے آخر تک اور یہ وہ جز ہے جس پر جسم پہلی تخلیق سے چل رہا ہے اور اسی پر بعد میں اٹھے گا اور بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ بے شک یہ عجب الذنب ہے
اسی طرح مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح از ملا علی القاری (المتوفى: 1014ھ) لکھتے ہیں
وَلَا شَكَّ أَنَّ الْجُزْءَ الَّذِي يَتَعَلَّقُ بِهِ الرُّوحُ لَا يَبْلَى، لَا سِيَّمَا عَجَبُ الذَّنَبِ،
اور اس میں شک نہیں کہ ایک جز جس سے روح کا تعلق باقی رہتا ہے وہ ختم نہیں ہوتا خاص طور پر عجب الذنب سے
سلفی علماء کا بھی یہی قول ہے کہ یہ کلام میت اصل میں روح کا کلام ہے اس پر ان کی جانب سے لکھی جانے والی شروحات کو دیکھا جا سکتا ہے
عجب الذنب کا تعلق ان علماء کے نزدیک عام آدمی سے ہے – چونکہ وہ نچلا مقام ہے ، قیاس کہتا ہے کہ انبیاء کی ارواح قلب میں جائے کیونکہ وہ اعلی مقام ہے - اس طرح ان علماء کے نزدیک قلب مصطفیٰ میں ان کی روح مرتکز ہو گئی
روح کے عجب الذنب سے تعلق پر راقم کہتا ہے وفات النبی کے روز کسی صحابی کو یہ باطل فلسفہ نہیں سوجھا کہ کوئی عمر رضی اللہ عنہ سے کہتا کہ اے عمر کیوں مسجد میں شور کرتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح تو انکی عجب الذنب میں ہی رہ گئی فرشتے خالی ہاتھ لوٹ چکے ہیں لیکن ہم تک علم

آ چکا کہ جو محمد کا پجاری تھا وہ جان لے کہ محمد کو موت آ چکی اور اللہ الحیی القیوم ہے -

دیو بندی مولانا صفدر اوکاڑوی کہتے ہیں

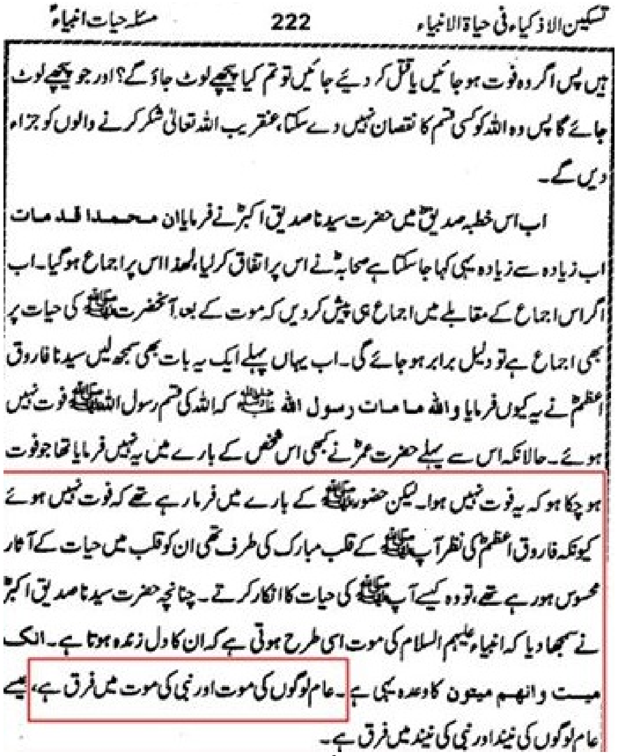

تسکین الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء 222 مسئلہ حیات انبیاءؑ

ہیں پس اگر وہ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم کیا پیچھے لوٹ جاؤ گے؟ اور جو پیچھے لوٹ جائے گا پس وہ اللہ کو کسی قسم کا نقصان نہیں دے سکتا، عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو جزاء دیں گے۔

اب اس خطبہ صدیقؓ میں حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا ان محمدا قد مات اب زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے صحابہؓ نے اس پر اتفاق کر لیا لھذا اس پر اجماع ہو گیا۔ اب اگر اس اجماع کے مقابلے میں اجماع ہی پیش کر دیں کہ موت کے بعد آنحضرت ﷺ کی حیات پر بھی اجماع ہے تو دلیل برابر ہو جائے گی۔ اب یہاں پہلے ایک یہ بات بھی سمجھ لیں سیدنا فاروق اعظمؓ نے یہ کیوں فرمایا واللہ ما مات رسول اللہ ﷺ کہ اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ فوت نہیں ہوئے۔ حالانکہ اس سے پہلے حضرت عمرؓ نے کبھی اس شخص کے بارے میں یہ نہیں فرمایا تھا جو فوت ہو چکا ہو کہ یہ فوت نہیں ہوا۔ لیکن حضور ﷺ کے بارے میں فرما رہے تھے کہ فوت نہیں ہوئے کیونکہ فاروق اعظمؓ کی نظر آپ ﷺ کے قلب مبارک کی طرف تھی ان کو قلب میں حیات کے آثار محسوس ہو رہے تھے، تو وہ کیسے آپ ﷺ کی حیات کا انکار کرتے۔ چنانچہ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے سمجھا دیا کہ انبیاء علیہم السلام کی موت اسی طرح ہوتی ہے کہ ان کا دل زندہ ہوتا ہے۔ انک میت وانھم میتون کا وعدہ یہی ہے۔ عام لوگوں کی موت اور نبی کی موت میں فرق ہے، جیسے عام لوگوں کی نیند اور نبی کی نیند میں فرق ہے۔

صفدر اوکاڑوی کے بقول عمر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ صحیح تھا جنہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موت نہیں آئی کیونکہ ان کی نظر قلب مصطفیٰ پر تھی اس میں حیات کے آثار تھے – اس قول سے معلوم ہوا کہ صفدر کے نزدیک ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک غلط عقیدہ امت کو دے گئے جو صرف ظاہر کو ہی دیکھ رہے تھے – راقم کہتا ہے صفدر اوکاڑوی کا یہ قول صحیح نہیں ہے – عمر نے اپنی اجتہادی رائے میں غلطی کی تھی اور ابو بکر کی تقریر سن کر انہوں نے اپنے قول پر اصرار بھی نہیں کیا- اگر یہ عقیدہ کا مسئلہ تھا تو اس میں جو حق پر تھا اس پر لازم تھا کہ وہ اس وقت اس پر جم جاتا – اور ایسا ہی ہوا ابو بکر رضی اللہ عنہ وفات النبی پر جم گئے اور اس پر ہی اجماع صحابہ ہو گیا

قرآن کے مطابق سلیمان علیہ السلام کو موت آئی تھی - ان اقوال کو اگر قبول کر لیں تو ان کی روشنی میں سلیمان علیہ السلام کی روح بھی عجب الذنب میں پھنس گئی فرشتے خالی ہاتھ لوٹ گئے -جنات لیکن صحیح عقیدہ رکھتے تھے کہ سلیمان کی روح اب جسد میں نہیں اور قرآن نے بھی انکی تائید کی کہ ہاں تم اگر غیب کو جانتے تو سمجھ لیتے کہ سلیمان وفات پا چکے- قرآن نص قطعی ہے اور حجت ہے اس کے مقابلے

پر اخبار احاد کی غلط تاویل کر کے اپنے گمراہ نظریات کو تراشنا ایک غلط بات ہے

اہل حدیث اور سلفیوں کے مضطرب عقائد

سلفی عالم زبیر علی زئی کتاب توضیح الاحکام میں لکھتے ہیں

۲: اس میں کوئی شک نہیں کہ وفات کے بعد، نبی کریم ﷺ جنت میں زندہ ہیں۔
سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں آیا ہے کہ فرشتوں (جبریل و میکائیل علیہما السلام) نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا:
((إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ، فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَ أَتَيْتَ مَنْزِلَكَ))
بے شک آپ کی عمر باقی ہے جسے آپ نے (ابھی تک) پورا نہیں کیا۔ جب آپ یہ عمر پوری کرلیں گے تو اپنے (جنتی) محل میں آ جائیں گے۔ (صحیح البخاری ۱/۱۸۵ ح ۱۳۸۶)
معلوم ہوا کہ آپ ﷺ دنیا کی عمر گزار کر جنت میں اپنے محل میں پہنچ گئے ہیں۔
شہداء کرام کے بارے میں پیارے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

لیکن زبیر علی زئی نے اپنی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ قبر میں رسول اللہ کی زندگی برزخ جیسی ہے

اس پر سیر أعلام النبلاء ج ۹ ص ۱٦۱ سے الذھبی کا قول نقل کیا

وَالنَّبِيُّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَمُفَارِقٌ لِسَائِرِ أُمَّتِهِ فِي ذَلِكَ، فَلاَ يَبْلَى، وَلاَ تَأْكلُ الأَرْضُ جَسَدَهُ، وَلاَ يَتغَيَّرُ رِيْحُهُ، بَلْ هُوَ الآنَ - وَمَا زَالَ - أَطْيَبُ رِيْحاً مِنَ المِسْكِ، وَهُوَ حَيٌّ فِي لَحْدِهِ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ، تمام امت سے الگ ہیں - ان کا بدن گلتا نہیں اور زمین ان کا جسم نہیں کھاتی ، نہ ان کے بدن کی خوشبو کو تغیر ہے بلکہ اس وقت بھی ان کی خوشبو کو زوال نہیں ہے جو مشک سے بڑھ کر ہے اور وہ زندہ ہیں اپنی لحد میں

البانی کے مطابق انبیاء قبروں میں نماز پڑھ رہے ہیں- الصحیحہ (2/ 190،178) میں اس پر کہتے ہیں

اعلم أن الحياة التي أثبتها هذا الحديث للأنبياء عليهم الصلاة والسلام، إنما هي حياة برزخية، ليست من حياة الدنيا في شيء،

جان لو اس روایت میں انبیاء کی جس زندگی کا اثبات کیا گیا ہے یہ برزخی زندگی ہے جس میں دنیا کی

زندگی کی کوئی چیز نہیں

قاعدہ جلیلہ فی التوسل و الوسیلہ میں ابن تیمیہ لکھتے ہیں

وكذلك الأنبياء والصالحون ، وإن كانوا أحياء في قبورهم ، وإن قدر أنهم يدعون للأحياء وإن وردت به آثار فليس لأحد أن يطلب منهم ذلك ، ولم يفعل ذلك أحد من السلف

اور اسی طرح (فرشتوں کی طرح) انبیاء اور صالحین کا معاملہ ہے ہر چند کہ وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور یہ بھی مقدر کر دیا گیا ہے کہ وہ زندوں کے لئے دعائیں کریں اور اس بات کی تصدیق میں روایتیں بھی آئی ہیں مگر کسی کے لئے اس کی اجازت نہیں ہے کہ وہ ان سے کچھ طلب کرے اور سلف میں سے کسی ایک نے بھی ان سے کچھ طلب نہیں کیا

عالم ارضی میں سلفیوں کے نزدیک انبیاء کی روحیں حج بھی کر رہی ہیں جس کا حوالہ گزر چکا ہے

قارئین : یہ فرقوں کے عقائد ہیں جو نصوص سے متصادم ہیں- اگر یہ مانتے ہیں کہ انبیاء حیات ہیں تو اصل میں یہ جسم کی ہی حیات ہے کیونکہ اسی کی بات ہوئی ہے جیسا کہ منکر روایت میں ہے اصحاب نے پوچھا کہ جسم کا کیا ہو گا تو بتایا گیا کہ اس کو زمین نہیں کھائے گی ۔ جو لوگ اس روایت کو مانتے ہیں ان کو حیات برزخی کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہیے

علماء کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مطہر کا عرش عظیم سے تقابل کرنا

چھٹی صدی ہجری میں امت میں ایک غیر ضروری بحث چھیڑ دی گئی کہ مکہ افضل ہے یا مدینہ افضل ہے

کتاب نهاية الإيجاز في سيرة ساكن الحجاز از رفاعة رافع بن بدوي بن علي الطهطاوي (المتوفى: 1290ھ) کے مطابق

ومكة أفضل من المدينة؛ لأن مكة تشرف بفضل العبادة فيها على غيرها مما تكون العبادة فيه مرجوحة، وهذا قول الجمهور، وعند الإمام الشافعى مكة أفضل من المدينة، وحكى عن مالك ومطرف وابن حبيب- من أصحابه- لكن المشهور عن مالك وأكثر أصحابه تفضيل المدينة، وقد رجع عن هذا القول أكثر المصنفين من المالكية، واستثنى القاضى عياض البقعة التى دفن فيها النبى صلّى الله عليه وسلّم، فحكى الاتفاق على أنها أفضل بقاع الأرض. وأنشد بعضهم:

جزم الجميع بأنّ خير الأرض ما ... قد حاط ذات المصطفي وحواها

اور مکہ ، مدینہ سے افضل ہے کیونکہ مکہ کو اس میں عبادت کی وجہ سے شرف ملا ... اور یہ قول جمہور کا ہے اور امام شافعی کا کہنا ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے اور ایسا ہی حکایت کیا گیا ہے امام مالک اور مطرف اور ابن حبیب سے اور ان کے اصحاب سے – لیکن مشہور ہوا کہ امام مالک اور ان کے اصحاب مدینہ کی افضلیت کے قائل ہیں اور پھر اسی طرف بہت سے مصنفین مالکیہ میں سے گئے اور قاضی عیاض نے خاص کیا اس ٹکڑے کو جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم دفن ہیں اور اس پر اتفاق حکایت کیا کہ یہ

باقی زمین سے افضل ہے اور بعض نے شعر کہے

سب کا جزم ہے کہ زمین میں سب سے بہتر وہ ہے

جو گھیرے ہوئے ہے ذات مصطفیٰ کو اور ان کے ارد گرد کو

کتاب شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية از الزرقاني المالكي (المتوفى: 1122ھ) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پر لکھا گیا

وأجمعوا على أن الموضع الذي ضمَّ أعضاءه الشريفة -صلى الله عليه وسلم- أفضل بقاع الأرض، حتى موضع الكعبة، كما قاله ابن عساكر والباجي والقاضي عياض، بل نقل التاج السبكي كما ذكره السيد السمهودي في "فضائل المدينة", عن ابن عقيل الحنبلي: إنها أفضل من العرش، وصرَّح الفاكهاني بتفضيلها على السماوات

اور اس پر اجماع ہے کہ وہ مقام جو اعضاء الشریفۃ سے ملے ہوئے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ افضل ہیں باقی زمین سے حتی کہ کعبہ سے بھی جیسا کہ ابن عساکر اور الباجی اور قاضی عیاض نے کہا بلکہ التاج السبکی کہتے ہیں کہ السید السمہودی نے کتاب میں ابن عقیل حنبلی سے نقل کیا ہے کہ یہ تو عرش سے بھی افضل ہے اور الفاکہانی نے صرآحت کی ہے کہ سات آسمانوں سے بھی افضل ہے

اس میں انے والے ناموں پر غور کریں

أبو الوليد سليمان بن خلف الباجي المالکی المتوفی ٤٧٤ ھ

ابن عقيل الحنبلی المتوفی ٥١٣ ھ

قاضی عیآض المالکی المتوفی ٥٤٤ ھ

ابن عساکر دمشقی المتوفی ٥٧١ ھ

الفاكهاني المتوفی ٧٣٤ ھ

التاج السبکی الموفی ٧٧١ ھ

السيد السمهودي المتوفی ٩١١ ھ

یعنی امام شافعی اس اجماع کے انکاری تھے اور چھٹی صدی کی ابتداء میں اس عقیدے کا پرچار شروع ہوا کہ زمین کا وہ ٹکڑا جو جسد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مس کیے ہوئے ہے عرش و سات آسمانوں سے افضل ہے

ایسے عقائد بعد والوں نے گھڑے ان پر اجماع کا دعوی بھی کیا حالانکہ ان پر کوئی اجماع نہ تھا

علمی معرکے اور مجلسی لطیفے صفحہ نمبر ۱۸۲ تا 83،
از : حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

کیا عرش خدا سے بڑا ہے؟

حضرت نے فرمایا کہ میں مکہ سے مدینہ جا رہا تھا۔ راستہ میں غیر مقلدین شرارتیں کر رہے تھے، بس میں بیٹھے ہوئے ایک دوسرے کو کہہ رہے تھے کہ روضہ پاک کی زیارت کی نیت نہ کرنا مسجد نبوی کی نیت کرنا۔ حضرت نے فرمایا: یہ آپ کو گمراہ کر رہے ہیں آپ روضہ پاک کی ہی نیت کریں مسجد میں تو جانا ہی جانا ہے۔ وہ حضرت رحمہ اللہ کی طرف دیکھنے لگے۔

حضرت نے فرمایا کہ لوگ مکہ سے مدینہ کیوں جاتے ہیں ایک لاکھ کا ثواب چھوڑ کر پچاس ہزار کا ثواب لینے کے لئے؟ یہ کوئی عقل مندی تو نہیں کہ اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کو حاصل کیا جائے وہ بھی اتنا لمبا سفر کر کے اور اتنے پیسے لگا کر، یہ اتنا نقصان کیوں کرتے ہیں؟ معلوم ہوا کہ وہاں کوئی ایسی چیز ضرور ہے جو بیت اللہ میں بھی نہیں ہے، جس کی شان بیت اللہ سے بھی بڑھ کر ہے۔ ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ وہ خاکِ پاک جو جسد اطہر سے مس کر رہی ہے وہ درجہ میں عرشِ اعظم اور بیت اللہ دونوں سے بڑھ کر ہے۔

حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: کوئی یہ نہ سمجھے کہ خدا سے مصطفیٰ کے مکان کو بلند کر دیا ہے اس لئے کہ خدا لامکان ہے، اگر خدا کا مکان ہوتا تو ہم اسے مصطفیٰ کے مکان سے اعلیٰ سمجھتے، لیکن چونکہ خدا لامکان ہے اس لئے جتنے مکان والے ہیں ان میں سب سے زیادہ شان مصطفیٰ کی ہے۔ غیر مقلد جلدی سے بولا: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى اللہ کا بھی مکان ہے عرشِ اعظم۔ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: آپ کو مکان، مکین کا معنی بھی آتا ہے؟ مکان ہمیشہ مکین سے بڑا ہوتا ہے اسی لئے تو آدمی اس کے اندر بیٹھتا ہے۔ کیا عرش خدا تعالیٰ سے بڑا ہے اور وہ خدا کو گھیرے ہوئے ہے؟ غیر مقلد نے

کہا: بے شک عرش بڑا ہے۔ حضرت نے فرمایا: پھر تو نماز کے شروع میں "اللہ اکبر" کیوں کہتا ہے "العرش اکبر" کیوں نہیں کہتا؟ جب تو اللہ اکبر سے نماز شروع کرتا ہے پھر تو بڑا بے ایمان ہے کہ تجھے اللہ سے بھی بڑی چیز مل گئی پھر بھی تو اللہ اکبر ہی کہتا ہے۔ وہ شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔

کیا نبی کا وسیلہ اللہ کو پسند نہیں؟

حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: میں پہلے دن جب ملتزم کو چمٹا تو شرطے نے مجھے پیچھے کر دیا۔ مجھے بڑا غصہ آیا۔ پھر جب میں دوسری مرتبہ چمٹا تو غصے میں پولیس والے شرطے کو سنانے کے لئے یہ دعاء پڑھنی شروع کر دی: اللّٰھم انی اسئلك بوسیلة محمد نبیك ورسولك وحبیبك۔ تو شرطہ کہنے لگا: شرك۔ حضرت نے فرمایا: لیس بشرك بل توسل۔ شرک نہیں یہ توسل ہے۔ شرطے نے کہا: التوسل بالاعمال لا بالذوات اور کہا صل رکعتین ثم توسل یعنی دو رکعت نفل پڑھ کے اس سے توسل کر۔ حضرت نے فرمایا: رکعتاك احب الی اللہ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ تیری دو رکعتیں اللہ کو محمد ﷺ سے زیادہ محبوب ہیں اور نبی کا وسیلہ اللہ کو پسند نہیں؟ شرطہ چپ ہو گیا۔

حیات النبی کا مسئلہ اجماعی مسئلہ ہے

میں نے حضرت سے پوچھا کہ حیات النبی کا انکار سب سے پہلے کس نے کیا؟ حضرت نے فرمایا: عنایت اللہ شاہ بخاری سے پہلے کسی نے انکارِ حیات نہیں کیا۔ حضرت نے فرمایا: عنایت اللہ شاہ شجاع آباد میں تقریر کر رہا

عقائد علمائے دیوبند کی ایک عبارت ہے

عقیدہ ۳

وہ حصّہ زمین جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضائے مبارکہ کو مس کیے ہوے ہے علی اطلاق افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ اور عرش و کرسی سے بھی افضل ہے

کعبہ کی افضیلت مومن سے بڑھ کر ہے[51]

کیونکہ کعبہ کے لئے قرآن میں ہے

ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ

اور ایسا ہی شَعَائِرَ اللَّهِ کی تعظیم کرنا دلوں کے تقوی میں سے ہے

وہ جانور جو کعبہ کے لئے وقف ہو جائے اس کو تکلیف دینا حرام ہے، مومن کو تکلیف دینا حرام ہے لیکن یہ عظمت کعبہ کی وجہ سے ہے-

اللہ تعالی سورہ حج میں کہتا ہے

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ

اور چوپائے ہم نے تمہارے لئے شَعَائِرَ اللَّهِ میں سے کر دیے

مومن پر تو شَعَائِرَ اللَّهِ کی تعظیم بحکم قران لازم ہے – شَعَائِرَ اللَّهِ یعنی وہ تمام چیزیں جن کا تعلق بیت اللہ سے ہو

اللہ تعالی سورہ المائدہ میں کہتا ہے

جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَاماً لِلنَّاسِ

اللہ نے کعبہ کو حرمت والا گھر بنایا لوگوں (مومنوں) کے قیام کی جگہ

ایک مشرک جو کعبہ کا غلاف تبدیل کرتا تھا جو اس میں جھاڑو دیتا تھا جو اس کے حاجیوں کو پانی پلاتا تھا اس عظمت کا حق دار نہ تھا کیونکہ ایمان کی ہی وجہ سے ایک مومن نجس نہیں – لیکن اس میں یہ کہنا کہ مومن اب کعبہ سے بلند ہے غلو ہے

کعبہ کی ہی وجہ سے سال کے چار ماہ حرمت والے ہیں کیونکہ ان کا تعلق حج سے ہے سورہ التوبہ میں ہے

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَات وَالأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ

بے شک اللہ کے ہاں ۱۲ ماہ ہیں جس دن سے اللہ نے زمیں و آسمان کو خلق کیا ان میں چار حرمت والے ہیں

صحیح بخاری کے مطابق یہ چار ماہ ذو القعدۃِ، وذو الحجّۃِ، والمحرّمِ، ورجبُ ہیں کیونکہ ذو القعدۃِ، وذو الحجّۃِ، والمحرّمِ میں حج کا سفر اور حج ہوتا ہے اور رجب میں عمرہ کیا جاتا ہے

یعنی کعبہ سے متعلقات کی وجہ سے جانوروں کی مہینوں کی حرمت ہوئی اور ان مہینوں میں قتل کرنا حرام

ہوا ۔ ان جانوروں کا مارنا حرام ہوا لیکن اس سے یہ اخذ کرنا کہ مومن ان سب سے بلند و حرمت والا ہوا ، کہاں کا انصاف ہے ایک مومن پر الٹا ان سب کی حرمت لازم ہے۔ جس مومن کو اللہ کا یہ حکم ہو کہ ان سب جانوروں اور مہینوں کا احترام کرو وہ وہ خود اپنی ہی حرمت کا دعوی کرے تو اس کا یہ قول کیسے درست ہو سکتا ہے

مبحث الرابع: قبر نبوی پر تعمیرات کا شرعی پہلو

اے اللہ میری قبر کو بت نہ بننے دیجئے گا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا کا ذکر حدیث میں اتا ہے مسند احمد کی روایت ہے

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم-: "اللَّهُمَّ لاَ تَجْعَلْ قَبْرِى وَثَناً، لَعَنَ اللَّهُ قَوْماً اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ".

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنا - اللہ کی لعنت ہو اس قوم پر جو اپنے انبیاء کو قبروں کو مسجد بنائیں[52]

امام مسلم صحیح المسلم بَابُ الْأَمْرِ بِتَسْوِيَةِ الْقَبْرِ میں روایت بیان کرتے ہیں عن إِبِي الهياج الأسدی قال : قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ «أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ»

إِبِي الهياج الأسدی کہتے ہیں کہ مجھ سے عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ نے کہا: کیا میں تم کو اس کام کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مجھے بھیجا؟ کوئی تصویر نہ چھوڑوں جس کو مٹا دوں اور کوئی قبر جس کو برابر نہ کر دوں[53]

امت میں اِسی شرک کے خوف کی وجہ سے عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی تدفین حجرہ میں کی گئی (صحیح البخاری)

موطا امام مالک میں ہے

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي

وَثَنًا يُعْبَدُ. اشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى قَوْمٍ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ

عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ نے کہا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے کہا اے اللہ میری قبر کو بت مت بنا ۔ اللہ کا غضب بڑھتا ہے اس قوم پر جو اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا دے

اس میں عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ کو بعض نے صحابی تسلیم نہیں کیا ہے لیکن کتاب الاستذکار از ابن عبد البر ج 2 ص 359 پر ہے

وَلَمْ يَنْفَرِدْ بِهِ مَالِكٌ كَمَا زَعَمَ بَعْضُ النَّاسِ

اس روایت میں امام مالک کا تفرد نہیں جیسا بعض لوگوں کا دعوي ہے

پھر ابن عبد البر نے اس کے طرق کا ذکر کیا ہے اور اسکو ثابت قرار دیا ہے۔ التمہید میں ابن عبد البر نے اس روایت پر کہا ہے

وَلَا خِلَافَ بن عُلَمَاءِ أَهْلِ الْأَثَرِ وَالْفِقْهِ أَنَّ الْحَدِيثَ إِذَا رَوَاهُ ثِقَةٌ عَنْ ثِقَةٍ حَتَّى يَتَّصِلَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ حُجَّةٌ يُعْمَلُ بِهَا إِلَّا أَنْ يَنْسَخَهُ غَيْرُهُ وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عِنْدَ جَمِيعِهِمْ حُجَّةٌ فِيمَا نَقَلَ وَقَدْ أَسْنَدَ حَدِيثَهُ هَذَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَهُوَ مِنْ ثِقَاتِ أَشْرَافِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ

اور علماء اثر اور فقہاء میں اس پر کوئي اختلاف نہیں کہ اگر ثقہ کي ثقہ سے روایت ہو یہاں تک کہ رسول اللہ صلي اللہ علیہ وسلم تک جائے تو وہ حجت ہے قابل عمل ہے سوائے اس کے منسوخ ہو کسي دوسري روایت سے اور مالک سب کے نزدیک حجت ہیں جو بھي وہ نقل کریں اور اس حدیث کو مسند روایت کیا ہے عمر بن محمد بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ نے جو ثقات میں سے ہیں اہل مدینہ کے اشرافیہ میں سے ہیں

اس طرح یہ روایت مسند بھی روایت ہوئی ہے

حجرہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو مزار کہنے کا رواج

ابنِ منظور افریقی المتوفی ۷۱۱ ھ کتاب لسان العرب میں لکھتے ہیں
وَالمَزَارُ موضع الزيارة.
مزار سے مراد زیارت کرنے کا مقام ہے۔ ابن منظور إفريقي، لسان العرب، 4 : 333
کتاب المصباح المنير في غريب الشرح الكبير المؤلف: إحمد بن محمد بن علي الفيومي ثم الحموي، إبو العباس (المتوفى: نحو 770ھ) کے مطابق
وَالْمَزَارُ يَكُونُ مَصْدَرًا وَمَوْضِعُ الزِّيَارَةِ وَالزِّيَارَةُ فِي الْعُرْفِ قَصْدُ الْمَزُورِ إكْرَامًا لَهُ وَاسْتِئْنَاسًا بِهِ.
مزار مصدر ہے اور زیارت کا مقام ہے اور اس سے مراد زیارت کرنے والے کا قصد اکرام ہے
اسی سے زائر کا لفظ ہے جس کا معنی ہے : زیارت کے لئے جانے والا شخص یا ملاقاتی۔
حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دور اصحاب رسول میں مزار نہیں کہا گیا جبکہ یہ عربی کا لفظ ہے مزار کا لفظ آٹھویں صدی سے پہلے عربی میں نہیں ملتا قرون ثلاثہ میں تو کہیں بھی یہ لفظ موجود نہیں۔ امیر المومنین الولید نے لہذا مزار کی تعمیر نہیں کی تھی بلکہ حجرہ عائشہ کی تعمیر نو کی تھی تاکہ اس کو مظبوط کیا جا سکے - قبر نبی مرجع الخلائق نہیں تھی عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد ان کے بھانجے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد خبیب بن عبد اللہ بن زبیر اس کے متولی تھے خبیب کے قتل کے بعد الولید کے حکم پر عمر بن عبد العزیز نے اس حجرہ کی تعمیر کی تاکہ اس کو مخالفین کا گھڑ بننے سے بچایا جا سکے اور ال زبیر کو اس سے نکالا گیا - لہذا اس حجرہ میں نہ اس سے قبل نہ اس کے بعد کوئی داخل نہیں ہو سکتا تھا جس کو زیارت کہا جائے یہ تاریخ سے ثابت ہے
صحیح بخاری کی روایت ہے
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ ، عَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ، "أَنَّهُ رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا". حَدَّثَنَا فَرْوَةُ ،

حَدَّثَنَا عَلِيٌّ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ "لَمَّا سَقَطَ عَلَيْهِمُ الْحَائِطُ فِي زَمَانِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ أَخَذُوا فِي بِنَائِهِ، فَبَدَتْ لَهُمْ قَدَمٌ فَفَزِعُوا، وَظَنُّوا أَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا وَجَدُوا أَحَدًا يَعْلَمُ ذَلِكَ، حَتَّى قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ: لَا، وَاللَّهِ مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا هِيَ إِلَّا قَدَمُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ".

ہم سے محمد نے بیان کیا ' کہا کہ ہمیں عبداللہ نے خبر دی ' کہا کہ ہمیں ابوبکر بن عیاش نے خبر دی اور ان سے سفیان تمار نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر دیکھی ہے جو کوہان نما ہے۔ ہم سے فروہ بن ابی المغراء نے بیان کیا ' کہا کہ ہم سے علی بن مسہر نے بیان کیا ' ان سے ہشام بن عروہ نے ' ان سے ان کے والد نے کہ ولید بن عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت میں (جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کی) دیوار گری اور لوگ اسے (زیادہ اونچی) اٹھانے لگے تو وہاں ایک قدم ظاہر ہوا۔ لوگ یہ سمجھ کر گھبرا گئے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو قدم کو پہچان سکتا۔ آخر عروہ بن زبیر نے بتایا کہ نہیں اللہ گواہ ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم نہیں ہے بلکہ یہ تو عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔

اس طرح مدینہ میں عمارت تعمیر کر کے قبر نبوی کو سیل کر دیا گیا کہ اس تک رسائی نہ ہو سکے۔
لیکن شام و دمشق میں اس کا الٹا کام کیا گیا

قبور انبیاء پر مسجدوں کی تعمیر

سن ۳۲۵ بعد مسیح کی بات ہے، قیصر روم کونستینٹین[54] نے عیسائی مبلغ یسوبئوس[55] کو طلب کیا اور نصرانی دھرم کی حقانیت جاننے کے لئے شواہد طلب کیے۔

کونستینٹین نے اپنی والدہ فلاویہ اولیا ہیلینا آگسٹا کو نصرانی دھرم سے متعلق آثار جمع کرنے پر مقرر کیا یا بالفاظ دیگر ان کو آرکیالوجی کی وزارت کا قلمدان دیا گیا اور اس سب کام میں اس قدر جلدی کی وجہ یہ تھی کہ مملکت کے حکمران طبقہ نے متھرا[56] دھرم چھوڑ کر نصرانی دھرم قبول کر لیا تھا اور اب اس کو عوام میں بھی استوار کرنا تھا لہٰذا راتوں رات روم میں بیچ شہر میں موجود جوپیٹر یا مشتری کے مندر کو ایک عیسائی عبادت گاہ میں تبدیل کیا گیا اس کے علاوہ یہی کام دیگر اہم شہروں یعنی دمشق اور یروشلم میں بھی کرنے تھے ۔ لیکن ایک مشکل درپیش تھی کہ کن کن مندروں اور مقامات کو گرجا گھروں میں تبدیل کیا جائے؟ اسی کام کو کرنے کا کونستینٹین کی والدہ ہیلینا نے بیڑا اٹھا لیا اور عیسائی مبلغ یسوبئوس کو ایک مختصر مدت میں ساری مملکت میں اس قسم کے آثار جمع کرنے کا حکم دیا جن سے دین نصرانیت کی سچائی ظاہر ہو۔

عیسائی مبلغ یسوبئوس نے نصرانیت کی تاریخ پر کتاب بھی لکھی اور بتایا کہ ہیلینا کس قدر مذہبی تھیں[57] ۔ یہ یسوبئوس ہی تھے جنھوں نے کونستینٹین کے سامنے نصرانیوں کا عیسیٰ کی الوہیت پر اختلاف پیش کیا اور سن ۳۲۵ ب م میں بادشاہ نے فریقین کا مدعا سننے کے بعد تثلیث[58] [59]

عقیدے کو پسند کیا اور اس کو نصرانی دھرم قرار دیا گیا۔ واضح رہے کہ کونستینٹین ابھی ایک کافر بت پرست ہی تھا کہ اس کی سربراہی میں نصرانی دھرم کا یہ اہم فیصلہ کیا گیا ۔ کچھ عرصہ بعد بادشاہ کونستینٹین نے خود بھی اس مذھب کو قبول کر لیا۔

بحر الحال، یسوبئوس نے راتوں رات کافی کچھ برآمد کر ڈالا جن میں انبیاء کی قبریں، عیسیٰ کی پیدائش اور تدفین کا مقام ،اصلی صلیب، یحییٰ علیہ السلام کے سر کا مقام، وہ مقام جہاں ہابیل قتل ہوا، کوہ طور، بھڑکتا شجر جو موسی کا دکھایا گیا اور عیسیٰ کے ٹوکرے جن میں مچھلیوں والا معجزہ ہوا تھا وغیرہ شامل تھے ۔ یہودی جو فارس یا بابل میں تھے وہ بھی بعض انبیاء سے منسوب قبروں کو پوجتے تھے مثلا دانیال کی

قبر وغیرہ- ان مقامات کو فورا مقدس قرار دیا گیا اور یروشلم واپس دنیا کا ایک اہم تفریحی اور مذہبی مقام بن گیا جہاں ایک میوزیم کی طرح تمام اہم چیزیں لوگوں کو دین مسیحیت کی حقانیت کی طرح بلاتی تھیں- یسوبئوس سے قبل ان مقامات کو کوئی جانتا تک نہیں تھا اور نہ ہی کوئی تاریخی شواہد اس پر تھے اور نہ ہی یہودی اور عیسائیوں میں یہ مشہور تھے- مسلمان آج اپنی تفسیروں ،میگزین اور فلموں میں انہی مقامات کو دکھاتے ہیں جو در حققت یسوبئوس کی دریافت تھے-

سن ١٧ ہجری میں مسلمان عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ان علاقوں میں داخل ہوئے اور ان عیسائی و یہودی مذہبی مقامات کو ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا – یہاں تک کہ نبو امیہ کا دور آیا - خلیفہ عبد الملک بن مروان کے دور میں ان میں سے بعض مقامات کو مسجد قرار دیا گیا مثلا جامع الاموی دمشق جس میں مشہور تھا کہ اس میں یحییٰ علیہ السلام کا سر دفن ہے -اس سے قبل اس مقام پر الحداد کا مندر تھا پھر مشتری کا مندر بنا اور جس کو یسوبئوس کی دریافت پر یحییٰ علیہ السلام کے سر کا مدفن کہا گیا- اسی مقام پر نصرانیوں نے ایک گرجا بنا دیا اور اس میں ان کی عبادت ہونے لگی تھی - کہا جاتا ہے کہ جب مسلمان دمشق میں داخل ہوئے تو شہر کے وسط میں ہونے کی وجہ سے اس کے ایک حصے میں مسلمان اپنی عبادت کرتے رہے جو جنوب شرقی حصے میں ایک چھوٹا سا مصلی تھا - لیکن مکمل گرجا پر عیسائیوں کا ہی کنٹرول تھا وقت کے ساتھ کافی لوگ مسلمان ہوئے اور ولید بن عبد الملک کے دور میں اس پر مسلمانوں نے مکمل قبضہ کیا-

مسجد دمشق جامع بنی امیہ میں یحییٰ علیہ السلام سے منسوب مقام

ولید بن عبد الملک بن مروان کی تعمیرات

ولید نے کافی تعمیراتی کام کروایے ، لیکن ان سب کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کیا گیا - اگر ان کے سامنے یہ سب ہوتا تو وہ اس کو پسند نہ کرتے-وقت کے ساتھ مسلمانوں نے ان مقامات پر قبضہ کرنا شروع کیا جو بنیادی طور پر یسوعیوں کی دریافت تھے اور وہی قبریں جن سے دور رہنے کا فرمان نبوی تھا ان کو اس امت میں واپس آباد کیا گیا-

ابن بطوطہ المتوفی ۷۷۹ ھ کتاب تحفۃ النظار فی غرائب الأمصار وعجائب الأسفار میں لکھتے ہیں

وفي وسط المسجد قبر زكرياء عليه السلام ، وعليه تابوت معترض بين أسطوانتين مكسو بثوب

حرير أسود معلّم فيه مكتوب بالأبيض:" يا زكرياء إنا نبشرك بغلام اسمه يحيى

اور مسجد کے وسط میں زکریا علیہ السلام کی قبر ہے اور تابوت ہے دو ستونو ں کے درمیان جس پر کالا ریشمی کپڑا ہے اس پر لکھا ہے سفید رنگ میں یا زكرياء إنا نبشرك بغلام اسمه يحيى

کہیں اس کو یحییٰ علیہ السلام کی قبر کہا جاتا ہے کہیں اس کو زکریا علیہ السلام کی قبر کہا جاتا ہے بعض کتاب میں اس کو ہود علیہ السلام کی قبر بھی کہا گیا ہے

کتاب فضائل الشام ودمشق از ابن إبي الهول (المتوفى: 444ھ) کے مطابق

أخبرنا عبد الرحمن بن عمر حدثنا الحسن بن حبيب حدثنا أحمد بن المعلى حدثنا أبو التقي الحمصي حدثنا الوليد بن مسلم قال لما أمر الوليد بن عبد الملك ببناء مسجد دمشق كان سليمان بن عبد الملك هو القيم عليه مع الصناع فوجدوا في حائط المسجد القبلي لوح من حجر فيه كتاب نقش فأتوا به الوليد بن عبد الملك فبعث به إلى الروم فلم يستخرجوه ثم بعث به إلى العبرانيين فلم يستخرجوه ثم بعث به إلى من كان بدمشق من بقية الأشبان فلم يقدر أحد على أن يستخرجه فدلوه على وهب بن منبه فبعث إليه فلما قدم عليه أخبروه بموضع ذلك الحجر الذي وجدوه في ذلك الحائط ويقال إن ذلك الحائط من بناء هود النبي عليه السلام وفيه قبره

ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ جب ولید بن عبد الملک نے مسجد دمشق بنانے کا ارادہ کیا تو سلیمان بن عبد ا لملک اس پر مقرر کیا جو کاریگروں کا کام دیکھتے تھے اور ان کو ایک پتھر کی لوح ملی مسجد کے صحن سے جس پر نقش تھے اور اس کو ولید بن عبد الملک کو دکھایا گیا جس نے اس کو روم بھجوایا ان سے بھی حل نہ ہوا پھر یہودیوں کو دکھایا ان سے بھی حل نہ ہوا

پھر دمشق کے بقیہ افراد کو دکھایا اور کوئی بھی اس کے حل پر قادر نہ ہوا پس اس کو وھب بن منبہ پر پیش کیا انہوں نے کہا کہ یہ دیوار ہود کے دور کی ہے اور یہاں صحن میں ان کی قبر ہے

الغرض صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین اس مقام کو گرجا کے طور پر ہی جانتے تھے اور ایسی مسجد جس میں جمعہ ہو کے لئے یہ جگہ معروف نہ تھی-

منار بنانا ایک عیسائی روایت تھی، جس میں راہب اس کے اوپر بیٹھتے اور عبادت کرتے اور باقی لوگوں کو اوپر انے کی اجازت نہیں ہوتی تھی- کتاب إخبار وحكايات لأبي الحسن الغسانى از محمد بن الفيض بن محمد بن الفياض إبو الحسن ويقال إبو الفيض الغسانى (المتوفى: 315ھ) کی ایک مقطوع روایت ہے

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ هِشَامِ بن يحيى الغساني قَالَ حدثن أَبِي عَنْ جَدِّي يَحْيَى بِن يحي قَالَ لَمَّا هَمَّ الْوَلِيدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بِكَنِيسَةِ مَرْيُحَنَّا لِيَهْدِمَهَا وَيَزِيدَهَا فِي الْمَسْجِدِ دَخَلَ الْكَنِيسَةَ ثُمَّ صَعَدَ مَنَارَةَ ذَاتِ الأَكَارِعِ الْمَعْرُوفَةَ بِالسَّاعَاتِ وَفِيهَا رَاهِبٌ نُوبِيٌّ صومعة لَهُ فأحدره من الصوعمعة فَأَكْثَرَ الرَّاهِبُ كَلامَهُ فَلَمْ تَزَلْ يَدُ الْوَلِيدِ فِي قَفَاهُ حَتَّى أَحْدَرَهُ مِنَ الْمَنَارَةِ ثُمَّ هَمَّ بِهَدْمِ الْكَنِيسَةِ فَقَالَ لَهُ جَمَاعَةٌ مِنْ نَجَّارِي النَّصَارَى مَا نَجْسُرُ عَلَى أَنْ نَبْدَأَ فِي هَدْمِهَا يَا أَمِيرَ الْمُؤمنِينَ نخشى أنعْثُرَ أَوْ يُصِيبَنَا شَيْءٌ فَقَالَ الْوَلِيد تحذرون وتخافون يَا غلان هَاتِ الْمِعْوَلَ ثُمَّ أُتِيَ بِسُلَّمٍ فَنَصَبَهُ عَلَى مِحْرَابِ الْمَذْبَحِ وَصَعَدَ فَضَرَبَ بِيَدِهِ الْمَذْبَحَ حَتَّى أَثَّرَفِي ه أَثرًا كَبِيرًا ثُمَّ صَعَدَ الْمُسْلِمُونَ فَهَدَمُوهُ وَأَعْطَاهُمُ الْوَلِيدُ مَكَانَ الْكَنِيسَةِ الَّتِي فِي الْمَسْجِدِ الْكَنِيسَةَ الَّتِي تُعْرَفُ بِحَمَّامِ الْقَاسِمِ بِحِذَاءِ دَارِ أَن الْبَنِينَ فِي الْفَرَادِيسِ فَهِيَ تُسَمَّى مَرْيُحَنَّا مَكَانَ هَذِهِ الَّتِي فِي الْمجد وَحَوَّلُوا شَاهِدَهَا فِيمَا يَقُولُونَ هُمْ إِلَيْهَا إِلَى تِلْكَ الْكَنِيسَةِ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَنَا رَأَيْتُ الْوَلِيدَ بْنَ عَبْدِ الْمَلِكِ فَعَلَ ذَلِكَ بِكَنِيسَةِ

يَحْيَى بْنِ يحی کہتے ہیں کہ جب الْوَلِيدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ نے كَنِيسَةِ مَرْيُحَنَّا کو گرانے کا ارادہ کیا اور اس کی جگہ مسجد کو بنانے کا تو وہ كَنِيسَةِ میں آئے اور مَنَارَةَ ذَاتِ الأَكَارِعِ پر چڑھے جو السَّاعَاتِ کے نام سے معروف ہے جن میں راہب نُوبِيٌّ تھا ... پس عیسائی بڑھییوں نے کہا اے امیر المومنین ہم خوف زدہ

ہیں کہ ہم کو کوئی برائی نہ پہنچے پس ولید نے کہا تم سب ڈرتے ہو اوزار لاؤ پھر محراب الْمَذْبَحِ پر گئے اور وہاں ضرب لگائی جس پر بہت اثر ہوا پھر مسلمان چڑھے اور انہوں نے ضرب لگائی اور اس کو گرایا اور ولید نے عیسائیوں کو كِنِيسَةِ کی جگہ..... دوسرا مقام دیا

بنو امیہ کا مقصد قبر پرستی نہیں تھا - ان کا مقصد سیاسی تھا کہ عیسائیوں کو ان کے معبد خانوں سے بے دخل کرنا تھا کیونکہ وہ شہروں کے بیچ میں تھے اور اہم مقامات پر تھے - لیکن انہوں نے ان عیسائیوں کے اقوال پر ان کو انبیاء کی قبریں مان لیا اور ان کو مسجد میں بدل دیا گیا - جو مقامات یسوبئوس نے دریافت کیے تھے ان کو بغیر تحقیق کے قبول کر لیا گیا جبکہ نہ کوئی حدیث تھی نہ حکم رسول

اگلی صدیوں میں ان مقامات کو قبولیت عامہ مل گئی - تاریخ بیت المقدس نامی کتاب میں جو ابن جوزی تصنیف ہے اس میں مصنف نے بتایا ہے یہاں کس کس کی قبر ہے جو روایت بلا سند کے مطابق جبریل علیہ السلام نے بتایا

هذا قبر أبراهيم، هذا قبر سارة، هذا قبر إسحاق، هذا قبر ربعة، هذا قبر يعقوب، هذا قبر زوجته

انہی قبروں کو یہود و نصاری نے آباد کر رکھا تھا جن پر کوئی دلیل نہیں تھی کہ یہ انہی کی قبریں ہیں اب مسلمانوں نے ان کو آباد کر رکھا ہے-

ابن عساکر تاریخ الدمشق ج ۲ ص ۳۱۵ میں لکھتے ہیں

مسجد مغارة الدم مسجد الدير الذي كان لرهبان النصارى فجعل مسجدا

مسجد مغارة الدم مسجد دیر عیسائی راہبوں کا مسکن تھے جن کو مسجد بنایا گیا

یہ مقام جبل قاسیون دمشق میں ہے اور

ہابیل علیہ السلام سے منسوب تھا اور بعض کے نزدیک عزیر سے

کتاب البدایۃ والنہایۃ از ابن کثیر کے مطابق

بِجَبَلِ قَاسِيُونَ شَمَالِيَّ دِمَشْقَ مَغَارَةٌ يُقَالُ لَهَا مَغَارَةُ الدَّمِ مَشْهُورَةٌ بِأَنَّهَا الْمَكَانُ الَّذِي قَتَلَ قَابِيلُ أَخَاهُ هَابِيلَ عِنْدَهَا وَذَلِكَ مِمَّا تَلَقَّوْهُ عَنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَاللَّهُ أَعْلَمُ بِصِحَّةِ ذَلِكَ.

جبل قاسیون شمال دمشق میں ایک غار ہے جس کو مَغَارَةُ الدَّمِ کہا جاتا ہے جو اس مکان کے طور پر مشہور ہے اس میں قابیل نے ہابیل کا قتل کیا تھا اور ایسا اہل کتاب میں قبول چلا آ رہا ہے اور اللہ ہی

اس بات کی صحت جانتا ہے

ابن کثیر حنبلی عالم مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ قدامة کے لئے البداية والنهاية میں لکھتے ہیں

وَكَانَ يَزُورُ مَغَارَةَ الدَّمِ فِي كُلِّ يَوْمِ اثنين وخميس

وہ ہر پیر اور جمعرات کو وہ اس مقام پر جاتے

کتاب فضائل الشام ودمشق از ابن إبي الهول (المتوفى: 444ھ) کے مطابق

قال هشام: سمعت الوليد بن مسلم يقول سمعت سعيد بن عبد العزيز يقول صعدنا في خلافة هشام بن عبد الملك إلى موضع دم ابن آدم نسأل الله سقيا فأتانا فأقمنا في المغارة ستة أيام

ہشام بن عمار کہتے ہیں میں سے ولید بن مسلم کو سنا کہ انہوں نے سعید بن عبد العزیز کو سنا کہ ہم ہشام بن عبد الملک کی خلافت میں ابن آدم کے قتل کے مقام پر گئے اور اللہ سے بارش کی دعا کی اور وہاں چھ دن رہے

اسی کتاب میں ہے

وأخبرنا تمام قال: حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ المعلى حدثنا القاسم بن عثمان قال: سمعت الوليد بن مسلم وسأله رجل يا أبا العباس أين بلغك رأس يحيى بن زكريا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بلغني أنه ثم وأشار بيده إلى العمود المسفط الرابع من الركن الشرقي.

ولید بن مسلم نے ایک شخص کے سوال پر کہ یحییٰ کا سر (مسجد دمشق میں) کہاں ہے کہا کہ مجھ تک پہنچا پھر ہاتھ سے چوتھے ستون کی طرف رکن شرقی کی طرف اشارہ کیا کہ وہاں ہے

یکایک یہ دریافتیں شاید دمشق کی اہمیت بڑھانے کے لئے تھیں کہ امت دمشق کو بھی مقدس سمجھے اور وہاں جا کر ان مقامات کو دیکھے جبکہ موطا اور بخاری و مسلم میں انبیاء کی ان نام نہاد قبروں کا وجود و خبر نہیں [60]

-

عمر رضی اللہ عنہ کی مسجد النبی کی تعمیر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے حجرات امہات المومنین کی ملکیت تھے جو ان کو بطور تحفہ ملے تھے [61]

- عمر رضی اللہ عنہ نے بطور خلیفہ یہ ارادہ کیا کہ مسجد النبی کی توسیع کریں اور ان میں حجرات بھی داخل

کر دیے جائیں لہذا اس پر ابن عباس سے مشورہ کیا -واقدی کا قول طبقات ابن سعد میں ہے

وَهَدَمَ عُمَرُ مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَزَادَ فِيهِ وَأَدْخَلَ دَارَ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فِيمَا زَادَ. وَوَسَّعَهُ وَبَنَاهُ لَمَّا كَثُرَ النَّاسُ بِالْمَدِينَةِ. وَهُوَ أَخْرَجَ الْيَهُودَ مِنَ الْحِجَازِ وَأَجْلاهُمْ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ إِلَى الشَّامِ.

عمر نے مسجدالنبی کو منہدم کیا اور اس میں عباس رضی اللہ عنہ کا گھر داخل کیا اور اس کو وسعت دی اور تعمیر کی جب لوگوں کی کثرت ہو گئی اور انہوں نے حجاز سے یہود کو نکال دیا اور جزیرہ العرب سے شام منتقل کیا

عمر رضی اللہ عنہ کا ارادہ تھا کہ امہات المومنین کے گھر مسجد میں شامل ہوں لیکن عباس رضی اللہ عنہ نے منع کیا اور کافی بحث کے بعد عباس نے کہا

أَمَّا إِذْ فَعَلْتَ هَذَا فَإِنِّي قَدْ تَصَدَّقْتُ بِهَا عَلَى الْمُسْلِمِينَ أُوَسِّعُ بِهَا عَلَيْهِمْ فِي مَسْجِدِهِمْ فَأَمَّا وَأَنْتَ تُخَاصِمُنِي فَلا. قَالَ فَخَطَّ عمر لهم دارهم التي هي لهم الْيَوْمَ وَبَنَاهَا مِنْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِينَ.

اگر اپ ایسا کرنا ہی چاہتے ہیں تو میں اپنا گھر صدقه کرتا ہوں کہ مسلمانوں کے لئے ان کی مسجد وسیع ہو اور آپ اس پر مجھ سے جھگڑا نہیں کریے گا پس عمر نے ان کو گھر دیا اور بیت المال سے اس کو بنوایا

الولید بن عبد الملک کی مسجد النبی کی تعمیر

عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حجرہ کی دیکھ بھال ان کے بھانجوں کی ذمہ داری بن گیا- یہاں تک کہ مسجد النبی کی توسیع کی ضرورت پیش آئی - سن ۸٦ ہجری کا دور ہے مدینہ پر عمر بن عبد العزیز گورنر ہیں – عمر کو امیر المومنین الولید کی طرف سے حکم ملتا ہے - امام بخاری تاریخ الکبیر میں بتاتے ہیں

قَالَ عَبد اللهِ بْن مُحَمد الجُعفي، حدَّثنا هِشام بْن يُوسُف، أَخبرنا مَعمَر، عَنْ أَخي الزُّهري، قَالَ: كتب الوليد إلى عُمَر، وهو على المدينة، أن يضرب خُبَيب بْن عَبد اللهِ بْن الزُّبَير، فضربه أسواطا، فأقامه، فمات

اخی الزہری نے کہا الولید نے عمر بن عبد العزیز کو لکھا اور وہ اس کی طرف سے مدینہ کے عامل تھے کہ خبیب بن عبد اللہ بن زبیر کو کوڑے لگائے جائیں[62]

پس ان کو درے مارے گئے جس میں ان کی وفات ہوئی

شیعہ مورخ احمد بن أبي يعقوب بن جعفر بن وہب کتاب تاریخ الیعقوبی کے مطابق

وكتب إلى عمر بن عبد العزيز أن يهدم مسجد رسول الله، ويدخل فيه المنازل التي حوله، ويدخل فيه حجرات أزواج النبي، وهدم الحجرات، وأدخل ذلك في المسجد. ولما بدأ بهدم الحجرات قام خبيب بن

عبد الله بن الزبير إلى عمر والحجرات تهدم، فقال: نشدتك الله يا عمر أن تذهب باية من كتاب الله، يقول: إن الذين ينادونك من وراء الحجرات، فأمر به، فضرب مائة سوط، ونضح بالماء البارد، فمات، وكان يوماً بارداً. فكان عمر لما ولي الخلافة، وصار إلى ما صار إليه من الزهد، يقول: من لي بخبيب

اور الولید نے عمر بن عبد العزیز کو حکم دیا کہ مسجد النبی کو منہدم کیا جائے اور اس میں اس کے گرد کی منزلوں کو شامل کیا جائے اور حجرات ازواج النبی کو بھی پس حجرات کو گرایا گیا اور مسجد میں شامل کیا گیا پس خبیب ، عمر بن عبد العزیز کے خلاف کھڑے ہوئے اور حجرات گرائے جا رہے تھے انہوں نے کہا میں شہادت دیتا ہوں اے عمر کہ تو کتاب اللہ کی آیات سے ہٹ گیا – جس میں ہے إن الذين ينادونك من وراء الحجرات – پس عمر نے حکم دیا اس کو سو کوڑے مارو اور ٹھنڈا پانی ڈالو پس اس میں خبیب مر گئے پس جب عمر خلیفہ ہوا اور اس پر زہد کا اثر ہوا کہا میرے لیے خبیب کے حوالے سے کیا ہے

حجرات ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو اچھا تھا لیکن مسجد النبی کو وسیع کرنا بھی ضروری تھا- اس کی وجہ بیان کی جاتی ہے - الشريعة از أبو بكر محمد بن الحسين بن عبد الله الآجُرِّيُّ البغدادي (المتوفى: 360هـ) میں ہے

وَحَدَّثَنَا ابْنُ مَخْلَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْفَرَجِ بْنِ زَكَرِيَّا أَبُو حَاتِمٍ الْمُؤَدِّبُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو طَالِبٍ عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ عَاصِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ , عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي , قَالَ: كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ إِلَى الْقَبْرِ , فَأَمَرَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ رَحِمَهُ اللَّهُ فَرُفِعَ حَتَّى لَا يُصَلِّيَ فِيهِ النَّاسُ , فَلَمَّا هُدِمَ بَدَتْ قَدَمٌ بِسَاقٍ وَرُكْبَةٍ؛ قَالَ: فَفَزِعَ مِنْ ذَلِكَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَأَتَاهُ عُرْوَةُ فَقَالَ: هَذَا سَاقُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَرُكْبَتُهُ , فَسُرِّيَ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ

شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ نے هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ سے روایت کیا کہ میرے باپ عُرْوَةَ نے بیان کیا کہ لوگ قبر کی طرف نماز پڑھتے تھے – پس عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اس کو بلند کیا کہ لوگ اس میں نماز نہ پڑھیں پس جب اس کو منہدم کیا تو ایک قدم پنڈلی ... کے ساتھ دیکھا- کہا پس عمر بن عبد العزیز اس پر گھبرا گئے اور عروہ آئے اور کہا یہ عمر کی پنڈلی ہے اور گھٹنا ہے -پس اس سے عمر بن عبد العزیز خوش ہوئے

اس کے بعد تعمیراتی پروجیکٹ کا آغاز کیا کہ حجرہ کی چار دیواروں کو گرا کر پانچ کیا جائے – اس تعمیر میں ایک دیوار گر گئی جس کا ذکر صحیح بخاری میں ہے- صحيح البخاري: كِتَابُ الجَنَائِزِ (بَابُ مَا جَاءَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ) صحیح بخاری: کتاب: جنازے کے احکام و مسائل

1390 (باب: نبی کریمﷺ اور صحابہ کی قبروں کا بیان)

. حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ هِلاَلٍ هُوَ الوَزَّانُ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ: «لَعَنَ اللَّهُ اليَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ، لَوْلاَ ذَلِكَ أُبْرِزَ قَبْرُهُ غَيْرَ أَنَّهُ خَشِيَ - أَوْ خُشِيَ أَنَّ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا وَعَنْ هِلاَلٍ، قَالَ: كَنَّانِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَلَمْ يُولَدْ لِيحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ: «أَنَّهُ رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا» حَدَّثَنَا فَرْوَةُ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، لَمَّا سَقَطَ عَلَيْهِمُ الحَائِطُ فِي زَمَانِ الوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ المَلِكِ، أَخَذُوا فِي بِنَائِهِ فَبَدَتْ لَهُمْ قَدَمٌ، فَفَزِعُوا وَظَنُّوا أَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا وَجَدُوا أَحَدًا يَعْلَمُ ذَلِكَ حَتَّى قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ: «لاَ وَاللَّهِ مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا هِيَ إِلَّا قَدَمُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ»

حکم : صحیح 1390

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا' ان سے ہلال بن حمید نے' ان سے عروہ نے اور ان سے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس مرض کے موقع پر فرمایا تھا جس سے آپ جانبر نہ ہوسکے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی یہود ونصاریٰ پر لعنت ہو۔ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا۔ اگر یہ ڈر نہ ہوتا تو آپ کی قبر بھی کھلی رہنے دی جاتی۔ لیکن ڈر اس کا ہے کہ کہیں اسے بھی لوگ سجدہ گاہ نہ بنالیں۔ اور ہلال سے روایت ہے کہ عروہ بن زبیر نے میری کنیت (ابوعوانہ یعنی عوانہ کے والد) رکھ دی تھی ورنہ میرے کوئی اولاد نہ تھی۔ہم سے محمد نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں عبداللہ نے خبر دی ' کہا کہ ہمیں ابوبکر بن عیاش نے خبر دی اور ان سے سفیان تمار نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر دیکھی ہے جو کوہان نما ہے۔ ہم نے فروہ بن ابی المغراء نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے علی بن مسہر نے بیان کیا' ان سے ہشام بن عروہ نے' ان سے ان کے والد نے کہ ولید بن عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت میں (جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کی) دیوار گری اور لوگ اسے (زیادہ اونچی) اٹھانے لگے تو وہاں ایک قدم ظاہر ہوا۔ لوگ یہ سمجھ کر گھبرا گئے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو قدم کو پہچان سکتا۔ آخر عروہ بن زبیر نے بتایا کہ نہیں خدا گواہ ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم نہیں ہے بلکہ یہ تو عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ ، عَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ، "أَنَّهُ رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا". حَدَّثَنَا فَرْوَةُ ، حَدَّثَنَا عَلِيٌّ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ "لَمَّا سَقَطَ عَلَيْهِمُ الْحَائِطُ فِي زَمَانِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ أَخَذُوا فِي بِنَائِهِ، فَبَدَتْ لَهُمْ قَدَمٌ فَفَزِعُوا، وَظَنُّوا أَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا وَجَدُوا أَحَدًا يَعْلَمُ ذَلِكَ، حَتَّى قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ: لَا، وَاللَّهِ مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا هِيَ إِلَّا قَدَمُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ"

ہم سے محمد نے بیان کیا ` کہا کہ ہمیں عبداللہ نے خبر دی ` کہا کہ ہمیں ابوبکر بن عیاش نے خبر دی اور ان سے سفیان تمار نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک دیکھی ہے جو کوہان نما ہے۔ ہم سے فروہ بن ابی المغراء نے بیان کیا ` کہا کہ ہم سے علی بن مسہر نے بیان کیا ` ان سے ہشام بن عروہ نے ` ان سے ان کے والد نے کہ ولید بن عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت میں (جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک کی) دیوار گری اور لوگ اسے (زیادہ اونچی) اٹھانے لگے تو وہاں ایک قدم ظاہر ہوا۔ لوگ یہ سمجھ کر گھبرا گئے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو قدم کو پہچان سکتا۔ آخر عروہ بن زبیر نے بتایا کہ نہیں اللہ گواہ ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم نہیں ہے بلکہ یہ تو عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے

نوٹ : عُروۃ بن الزُبیر کی وفات عمر بن عبد العزیز بن مروان بن الحکم الأموی کی وفات سے سات سال پہلے ہوئی ہے

حجرہ کی تعمیر کے وقت ایک دیوار گری اور قدم ظاہر ہو گیا – لوگوں کو لگا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم ہو سکتا ہے اور سراسیمگی پھیل گئی اور پھر عروہ بن زبیر جو حجرہ عائشہ کو جانتے تھے انہوں نے انداز کر لیا کہ یہ قدم عمر کا ہے

شیعہ روایات میں ہے کہ ایک مزدور نے امام جعفر سے اس کام پر اجازت طلب کی – عثمانی صاحب نے ایمان خالص قسط دوم میں الکافی کی روایت ذکر کی

﴿ باب ﴾

☆(النهي عن الاشراف على قبر النبي صلى الله عليه وآله)☆

١ـ عدةٌ من أصحابنا، عن أحمد بن محمد البرقي، عن جعفر بن المثنّى الخطيب قال: كنت بالمدينة وسقف المسجد الّذي يشرف على القبر قد سقط والفعلة يصعدون وينزلون ونحن جماعة، فقلت لأصحابنا من منكم له موعدٌ يدخل على أبي عبدالله عليه السلام الّليلة؟ فقال مهران بن أبي نصر أنا وقال إسماعيل بن عمّار الصيرفي أنا، فقلنا لهما: سلاه لنا عن الصعود لنشرف على قبر النبي صلى الله عليه وآله، فلمّا كان من الغد لقيناهما، فاجتمعنا جميعاً، فقال إسماعيل: قد سألناه لكم عمّا ذكرتم، فقال: ما أحبّ لأحد منهم أن يعلو فوقه ولا آمنه أن يرى شيئاً يذهب منه بصره أو يراه قائماً يصلّي أو يراه مع بعض أزواجه صلى الله عليه وآله (١)

(فوٹو: صفحہ ۴۵۲ کتاب الحجۃ، جلد ۱، اُصول کافی، مصنف: کلینی)

(باب)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کی قبر کے اُوپر چڑھ کر جھانکنے سے منع کیا جانا۔

جعفر بن المثنی الخطیب فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے اوپر والی چھت گر گئی۔ چھت پر کام کرنے والے چڑھ اُتر رہے تھے اور ہم لوگوں کی ایک جماعت وہاں موجود تھی پس میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کون ہے جو آج رات ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام کے پاس جائے گا۔ مہران بن ابی نصر نے کہا کہ میں اور اسماعیل بن عمار الصیر فی نے کہا کہ میں۔ پس ہم لوگوں نے ان دونوں سے کہا کہ آپ اُن (امام جعفر صادق) سے دریافت کیجئے کہ ہمارے لئے اوپر چڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جھانکنا کیسا ہے۔ دوسرے روز جب ہم لوگوں نے ان دو حضرات سے ملاقات کی اور ان کے ساتھ جماعت کی شکل میں مل بیٹھے تو اسماعیل نے کہا ہم نے حضرت سے اس بات کے بارے میں پوچھ لیا جس کا آپ لوگوں نے ذکر کیا تھا۔ امام نے ارشاد فرمایا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ اُن لوگوں میں سے کوئی اوپر چڑھے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسی چیز پر اُن کی نظر نہ پڑ جائے جو اُس کی آنکھوں کو اندھا کر دے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کو کھڑے ہوئے نماز پڑھتے دیکھے یا آپ کو اپنی بعض ازواج کے ساتھ پائے۔

(ترجمہ روایت صفحہ ۴۵۲ کتاب الحجۃ جلد ۱، اُصول کافی مصنف کلینی)

راقم کہتا ہے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ حجرہ عائشہ کی چھت گر گئی ہو۔ الکافی کے شیعہ محقق نے خود تعلیق میں اس روایت پر اقرار کیا ہے

هذا الحديث مجهول وكأن في السند سقطا او ارسالا فان جعفر بن المثنى من اصحاب الرضا عليه السلام ولم يدرك زمان الصادق عليه السلام

یہ حدیث مجھول کی سند سے ہے اور سند گری ہوئی ہے اور اس میں ارسال ہے کیونکہ جعفر بن المثنی یہ اصحاب امام رضا میں سے ہے اس نے امام جعفر کا دور نہیں پایا ہے

معلوم ہوا کہ یہ روایت متاخرین کی ایجاد ہے
یعنی قبر نبوی تک جانا بند کیا گیا کہ لوگ وہاں نماز پڑھ رہے تھے لیکن دمشق میں قبروں پر بنے چرچوں کو ہی مسجد قرار دے دیا گیا! یہ ظاہر کرتا ہے کہ دمشق میں ایسا کرنے کے پیچھے سیاست کارفرما تھی

الولید بن عبد الملک کے حکم پر گورنر عمر بن عبد العزیز المتوفی ۱۰۱ ھ نے حجرہ عائشہ کی چار دیواروں کو پانچ کیوں کیا ؟ اس کی تاویلات لوگوں نے کی ہیں کہ عمر بن عبد العزیز نے ایسا اس وجہ سے کیا کہ کعبہ سے مطابقت نہ رہے – جبکہ یہ نہایت عجیب قول ہے کیونکہ دیگر انبیاء سے منسوب قبروں کو بھی اسی طرح ٹیڑھی دیواروں کا بنا دیا جانا چاہیے تھا – تاریخ سے معلوم ہے کہ ایسا صرف اس لئے کیا گیا کہ حجرہ میں خبیب بن عبد اللہ بن زبیر نے قیام اختیار کیا ہوا تھا اور الولید کا مقصد حجرات کو مسمار کرنا تھا تاکہ ان میں کوئی رہائش نہ کرے- حجرہ عائشہ کو مسمار نہیں کیا جا سکتا تھا لہٰذا اس میں دیوار کو اس انداز پر بنایا گیا کوئی پیر بھیلا کر لیٹ نہ سکے کہ وہاں سو سکے یا رہائش کرے

البدایۃ والنہایۃ از ابن کثیر (المتوفی: 774ھ) میں ہے
قُلْتُ: كَانَ الْوَلِيدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ حِينَ وَلِيَ الْإِمَارَةَ فِي سَنَةِ سِتٍّ وَثَمَانِينَ قَدْ شَرَعَ فِي بِنَاءِ جَامِعِ دِمَشْقَ وَكَتَبَ إِلَى نَائِبِهِ بِالْمَدِينَةِ ابْنِ عَمِّهِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَنْ يُوَسِّعَ فِي مَسْجِدِ الْمَدِينَةِ فَوَسَّعَهُ حَتَّى مِنْ نَاحِيَةِ الشَّرْقِ [1] فَدَخَلَتِ الْحُجْرَةُ النَّبَوِيَّةُ فِيهِ. وَقَدْ رَوَى الْحَافِظُ ابْنُ عَسَاكِرَ بِسَنَدِهِ عَنْ زَاذَانَ مَوْلَى الْفُرَافِصَةِ، وَهُوَ الَّذِي بَنَى الْمَسْجِدَ النَّبَوِيَّ أَيَّامَ [وِلَايَةِ] عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَلَى الْمَدِينَةِ، فَذَكَرَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ نَحْوَ مَا ذَكَرَهُ الْبُخَارِيُّ، وَحَكَى صِفَةَ الْقُبُورِ كَمَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.
میں ابن کثیر کہتا ہوں : جب سن ۸۶ ہجری میں الولید کو امارت ملی اس نے جامع دمشق بنانے کا آغاز کیا اور اپنے نائب مدینہ اپنے چچا زاد عمر بن عبد العزیز کو حکم لکھ بھیجا کہ مسجد المدینہ کی توسیع کرے پس حجرہ شریفہ کو اس میں داخل کیا گیا اور حافظ ابن عَسَاكِرَ نے اپنی سند سے زَاذَانَ مَوْلَى الْفُرَافِصَةِ سے روایات کیا ہے جنھوں نے مسجد النبی کی عمر بن عبد العزیز کے دور گورنری میں تعمیر کی – پس سالم سے روایت کیا جیسا امام بخاری نے روایت کیا ہے اور جیسا ابو داود میں ایسا صفت قبور پر بیان کیا

تاریخ مکۃ المشرفۃ والمسجد الحرام والمدینۃ الشریفۃ والقبر الشریف از محمد بن أحمد بن الضياء محمد القرشي العمري المكي الحنفي، بهاء الدين أبو البقاء، المعروف بابن الضياء (المتوفى: 854ھ) میں ہے

وَأدْخل عمر بن عبد الْعَزِيز .... فَصَارَ لَهَا ركن خَامِس، لِئَلَّا تكون الْحُجْرَة الشَّرِيفَة مربعة كالكعبة، فتتصور جهال الْعَامَّة أَن الصَّلَاة إِلَيْهَا كَالصَّلَاةِ إِلَى الْكَعْبَة

عمر بن عبد العزیز نے اس میں پانچویں دیوار بنا دی کہ حجرہ شریفہ کعبہ کی طرف مربع نہ ہو پس بعض عام جاہلوں کا تصور ہے کہ اس کی طرف نماز ایسی ہی ہے جیسی کعبہ کی طرف ہے

وہابی عالم بن باز کے مطابق امیر المومنین الولید کا ایسا کرنا غلطی تھی

نام کتاب :---------- الجواب عن شبهة الاستدلال بالقبر النبوی
علی جواز اتخاز القبور مساجد

مؤلف :------------ دکتور صالح بن عبدالعزیز بن عثمان سندی

مترجم :------------فؤاد اسلم محمد اسلم محمدی

تصحیح :------------- دکتور الطاف الرحمٰن بن ثناء اللہ مدنی

اشاعت :------------ مارچ ۲۰۱۸ء بمطابق جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں : کچھ لوگ مسجد نبوی میں قبر رسول اور صاحبین رضی اللہ عنہما کی قبروں کی موجودگی سے جو حجت پکڑتے ہیں تو وہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں ساتھی آپ کے گھر میں دفن کیے گئے ہیں' جو مسجد میں نہیں تھا، لیکن خلیفہ ولید بن عبد الملک بن مروان نے جب مسجد نبوی کی توسیع کی تو اسی نے بیتِ رسول کو مسجد میں داخل کر دیا، ایسا صرف توسیع کی وجہ سے کیا، یہ اس کی غلطی تھی۔ حالانکہ اس حجرے کو مسجد میں داخل نہ کرنا ہی واجب تھا' تاکہ جاہل قسم کے لوگ اس سے حجت نہ پکڑیں۔ اور اس پر اہل علم نے ولید کی نکیر بھی کی تھی۔ لہذا اس معاملے میں ولید کی اقتداء جائز نہیں ہے۔ اور کوئی گمان کرنے والا اس کو "قبروں پر تعمیر" کا معاملہ نہ سمجھے اور نہ ہی اسے "قبروں پر مسجد بنانا" سمجھے۔ کیونکہ یہ ایک مستقل گھر تھا' جسے توسیع کی خاطر مسجد میں داخل کر دیا گیا، اب اس کا حکم ایسے مقبرے کا ہوگا جو کسی مسجد کے سامنے ہو اور مسجد سے بالکل جدا ہو، تو اس میں کوئی ضرر کی بات نہیں ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر، دیوار اور سلاخوں کی وجہ سے مسجد سے الگ ہے [1]۔

حیات فی القبر کا عقیدہ انہی علاقوں سے آیا جہاں انبیاء کی قبریں پوجی جاتی تھیں – ان پر بنے چرچوں اور معبد خانوں کو مسلمانوں نے مسجد بنا دیا اور پھر وہاں کے راویوں نے قبر میں زندگی کی روایات بیان کیں

شامی راوی عبد الرحمان بن یزید بن تمیم دمشقی نے ہی یہ سب سے پہلے روایت کیا کہ انبیاء کے اجسام کو مٹی نہیں کھاتی یہ صاحب مَكْحُولٍ الشامی کے شاگرد تھے لیکن ضعیف ہیں - الذہبی کی تحقیق کے مطابق اس کی وفات ۱۵۱ سے ۱۶۰ ہجری کے دور میں ہوئی ہے یعنی اس قبروں میں زندگی کی خبر سن ۱۶۰ ہجری سے پہلے اس نے مشہور کی ۔اس نے عراق آ کر اس روایت کو بیان کیا

دوسرے راوی جو کہتے تمام انبیاء قبروں میں نماز پڑھتے ہیں یہ مُسْتَلِمُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ الْوَاسِطِيُّ الْعَابِدُ [الوفاة: 141 – 150 هـ] ہیں یہ واسط کے ہیں جو شام و عراق کے درمیان کا علاقہ تھا- یہاں سے یہ بصرہ عراق پہنچے اور اس کو بیان کیا-

حمید بن زیاد ابو صخر الخراط مدنی المتوفی ۱۸۹ نے یہ دعوی کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح واپس بدن میں آ جاتی ہے[63]

یعنی جب مدینہ کے ضعیف راویوں نے دیکھا کہ شامی اپنے علاقوں میں مدفون انبیاء کو ان کی قبروں میں زندہ بتا رہے ہیں تو ہم کیوں نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہیں کہ وہ بھی قبر میں زندہ ہیں روح لوٹ آئی ہے

عبد الرحمان بن یزید بن تمیم ، المستلم بن سعید اور حمید بن زیاد ابو صخر الخراط مدنی سب ہم عصر ہیں یہ بنو عباس کا شروع کا دور ہے اور یہ عباسی خلیفہ ابو جعفر المنصور اور اس کے بیٹے المہدی محمد بن المنصور عبد اللہ بن محمد بن علی ابن عبد اللہ بن العباس (پیدائش ۱۲۷ – ۱۶۹ ہجری) خلافت (۱۵۸ - ۱۶۹) کا دور ہے

اس دور میں بنو امیہ کا زوال ہو چکا تھا ۔اور دمشق اپنی سیاسی اہمیت کھو چکا تھا ۔دمشق کی بجائے لوگ عراق جا رہے تھے - وہ مراعات جو دار الخلافہ میں تھیں وہ نہیں تھیں لہذا راویوں نے شام میں انبیاء کی قبروں کی روایت بیان کی کہ لوگ شام کا سفر کریں وہاں آئیں ۔مدینہ والوں نے بھی روایت سنا دی

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہو گئے

نور الدین زنگی کا خواب

علی بن عبد اللہ بن إحمد الحسنی الشافعی، نور الدین إبو الحسن السمہودی المتوفی۹۱۱ھ کتاب وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفیٰ میں سن ۵۵۷ ھ پر لکھتے ہیں الملک العادل نور الدین الشہید نے ایک ہی رات میں تین دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ ہر دفعہ فرما رہے ہیں

أن السلطان محمودا المذكور رأى النبي صلّى الله عليه وسلّم ثلاث مرات في ليلة واحدة وهو يقول في كل واحدة: يا محمود أنقذني من هذين الشخصين الأشقرين تجاهه

اے قابل تعریف! مجھ کو ان دو شخصوں سے بچا

یہ دو اشخاص عیسائی تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مطہر حاصل کرنا چاہتے تھے

مثل مشہور ہے الناس علی دین ملوکھم کہ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں اسی طرح یہ قصہ اتنا بیان کیا جاتا ہے کہ گویا اس کی سچائی قرآن و حدیث جیسی ہو۔ مقررین حضرات یہ قصہ سنا کر بتاتے ہیں کہ یہودی سازش کر رہے تھے لیکن کتاب کے مطابق یہ نصرانی سازش تھی

وقد دعتهم أنفسهم- يعني النصارى- في سلطنة الملك العادل نور الدين الشهيد إلى أمر عظيم

اور نصرانیوں نے ایک امر عظیم کا ارادہ کیا بادشاہ عادل نور الدین الشہید کے دور ہیں

اس کے بعد یہ خواب کا واقعہ بیان کرتے ہیں اور بعد میں پکڑے جانے والے عیسائی تھے

أهل الأندلس نازلان في الناحية التي قبلة حجرة النبي صلّى الله عليه وسلّم من خارج المسجد عند دار آل عمر بن الخطاب

اہل اندلس سے دو افراد دار ال عمر بن خطاب ،حجرے کی جانب مسجد سے باہر ٹھہرے ہوئے ہیں

اس قصے میں عجیب و غریب عقائد ہیں.

اول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا کہ دو نصرانی سازش کر رہے ہیں

دوئم انھوں نے اللہ کو نہیں پکارا بلکہ نور الدین کے خواب میں تین دفعہ ایک ہی رات میں ظاہر ہوئے

.

سوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نورالدین زنگی کو صلیبی جنگوں میں عیسائی تدبریوں کے بارے میں نہیں بتایا جن سے ساری امت مسلمہ نبرد آزما تھی بلکہ صرف اپنے جسد مطہر کی بات کی

اللہ کا عذاب نازل ہو اس جھوٹ کو گھڑنے والوں پر. ظالموں اللہ سے ڈرو اس کی پکڑ سخت ہے .اللہ کے نبی تو سب سے بہادر تھے

دراصل یہ سارا قصہ نور الدین زنگی کی بزرگی کے لئے بیان کیا جاتا ہے جو صلیبی جنگوں میں مصروف تھے اور ان کے عیسائیوں سے معرکے چل رہے تھے- یہ واقعہ سن ۵۵۷ ھ کا ہے یہ اصلا نور الدین زنگی المتوفی ۵۶۹ ھ کا خود ساختہ خوف تھا کہ عیسائی جسد اطہر کو چرا لیں گے جبکہ جب وہ سرنگ سے وہاں پہنچتے تو تین اجسام پاتے اس میں سے کون سا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور کون سا عمر و ابو بکر کا ہے وہ معلوم نہیں کر سکتے تھے- نور الدین کو سیاسی محاذ پر سلطان صلاح الدین ایوبی سے خطرہ تھا – نور الدین اور صلاح الدین میں اختلافات ہو گئے تھے اور ایوبی نے صلیبی جنگوں میں شرکت بھی چھوڑ دی تھی یہاں تک کہ نور الدین کی وفات کے بعد صلاح الدین نے اس کی بیوہ سے شادی کر لی اور نورالدین کے بیٹے کا صلاح الدین نے تختہ الٹ دیا

گنبد کی تعمیر، اس کا مقصد، اس پر اختلاف امت

عمر رضی اللہ عنہ کے دور تک میں قحط پڑا جس کو عام الرماد کہا جاتا ہے یعنی راکھ کا سال استسقاء کے لئے عمر رضی اللہ عنہ اپنی شوری کے رکن عباس رضی اللہ عنہ کو کہتے کہ وہ نماز پڑھائیں کسی نیک بزرگ سے دعائیں کرانا مذھب کے عین مطابق ہے لیکن وفات کے بعد ان سے یہ نہیں کرایا جا سکتا کیونکہ وہ غیب سے غافل ہیں اور ان کی ارواح اس عالم سے نکل چکی ہیں

ایک کتاب میں وسیلہ کے شرک کے دفاع میں ایک روایت پیش کی گئی ہے کہ

2 . حدثنا ابوالجوزا اوس بن عبدالله قال قحط اهل المدينه قحطا شديدافشكواالى عائشه فقالت انظر واقبرالنبى ﷺ فاجعلوا منه كواالى السماء حتى لايكون بينه وبين السماء سقف قال ففعلوافمطروامطرا حتى نبت العشب و سمنت الابل تفتقتا الشحم فسمى عام اليتق(سنن دارمى ص 43 ج1)

ابوالجواز ء سے روایت ہے کہ مدینہ میں سخت قحط ہوا لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شکایت کی آپ نے فرمایا کہ نبی ﷺ کی قبر مبارک کو دیکھ کر اس کے مقابل آسمان کی طرف اس میں ایک سوراخ کر دو یہاں تک کہ اس کے اور آسمان کے درمیان حجاب اور چھت نہ رہے چنانچہ ایسا ہی کیا تو بہت زور کی بارش ہوئی حتی کہ خوب گھاس آ گئی اور اونٹ خوب فربہ ہو گئے اور فربہی کی وجہ سے پھٹے پڑتے تھے اسی وجہ سے اس سال کو عام الفتق یعنی پھٹنے کا سال کہا جاتا ہے۔

اس واقعہ میں آسمان کی طرف حجرہ مبارک کا روشندان کھولنے کا آخر مطلب کیا ہوسکتا ہے؟ بارش تو اللہ تعالیٰ سے مانگی جاتی ہے اور لوگ مانگ بھی رہے ہوں گے پھر یہ عمل کیسا؟ اس کا

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ

مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ نبی ﷺ کی ذات کو وسیلہ بنایا گیا ہے۔

ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ اس روایت پر کتاب مزار اور میلے میں اس روایت کا ائمہ حدیث کے اقوال کی روشنی میں رد کرتے ہیں

قبرِ نبیؐ کے وسیلہ سے بارش

ایک غلط روایت یہ بنائی گئی ہے کہ اہل مدینہ پر شدید قحط پڑا۔ لوگوں نے عائشہؓ سے شکایت کی تو عائشہؓ نے کہا کہ نبیؐ کی قبر کے اوپر روشندان بنادو تاکہ قبر اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رہے۔ پس لوگوں نے یہی کیا اور ایسی بارش ہوئی کہ اس کی زرخیزی سے سبزہ لہلہا اٹھا اور اونٹ چربی کی زیادتی سے پھول گئے اور اس سال کا نام "عام الفتق" پڑ گیا۔ (سنن دارمی ص۲۵۔ مشکوٰۃ ص۵۴۵)

اس روایت کی سند یوں ہے۔ حدثنا ابو النعمان ثنا سعید بن زید بن زید ثنا عمرو بن مالك النکری ثنا ابو الجوزاء۔ اس روایت میں متعدد کمزوریاں ہیں (۱) سعید بن زید کو نسائی نے کہا ہے کہ قوی نہیں ہے۔ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ ضعیف ہے (میزان الاعتدال جلد۱ ص۳۸۱) (۲) ابو الجوزاء کا عائشہؓ سے سماع نہیں ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں "فی اسنادہ نظر"۔ ثابت ہوا کہ یہ روایت منقطع بھی ہے اور ضعیف بھی۔ (التاریخ الکبیر للبخاری ص۱۷ جلد۲ قسم۲۔ میزان الاعتدال جلد۱ ص۱۲۹۔ تہذیب التہذیب جلد۱ ص۳۸۶)

بعض حضرات جو یہ کہتے ہیں کہ ہم بزرگوں کی قبروں پر اس لئے حاضری دیتے ہیں کہ وہاں اللہ کے نیک بندے دفن ہیں اور وہاں دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں تو یہ بات بے اصل ہے اور اس چیز سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا ہے۔

الألبانی نے «المشكاة» 3/ 1676 (5950): میں کہا ہے کہ إسناده ضعيف، اس کی اسناد ضعیف ہیں بحر الحال امت کے جمہور نے اس عمل کو پذیرائی دی اور علماء نے اس عمل میں آسانی کے لئے گنبد میں ایک روشن دان بھی بنوا دیا

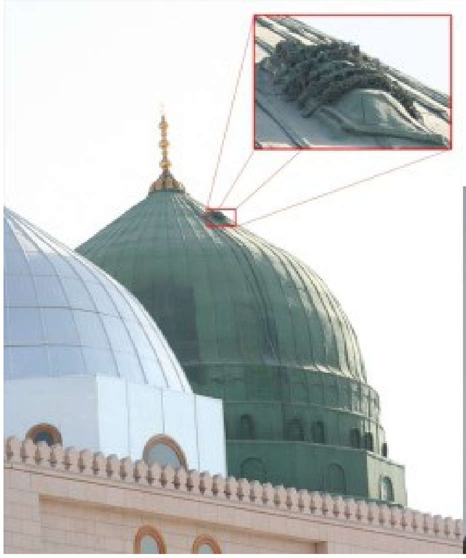

السمہودی (المتوفى: 911ھ) کتاب وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفىٰ میں لکھتے ہیں کہ مسجد النبی میں آگ لگنے

سے پہلے ابن رشد (المتوفی ۵۲۰ ھ) تک حجرہ کے اوپر سوائے مسجد کی چھت کے کوئی چھت نہ تھی

السمہودی مزید لکھتے ہیں

سنة أهل المدينة في أعوام الجدب

قال: قحط أهل المدينة قحطا شديدا، فشكوا إلى عائشة رضي الله عنها فقالت: فانظروا قبر النبي صلّى الله عليه وسلّم، فاجعلوا منه كوة إلى السماء حتى لا يكون بينه وبين السماء سقف، ففعلوا، فمطروا حتى نبت العشب وسمنت الإبل حتى تفتقت من الشحم، فسمي عام الفتق.

قال الزين المراغي: واعلم أن فتح الكوة عند الجدب سنة أهل المدينة حتى الآن، يفتحون كوة في سفل قبة الحجرة: أي القبة الزرقاء المقدسة من جهة القبلة، وإن كان السقف حائلا بين القبر الشريف وبين السماء.

قلت: وسنتهم اليوم فتح الباب المواجه للوجه الشريف من المقصورة المحيطة بالحجرة، والاجتماع هناك، والله أعلم.

(ابی الجوزاء کی اوپر والی روایت بیان کرنے کے بعد

زین المراغی کہتے ہیں: اور جان لو کہ یہ **کوة** روشن دان قحط پر کھولنا اہل مدینہ کی سنت ہے آج تک ، حجرہ کے اوپر گنبد کے نچلے حصے میں **کوة** روشندان کھولتے ہیں یعنی قبہ الزرقا المقدس قبلے کی جانب سے اگر قبر اور آسمان کے درمیان چھت حائل ہو

السمہودی کہتے ہیں میں کہتا ہوں: اور آج کل ان کی سنت ہے کہ حجرہ کے سامنے مقصورہ کی دیوار میں دروازہ کھولتے ہیں اور وہاں جمع ہوتے ہیں

کوة یا سوراخ یا شباک یا کھڑکی کو اس تصویر میں بھی دیکھا جا سکتا ہے

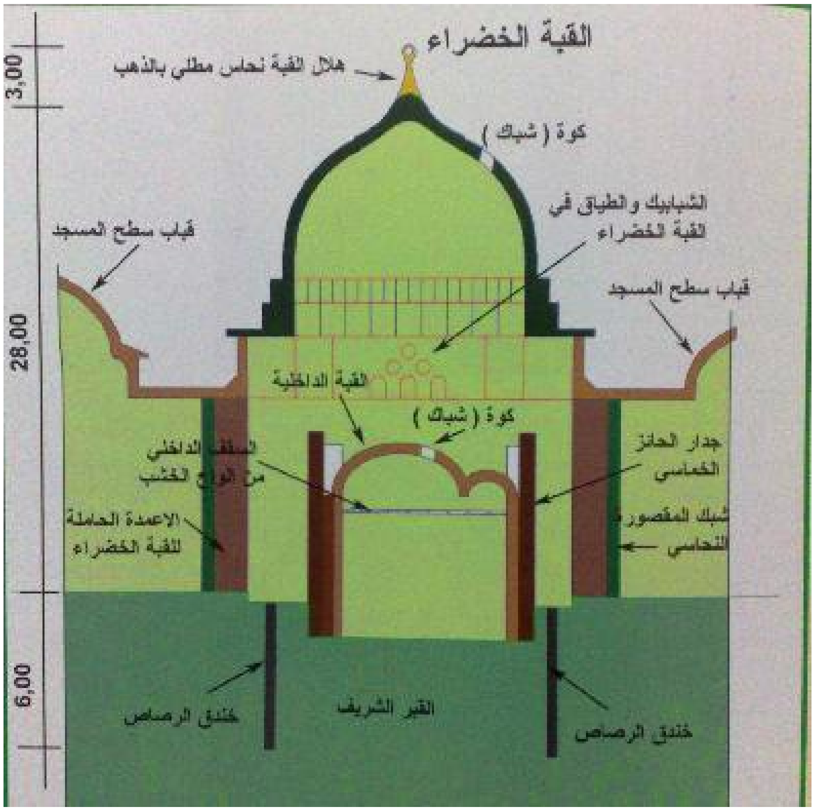

کوۃ نا صرف گنبد میں ہے بلکہ حجرہ عائشہ کی چھت میں بھی ہے جو ایک اندرونی گنبد ہے واضح رہے کہ

۵۲۰ھ سے قبل نہ اندرونی گنبد تھا نہ گنبد الخضراء

گنبد الخضراء کے ماضی میں کئی نام رہے ہیں

ڈاکٹر عثمانی نے مزار یا میلے میں لکھا تھا

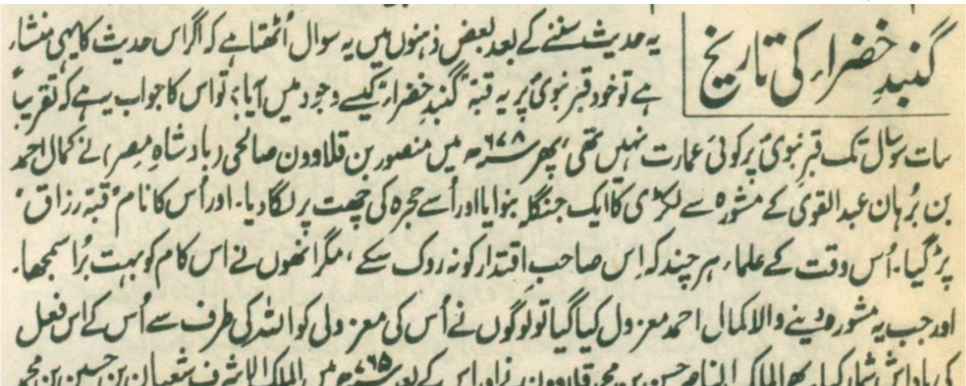

گنبدِ خضرا کی تاریخ

یہ حدیث سننے کے بعد بعض ذہنوں میں یہ سوال اُٹھتا ہے کہ اگر اس حدیث کا یہی منشاء ہے تو خود قبرِ نبوی پر یہ قبہ "گنبدِ خضراء" کیسے وجود میں آیا؛ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تقریباً ساتسو سال تک قبرِ نبوی پر کوئی عمارت نہیں تھی، پھر ۶۷۸ھ میں منصور بن قلاوون صالحی (بادشاہِ مصر) نے کمال احمد بن برہان عبدالقوی کے مشورہ سے لکڑی کا ایک جنگلہ بنوایا اور اُسے حجرہ کی چھت پر لگا دیا۔ اور اُس کا نام "قبہ رزاق" پڑ گیا۔ اُس وقت کے علماء، ہر چند کہ اِس صاحب اقتدار کو نہ روک سکے، مگر انھوں نے اس کام کو بہت بُرا سمجھا۔ اور جب یہ مشورہ دینے والا کمال احمد معزول کیا گیا تو لوگوں نے اُس کی معزولی کو اللہ کی طرف سے اُس کے اس فعل کی پاداش شمار کیا۔ پھر الملک الناصر حسن بن محمد قلاوون نے اور اس کے بعد ۷۶۵ھ میں الملک الاشرف شعبان بن حسین بن محمد نے اس میں تعمیری اضافے کئے، یہاں تک کہ موجودہ تعمیر عمل میں آئی۔ (وفاء الوفا۔ للسمہودی جلد ا ص ۴۳۶-۴۳۵)

فصول من تاریخ المدینۃ المنورۃ جو علی حافظ کی کتاب ہے اور شرکۃ المدینۃ للطباعۃ والنشر نے اس کو سن ۱۴۱۷ھ میں چھاپا ہے اسکے مطابق

لم تكن على الحجرة المطهرة قبة، وكان في سطح المسجد على ما يوازي الحجرة حظير من الآجر بمقدار نصف قامة تمييزاً للحجرة عن بقية سطح المسجد.
والسلطان قلاوون الصالحي هو أول من أحدث على الحجرة الشريفة قبة، فقد عملها سنَة 678 هـ، مربَّعة من أسفلها، مثمنة من أعلاها بأخشاب، أقيمت على رؤوس السواري المحيطة بالحجرة، وسمَّر عليها ألواحاً من الخشب، وصفَّحها بألواح الرصاص، وجعل محل حظير الآجر حظيراً من خشب. وجددت القبة زمن الناصر حسن بن محمد قلاوون، ثم اختلت ألواح الرصاص عن موضعها، وجددت، وأحكمت أيام الأشرف شعبان بن حسين بن محمد سنة 765 هـ، وحصل بها خلل، وأصلحت زمن السلطان قايتباي سنة 881هـ. وقد احترقت المقصورة والقبة في حريق المسجد النبوي الثاني سنة 886 هـ، وفي عهد السلطان قايتباي سنة 887هـ جددت القبة، وأسست لها دعائم عظيمة في أرض المسجد النبوي، وبنيت بالآجر بارتفاع متناه،...بعد ما تم بناء القبة بالصورة الموضحة: تشققت من أعاليها، ولما لم يُجدِ الترميم فيها: أمر السلطان قايتباي بهدم أعاليها، وأعيدت محكمة البناء بالجبس الأبيض، فتمت محكمةً، متقنةً سنة 892 هـ. وفي سنة 1253هـ صدر أمر السلطان عبد الحميد العثماني بصبغ القبة المذكورة باللون الأخضر، وهو أول من صبغ القبة بالأخضر، ثم لم يزل يجدد صبغها بالأخضر كلما احتاجت لذلك إلى يومنا هذا. وسميت بالقبة الخضراء بعد صبغها بالأخضر، وكانت تعرف بالبيضاء، والفيحاء، والزرقاء" انتهى.

حجرہ مطہرہ پر کوئی گنبد نہ تھا، اور حجرہ مطہرہ کو باقی مسجد سے علیحدہ کرنے کے لئے سطح مسجد سے آدھے قد کی مقدار تک ایک منڈھیر بنی ہوئی تھی. اور سلطان قلاوون الصالحہ وہ پہلا شخص ہے جس نے حجرہ مطہرہ پر سن 678 ہ- (بمطابق 1279ء)، میں گنبد بنایا، جو نیچے سے چکور تھا، اوپر سے آٹھ حصوں میں تھا جو لکڑی کے تھے. ... پھر اس کی الناصر حسن بن محمد قلاوون کے زمانے میں تجدید ہوئی. .. پھر سن 765 ہ- میں الأشرف شعبان بن حسین بن محمد کے زمانے میں پھر اس میں خرابی ہوئی اور السلطان قایتبای کے دور میں سن 881ہ- میں اس کی اصلاح ہوئی. پھر سن 886 ہ- میں اور السلطان قایتبای کے دور میں مسجد النبی میں آگ میں گنبد جل گیا. اور سن 887ہ- میں اور السلطان قایتبای ہی کے دور میں اس کو دوبارہ بنایا گیا.... سن 892 ھ میں اس کو سفید رنگ کیا گیا ... سن 1253ہ- میں السلطان عبد الحمید العثمانی نے حکم دیا اور اس کو موجودہ شکل میں سبز رنگ دیا گیا. ... اور یہ گنبد البیضاء

(سفید)، الفیحاء (چمک دار) ، والزرقاء (نیلا) کے ناموں سے بھی مشہور رہا

قارئین آپ دیکھ سکتے ہیں کہ دسویں ہجری تک اتنی گمراہی پھیل چکی تھی کہ امت نے قبر کے ساتھ عجیب و غریب سلوک اختیار کیا ہوا تھا اور اس کو بارش پانے کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا تھا- واضح رہے کہ گنبد میں تبدیلی کے عمل میں پرانے گنبدوں کو مقدس سمجھتے ہوئے توڑ کر مسمار نہیں کیا گیا بلکہ انہی میں اضافہ کیا جاتا رہا- گنبد بنانے میں شاید یہی حکمت پوشیدہ تھی کہ جب بھی قحط پڑے روشن دان کو کھولا جا سکے[6465]

وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفیٰ از علی بن عبد الله بن إحمد الحسنی الشافعی، نور الدین إبو الحسن السمہودی (المتوفى: 911ھ) میں ہے

القبة الزرقاء

أما القبة المذكورة فاعلم أنه لم يكن قبل حريق المسجد الشريف الأول وما بعده على الحجرة الشريفة قبة، بل كان حول ما يوازي حجرة النبي صلّى الله عليه وسلّم في سطح المسجد حظير مقدار نصف قامة مبنيا بالآجر تمييزا للحجرة الشريفة عن بقية سطح المسجد، كما ذكره ابن النجار وغيره، واتمر ذلك إلى سنة ثمان وسبعين وستمائة في أيام الملك المنصور قلاوون الصالحى، فعملت تلك القبة، وهي مربعة من أسفلها مثمنة من أعلاها بأخشاب أقيمت على رؤوس السواري، وسمر عليها ألواح من خشب، ومن فوقها ألواح الرصاص، وفيها طاقة إذا أبصر الشخص منها رأى سقف المسجد الأسفل الذي فيه الطابق، وعليه المشمع المتقدم ذكره، وحول هذه القبة على سقف المسجد ألواح رصاص مفروشة فيما قرب منها، ويحيط به وبالقبة درابزين من الخشب جعل مكان الحظير الآجر، وتحته أيضا بين السقفين شباك خشب يحكيه محيط بالسقف الذي فيه الطابق، وعليه المشمع المتقدم ذكره، ولم أر في كلام مؤرخي المدينة تعرض لمن تولى عمل هذه القبة ورأيت في «الطالع السعيد الجامع أسماء الفضلاء والرواة بأعلى الصعيد» في ترجمة الكمال أحمد بن البرهان عبد القوي الربعي ناظر قوص أنه بنى على الضريح النبوي هذه القبة المذكورة، قال: وقصد خيرا وتحصيل ثواب، وقال بعضهم: أساء الأدب بعلو النجارين ودق الحطب، قال: وفي تلك السنة وقع بينه وبين بعض الولاة كلام، فوصل مرسوم بضرب الكمال، فضرب، فكان من يقول إنه أساء الأدب [يقول:] إن هذا مجازاة له، وصادره الأمير علم الدين الشجاعي، وخرب داره، وأخذ رخامها

وخزائنها، ويقال: إنهم بالمدرسة المنصورية اه.

قبہ الزرقاء نیلا گنبد – جہاں تک اس گنبد کا تعلق ہے تو جان لو کہ مسجد شریف میں آگ لگنے سے پہلے یہ نہ تھا اور اس کے بعد بھی حجرہ شریفہ پر کوئی گنبد نہ تھا ، بلکہ حجرہ النبی کو باقی مسجد سے علیحدہ کرنے کے لئے ادھے قد کی مقدار ایک منڈھیر بنی ہوئی تھی سطح مسجد پر جیسا ابن النجار اور دیگر نے ذکر کیا ہے اور یہ منڈھیر الملک المنصور قلاوون الصالحہ کے ایام سن ٦٧٨ ھ تک باقی رہی ۔پس الملک المنصور قلاوون الصالحہ نے اس گنبد کو بنایا اور یہ نیچے سے چوکور تھا اوپر سے آٹھ پرتوں میں تھا، اصلا لکڑی کا تھا اور اس پر لیڈ کی دھات کی پرتین لگی ہوئی تھیں اور اس میں (کھڑکی یا) طاق تھا اس میں سے کوئی جھانکتا تو نیچے مسجد کی چھت پر نظر پڑتی اور اس گنبد کے گرد مسجد کی چھت پر بھی لیڈ کی پرت تھی اور یہ پرتین اس پر پھیلی ہوئی تھی

اور گنبد کے گرد اس مقام پر جہاں مٹی کی انٹین تھیں، لکڑی کا ہتھا (ہنڈریل) بھی تھا اور ان سب کے نیچے دو چھتوں کے درمیان (یعنی مسجد النبی کی چھت اور حجرہ مطہرہ کی چھت) ایک کھڑکی ہے لکڑی کی ...

اور مجھ کو مدینہ کے کسی مورخ کے کلام میں نہیں ملا کہ اس نے متولیوں کے تعمیر کردہ اس گنبد پر کسی اور کے تعرض کا ذکر کیا ہو – میں نے الطالع السعيد الجامع إسماء الفضلاء والرواة بأعلى الصعيد میں الكمال إحمد بن البرہان عبد القوی الربعی ناظر قوص کے ترجمہ میں دیکھا کہ اس نے الضریح (یعنی حجرہ کے گرد جالی) پر اس قبہ کو بنایا اور کہا کہ یہ بھلائی کا قصد و ارادہ ہے اور ثواب حاصل کرنا ہے – اس پر بعض نے کہا اس تعمیر میں بے ادبی ہے کہ بڑھئی کا کام کرنے والوں کو حجرہ سے اوپر کیا جائے اور ان کے ہتھوڑے کی آواز بے ادبی ہے ۔کہا اسی سال الكمال إحمد بن البرہان اور لوگوں کا اس پر کلام (بحث و مباحثہ) ہوا اور پھر (مملوک امراء کی طرف سے) حکم ملا کہ الكمال إحمد بن البرہان عبد القوی کو کوڑے لگائے جائیں – الكمال إحمد بن البرہان عبد القوی کو کوڑے لگے۔ پس اس پر بعض کہتے یہ اس بے ادبی کی وجہ سے سب ہوا یا کہتے یہ اس کے عمل کی جزا ہے اور یہ حکم الأمیر علم الدین الشجاعی نے صادر کیا اور انہوں نے الكمال إحمد بن البرہان عبد القوی کا گھر برباد کیا اور گھر پر لگے سنگ مرمر کو اکھاڑ دیا اور اس کے خزانے کو لیا اور کہتے ہیں اب یہ سب مدرسہ المنصوریہ میں ہے

لوگوں نے اعتراض کیا کہ اس قبہ کی تعمیر سے مسجد النبی میں شور ہو گا اور بڑھئی حجرہ کے اوپر چلے

جائیں گے یہ بے ادبی ہے ، لیکن الکمال احمد نے نہیں سنا اور پھر بھی تعمیر کی۔ بعد میں عوامی بحث کو ختم کرنے مملوک حاکم نے اس امیر کو معزول کر دیا اور سزا الگ دی جبکہ یہ سارا عمل ان کے علم میں تھا اور انہوں نے ہونے دیا – افسوس آج لوگ اس گنبد کو سبز رنگ کرنے اس پر چڑھتے ہیں پھر کئی سال تک سال سعودی توسیعی پلان و تعمیرات کی وجہ سے مسجد النبی کی زمین لرزتی رہی ہے

اللہ کا انتباہ آنا اور گنبد کا جلنا

تاریخ سے معلوم ہے کہ مسجد النبی میں اگ لگی اور اس کی چھت جل گئی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے جسد اطہر میں فرقوں کے مطابق ہر وقت روح مطہر موجود ہوتی ہے ان کے اوپر موجود چھت جل رہی تھی لیکن انہوں نے روکا نہیں۔ کیا یہ ان فرقوں کے عقائد کا تضاد نہیں !

وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفیٰ از السمہودی (المتوفی: 911ھ) میں ہے

قال المؤرخون: احترق المسجد النبوي ليلة الجمعة أول شهر رمضان من سنة أربع وخمسين وستمائة في أول الليل،

مورخ کہتے ہیں کہ مسجد النبی میں جمعہ کی رات رمضان کی پہلی رات اگ لگی سن ۶۵۴ ھ میں

قال المؤرخون: ثم دبت النار في السقف بسرعة آخذة قبله، وأعجلت الناس عن إطفائها بعد أن نزل أمير المدينة فاجتمع معه غالب أهل المدينة فلم يقدروا على قطعها، وما كان إلا أقل من القليل حتى استولى الحريق على جميع سقف المسجد الشريف واحترق جميعه حتى لم تبق خشبة واحدة.

،مورخین کہتے ہیں اگ مسجد کی چھت پر پھیل گئی اور اس نے قبلہ کو بھی پکڑ لیا اور لوگوں نے اس کو بجھانے کی جلدی کی .... لیکن اس پر قادر نہ ہوئے سوائے تھوڑے کے اور تمام مسجد کی چھت اس اگ کی لپیٹ میں آ گئی – سب جل گیا حتی کہ ایک لکڑی بھی نہ بچی

غور کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے جھوٹوں نے خبر دی کہ وہ اپنے جسد کو بچانے کے لئے – بادشاہ کے خواب میں آئے لیکن اس لگنے والی اگ کی خبر اب انہوں نے کسی کو پیشگی نہ دی[66]۔

علی حافظ نے ذکر کیا کہ مسجد میں دوسری بار بھی اگ لگی

وقد احترقت المقصورة والقبة في حريق المسجد النبوي الثاني سنة 886 هـ

جس میں مقصورہ اور گنبد بھی جل گیا

مسجد النبی میں اگ ٦٥٤ اور ھ٨٨٦ میں لگی یعنی نور الدین والے واقعہ کے سالوں بعد
پہلی اگ میں صرف چھت جلی لیکن دوسری میں گنبد تک جل گیا افسوس اس کو پھر بھی نہ سمجھا گیا
اور اس پر ایک نیا گنبد بنا دیا گیا

گنبد کو باقی رکھنے کا جواز

کہا جاتا ہے شروع میں وہابی علماء اس گنبد کو گرانا چاہتے تھے کہ بر صغیر کے علماء کا ایک وفد عرب گیا
وہاں بحث میں اس حدیث کو دلیل بنایا گیا

صحيح البخاري: كِتَابُ الحَجِّ (بَابُ فَضْلِ مَكَّةَ وَبُنْيَانِهَا)

صحیح بخاري: کتاب: حج کے مسائل کا بیان (باب: فضائل مکہ اور کعبہ کي بناءکا بیان)

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَخْبَرَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ قَوْمَكِ لَمَّا بَنَوْا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَرُدُّهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَفَعَلْتُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سَمِعَتْ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُرَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ إِلَّا أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبي نے بیان کیا، ان سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے سالم بن عبداللہ نے کہ عبداللہ بن محمد بن ابي بکر نے انہیں خبردي، انہیں عبداللہ بن عمر رضي اللہ عنہما نے خبردي اور انہیں نبي کریم صلي اللہ علیہ وسلم کي پاک بیوي حضرت عائشہ صدیقہ رضي اللہ عنہا نے کہ آنحضور صلي اللہ نے ان سے فرمایا کہ تجھے معلوم ہے جب تیري قوم نے کعبہ کي تعمیر کي تو بنیاد ابراہیم کو چھوڑ دیا تھا میں نے عرض کیا یارسول اللہ ! پھر آپ بنیاد ابراہیم پر اس کو کیوں نہیں بنا دیتے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر تمہاري قوم کا زمانہ کفر سے بالکل نزدیک نہ ہوتا تو میں بے شک ایسا کردیتا عبداللہ بن عمر رضي اللہ عنہما نے کہا کہ اگر عائشہ صدیقہ رضي اللہ عنہا نے یہ بات رسول اللہ صلي اللہ علیہ وسلم سے سني ہے (اور یقینا حضرت عائشہ رضي اللہ عنہ سچي ہیں) تو میں سمجھتا ہو ں یہي وجہ تھي جو نبي صلي

اللہ علیہ وسلم حطیم سے متصل جو دیواروں کے کونے ہیں ان کو نہیں چومتے تھے کیونکہ خانہ کعبہ ابراہیمي بنیادوں پر پورا نہ ہواتھا

صحیح مسلم کی حدیث ہے

حَدَّثَنِى أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ مَخْرَمَةَ ح وَحَدَّثَنِى هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِىُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِى مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِى بَكْرِ بْنِ أَبِى قُحَافَةَ يُحَدِّثُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِىِّ -صلى الله عليه وسلم- أَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ « لَوْلاَ أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُو عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ - أَوْ قَالَ بِكُفْرٍ - لأَنْفَقْتُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ فِى سَبِيلِ اللَّهِ وَلَجَعَلْتُ بَابَهَا بِالأَرْضِ وَلأَدْخَلْتُ فِيهَا مِنَ الْحِجْرِ

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اگر تمہاری قوم عہد جاہلیت کے قریب نہ ہوتی یا کہا کفر کے تو میں کعبہ کا خزانہ اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیتا اور اس کا دروازہ زمین کے پاس کرتا کہ اس میں جانے کے لئے کوئی پتھر (بطور سیڑھی کے) استعمال نہیں کرتا

سند میں عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ (المتوفی ٦٣ ھ واقعہ حرہ) مجہول ہے- صحیح بخاری کی ایک روایت میں سند میں عبد اللہ بن محمد بن ابی بکر الصدیق ہے جن کی متقدمین میں کوئی توثیق نہیں کرتا صرف ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے – راقم کے علم میں ان کی صرف تعمیر کعبہ پر ایک روایت ذخیرہ کتب میں ہے- اس راوی کو مجہول الحال کے درجہ پر رکھنا چاہیے

یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ نے دین میں کچھ عام اصحاب مہاجرین و انصار سے چھپا دیا ہو – پھر خود عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ جس نے یہ کہا کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی کوئی بات چھپا دی اس نے جھوٹ باندھا

وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ كَتَمَ شَيئاً مِمَا أنْزِلَ إِليهِ مِنَ الوَحْيِ فَقَدْ كَذَبَ

اور جس نے یہ کہا کہ جو اپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا الوحي میں سے اس کو چھپا دیا اس نے کذب کہا

راقم تعمیر کعبہ والی روایت کو مبہم قرار دیتا ہے کہ یہ روایت سننے سمجھنے میں راویوں کو کوئی غلطی ہوئی ہے خود عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول اس کے خلاف کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں چھپایا جبکہ روایت کہہ رہی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعمیر کی بات امت پر چھپا دی

تاریخ میں ہے کہ ابن زبیر نے اپنے دور خلافت میں تعمیر کعبہ کو بدلا اگرچہ یہ روایت انہوں نے براہ راست ام المومنین رضی اللہ عنہا سے نہیں سنی تھی[67]

زیارت قبور پر روایات

پہلی روایت :

در مختار میں مطلب فی زِيَارَةِ الْقُبُورِ کے باب میں ہے
رَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ: «أَنَّ النَّبِيَّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – كَانَ يَأْتِي قُبُورَ الشُّهَدَاءِ بِأُحُدٍ عَلَى رَأْسِ كُلِّ حَوْلٍ

تاریخ ابن شبہ میں اس کی سند ہے
قال أَبُو غَسَّانَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عِمْرَانَ ، عَنْ مُوسَى بْنِ يَعْقُوبَ الزَّمْعِيِّ ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ ، " أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِي قُبُورَ الشُّهَدَاءِ بِأُحُدٍ عَلَى رَأْسِ كُلِّ حَوْلٍ ، فيقول : سَلامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ سورة الرعد آية 24 ، قال : وَجَاءَهَا أَبُو بَكْرٍ ، ثُمَّ عُمَرُ ، ثُمَّ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ ، فَلَمَّا قَدِمَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ ، حَاجًّا ، جَاءَهُمْ قال : وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَاجَهَ الشِّعْبَ ، قال : " سَلامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ

عَبَّادِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ کہتا ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے احد کی قبور پر ہر سال کے شروع پر جاتے

اس کی سند میں عباد بن ابی صالح ہے

الذھبی میزان میں کہتے ہیں

قال علي بن المديني: ليس بشئ. کوئی چیز نہیں

وقال ابن حبان: لا يجوز الاحتجاج به إذا انفرد اس کی منفرد روایت سے احتجاج نہ کیا جائے

صحیح مسلم کے مطابق صرف سال وفات میں اپ آخری ایام میں احد کے شہداء کی قبور پر گئے

دوسری روایت :

مالک دار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ قحط

میں مبتلا ہوگئے۔ ایک صحابی نبی کریم ﷺ کی قبر اطہر پر آئے اور عرض کیا۔ یارسول ﷺ آپ اپنی امت کے لئے بارش مانگئے کیونکہ وہ ہلاک ہو گئے۔(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 32002، مکتبہ الرشد، ریاض، سعودی عرب)

حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ مَالِكِ الدَّارِ، قَالَ: وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ عَلَى الطَّعَامِ، قَالَ: أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا، فَأَتَى الرَّجُلَ فِي الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ: " ائْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مُسْتَقِيمُونَ وَقُلْ لَهُ: عَلَيْكَ الْكَيْسُ، عَلَيْكَ الْكَيْسُ "، فَأَتَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ لَا آلُو إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ

الأَعْمَشِ مدلس عن سے روایت کر رہا ہے ضعیف ہے

ابن حجر حسب روایت اپنی ناقص تحقیق فتح الباری میں پیش کرتے ہیں کہتے ہیں یہ روایت صحیح ہے

وروى بن أَبِي شَيْبَةَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ مَالِكٍ الدَّارِيِّ وَكَانَ خَازِنُ عُمَرَ قَالَ أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا فَأَتَى الرَّجُلَ فِي الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ ائْتِ عُمَرَ الْحَدِيثَ وَقَدْ رَوَى سَيْفٌ فِي الْفُتُوحِ أَنَّ الَّذِي رَأَى الْمَنَامَ الْمَذْكُورَ هُوَ بِلَالُ بْنُ الْحَارِثِ الْمُزَنِيُّ أَحَدُ الصَّحَابَةِ وَظَهَرَ بِهَذَا كُلِّهِ مُنَاسَبَةُ التَّرْجَمَةِ لِأَصْلِ هَذِهِ الْقِصَّةِ أَيْضًا وَاللَّهُ الْمُوَفِّقُ

ابن ابی شیبہ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ ... مَالِكٍ الدَّارِيِّ سے روایت ہے کہ دور عمر میں قحط پڑا تو ایک آدمی قبر نبی پر آیا کہا یا رسول اللہ اپنی امت کے لئے بارش طلب کریں کہ وہ ہلاک ہو رہی ہے پس ایک آدمی نے خواب یکھا.

مسند الفاروق میں ابن کثیر اس کو پیش کر کے کہتے ہیں : هذا إسناد جيد قوي اس کی سند اچھی بہت قوی ہے

مالک الدّار ایک مجہول شخص ہے افسوس ابن حجر اور ابن کثیر نے وسیلہ کی بد عقیدتی پھیلا دی ہے۔

البیہقی نے اس کو دلائل النبوۃ 7 / 47 میں باب ما جاؤ في رؤية النبي صلى الله عليه وسلم في المنام ذکر کیا ہے رسول اللہ کو خواب میں دیکھا جا سکتا ہے

کتاب المجالسة وجواہر العلم از اِبو بکر اِحمد بن مروان الدینوری المالکی (المتوفی : 333ھ) کے مطابق

قَالَ أَبُو بَكْرٍ الْمَالِكِيُّ: مَالِكُ الدَّارِ هَذَا هُوَ مَالِكُ بْنُ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، وَسُمِّيَ مَالِكُ الدَّارِ، لِأَنَّ عُمَرَ وَلَّاهُ دَارَ الصَّدَقَةِ

امام بخاری کہتے ہیں مَالِكُ بنُ أَوْسٍ، قَالَ بَعْضُهُم: لَهُ صُحْبَةٌ، وَلاَ يَصِحُّ یہ صحابی نہیں ہے طبقات ابن سعد کے مطابق مالک الدار اصل میں مالک بن عیاض الدار مولی عمر ہیں - ابن ابی حاتم نے الجرح میں اور امام بخاری نے تاریخ الکبیر اس پر سکوت کیا ہے جو مجھول راویوں کے ساتھ کا معاملہ ہے - المنذری (المتوفى: 656ھ) کتاب الترغيب والترهيب من الحديث الشريف میں مالک الدار اور عمر رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت پر لکھتے ہیں: وَمَالك الدَّار لَا أعرفهُ اور مالک الدار کو نہیں جانتا - الهيثمي فی ((مجمع الزوائد)) (3/ 127): مالك الدار لم أعرفه ہیثمی بھی یہی کہتے ہیں۔ نخب الأفكار في تنقيح مباني الأخبار في شرح معاني الآثار از الحنفی بدر الدين العينى (المتوفى: 855ھ) کے مطابق ابن المدینی مالک الدار کو مجھول کہتے ہیں۔ یعنی احناف متقدمین میں یہ مالک الدار مجھول ہے۔

تیسری روایت:

دائود بن صالح سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز مروان آیا اور اس نے دیکھا کہ ایک آدمی حضور نبی کریم ﷺ کی مزارِ انور پر اپنا منہ رکھے ہوئے تو اس (مروان) نے کہا: کیا تو جانتا ہے کہ توکیا کررہا ہے؟ جب مروان اس کی طرف بڑھا تودیکھا وہ صحابی رسول ﷺ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ اور انہوں نے جواب دیا۔ ہاں میں جانتا ہوں۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں ”لم ات الحجر“ میں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، حدیث نمبر 23646، مطبوعہ دارالفکر ، بیروت)

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، قَالَ: أَقْبَلَ مَرْوَانُ يَوْمًا فَوَجَدَ رَجُلًا وَاضِعًا وَجْهَهُ عَلَى الْقَبْرِ، فَقَالَ: أَتَدْرِي مَا تَصْنَعُ؟ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ فَإِذَا هُوَ أَبُو أَيُّوبَ، فَقَالَ: نَعَمْ، جِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ آتِ الْحَجَرَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تَبْكُوا عَلَى الدِّينِ إِذَا وَلِيَهُ أَهْلُهُ، وَلَكِنْ ابْكُوا عَلَيْهِ إِذَا وَلِيَهُ غَيْرُ أَهْلِهِ»

اسکی سند میں داود بن صالح ہے -کتاب إكمال تهذيب الكمال فی إسماء الرجال از مغلطای بن قليج الحنفی (المتوفى: 762ھ) کے مطابق ذكره العقيلي وابن الجاورد في «جملة الضعفاء خرج الحاکم حديثہ فی «المستدرک».

وقال ابن حبان: يروي الموضوعات عن الثقات حتى كأنه متعمد لها.

یہ ضعیف راویوں میں سے ہے- مغلطای حنفی ہیں یہاں بھی متقدمین احناف اس روایت کو ضعیف سمجھتے ہیں

چوتھی روایت

مُوسَى بْن هِلَالٍ الْعَبْدِيّ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي) .

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہوئی

دارقطنی کہتے ہیں موسی بن هلال مجهول ہے

پانچویں روایت

مسند البزار میں ہے

عَبْدُ اللَّهِ بْن إِبْرَاهِيمَ، ثنا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (مَنْ زَارَ قَبْرِي حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي) .
قَالَ الْبَزَّارُ: " عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : لَمْ يُتَابَعْ عَلَى هَذَا، وَإِنَّمَا يُكْتَبُ مَا يَتَفَرَّدُ بِهِ

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری سفارش حلال ہوئی

سند میں عبد الله بن ابراہیم وضاع یعنی حدیث گھڑنے والا ہے-

الذھبی کا قول ہے

طرقه كلها لينة لكن يتقوى بعضها ببعض

اگرچہ یہ طرق کمزور ہیں لیکن ایک دوسرے کو قوی کرتے ہیں

راقم کہتا ہے الذھبی اس کو حسن کے درجہ پر لانا چاہ رہے ہیں جبکہ یہ موضوعات میں سے ہے

مناوی کا فیض القدیر میں قول ہے وبالجملة فقول ابن تيمية موضوع غير صواب

ابن تیمیہ کا ان احادیث کو موضوع کہنا صحیح نہیں ہے

صحیح قول ہے کہ یہ روایات صحت کے درجہ پر نہیں ہیں اور ان کی بنا پر عوام میں زیارت قبر نبی کو حج کا حصہ سمجھا جاتا ہے

چھٹی روایت

ابن عساکر تاریخ الدمشق میں إبراهيم بن محمد بن سليمان بن بلال کے ترجمے میں لکھتے ہیں

إبراهيم بن محمد بن سليمان بن بلال ابن أبي الدرداء الأنصاري صاحب رسول الله (صلى الله عليه وسلم) أبو إسحاق روى عن أبيه روى عنه محمد بن الفيض أنبأنا أبو محمد بن الأكفاني نا عبد العزيز بن أحمد انا تمام بن محمد نا محمد بن سليمان نا محمد بن الفيض نا أبو إسحاق إبراهيم بن محمد بن سليمان بن بلال بن أبي الدرداء حدثني أبي محمد بن سليمان عن أبيه سليمان بن بلال عن أم الدرداء عن أبي الدرداء قال

لما دخل عمر بن الخطاب الجابية سأل بلال أن يقدم الشام ففعل ذلك قال وأخي أبو رويحة الذي أخى بينه وبيني رسول الله (صلى الله عليه وسلم) فنزل داريا في خولان فأقبل هو وأخوه إلى قوم من خولان فقال لهم قد جئناكم خاطبين وقد كنا كافرين فهدانا الله ومملوكين فأعتقنا الله وفقيرين فأغنانا الله فأن تزوجونا فالحمد لله وأن تردونا فلا حول ولا قوة إلا بالله فزوجوهما ثم إن بلالا رأى في منامه النبي (صلى الله عليه وسلم) وهو يقول له (ما هذه الجفوة يا بلال أما ان لك أن تزورني يا بلال فانتبه حزينا وجلا خائفا فركب راحلته وقصد المدينة فأتى قبر النبي (صلى الله عليه وسلم) فجعل يبكي عنده ويمرغ وجهه عليه وأقبل الحسن والحسين فجعل يضمهما ويقبلهما فقالا له يا بلال نشتهي نسمع اذانك الذي كنت تؤذنه لرسول الله (صلى الله عليه وسلم) في السحر ففعل فعلا سطح المسجد فوقف موقفه الذي كان يقف فيه فلما أن قال (الله أكبر الله أكبر ارتجت المدينة فلما أن قال (أشهد أن لا إله إلا الله) زاد تعاجيجها فلما أن قال (أشهد أن محمدا رسول الله) خرج العواتق من خدورهن فقالوا أبعث رسول الله (صلى الله عليه وسلم) فما رئي يوم أكثر باكيا ولا باكية بعد رسول الله (صلى الله عليه وسلم) من ذلك اليوم قال أبو الحسن محمد بن الفيض توفي إبراهيم بن محمد بن سليمان سنة اثنتين وثلاثين ومائتين

ابِي الدرداء فرماتے ہیں کہ جب عمر الجابیہ میں داخل ہوئے تو انھوں نے بلال سے کہا کہ شام آ جائیں پس بلال شام منتقل ہو گئے … پھر بلال نے خواب میں نبی کو دیکھا کہ فرمایا اے بلال یہ کیا بے رخی ہے؟ کیا ہماری ملاقات کا وقت نہیں آیا .. پس بلال قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر گئے اور روئے اور چہرے کو قبر پر رکھا … اس کے بعد حسن و حسین کی فرمائش پر آپ نے اذان بھی دی

بلال بن رباح الحبشی رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات سن ۲۰ ہجری میں ہوئی اور ایک قول تاریخ الاسلام از ذھبی میں ہے- قَالَ يَحْيَىٰ بْن بكير: تُوُفيّ بلال بدمشق فی الطاعون سنة ثمانی عشرة. بلال کی دمشق میں طاعون سے سن ۱۸ ہجری میں وفات ہوئی- الذھبی اپنی کتاب سیر الاعلام ج ۱ ص ۳۵۸ میں اس روایت کو بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں : إِسْنَادُهُ لَيِّنٌ، وَهُوَ مُنْكَرٌ. اس کی اسناد کمزور ہیں اور یہ منکر ہے - ابن حجر لسان المیزان میں اور الذھبی میزان میں راوی أبو إسحاق إبراهيم بن محمد بن سليمان بن بلال پر لکھتے ہیں فيه جهالة - اس کا حال مجهول ہے - ذھبی کتاب تاریخ الاسلام میں اس راوی پر لکھتے ہیں : مجهول، لم يروِ عنه غير محمد بْن الفيض الغسّانيّ مجھول ہے سوائے محمد بْن الفیض الغسّانیّ کے کوئی اس سے روایت نہیں کرتا

قبر نبوی کے حوالے سے غلط عقائد و اعمال

اِنبیاء کی قبور کو چھونا

علماء نے انبیاء کی قبروں کو چھونے کا فتوی دیا اور بعض نے رد کیا- عبد اللہ بن احمد کتاب العلل ومعرفۃ الرجال میں اپنے باپ امام احمد کی رائے پیش کرتے ہیں

سَأَلته عَن الرجل يمس مِنْبَر النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ويتبرك بمسه ويقبله وَيفْعل بالقبر مثل ذَلِك أَو نَحْو هَذَا يُرِيد بذلك التَّقَرُّب إِلَى الله جلّ وَعز فَقَالَ لَا بَأْس بذلك

میں نے باپ سے سوال کیا اس شخص کے بارے میں جو رسول اللہ کا منبر چھوئے اور اس سے تبرک حاصل کرے اور اس کو چومے اور ایسا ہی قبر سے کرے اور اس سے اللہ کا تقرب حاصل کرے پس انہوں نے کہا اس میں کوئی برائی نہیں

غلام مصطفیٰ کتاب وفات النبی میں لکھتے ہیں کہ

قبر نبوی سے توسل وتبرک کی شرعی حیثیت

نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک ہے کیونکہ اس میں آپ ﷺ کا جسدِ اطہر مدفون ہے، متبرک نہیں، کسی صحابیِ رسول، کسی تابعی یا تبع تابعی سے باسند صحیح آپ ﷺ کی قبر مبارک سے تبرک حاصل کرنا ثابت نہیں، بلکہ دین میں غلو ہے، غلو اسلام میں ممنوع ہے، اسی طرح قبرِ نبی کو مَس کرنا اور بوسہ دینا بھی ثابت نہیں، حق دین وہ ہے جو سلف صالحین نے اپنایا، شریعت میں غیر ثابت باتوں کا کوئی اعتبار نہیں۔

غلام مصطفیٰ کتاب وفات النبی میں لکھتے ہیں کہ امام الذھبی نے کتاب معجم الشیوخ میں کہا

''سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ منقول ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو مَس کرنا ناپسند کرتے تھے۔ میں (حافظ ذہبی رحمہ اللہ) یہ کہتا ہوں کہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ناپسند کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسے بے ادبی خیال کرتے تھے، حالانکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے قبرِ نبی کو مَس کرنے اور بوسہ دینے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا، اس روایت کو ان سے ان کے بیٹے عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

الذھبی نے امام احمد کے عمل کو قبول کر لیا اور اس کو فرط جذبات قرار دیا

کیا آپ ثابت بنانی رحمہ اللہ کے عمل کو نہیں دیکھتے کہ وہ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے پھر انہیں اپنے چہرے پر پھیر لیتے اور ساتھ کہتے: یہ وہ ہاتھ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کو چھوا ہے۔

یہ سارے کام ایک مسلمان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت میں افراط کی وجہ سے صادر ہو جاتے ہیں، جبکہ اسے حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے اپنی جان، اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبت کرے۔'' (معجم الشیوخ الکبیر: ۷۳/۱)

صفی الرحمان مبارک پوری کتاب تاریخ مدینہ منورہ میں لکھتے ہیں

یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ کسی کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ روضۂ مطہرہ کو ہاتھ یا جسم لگائے یا بوسہ دے یا طواف کرے کیونکہ یہ چیز صحابہ وتابعین سے ثابت نہیں بلکہ یہ بدعت منکرہ (بعد کی ایجاد) ہے۔ اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی حاجت برآری

اور اہل حدیث ابو یحییٰ نور پوری مضمون روح کی واپسی اور مسئلہ حیات النبی (کتاب وفات النبی از غلام مصطفیٰ ظہیر) میں امام احمد کے عمل پر کہتے ہیں

یہ امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی علمی اور اجتہادی خطا ہے، اس مسئلہ میں سلف صالحین میں سے کوئی ان کا ہم خیال نہیں، خوب یاد رہے کہ ہر ایک کی بات کو قرآن وحدیث اور خیر القرون کے اسلاف پر پیش کیا جائے گا، اگر موافق ہو تو قبول، ورنہ رد کر دی جائے گی، یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے اگر ائمہ اہل سنت میں سے

ابن تیمیہ فتوی دیتے ہیں

اِتَّفَقَ السَّلَفُ عَلى أنّه لا يَسْتَلِمُ قَبْرًا مِنْ قُبُورِ الْأنْبِيَاءِ وَغَيْرِهِمْ، وَلَا يَتَمَسَّحُ بِهِ، وَلَا يُسْتَحَبُّ الصَّلَاةُ عِنْدَه، وَلَا قَصْدُه لِلدُّعَاءِ عِنْدَه أوْ بِه؛ لِأنَّ هٰذِهِ الْأُمُورَ كَانَتْ مِنْ أسْبَابِ الشِّرْكِ وَعِبَادَةِ الْأوْثَانِ

''سلف صالحین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قبریں انبیائے کرام کی ہوں یا عام لوگوں کی، ان کو نہ بوسہ دینا جائز ہے، نہ ان کو (تبرک کی نیت سے) چھونا۔ قبروں کے پاس نماز کی ادائیگی اور دعا کی قبولیت کی غرض سے جانا یا ان قبروں کے وسیلے سے دعا کرنا مستحسن نہیں۔ یہ سارے کام شرک اور بت پرستی کا سبب بنتے ہیں۔''

(مجموع الفتاوی: ۳۱/۲۷)

النووی کتاب **المجموع شرح المهذب** میں کہتے ہیں

لَا يَجُوزُ أَنْ يُطَافَ بِقَبْرِهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُكْرَهُ إلْصَاقُ الظُّهْرِ وَالْبَطْنِ بِجِدَارِ الْقَبْرِ قَالَهُ أَبُو عُبَيْدِ الله الْحَلِيمِيُّ وَغَيْرُهُ قَالُوا وَيُكْرَهُ مَسْحُهُ بِالْيَدِ وَتَقْبِيلُهُ

یہ جائز نہیں کہ قبر صلی اللہ علیہ وسلم کا طواف کیا جائے اور کراہت کی ہے کہ پیٹھ یا پیٹ کو قبر کی دیوار سے لگائے اور أَبُو عُبَيْدِ الله الْحَلِيمِيُّ اور دوسرے کہتے ہیں کہ کراہت کرتے ہیں کہ قبر کو ہاتھ سے مس کیا جائے یا اس کو چوما جائے

مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح از أبو الحسن عبيد الله بن المباركفوری (المتوفى: 1414ھ) لکھتے ہیں

وأما تقبيل قبره - صلى الله عليه وسلم - ومنبره وقبور الصالحين فلم يرد أن أحدًا من الصحابة أو التابعين فعل ذلك، بل قد ورد النهي عنه

جہاں تک قبر النبی کو چومنا اور ان کے منبر کو اور صالحین کی قبور کو تو یہ کسی صحابی و تابعی سے نہیں آیا نہ انہوں نے ایسا کیا ہو بلکہ اس کی نہی وارد ہوئی ہے

مزید لکھا

واتفق الأئمة على أنه لا يتمسح بقبر النبي - صلى الله عليه وسلم - ولا يقبله. وهذا كله محافظة على التوحيد

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ قبر النبی کو نہ چھوا جائے نہ اس کو چوما جائے اور یہ سب توحید کی حفاظت ہے

یزید بن عبد اللہ بن قسیط جو روح لوٹا دینے والی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب کردہ روایت کا راوی ہے کہتا ہے کہ اصحاب رسول منبر رسول کو متبرک جان کر چھوتے تھے - ماہنامہ السنہ میں ابن الحسن محمدی مضمون منسوب آثار کی حقیقت میں اہل حدیث کا موقف پیش کرتے ہیں کہ منبر رسول سے تبرک جائز ہے

منبر رسول ﷺ سے تبرک :

منبر رسول ﷺ مبارک تھا، کیونکہ اسے نبی کریم کے جسد اقدس کا لمس نصیب ہوا تھا۔ صحابہ کرام اس کو چھو کر دُعا کیا کرتے تھے، جیسا کہ:

⊛ یزید بن عبداللہ بن قسیط بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا خَلَا لَهُمُ الْمَسْجِدُ؛ قَامُوا إِلٰى رُمَّانَةِ الْمِنْبَرِ الْقَرْعَاءَ، فَمَسَحُوهَا وَدَعَوْا، قَالَ: وَرَأَيْتُ يَزِيدَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ .

میں نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام کو دیکھا، جب مسجد خالی ہو جاتی تو وہ بوسیدہ

AhleSunnatpk.com

101

منبر کے پاس جا کر اسے ارد گرد سے مس کرتے اور دعا مانگتے، میں نے یزید کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔" (مصنف ابن أبی شیبة : 120/4، الطبقات الکبرٰی لابن سعد : 196/1، وسندہٗ صحیحٌ)

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ عام تبرکات کی طرح یہ معاملہ بھی صرف نبی اکرم ﷺ کے منبر مبارک کے ساتھ خاص تھا۔ کسی نیک بزرگ کے منبر یا بیٹھنے کی جگہ کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

السنة (1)

ماہنامہ السنہ، جہلم شمارہ نمبر 78-73

نومبر 2014 تا اپریل 2015 بمطابق محرم تا جمادیٰ ثانیہ 1436ھ

1۔	تبرکات کی شرعی حیثیت	غلام مصطفٰے ظہیر امن پوری	02
2۔	منسوب آثار کی حقیقت	ابن الحسن محمدی	78
3۔	اسمِ محمد (ﷺ) سے تبرک	ابوعبداللہ صارم	128
4۔	آثار نبویہ سے حصول تبرک	حافظ ابو یحیٰی نور پوری	147
5۔	سلف صالحین کا آثار سے تبرک	غلام مصطفٰے ظہیر امن پوری	175
6۔	قبر نبوی سے تبرک	حافظ ابو یحیٰی نور پوری	187
7۔	انبیا و صلحا سے متعلق بعض عقائد	ابن الحسن محمدی	232
8۔	دست بوسی کی شرعی حیثیت	غلام مصطفٰے ظہیر امن پوری	237
9۔	قدم بوسی کی شرعی حیثیت	ابوعبداللہ صارم	244
10۔	اجسادِ اولیا سے منسوب تبرکات	ابن الحسن محمدی	259
11۔	قبورِ اولیا و صالحین سے تبرک	غلام مصطفٰے ظہیر امن پوری	265
12۔	اولیا و صالحین کی قبور پر مساجد	حافظ ابو یحیٰی نور پوری	289

۱۴۶ ۲۳۶

عجیب بات ہے کہ آثار انبیاء بنی اسرائیل کی تاثیر کا ہی سرے سے انکار کیا گیا ہے

سیدنا موسی و ھارون علیہما السلام کے آثار سے تبرک:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَّأْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيهِ سَكِيْنَةٌ

AhleSunnatpk.com

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوْسٰى وَآلُ هَارُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ (البقرة 2: 248)

''پیغمبر نے اُن سے کہا کہ اُس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک صندوق آئے گا جس کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔اس میں تمہارے رب کی طرف سے تسلی (بخشنے والی چیز) ہوگی اور کچھ اور چیزیں بھی ہوں گی، جو موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) چھوڑ گئے تھے۔اگر تم ایمان رکھتے ہو تو یہ تمہارے لئے ایک بڑی نشانی ہے۔''

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صندوق، جسے فرشتے اٹھا کر بنی اسرائیل کے پاس لائے تھے،اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نشانی تھی۔اس قوم کے لوگ اسے ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے اور اسے دیکھ کر سکون اور راحت حاصل کرتے تھے۔اس صندوق میں کیا تھا؟اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے،کیونکہ یہ غیب کی بات ہے۔قرآن و حدیث نے اس بارے میں ہماری رہنمائی نہیں کی۔اگر اس کو جاننے میں ہمارے لیے کوئی خیر ہوتی،تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے آگاہ فرما دیتے۔

AhleSunnatpk.com

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار سے تبرک جائز ہے کیونکہ محدثین نے اس کو بیان کیا ہے لیکن دیگر انبیاء کے آثار سے تبرک لینا جائز نہیں بلکہ جو قرآن میں آیا ہے اس پر بقول غلام مصطفیٰ

ظہیر (مضمون تبرکات کی شرعی حثیت - السنہ شمارہ) رہنمائی نہیں کی گئی

ابن تیمیہ مجموع الفتاوی ج ۲۷ ص ۲۹ میں لکھتے ہیں کہ امام مالک نے جب امام عطاء کو ہاتھ رکھتے ہوئے دیکھا تو ان سے علم حاصل کرنا بند کر دیا۔

http://alifta.net/Fatawa/FatawaSubjects.aspx?languagename=ur&View=Page&HajjEntryID=0&HajjEntryName=&RamadanEntryID=0&RamadanEntryName=&NodeID=9591&PageID=10588&SectionID=3&SubjectPageTitlesID=34619&MarkIndex=4&0

یہ قصہ ہے کہ امام مالک کو عطاء بن أبي رباح سے سماع کا بہت شوق تھا جب وہ مدینہ آئے اور انہوں نے قبر النبی کو چھوا امام مالک نے ان سے حدیث لینا تک گوارا نہ کیا

ابن تیمیہ نے لکھا ہے

وكره مالك التمسح بالمنبر، كما كرهوا التمسح بالقبر.
فأما اليوم فقد احترق المنبر وما بقيت الرمانة وإنما بقي من المنبر خشبة صغيرة فقد زال ما رخص فيه لأن الأثر المنقول عن ابن عمر وغيره إنما هو التمسح بمقعده.اهـ

اور امام مالک منبر کو مسح کرنے سے کراہت کرتے جس طرح قبر کو چھونے سے کراہت کرتے
پس آج تو منبر جل چکا ہے اور اس کا دستہ بھی باقی نہیں ہے بلکہ منبر کی لکڑی تھوڑی سی باقی ہے پس جو رخصت تھی وہ ختم ہوئی کیونکہ اثر منقول میں ابن عمر سے مروی ہے کہ وہ (منبر پر) بیٹھنے کے مقام کو چھوتے تھے

مصنف ابن أبي شيبة (3|450) میں باب مس منبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ سعید بن المسیب بھی منبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھونے سے کراہت کرتے تھے

لیکن دوسری روایت میں یزید بن عبد الملک بن قسیط بیان کرتا ہے کہ اصحاب رسول کو اس نے دیکھا وہ منبر کو چھوتے اور یزید بن عبد اللہ بھی ایسا کرتا

حدثنا أبو بكر قال نا زيد بن الحباب قال حدثني أبو مودودة قال حدثني يزيد بن عبد الملك بن قسيط قال رأيت نفرا من أصحاب النبي صلى الله عليه و سلم إذا خلا لهم المسجد قاموا إلى رمانة المنبر

القرعا فمسحوها ودعوا قال ورأيت يزيد يفعل ذلك .
يزيد بن عبد الملك بن قسيط نے کہا میں نے اصحاب رسول کی ایک جماعت کو دیکھا جب مسجد سے نکلتے منبر کے پاس جاتے ... اس کو چھوتے اور دعا کرتے اور میں نے یزید کو دیکھا ایسا ہی کرتے

راقم کہتا ہے يزيد بن عبد الملك بن قسيط مجہول ہے اغلبا یہ یزید بن عبد اللہ بن قسیط ہے
العلل ومعرفة الرجال مؤلف: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: 241هـ) المحقق: وصي الله بن محمد عباس ، الناشر: دار الخاني , الرياض، الطبعة: الثانية، 1422 هـ - 201 م ، میں ہے

- سَأَلته عَن الرجل يمس مِنْبَر النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ويتبرك بمسه ويقبله وَيفْعل بالقبر مثل ذَلِك أَو نَحْو هَذَا يُرِيد بذلك التَّقَرُّب إِلَى الله جلّ وَعز فَقَالَ لَا بَأْس بذلك

عبد اللہ نے ذکر کیا کہ ان کے باپ کا موقف تھا کہ قبر کو منبر کو چھونا صحیح ہے - یہ عبد اللہ بن امام احمد کا قول ہے اور اس کی نسبت صحیح ہے کیونکہ یہ کتاب ثابت ہے

حنابلہ میں اس کے خلاف اقوال بھی ہیں

مسائل الامام احمد بن حنبل روایۃ ابن ابی الفضل صالح [203ھ- 266ھ] الناشر: الدار العلمیۃ – الہند میں ہے

وَقَالَ فِي الَّذِي يحجّ الْفَرِيضَة يبْدَأ بِمَكَّة قبل الْمَدِينَة فَإِنِّي لَا أَدْرِي لَعَلَّه يحدث بِهِ شُيْء فِي الَّذِي يدْخل الْمَدِينَة وَلَا يمس الْحَائِط وَيَضَع يَده على الرمانة وَمَوْضِع الَّذِي جلس فِيهِ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَلَا يقبل الْحَائِط وَكَانَ ابْن عمر يمسح النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَكَانَ يتبع آثَار النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَلَا يمر بِموضع صلى فِيهِ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِلَّا صلى حَتَّى مر بشجرة صب النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فِي أَصْلهَا مَاء فصب فِي أَصْلهَا المَاء

امام احمد نے کہا وہ جس پر حج فرض ہے اس کو مکہ سے شروع کرنا چاہیے، مدینہ سے پہلے ، میں نہیں جانتا کہ اس حوالے سے کچھ روایت کیا گیا ہو – جو (حاجی پہلے) مدینہ جائے وہ (حجرہ عائشہ کی) دیوار کو نہ چھوئے اور منبر پر بیٹھنے کے مقام کو جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے تھے نہ چھوئے ، اور دیوار کا بوسہ بھی نہ لے-

ابن عمر اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کلام محذوف) کو مسح کرتے تھے اور تمام اثار النبی تک جاتے اور کسی مقام پر نہ گزرتے جہاں نبی نے نماز پڑھی ہو الا یہ کہ خود بھی نماز پڑھتے ، یہاں

تک کہ اس درخت تک گئے جس کو نبی نے پانی دیا تھا تو انہوں نے بھی اس درخت کی جڑ میں پانی اس میں ڈالا

ان الفاظ میں کسی نے یہ غائب کر دیا ہے کہ ابن عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ------ کو چھوتے تھے کچھ محذوف معلوم ہوتا ہے اغلباً قبر مراد تھی

كتاب الفروع ومعه تصحيح الفروع لعلاء الدين علي بن سليمان المرداوي مؤلف: محمد بن مفلح بن محمد بن مفرج، أبو عبد الله، شمس الدين المقدسي الرامينى ثم الصالحي الحنبلي (المتوفى: 763هـ)

قَالَ أَحْمَدُ: أَهْلُ الْعِلْمِ كَانُوا لَا يَمَسُّونَهُ,

احمد نے کہا اہل علم اس کو نہیں چھوتے

لیکن اس کی سند نہیں ہے

اس کا ذکر الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف (المطبوع مع المقنع والشرح الكبير) مؤلف: علاء الدين أبو الحسن علي بن سليمان بن أحمد المَرْداوي (المتوفى: 885هـ) میں بھی ہے یہاں بھی سند نہیں ہے-

الصَّارِمُ المُنْكِي فِي الرَّدِّ عَلَى السُّبْكِي مؤلف: شمس الدين محمد بن أحمد بن عبد الهادي الحنبلي (المتوفى: 744هـ) میں ہے

قال أبو بكر الأثرم: قلت لأبي عبد الله يعني الإمام أحمد بن حنبل، قبل النبي صلى الله عليه وسلم يلمس ويتمسح به؟ قال: ما أعرف هذا قلت له فالمنبر؟ قال: أما المنبر فنعم، قد جاء فيه، قال أبو عبد الله: شيء يروونه عن ابن أبي فديك عن ابن أبي ذئب، عن ابن عمر أنه مسح على المنبر

ابو بکر الاثرم: نے امام احمد سے کہا کہ قبر نبی کو چھو لیں یا مسح کر لیں ؟ احمد نے کہا میں اس کو نہیں جانتا - میں نے کہا منبر کو تو کہا جہاں تک منبر ہے تو ہاں چھو سکتے ہیں پس اس پر روایت ہے جس کو ابن أبي فديك عن ابن أبي ذئب، عن ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ ابن عمر نے منبر کو مسح کیا

اس کی سند نہیں ہے - ابو بکر الاثرم ، امام احمد کے شاگرد تھے اور سوالات ابي بكر أحمد بن محمد بن هانئ الأثرم أبا عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل میں یہ قول غائب ہے

لب لباب ہے کہ وہ اقوال جن میں ہے کہ قبر اور منبر کو چھو لو ان کی سند صحیح ہے وہ اقوال جن میں قبر کو چھونے کی ممانعت ہے ان کی سرے سے سند ہی نہیں ہے

صحیح عقیدہ ہے : انبیاء کی قبور کو چھونا صحیح نہیں بدعت ہے- لوگ سجدے نہ کریں اس خوف کے پیش نظر اصحاب رسول نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو حجرہ عائشہ میں چھپا دیا گیا کہ اس تک

رسائی نہ ہو سکے یہ صحیح میں امام بخاری نے روایت کیا ہے- قبر تک رسائی کسی صحابی نے نہیں کی کہ اس کو چھوا ہو – یاد رہے کہ قبر اصلی حالت میں صرف مٹی کی ہے اس کو چھونے کی صورت میں اس کی مٹی ہاتھوں پر لگ کر ہٹتی رہے گی

انبیاء کی قبور کی زیارت کرتے وقت کیا عقیدہ رکھا جائے؟

امام احمد کا قول ہے

كان يقول إن الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون وأن الميت يعلم بزائره يوم الجمعة بعد طلوع الفجر وقبل طلوع الشمس

وہ (امام احمد) کہا کرتے تھے کہ بے شک انبیاء قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں اور میت زائر کو پہچانتی ہے جمعہ کے دن، فجر کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے

(بحوالہ کتاب فیہ اعتقاد الامام إبي عبدالله احمد بن حنبل – المؤلف : عبد الواحد بن عبد العزیز بن الحارث التمیمی الناشر : دار المعرفة – بیروت)

امام احمد کا یہ قول حنابلہ میں مشہور چلا آ رہا ہے – حنبلی امام **منصور بن يونس بن صلاح الدين ابن حسن بن إدريس البهوتى الحنبلى (المتوفى: 1051ھ)** کتاب **كشاف القناع عن متن الإقناع** میں لکھتے ہیں[68]

وَيَعْرِفُ الْمَيّتُ زَائِرَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ قَالَهُ أَحْمَدُ.

اور میت زائر کو پہچانتی ہے جمعہ کے دن سورج طلوع ہونے سے قبل امام احمد نے کہا

أحمد بن عبد الله بن أحمد البعلي (1108 - 1189 هـ) كتاب الروض الندي شرح كافي المبتدي - في فقه إمام السنة أحمد بن حنبل الشيباني رضي الله عنه میں کہتے ہیں

ويعرف زائره يوم الجمعة قبل طلوع الشمس

اور میت زائر کو پہچانتی ہے جمعہ کے دن سورج طلوع ہونے سے قبل

دیو بندی مولوی محمد الیاس گھمن کتاب فرقہ مماتیت کا تحقیقی جائزہ میں رشید احمد گنگوھی اور خلیل احمد کا عقیدہ لکھتے ہیں

حضرت گنگوہی کا حوالہ:

قطب الاقطاب فقیہہ وقت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (م1322ھ)فرماتے ہیں:

"اور بہت پکار کر نہ بولے، بلکہ آہستہ خضوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے اور جس کا سلام کہنا ہو عرض کرے: "السلام علیك یا رسول الله من فلان بن فلان یستشفع بك الی ربك" (اے اللہ کے رسول! آپ کو فلاں بن فلاں کی طرف سے سلام قبول ہو، وہ شخص آپ سے درخواست کر رہا تھا کہ آپ اس کے لیے رب سے سفارش کریں) (تالیفات رشیدیہ:ص650زبدۃ المناسک)

حضرت سہارنپوری کا حوالہ:

شارح ابوداؤد فخر المتکلمین مولانا خلیل احمد سہارنپوری (م1346ھ) فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں اور ایسی آواز سے سلام کرنا بے ادبی اور آپ کی ایذاء کا سبب ہے۔ لہذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہیے۔ مسجد نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں۔" (تذکرۃ الخلیل:ص370)

دیو بندی مولوی محمد الیاس گھمن کتاب فرقہ مماتیت کا تحقیقی جائزہ میں فتاوی عالمگیری کے حوالے سے لکھتے ہیں

21: سلطان اورنگ زیب عالمگیر:

سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ (م1118ھ) کے حکم سے تقریباً پانچ سو علماء کرام کی مستند جماعت کے مرتب کردہ فتاویٰ عالمگیری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضری کے آداب کے بیان میں یہ بات درج ہے:

ویبلغه سلام من أوصاه فیقول السلام علیك یا رسول الله من فلان بن فلان یستشفع بك إلى ربك فاشفع له ولجمیع المسلمین

(عالمگیری ج1ص292 کتاب المناسک، باب النذر بالحج)

ترجمہ: اگر کسی نے اس (زائر) کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام کہنے کی درخواست کی ہو تو یہ (زائر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا سلام بھی عرض کرے اور یوں کہے: "یارسول اللہ! فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ کی خدمت میں سلام ہوں اور وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی بناتا ہے، لہذا آپ اس کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے شفاعت کریں۔"

معلوم ہوا کہ دیو بندیوں کے نزدیک قبر النبی کی زیارت کا مقصد سفارش کرانا ہے

صحیح عقیدہ یہ رکھا جائے کہ انبیاء بھی فانی ہیں اور ان کی قبروں کو دیکھ کر موت کو یاد کیا جائے یہی صحیح حدیث میں آیا ہے نہ کہ ان کو زندہ متصور کیا جائے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر سے اذان دینا

غلام مصطفیٰ کتاب وفات النبی میں لکھتے ہیں

قبر رسول ﷺ سے اذان کی آواز

بعض لوگ یہ بیان کرتے سنائی دیتے ہیں کہ سانحۂ حرہ (63ھ) کے دوران نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک سے اذان سنائی دیتی رہی۔ کسی بھی واقعے، حادثے یا سانحے کی صحت وسقم کا پتہ اس کی سند سے لگایا جا سکتا ہے۔ محدثین کرام رحمہم اللہ پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، انہوں نے قرآن وسنت کی روشنی میں سند کی پرکھ کے لیے مبنی بر انصاف قوانین وضع کیے، پھر راویانِ اسانید کے کوائف بھی سپرد کتب کر دیئے۔ ذخیرۂ روایات کی جانچ کا یہ انداز اسلامی ورثے کا امتیازی پہلو ہے۔ دیگر مذاہب میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

قبر نبوی سے اذان کی آواز آنے کے بارے میں دنیا جہان میں یہی چار سندیں ہیں، جن کا حال آپ نے ملاحظہ فرمالیا ہے۔ دین کی بنیاد سند پر ہے، جب کسی قصے کہانی کی سندیں جھوٹی اور ناقابل اعتبار ہوں تو اس کو بیان کرنا جھوٹ کو رواج دینے کی کوشش ہے۔ بعض لوگ جھوٹی سندوں پر مبنی روایات سے اپنے عقائد اخذ

کرتے ہیں۔ملاحظہ فرمائیں:

مشہور فلسفی، جناب ظفر احمد عثمانی، دیوبندی (م:1369ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ، ۔۔۔، وَإِنَّهُ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ

''بلاشبہ نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں ۔۔۔،اور آپ اپنی قبر مبارک میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔''(فتح الملهم : ۴۱۹/۳)

قبر مبارک میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھنے کا نظریہ قطعی طور پر ثابت نہیں۔قبر نبوی سے اذان والی روایات کی حقیقت آپ نے ملاحظہ کر ہی لی ہے۔خواہ مخواہ نبی اکرم ﷺ کے متعلق مبالغہ آمیزی پرمبنی عقیدہ گھڑ لیا گیا ہے۔

اہل حدیث کے مطابق جو علماء اس کے قائل ہیں کہ قبر سے اذان کی آواز آئی وہ فلسفی جیسے ہیں اور وہ جھوٹی روایت سے عقائد اخذ کرتے ہیں - ابن تیمیہ نے یہ عقیدہ اختیار کیا کہ قبر نبوی سے اذان بھی دی گئی- چنانچہ ایک مخدوش السند روایت سے انہوں نے استدلال کیا کہ ایام حرہ میں شامیوں کی لشکر کشی کی وجہ سے مسجد خالی ہو گئی یہاں تک کہ اذان کی آواز قبر رسول سے اتی

ابن تیمیہ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی قبرمیں زندہ ہیں - وہ اپنی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم مخالفة أصحاب الجحیم میں لکھتے ہیں

وكان سعيد بن المسيب في أيام الحرة يسمع الأذان من قبر رسول الله صلى الله عليه و سلم في أوقات الصلوات وكان المسجد قد خلا فلم يبقى غيره

اور سعید بن المسیب ایام الحرہ میں اوقات نماز قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان کی آواز سن کر معلوم کرتے تھے اور مسجد (النبی) میں کوئی نہ تھا اور وہ بالکل خالی تھی

یہ بات صحیح ہے کہ روایت صحیح نہیں اور یہ عقیدہ رکھنا کہ قبر سے اذان دی جاتی ہے البتہ کیا اہل حدیث یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ قبر میں نماز پڑھی جاتی ہے ؟

صفدر کتاب تسکین الصدور میں کہتے ہیں

پہلے صحیح روایت عرض کی جاچکی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں اور منفرد کی کامل نماز تو وہی ہوتی ہے جو اذان و اقامت سے ہو لہذا اذان و اقامت خود نماز

ابن تیمیہ فتوی دیتے ہیں بحوالہ **المستدرك على مجموع فتاوى شيخ الإسلام ج ١ ص ١٠١ پر**

والأنبياء أحياء في قبورهم، وقد يصلون

اور انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور بے شک نماز پڑھتے ہیں

انبیاء کے اجسام کا باقی رہنا قیامت تک ممکن نہیں – قیامت برپا ہو گی تو کیا انبیاء زندہ ہوں گے ؟ ان کے اجسام پر پہاڑ چلیں گے؟ ؟

صحیح عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء موت سے ہم کنار ہونے ان کے اجسام باقی نہیں صحیح حدیث میں ہے ہر ابن آدم کو مٹی کھا جائے گی

زیارت قبر النبی پر آداب

امام النووی ساتویں صدی کے محدث ہیں۔ انہوں نے صحیح مسلم کی شرح لکھی ہے، اس کے علاوہ ریاض الصالحین کے نام سے ان کی ایک کتاب مشہور ہے جس میں صحیح و ضعیف روایات کو ملا جلا کر مختلف عنوانات کے تحت لکھا گیا ہے۔ اسی طرح ان کا فقہ شافعی پر بھی کام ہے۔ اپنی فقہ سے متعلق کتاب میں نووی نے زیارت قبر نبوی کے آداب لکھے ہیں، جن کو پڑھ کر آج بھی زیارت حج و عمرہ اور مدینہ کی کتب ترتیب دی جاتی ہیں۔

امام النووی قبر کے پاس سماع کے قائل تھے کتاب **کتاب المجموع شرح المهذب** میں لکھتے ہیں

قَالَ قَالَ رَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إلَّا رَدَّ الله عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ) رَوَاهُ أَبُو دَاوُد بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کوئی نہیں کہ مجھے سلام کہے اور اللہ میری روح نہ لوٹا دے یہاں تک کہ میں سلام پلٹ کر کہوں ۔ اس کو ابو داود نے صحیح اسناد سے روایت کیا ہے

جیسا کہ ثابت ہوا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں لیکن امام النووی اسی کی بنیاد پر قبر کے پاس درود و سلام کے قائل تھے ۔ امام نووی المتوفی: 676ھ کتاب المجموع شرح المهذب میں لکھتے ہیں

ثُمَّ يَأْتِي الْقَبْرَ الْكَرِيمَ فَيَسْتَدْبِرُ الْقِبْلَةَ وَيَسْتَقْبِلُ جِدَارَ الْقَبْرِ وَيُبْعِدُ مِنْ رَأْسِ الْقَبْرِ نَحْوَ أَرْبَعِ أَذْرُعٍ وَيُجْعَلُ الْقِنْدِيلَ الَّذِي فِي الْقِبْلَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ عَلَى رَأْسِهِ وَيَقِفُ نَاظِرًا إلَى أَسْفَلِ مَا يَسْتَقْبِلُهُ مِنْ جِدَارِ الْقَبْرِ غَاضَّ الطَّرْفِ فِي مَقَامِ الْهَيْبَةِ وَالْأَجْلَالِ فَارِغَ الْقَلْبِ مِنْ عَلَائِقِ الدُّنْيَا مُسْتَحْضِرًا فِي قَلْبِهِ جَلَالَةَ مَوْقِفِهِ وَمَنْزِلَةَ مَنْ هُوَ بِحَضْرَتِهِ ثُمَّ يُسَلِّمُ وَلَا يَرْفَعُ صَوْتَهُ بَلْ يَقْصِدُ فَيَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْك يَا رَسُولَ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْك يَا نَبِيَّ الله السَّلَامُ عَلَيْك يَا خِيرَةَ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْك يا حبيب الله السلام عيك يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ السَّلَامُ عَلَيْك يَا خَيْرَ الْخَلَائِقِ أَجْمَعِينَ السَّلَامُ عَلَيْك وَعَلَى آلِكَ وَأَهْلِ بَيْتِك وَأَزْوَاجِك وَأَصْحَابِك أَجْمَعِينَ السَّلَامُ عليك وعلي سائر النبيين وجميع عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ جزاك الله يَا رَسُولَ الله عَنَّا أَفْضَلَ مَا جزَى نَبِيًّا وَرَسُولًا عَنْ أُمَّتِهِ وَصَلَّى عَلَيْك كُلَّمَا ذَكَرَك ذَاكِرٌ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِك غَافِلٌ أَفْضَلَ وَأَكْمَلَ مَا صَلَّى عَلَى أَحَدٍ مِنْ الْخَلْقِ أَجْمَعِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إلَهَ إلَّا الله وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّك عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَخِيرَتُهُ مِنْ خَلْقِهِ وَأَشْهَدُ أَنَّك بَلَّغْت الرِّسَالَةَ وَأَدَّيْت الْأَمَانَةَ وَنَصَحْت الْأُمَّةَ وَجَاهَدْت فِي الله حَقَّ جِهَادِهِ اللَّهُمَّ آتِهِ الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ وَآتِهِ نِهَايَةَ مَا يَنْبَغِي أَنْ يَسْأَلَهُ السَّائِلُونَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ

كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ وَمَنْ طَالَ عَلَيْهِ هَذَا كُلُّهُ اقْتَصَرَ عَلَى بَعْضِهِ وَأَقَلُّهُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رسول الله صلى الله عليك وَسَلَّمَ

پھر قبر کریم کے پاس آئے، قبلہ پیٹھ کی جانب رکھے اور سامنے قبر کی دیوار کو اور قبر کی اٹھان سے چار ہاتھ دور رہے اور قندیل جو قبلہ کی طرف ہے وہ سر پر ہو اور نظر نیچے رکھے قبر کے پاس اور نظر مقام ہیبت و جلال سے نیچے ہو اور دل دنیا و مافیہا سے دور اپنے قلب میں اس مقام کی جلالت کو حاضر رکھتے ہوئے اور....، پھر سلام کرے اور آواز بلند نہ ہو بلکہ دھیمی ہو، پس کہے

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ الله
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ الله
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خِيرَةَ الله
السَّلَامُ عَلَيْكَ يا حبيب الله
السلام عيك يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ الْخَلَائِقِ أَجْمَعِينَ
السَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى آلِكَ وَأَهْلِ بَيْتِكَ وَأَزْوَاجِكَ وَأَصْحَابِكَ أَجْمَعِينَ
السَّلَامُ عليك وعلى سائر النبيين وجميع عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ
جَزَاكَ الله يَا رَسُولَ الله عَنَّا أَفْضَلَ مَا جَزَى نَبِيًّا وَرَسُولًا عَنْ أُمَّتِهِ
وَصَلَّى عَلَيْكَ كُلَّمَا ذَكَرَكَ ذَاكِرٌ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ غَافِلٌ
أَفْضَلَ وَأَكْمَلَ مَا صَلَّى عَلَى أَحَدٍ مِنْ الْخَلْقِ أَجْمَعِينَ
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا الله وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
وَخِيرَتُهُ مِنْ خَلْقِهِ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَأَدَّيْتَ الْأَمَانَةَ
وَنَصَحْتَ الْأُمَّةَ وَجَاهَدْتَ فِي الله حَقَّ جِهَادِهِ
اللَّهُمَّ آتِهِ الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ وَآتِهِ نِهَايَةَ مَا يَنْبَغِي أَنْ يَسْأَلَهُ السَّائِلُونَ
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ
وَمَنْ طَالَ عَلَيْهِ هَذَا كُلُّهُ اقْتَصَرَ عَلَى بَعْضِهِ وَأَقَلُّهُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رسول الله صلى الله عليك وَسَلَّمَ

اس کے بعد امام النووی کہتے ہیں کہ ابو بکر اور عمر پر بھی سلام پڑھے

فَيَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ صَفِيَّ رَسُولِ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَانِيَهُ فِي الْغَارِ
جَزَاكَ الله عَنْ أُمَّةِ رَسُولِ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا
ثُمَّ يَتَأَخَّرُ إِلَى صَوْبِ يَمِينِهِ قَدْرَ ذِرَاعٍ لِلسَّلَامِ عَلَى عُمَرَ رَضِيَ الله عَنْهُ وَيَقُولُ

السَّلَامُ عَلَيْك يَا عُمَرُ الَّذِي أَعَزَّ الله بِهِ الْإِسْلَامَ جزاك الله عَنْ أُمَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّىالله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا

اس کے بعد امام النووی کہتے ہیں

ثُمَّ يَرْجِعُ إلَى مَوْقِفِهِ الْأَوَّلِ قُبَالَةَ وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَتَوَسَّلُ بِهِ فِي حَقِّ نَفْسِهِ وَيَسْتَشْفِعُ بِهِ إلَى رَبِّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى وَمِنْ أَحْسَنِ مَا يَقُولُ مَا حَكَاهُ الْمَاوَرْدِيُّ وَالْقَاضِي أَبُو الطَّيِّبِ وَسَائِرُ أَصْحَابِنَا عَنْ الْعُتْبِيِّ مُسْتَحْسِنِينَ لَهُ قَالَ (كُنْت جَالِسًا عِنْدَ قَبْرِ رَسُولِ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْك يَا رَسُولَ الله سَمِعْت الله يَقُولُ (وَلَوْ أَنَّهُمْ إذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوك فَاسْتَغْفَرُوا الله وَاسْتَغْفَرَ لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما) وَقَدْ جِئْتُك مُسْتَغْفِرًا مِنْ ذَنْبِي مُسْتَشْفِعًا بِك إلَى رَبِّي ثُمَّ أَنْشَأَ يَقُولُ

* يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنْت بِالْقَاعِ أَعْظَمُهُ
* فَطَابَ مِنْ طِيبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْأَكَمُ نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ أَنْتَ سَاكِنُهُ
* فِيهِ الْعَفَافُ وَفِيهِ الْجُودُ وَالْكَرَمُ ثُمَّ انْصَرَف فَحَمَلَتْنِي عَيْنَايَ

فَرَأَيْت النَّبِيَّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ فَقَالَ يَا عُتْبِيُّ الْحَقْ الْأَعْرَابِيَّ فَبَشِّرْهُ بِأَنَّ الله تَعَالَى قَدْ غَفَرَ لَهُ

پھر سلام کے بعد واپس جائے اول موقف پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہو اور ان سے توسل کرے اپنے لئے اور ان کی شفاعت کے ذریعہ اپنے رب اللہ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى سے طلب کرے- اور اور کیا خوب الْمَاوَرْدِيُّ اور وَالْقَاضِي أَبُو الطَّيِّبِ اور ہمارے تمام اصحاب .. نے حکایت نقل کی ہے کہ میں قبر رسول کے پاس بیٹھا تھا پس ایک اعرابي آیا اور کہا السَّلَامُ عَلَيْك يَا رَسُولَ الله، اللہ کا کہا سنا وَلَوْ أَنَّهُمْ إذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوك فَاسْتَغْفَرُوا الله وَاسْتَغْفَرَ لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما، پس میں آیا ہوں مغفرت مانگتے ہوئے اپنے گناہوں سے اپنے رب کے حضور پس اس نے اشعار کہے

اے بہترین انسان کہ جس کا پیکر اس سرزمین میں دفن ہے اور جس کے عطر و خوشبو سے اس سرزمین کی بلندی اور پستی معطر ہو گئی ہے، میری جان ایسی زمین پر قربان کہ جسے آپ نے انتخاب کیا اور اس میں عفت و جود وکرم پوشیدہ ہوگیا ہے۔

پس نبي صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا انہوں نے فرمایا اللہ نے تجھے بخش دیا

افسوس اس روایت کو النووی نے صحیح مان لیا جبکہ اس کی سند سخت ضعیف ہے اسی طرح ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر میں سورہ النساء میں نقل کر دیا ہے جو گمراہی پھیلا رہا ہے ابن کثیر لکھتے ہیں

وَقَدْ ذَكَرَ جَمَاعَةٌ مِنْهُمِ الشَّيْخُ أَبُو نَصْرِ بْنُ الصَّبَّاغِ فِي كِتَابِهِ الشَّامِلِ الْحِكَايَةَ الْمَشْهُورَةَ عَنِ الْعُتْبِيِّ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ قَبْرِ

النَّبِيِّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ الله، سَمِعْتُ الله يَقُولُ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جاؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا الله وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا الله تَوَّاباً رَحِياً وَقَدْ جِئْتُكَ مُسْتَغْفِرًا لِذَنْبِي مُسْتَشْفِعًا بك إلى ربي. ثم أنشأ يقول: [البسيط] يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ أَعْظُمُهُ ... فَطَابَ مِنْ طِيبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْأَكَمُ

نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ أَنْتَ سَاكِنُهُ ... فِيهِ الْعَفَافُ وَفِيهِ الْجُودُ وَالْكَرَمُ

ثُمَّ انْصَرَفَ الْأَعْرَابِيُّ، فَغَلَبَتْنِي عَيْنِي فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ، فَقَالَ يَا عُتْبِيُّ، الْحَقِ الْأَعْرَابِيَّ فَبَشِّرْهُ أَنَّ الله قَدْ غَفَرَ لَهُ» .

بعض بزرگان مانند شیخ ابو نصر صباغ نے اس مشہور داستان کو عتبی سے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں : میں قبر پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی داخل ہوا اور کہا: ”السلام علیک یا رسول الله

ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ نے اس روایت کو رد کیا

اسی طرح اصحاب قبور سے توسل کی تائید میں بعض اور روایات بھی لائی جاتی ہیں لیکن یہ ساری روایتیں بے اصل اور بناوٹی ہیں
(ا) پہلی روایت :- جاء اعرابی الی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمی بنفسہ علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال جئت لتستغفر لی فنودی من القبر انہ قد غفر لک۔

ترجمہ: ایک بدو قبر نبوی ﷺ کے پاس آیا، اور اپنے آپ کو قبر پر گرا دیا اور کہا کہ میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ میرے لئے استغفار کریں۔ پس قبر نبوی ﷺ سے آواز آئی کہ تجھے معاف کر دیا گیا۔ یہ روایت بالکل موضوع ہے۔ اس میں ایک راوی ہیثم بن عدی طائی ہے جسے محدثین نے کذاب اور وضاع (جھوٹا اور روایتیں گھڑنے والا) کہا ہے۔ یحیی ابن معین کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے جھوٹی روایتیں بنایا کرتا تھا۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے۔ (لسان المیزان۔ جلد ۶ صفحہ ۲۰۹)

موطأ مالک بروایة محمد بن الحسن الشیبانی میں ہے

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ «كَانَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا، أَوْ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ جَاءَ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّى عَلَيْهِ، وَدَعَا ثُمَّ انْصَرَفَ» .
قَالَ مُحَمَّدٌ: هَكَذَا يَنْبَغِي أَنْ يَفْعَلَهُ إِذَا قَدِمَ الْمَدِينَةَ يَأْتِي قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عبد اللہ بن دینار المتوفی ۱۲۷ ھ نے کہا کہ ابن عمر جب سفر کا ارادہ کرتے اور سفر سے اتے تو قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک جاتے اور وہاں درود پڑھتے اور دعا کرتے پھر جاتے

امام محمد نے کہا : اس طرح یہ ہونا چاہیے کہ جب وہ مدینہ جاتے ہوں کہ قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آتے ہوں

امام محمد نے ایسا کہا کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ مدینہ سے مکہ منتقل ہو گئے تھے - موطا کی اور اسناد عن: معن والقعنبي، وابن بكير، وأبي مصعب. وقال ابن وہب میں ہے ثم يدعو لأبي بكر وعمر

پھر ابن عمر رضی اللہ عنہ ، ابو بکر اور عمر کے لئے دعا کرتے

یہ عمل تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں تھا صرف ابن عمر رضی اللہ عنہ کا تھا کیونکہ والد کی قبر کی زیارت کی جا سکتی ہے –

کیا یہ زیارت ملاقات ہے ؟ نہیں یہ تو دعا ہے جس کی ضرورت ابن عمر کے مطابق شیخین کو ہے لہذا زیارت جو بریلوی فرقہ کے ذہن میں ہے وہ اس روایت نہیں ہے جس میں اہل قبور سے فیض لیا جاتا ہے ان سے بپتائیں بیان کی جاتی ہیں الٹا یہاں تو ان کے لئے دعا کی جا رہی ہے جو شریعت میں معلوم ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہم درود و سلام پڑھتے ہیں تو اس کا مقصد سنانا نہیں لہذا خاص قبر پر جا کر اس کو کرنا جمہور اصحاب رسول کا عمل نہیں - اور یہ عقیدہ کسی صورت نہ رکھا جائے کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم یا شیخین اس درود و سلام کو سن رہے ہیں

بعد حج زیارت قبر النبی کے دلائل

حج کے بعد قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر زیارت کے لئے جانا امت میں ایک اختلافی مسئلہ رہا ہے – اس میں صواب رائے یہ ہے کہ اس کا ارکان حج سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ایسا کوئی حکم نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے بلکہ اس کی بیشتر روایات عباسی دور خلافت کی ایجاد و گھڑنت ہیں کتاب الموضوعات (گھڑی ہوئی احادیث) از ابن الجوزی (المتوفى: 597ھ)، بَاب ذمّ من حج ولم يزر رَسُول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ باب کہ اس کی قدح کا ذکر جس نے حج کیا اور زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ کی میں ہے

أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْبَاقِي الْبَزَّارُ أَنْبَأَنَا الْحَسَنُ بْنُ على عَن الدَّارقطني عَن أبي حَاتِم بن حبان حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ شِبْلٍ حَدَّثَنِي جَدِّي عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " من حَجَّ الْبَيْتَ وَلَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي ".

مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ شِبْلٍ نے اپنے دادا سے انہوں نے امام مالک سے انہوں ہے نافع سے انہوں نے ابن عمر سے روایت کیا کہ قال رسول اللہ : جس نے حج بیت اللہ کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ سے روگردانی و جفا کی

قَالَ ابْنُ حِبَّانَ: " النُّعْمَان يَأْتِي عَن الثقاة بالطامات.
وَقَالَ الدَّارَقُطْنِيّ: الطعْن فِي هَذَا الحَدِيث من مُحَمَّد بْن مُحَمَّد لَا من النُّعْمَان.

الصَّارِمُ المُنْكِي فی الرَّدِّ عَلَى السُّبْكِي از شمس الدين محمد بن أحمد بن عبد الهادی الحنبلی (المتوفى: 744ھ) میں ہے

فالذي حكيناه من كلام الدارقطني هو الإنكار لا التضعيف، فيحصل من هذا إبطال الحكم عليه بالوضع،

جو کلام دارقطنی کا اس راوی پر نقل کیا گیا ہے وہ انکار اس کو ضعیف کہنے پر نہیں بلکہ اس کا حاصل یہ ہے

کہ یہ گھڑتا ہے

ابن حجر نے لسان المیزان میں ذکر کیا کہ دارقطنی نے اس کا ذکر حدیث منکر کے طور پر کیا ہے

وقال ابن حجر: وقد أخرج الدَّارَقُطْنِيّ في «غرائب مالك» أحاديث من طريق ابن شبل مُحَمَّد بن مُحَمَّد بن النعمان بن شبل البصرى حدثنا جدي، حدثنا مالك، واستنكرها.

اس کی حدیث کا انکار کیا جاتا ہے

راقم کہتا ہے ایسا راوی جو مسلسل منکرات بیان کرتا ہو اس کا درجہ منکر الحدیث کا ہو جاتا ہے اور یہاں محمد بن محمد بن نعمان کا یہی حال ہے۔ عثمانی صاحب نے یہ مزار یہ میلے میں ذکر کیا

(۴) اِس سلسلہ کی چوتھی روایت یوں ہے:۔

حدثنا ابو عبد الله الايلى وعبد الباقى قالا حدثنا محمد بن محمد بن النعمان ابن شبل حدثنا جدى حدثنا مالك عن نافع عن ابن عمرؓ عن النبى صلى الله عليه وسلم قال من حج البيت ولم يزرنى فقد جفانى۔ (رواه الدارقطنى)

وقال تفرد به هٰذا الشيخ (محمَّد بن محمَّد النعمان ابن شبل وَهُوَ مُنْكَر۔

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے حج کیا اور پھر میری زیارت نہ کی تو اُس نے مجھ پر ظلم کیا۔ امام الدارقطنی نے اس کو روایت کرنے کے بعد کہا کہ اس میں ایک شیخ محمد بن محمد بن النعمان ابن شبل کا تفرد ہے اور وہ منکر الحدیث ہے۔ امام ابن جوزی کہتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے۔ (میزان الاعتدال۔ جلد ۳۔ صـ۱۲۹)

امین صفدر اوکاڑوی کی کتاب تجلیات صفدر میں عثمانی صاحب کے تسامحات کو کذب کی صورت بیان کیا گیا ہے

امین صاحب اپنی تحقیق میں ذکر کرتے ہیں

(۱)........ اس (حدیث) میں محمد بن محمد بن النعمان بن شبل کا تفرد ہے اور وہ منکر الحدیث ہے۔ امام ابن جوزی کہتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے (میزان الاعتدال ص۱۲۹/ج۳، ص۲۶/ج۴) (مزار میلے ص۳۵) مگر افسوس کہ یہ بات میزان الاعتدال میں بالکل نہیں۔ لوگ پکار اٹھے کہ یہ جھوٹ ہوا۔

راقم کہتا ہے یہاں حوالہ غلط ہے جو عثمانی صاحب نے دیا البتہ جو جرح نقل کی وہ جھوٹ ہر گز نہیں لہٰذا اس تسامح کو جھوٹ نہیں کہا جا سکتا۔ کتاب الموضوعات از ابن الجوزی (المتوفى: 597ھ)، میں ہے

أَنْبَأَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الرَّزَّازُ قَالَ أَنبأَنَا مُحَمَّد بن عبد الله الشَّافِعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ بْنِ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا عبد الملك بْنُ قُرَيْبٍ الأَصْمَعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " من صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا وَكَّلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مَلَكًا يُبْلِغُنِي وَكُفِيَ أَمْرَ دُنْيَاهُ وَآخِرَتِهِ وَكُنْتُ لَهُ شَهِيدًا أَوْ شَفِيعًا ".

هَذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَان هُوَ السدى.

قَالَ يَحْيَى: لَيْسَ بِثِقَةٍ.

وَقَالَ ابْن نمير: كَذَّاب.

وَقَالَ السَّعْدِيّ: ذَاهِب.

وَقَالَ النَّسَائِيُّ: مَتْرُوكٌ.

وَقَالَ ابْنُ حِبَّانَ: لَا يَحِلُّ كَتْبُ حَدِيثِهِ إِلا اعْتِبَارا.

قَالَ الْعقيلِيّ: لَا أصل لهَذَا الحَدِيث من حَدِيث الْأَعْمَش وَلَيْسَ بِمَحْفُوظ.

محمد بن یونس بن موسی نے عبد الملک بن قریب سے روایت کیا اس نے مروان سے اس نے اعمش سے اس نے ابو صالح سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا وہ میں سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا تو اللہ اس پر ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو اس کو مجھ تک لاتا ہے اور اس کے لئے دنیا و آخرت کا کام کافی ہو جاتا ہے اور میں اس پر گواہ ہو جاتا ہوں اور شفاعت کرنے والا

ابن جوزی نے کہا یہ حدیث صحیح نہیں اور محمد بن مروان السدی ہے - یحیی نے کہا ثقہ نہیں ہے ابن نمیر نے کذاب کہا ہے اور جوزجانی نے ذاهب اور نسائی نے متروک قرار دیا ہے اور ابن حبان نے کہا اس کی حدیث حلال نہیں سوائے یہ کہ اعتبار کے لئے لکھی جائے

عقیلی نے کہا اس کی حدیث کی اصل نہیں ہے اور اس کی حدیث اعمش سے غیر محفوظ ہے

عثمانی صاحب نے روایت پیش کی اور تبصرہ کیا

(۷) ساتویں روایت یہ ہے:۔

اخبرنا ابوعبد اللہ الحافظ حدثنا ابوعبد اللہ الصفار املاء حدثنا محمد بن موسیٰ البصری حدثنا عبد الملک بن قریب حدثنا محمد بن مروان عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ما من عبد یسلم علی عند قبری

۳۷

الا وکل اللہ بھا ملکا یبلغنی وکفی امر آخرتہ ودنیاہ وکنت لہ شھیدا او شفیعا یوم القیمۃ۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی بندہ میری قبر کے پاس مجھ پر سلام کہتا ہے تو ایک فرشتہ جس کو اللہ تعالیٰ نے وہاں مامور کر دیا ہے اس سلام کو مجھ تک پہنچا دیتا ہے، اور اس بندے کے آخرت اور دنیا کے معاملات کی کفایت کی جاتی ہے اور قیامت کے دن میں اس بندے کا شہید یا شفیع ہوں گا۔ (بیہقی)

یہ روایت معنی کے لحاظ سے اوپر والی روایت کے بالکل خلاف ہے۔ اوپر والی روایت قبر کے قریب سماع کا اظہار کرتی تھی، اور یہ "عدم سماع" کا۔ سند کے لحاظ سے اس میں محمد بن موسیٰ البصری کو "کذاب" اور "وضاع" (دروغ گو، اور روایتیں اپنی طرف سے بنانے والا) کہا گیا ہے، ابن عدی کہتے ہیں کہ محمد بن موسیٰ حدیث بناتا تھا۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ اپنی طرف سے روایتیں بناتا ہے۔ اور اس نے ایک ہزار سے زیادہ حدیثیں گھڑی ہیں۔

میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۱۴۱

امین اکاڑوی کہتے ہیں

(۲)............مزار میلے صفحہ ۳۷ پر ہے: "اس میں محمد بن موسیٰ البصری کو کذاب اور وضاع (دروغ گو اور روایتیں اپنی طرف سے بنانے والا) کہا گیا ہے۔

(۳)............ابن عدی کہتے ہیں کہ محمد بن موسیٰ حدیث بناتا تھا۔

(۴)............ابن حبان کہتے ہیں کہ اپنی طرف سے روایتیں بناتا تھا۔

(۵)............اور اس نے ایک ہزار سے زیادہ حدیثیں گھڑی ہیں (میزان الاعتدال ص ۱۴۱ رج ۳، ص ۵۰ رج ۴) یہ پانچوں باتیں میزان الاعتدال میں نہیں ہیں۔ لوگ حیران تھے کہ ایک ہی سانس میں پانچ جھوٹ، توبہ توبہ خدا بچائے۔

یہاں محمد بن یونس بن موسی اپنے دادا سے منسوب ہے لہذا نام محمد بن موسی لیا جاتا ہے – جیسے امام احمد بن حنبل میں حنبل دادا کا نام ہے باپ کا نام نہیں ہے – میزان الاعتدال فی نقد الرجال از الذھبی میں موجود ہے

قال ابن عدي: قد اتهم الكديمى بالوضع.
وقال ابن حبان: لعله قد وضع أكثر من ألف حديث.
وقال ابن عدي: ادعى الرواية عمن لم يرهم، ترك عامة مشايخنا الرواية عنه.
وقال أبو عبيد الآجرى: رأيت أبا داود يطلق في الكديمى الكذب، وكذا كذبه موسى بن هارون، والقاسم المطرز. (1)

ابن عدی نے کہا اس پر کذب کا الزام ہے، ابن حبان نے کہا اس نے ہزار احادیث گھڑی ہیں
یہ سب میزان از الذھبی میں موجود ہے – امین صاحب کو خود یہاں تسامح ہوا ہے

عثمانی صاحب نے یہ مزاریہ میلے میں ذکر کیا

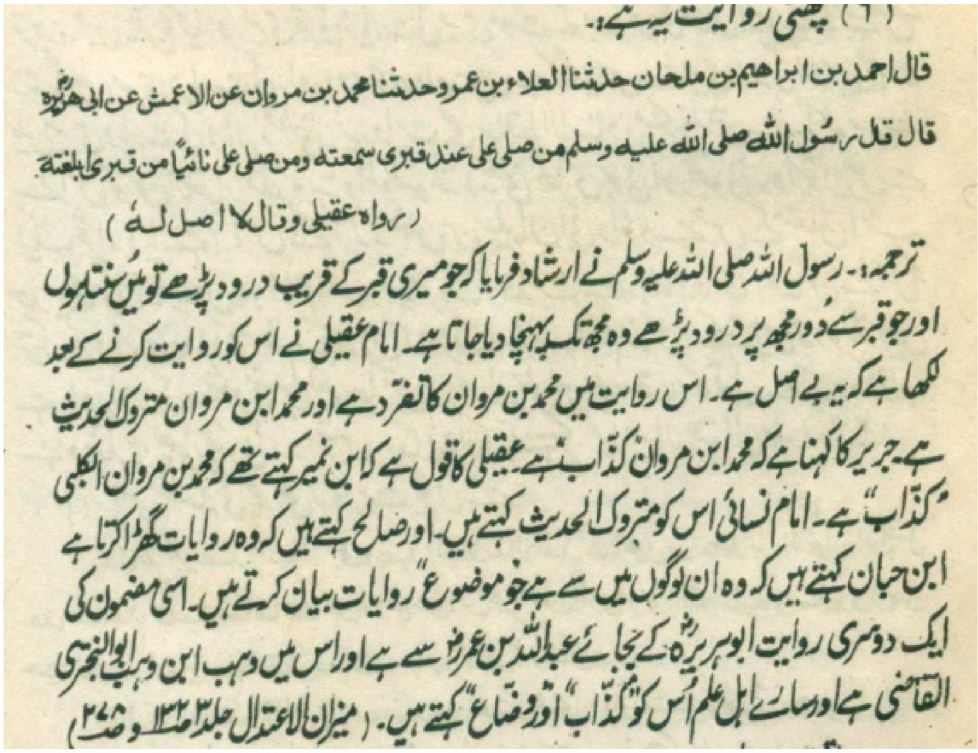
(٦) چھٹی روایت یہ ہے:-
قال احمد بن ابراهيم بن ملحان حدثنا العلاء بن عمرو حدثنا محمد بن مروان عن الاعمش عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى علی عند قبری سمعته ومن صلى علی نائيًا من قبری ابلغته
(رواه عقيلی وقال لا اصل له)
ترجمہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو میری قبر کے قریب درود پڑھے تو میں سنتا ہوں اور جو قبر سے دور مجھ پر درود پڑھے وہ مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ امام عقیلی نے اس کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ بے اصل ہے۔ اس روایت میں محمد بن مروان کا تفرد ہے اور محمد ابن مروان متروک الحدیث ہے۔ جریر کا کہنا ہے کہ محمد ابن مروان کذاب ہے۔ عقیلی کا قول ہے کہ ابن نمیر کہتے تھے کہ محمد بن مروان الکلبی "کذاب" ہے۔ امام نسائی اس کو متروک الحدیث کہتے ہیں۔ اور صالح کہتے ہیں کہ وہ روایات گھڑا کرتا ہے ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جو "موضوع" روایات بیان کرتے ہیں۔ اسی مضمون کی ایک دوسری روایت ابوہریرہؓ کے بجائے عبداللہ بن عمرؓ سے ہے اور اس میں وہب ابن وہب ابوالبختری القاضی ہے اور سارے اہل علم اس کو "کذاب" اور "وضاع" کہتے ہیں۔ (میزان الاعتدال جلد۳ صفحہ۱۳۲ و صفحہ۲۷۸)

عثمانی صاحب نے الموضوعات ابن جوزی کے اقتباس کو میزان الاعتدال از الذھبی بنا دیا ہے جو ممکن ہے کتابت کی غلطی ہو – بہر حال یہ سب جروح ثابت ہیں - میزان از الذھبی میں ہے

محمد بن مروان السدی الکوفی، وہو السدی الصغیر.

یروی عن ہشام بن عروۃ والأعمش.

ترکوہ واتہمہ بعضہم بالکذب.

اس کو ترک کر دیا گیا ہے اور بعض نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے

تہذیب الکمال میں ہے وَقَال النَّسَائی : متروک الحدیث.

قال عبد السلام (1) بن عاصم عن جریر بن عبد الحمید: کذاب.

امین صفدر اوکاڑوی کی کتاب تجلیات صفدر میں عثمانی صاحب کے تسامحات کو کذب کی صورت بیان کیا گیا ہے

امین صاحب اپنی تحقیق عمیق کا ذکر کرتے ہیں

(۱۱-۶)............مزار ملیے ص ۳۶ پر ہے: اس روایت میں محمد بن مروان کا تفرد ہے اور:

۱............محمد بن مروان متروک الحدیث ہے۔

۲............جریر کا کہنا ہے کہ محمد بن مروان کذاب ہے۔

۳............عقیلی کا قول ہے کہ ابن نمیر کہتے ہیں کہ محمد بن مروان الکلبی کذاب ہے۔

۴............امام نسائی اس کو متروک الحدیث کہتے ہیں۔

۵............صالح کہتے ہیں کہ وہ روایتیں گھڑا کرتا تھا۔

۶............ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جو موضوع روایات بیان کرتے ہیں (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۳۲، ج ۴ ص ۳۳) یہ چھ کی چھ باتیں میزان الاعتدال میں نہیں ہیں۔ لوگ پریشان تھے کہ جھوٹ میں اتنی ترقی۔ اب تو پروفیسر صاحب بت بنے بیٹھے تھے۔ نہ ہاں نہ ہوں۔

راقم کہتا ہے عدل و انصاف یہ ہے عثمانی صاحب سے ایک آدھ حوالہ میں غلطی ہوئی ان کا حوالہ درست نہیں تھا لیکن امین صاحب کی غلطی اس سے بڑھ کر ہے کہ انہوں نے سرے سے ہی ان حوالوں کو کذب کہہ دیا جبکہ یہ حوالے مختلف کتب سے معلوم ہیں اور خود میزان از الذھبی میں بعض موجود ہیں

عثمانی صاحب نے روایت پیش کی اور تبصرہ کیا

اسی روایت کے دوسرے الفاظ یوں ہیں:-

من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی و صحبتی۔

ترجمہ:- جس نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی میری موت کے بعد اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے اُس نے زندگی میں میری زیارت کی۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ گویا اس نے میری زندگی اور میری صحبت میں میری زیارت کی (الدارقطنی) یہ روایت بھی ساقط الاسناد، منکر المتن ہے۔ ائمہ حدیث نے اس کو من الاخبار المکذوبۃ والموضوعۃ (یعنی گھڑی ہوئی اور جھوٹی روایتوں میں سے ایک قرار دیا ہے) اس کے اندر حفص بن سلیمان ابی داؤد ہے جس کے متعلق ائمہ حدیث کی آرا یہ ہیں: (امام احمد) یہ متروک الحدیث ہے۔ (امام بخاری) محدثین نے اس کو ترک کر دیا ہے۔ (امام مسلم) کہتے ہیں کہ متروک ہے۔ (امام نسائی) کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ اور اس کی حدیثیں نہیں لکھی جاتیں۔ (عبدالرحمٰن بن یوسف) کا قول ہے کہ وہ کذاب ہے، وضّاع، یعنی جھوٹی روایتیں بنانے والا کذاب ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۲۶)

امین صفدر اوکاڑوی کی کتاب تجلیات صفدر میں اس پر تنقید کی کہ

لوگ ایسی حدیثیں مانتے ہو جن کے راوی کذاب ہیں۔ عثمانی نے ہمیں جھوٹوں اور کذابوں سے بچا لیا۔ میں نے کہا کہ تم جو قرآن پڑھتے ہو وہ قاری حفص کی روایت

تجلیات صفدر جلد ۱ — 307 — عثمانی فرقہ

ہے۔ کہنے لگا بیشک میں نے کہا عثمانی تو لکھ گیا ہے کہ وہ کذاب، وضاع، جھوٹی روایتیں بنانے والا کذاب تھا (مزار میلے ص ۳۵) جو خدا تعالیٰ کے رسول پر جھوٹ بولتا رہتا تھا کیا وہ خدا پر جھوٹ نہیں بول سکتا؟ پھر اس قرآن کا تم کیسے اعتبار کرتے ہو جس کا راوی قاری حفص نبی پاک ﷺ پر بار بار جھوٹ بولتا تھا۔ اسی لئے عثمانی اس کو کذاب اور وضاع کہتا ہے۔ سب لوگ کہنے لگے کہ بات تو صاف ہو گئی کہ اگر عثمانی سچا ہے تو قرآن معاذ اللہ جھوٹا ہے اور اگر قرآن سچا ہے اور یقیناً سچا ہے تو عثمانی یقیناً جھوٹا ہے۔ اس پر چار

راقم کہتا ہے حفص بن سلیمان الأسدی کا حدیث میں متروک ہونا مشہور و معروف ہے اور اس کی بنا پر کوئی اس کی حدیث نہیں لیتا اور نہ محدث پر تنقید کرتا ہے کہ وہ قاری قرآن پر جرح کیوں کر رہا ہے

مثلا امام احمد کا قول ہے کہ حفص بن سلیمان الأسدی متروک ہے

قرآن کی قرات کئی سندوں سے معلوم ہے حفص بن سلیمان الأسدی کے متروک ہونے سے اس پر کوئی

فرق نہیں پڑتا

الكتاب: موسوعة أقوال الإمام أحمد بن حنبل في رجال الحديث وعلله
جمع وترتيب: السيد أبو المعاطي النوري – أحمد عبد الرزاق عيد – محمود محمد خليل
دار النشر: عالم الكتب
الطبعة: الأولى، 1417 هـ / 1997 م
عدد الأجزاء: 4

577 – حفص بن سليمان الأسدي، أبو عمر المقرىء، وهو البزاز، وهو ابن أبي داود، صاحب عاصم بن بهدلة في القراءات.
قال عبد الله بن أحمد: سمعت أبي يقول: حفص بن سليمان – يعني أبا عمر القارىء – متروك الحديث. «العلل» (2698) .
وقال عبد الله: سألته (يعني أباه) عن حفص بن سليمان. فقال: قال شعبة: كان حفص يستعير كتب الناس. «العلل» (3320)

ابن عدی الکامل میں کہتے ہیں امام بخاری کا قول ہے

سمعتُ ابن حماد يقول: قال البُخارِيّ حفص بن سليمان تركوه - حفص متروک ہے

وقال بن خراش كذاب متروك يضع الحديث

شیعوں میں بھی یہ متروک ہے کتاب إصحاب الامام الصادق از عبد الحسین الشبستری میں ہے

حفص ابن أبي داود سليمان بن المغيرة الأسدي بالولاء، الغاضري، وقيل الفاخري، البزاز، الكوفي، المعروف بحفيص. محدث إمامي مجهول الحال، وقيل من الحسان، وبعض العامة ضعفوا حديثه وتركوه. كان كوفيا نزل بغداد، وجاور مكة المكرمة. كان مقرئا مشهورا، قاضيا، وكان قارئ الكوفة وقاضيها، وأعلم أصحاب عاصم بن بهدلة القارئ بقراءته.

اب اہل سنت ہوں یا اہل تشیع ہوں دونوں اس کو قرآن کا قاری کہتے ہیں اور متروک بھی قرار دیتے ہیں تو یہ ترک حدیث میں ہے قرآن میں نہیں ہے کیونکہ قرآن کی آیات تواتر سے معلوم ہیں — اختلاف قرات میں اکثر اختلاف اشکال و اعراب پر ہوتا ہے یا لحن پر جو کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے — مسئلہ اس وقت آتا جب حفص قرآن میں آیات کا اضافہ کرتا

زیارت قبر نبوی پر امت کا اجماع کہا جاتا ہے کہ امت کا ساتویں صدی تک اس پر اجماع تھا کہ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی جائے گی — قاضی عیاض اس کا دعوی کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ میں کرتے ہیں

وَزِيَارَةُ قَبْرِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَّةٌ مِنْ سُنَنِ الْمُسْلِمِينَ مُجْمَعٌ عَلَيْهَا، وَفَضِيلَةٌ مُرَغَّبٌ فيها.

اور قبر صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی زیارت کرنا مسلمانوں میں سنت میں سے ایک سنت ہے اس پر یہ جمع ہیں اور اس کی فضیلت کی طرف راغب ہیں

ملا علی القاری شرح الشفا میں کہتے ہیں

زيارة قبره عليه ألسلام سنة من سنن المسلمين مجمع عليها أي مجتمع علي كونها سنة و فضيلة مرغب فيها

قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مسلمانوں کی سنت میں سے ایک ہے اس پر جمع ہیں یعنی اس پر اجماع ہے کہ یہ سنت ہے اور اس کی فضیلت کی طرف راغب ہیں

لیکن آٹھویں صدی کے ابن تیمیہ اس اجماع کے انکاری تھے اور انہوں نے اس پر کتاب تصنیف کی کہ زیارت قبر نبوی کی غرض سے کیا جانے والا سفر بدعت ہے-ابن تیمیہ کو اس بنا پر بدعتی قرار دیا جاتا ہے[69]

سوال ہے کہ قبر النبی کے پاس پہنچنے پر مومن کیا کرے گا ؟ اس کا جواب اثر میں موجود ہے کہ وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی سنت پر عمل کر سکتا ہے

موطأ مالک بروایۃ محمد بن الحسن الشیبانی میں ہے

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ «كَانَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا، أَوْ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ جَاءَ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّى عَلَيْهِ، وَدَعَا ثُمَّ انْصَرَفَ» .

قَالَ مُحَمَّدٌ: هَكَذَا يَنْبَغِي أَنْ يَفْعَلَهُ إِذَا قَدِمَ الْمَدِينَةَ يَأْتِي قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عبد اللہ بن دینار المتوفی ۱۲۷ ھ نے کہا کہ ابن عمر جب سفر کا ارادہ کرتے اور سفر سے اتے تو قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک جاتے اور وہاں درود پڑھتے اور دعا کرتے پھر جاتے

امام محمد نے کہا : اس طرح یہ ہونا چاہیے کہ جب وہ مدینہ جاتے ہوں کہ قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر

آتے ہوں

یعنی مومن درود ابراہیمی پڑھ سکتا ہے اور اس کا مقصد اللہ سے دعا کرنا ہو گا نہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنانا کیونکہ انبیاء اب جنت میں ہیں قبروں میں نہیں ہیں- کیا انبیاء قبروں میں زندہ ہیں ؟

امین اکاڑوی لکھتے ہیں

(۳)............آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "الأنبیاء أحیاء فی قبورهم یصلون" حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ یہ عقیدہ قرآن پاک میں مذکور آیات حیات شہداء سے بدلالۃ النص اور اس معناً متواتر حدیث سے بعبارۃ النص ثابت ہے۔ امام سیوطیؒ اس حدیث کو متواتر فرماتے ہیں۔ امام سخاویؒ اس پر اجماع نقل کرتے ہیں۔ علامہ شامی جس کے حوالے عثمانی بھی دیتا ہے فرماتے ہیں: انبیاءؑ اپنی قبروں میں زندہ ہیں (ص۳۶۶ رج ۳) اور عثمانی کہتا ہے کہ عقیدہ حیات النبی شرک کی جڑ ہے۔ گویا قرآن نے شرک سکھایا، نبی پاک ﷺ نے شرک پھیلایا، امت نے شرک پر اجماع کیا۔ ضد کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ قرآن، حدیث متواتر اور اجماع کے خلاف عثمانی کی بے اصل راگنی پر ہی غالباً کسی نے یہ کہہ دیا تھا:

پایاں نہیں جدال کا انصاف شرط ہے
بے اصل بات اشتر گرگیں کا ضرط ہے

راقم کہتا ہے اس حدیث کو متواتر کہنا انصاف کا قتل ہے - اس کی سند میں کیا تیس تیس اصحاب کا ایک ہی دور میں اتفاق رہا ہے جوایک شہر کے نہ ہوں اور یہ معلوم تواتر کی تعریف ہے – لیکن اس میں اہل عراق کا تفرد ہے – اس کا راوی حجاج مجہول الحال ہے اور پھر راوی مستلم ہے جو شہر واسط کا جوگی ہے جو پانی کو اپنے اوپر حرام کر لیتا تھا - اس حالت میں اس کے ذہن میں جو امنڈتا ہو گا اسی کو حدیث بنا دیتا ہو گا – پانی سے چالیس دن دور رہنا ہندوؤں جوگیوں میں معروف عمل ہے لیکن اطبا اسلام نے اس کو جسم پر ظلم کہا ہے اور جسم پر ظلم کرنا حرام ہے – اس قسم کے بدعتیوں کی روایت قابل قبول نہیں ہے – پھر کیا شہداء کے لئے کوئی نص ہے کہ وہ دنیا میں ہی زندہ ہیں ؟ زندگی تو جنت سے شروع ہوئی زمین سے نہیں اور اسی میں لوٹنا اصل نعمت ہے

خاتمہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت تھی کہ قبروں کو مسجد یں مت بنانا- افسوس اس نصیحت کو بھلا دیا گیا اور اولیاء کو زندہ کرنے کے لئے حیات الانبیاء سے دلیل لی گئی - پہلے انبیاء کو زندہ کیا گیا پھر ان پر عمل پیش کیا کہ ان کو ہمارے ایمان کا پتا ہے اور پھر اس عقیدہ کو پھیلا کر اولیاء اللہ کو بھی قبروں میں زندہ کر دیا گیا - روایات بیان کی گئیں: انبیاء قبروں میں زندہ ہیں - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح جسد میں واپس آ گئی - نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کا درود پیش ہوتا ہے – انبیاء کے جسم محفوظ ہیں – انبیاء سنتے بھی ہیں - اس طرح کتاب اللہ کے صریح نصوص کا انکار ہوا

اللہ تعالی نے کتاب اللہ میں خبر دی تھی کہ اہل کتاب کے احبار و رہبان ہیں جو لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں – اسی نوکے لوگ اس امت میں بھی ہیں - ایک تو راہب و صوفی ہیں جو قبروں کے پاس اعتکاف کرتے ہیں ان پر سجدے کرتے اور چادریں ڈالتے ہیں - ان سے روحانیت پانے کو فیض کہا جاتا ہے کہ صاحب قبر یا نبی یا ولی ہماری بپتا اللہ تعالی تک پہنچا دیں گے – آج بر صغیر میں اس گروہ کو بریلوی کہا جاتا ہے

ایک دوسرا گروہ ہے جو صوفیوں سے ہی نکلا ہے جو قبروں پر چادر ڈالنے، ان کو سجدہ کرنے کے خلاف ہے لیکن حیات الانبیاء کا قائل اور انبیاء کے سننے اور ان پر عمل پیش ہونے کا قائل ہے ان کو دیوبندی کہا جاتا ہے

دوسری طرف اس امت کے احبار ہیں جو قال اللہ و قال رسول اللہ کی بنیاد پر اس قبر پرستی کو سند جواز دیتے ہیں - احبار کے پاس فتاوی کی ضخیم جلدیں ہیں – اپنے علماء کو بڑے بڑے القاب دے کر اسلام کا شیخ قرار دیتے ہیں- اپنے اپ کو سلف کا متبع کہتے ہیں - جبکہ حقیقی سلف تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو قبروں میں زندگی کے انکاری تھے اور ارواح کو کہتے تھے کہ وہ جنت کے درخت پر معلق

رہے گی – ان احبار کو اہل حدیث یا سلفی کہا جاتا ہے

اس کتاب میں ان روایات کا تجزیہ کیا گیا ہے اور ثابت ہوا ہے کہ حیات الانبیاء پر کوئی صحیح روایت نہیں ہے

اسی طرح اس کتاب میں ۱۱۰۰ سو سال کے علماء کے فتوی بھی قارئین دیکھ سکتے ہیں جو تضاددات سے بھر پور ہیں۔ حق و انصاف کا تقاضہ ہے کہ ان روایات کو باریک بینی سے دیکھا جائے اور کسی کی تقلید نہ کی جائے چاہے وہ بڑے سے بڑا امام ہو - جب ہم ان روایات کا جائزہ لیتے ہیں تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ قول نبوی نہیں ہیں کیونکہ یہ صحیح احادیث کے خلاف ، قرآن کے خلاف ہیں لہذا حیات النبی فی القبر کے عقیدہ پر اصرار کرنا کہاں کا انصاف ہے ؟ سچ یہ ہے کہ یہ بڑے ناموں کو بچانا ہے

اللہ تعالی مومنوں کا حامی و ناصر ہو امین

[1] صحیح بخاری میں اسی سند مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ سے روایت ہے لیکن متن میں اس مقام پر لکھا ہے

وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ غَيْرَ ذَلِكَ

اور ان میں بعض نے اس سے الگ کہا

سنن نسائی میں یہ الفاظ وَقَالَ قَوْمٌ: مَا قَالَ عُمَرُ کو زكريا بن يحيى بن إياس بن سلمة بن حنظلة بن قرة السجزی نے نقل کیا ہے- یہ ثقہ ہیں لیکن اس روایت کے متن میں الفاظ نقل کرنے میں دیگر محدثین نے بھی مختلف الفاظ نقل کیے ہیں - اس سند یعنی عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ سے امام احمد نے الفاظ نقل کیے ہیں جو یونس کی سند سے ہے مسند احمد میں ۲۹۹۰ ہے وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ- بعض اصحاب رسول تھے وہ کہتے جو عمر نے کہا

یعنی ایک ہی سند ہے لیکن ائمہ حدیث نے الفاظ الگ الگ بیان کیے ہیں

وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ- بعض اصحاب رسول تھے وہ کہتے جو عمر نے کہا

(مسند احمد ۲۹۹۰ اور۳۱۱۱ - صحیح بخاری ۵۶۶۹ اور ۷۳۶۶- صحیح مسلم ۱۶۳۷)

وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ غَيْرَ ذَلِكَ اور ان میں بعض نے اس سے الگ کہا (صحیح بخاری ٤٤٣٢)

وَقَالَ قَوْمٌ: مَا قَالَ عُمَرُ اور ایک قوم نے کہا :یہ عمر نے کیا کہا ہے (سنن الکبری نسائی ۵۸۲۱)

وَقَالَ قَوْم مَا قَالَ عُمَرُ اور ایک قوم نے کہا جو عمر نے کہا (سنن الکبری نسائی ۷٤۷٤)

[2] کتاب مرآة الزمان في تواريخ الأعيان از سبط ابن الجوزی المتوفی ٦٥٤ ھ میں ہے

وقد أخرج الحميدي هذا الحديث، وفيه: فقالوا: ما شأنه؟ فقال عمر: إن الرجل ليهجر

الحميدي نے اس حدیث کی تخریج کی ہے اور اس میں الفاظ ہیں ان کا کیا حال ہے ؟ پس عمر نے کہا بے شک ایک رجل سے هجر ہوا

البتہ راقم کو ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت الحميدي کی معلوم کتب میں نہیں ملی- البتہ اسی کتاب میں سبط ابن جوزی نے لکھا

والظاهر من حال عمر بن الخطاب رضوان الله عليه أنه لا ينسب إلى النبي - صلى الله عليه وسلم - مثل هذا، ولعلَّه من تحريف الرواة

اور عمر بن الخطاب رضوان الله عليه کے حال کا ہم کو معلوم ہے کہ وہ اس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں کر سکتے لہذا یہ راوی کی تحریف ہے

یعنی سبط ابن الجوزی کے نزدیک صحیح بخاری کی روایت موضوع ہے -

سبط ابن جوزی نے الفاظ الرجل ليهجر کو کتاب تذكرة الخواص ص ٦٢ میں بھی بلا حوالہ نقل کیا ہے

https://ia902702.us.archive.org/21/items/TazkiratolKhavaas/TazkeratolKhavaas.pdf-

[3] صحیح بخاری کی ایک روایت ہے جس میں صلح حدیبیہ کا ذکر ہے الفاظ کا ترجمہ ہے

وَلَيْسَ يُحْسِنُ أَنْ يَكْتُبَ، فَكَتَبَ مَكَانَ رَسُولُ اللهِ

اپ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے میں اچھے نہیں تھے پس رَسُولُ اللهِ کے مقام پر لکھا

کتاب شرح الطيبي على مشكاة المصابيح از الطيبي (743ھ) میں ہے

قال القاضي عياض: احتج بهذا أناس علي أن النبي صلى الله عليه وسلم كتب ذلك بيده, وقالوا: إن الله تعالي أجرى ذلك علي يده, إما بأن كتب القلم بيده وهو غير عالم بما كتب, أو بأن الله تعالي علمه ذلك حينئذ, زيادة في معجزته كما علمه ما لم يعلم, وجعله تاليا بعدما لم يكن يتلو بعد النبوة, وهو لا يقدح في وصفه بالأمي.

قاضی عیاض نے کہا لوگوں نے دلیل لی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے لکھا اور کہا اللہ تعالی نے ان کے ہاتھ پر اس تحریر کو جاری کر دیا – جہاں تک قلم سے لکھنے کا تعلق ہے اور وہ اس سے لا علم تھے کیا لکھ رہے ہیں یا اللہ نے اس وقت ان کو علم دے دیا اس وقت اور یہ رسول اللہ کے معجزات میں ہے جو اللہ نے علم دیا

فتح الباری میں ہے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھنا معجزہ تھا

. وقول الباجي أنه -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- كتب بعد أن لم يكتب وأن ذلك معجزة أخرى

عمدة القاري شرح صحيح البخاري از عینی میں ہے

وَقَالَ السُّهيْلي: وَالْحق أَن قَوْله: فكتب، أَي: أَمر عليا أَن يكْتب. قلت: هُوَ بِعَيْنِه الْجَواب الثَّانِي. (الثَّالِث) : أَنه كتب بِنَفسِهِ خرقاً للْعَادَة على سَبِيل المعجزة،

السُّهيْلي نے کہا حق یہ ہے کہ قول انہوں نے لکھا تو یہ انہوں نے علی کو حکم کیا کہ لکھیں اور میں عینی کہتا ہوں … ان کا لکھنا خرق عادت میں سے معجزہ تھا

یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود لکھا تو وہ اس وقت کا معجزہ تھا

صحیح مسلم میں ہے

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – أَرِنِي مَكَانَهَا فَأَرَاهُ مَكَانَهَا فَمَحَاهَا وَكَتَبَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا مجھے دکھاو وہ جگہ – پس اپ کو دکھایا گیا تو اپ نے اس کو مٹا دیا اور لکھا ابن عبد اللہ

یعنی رسول اللہ نے محمد رسول اللہ کے الفاظ مٹا کر کر دیا محمد بن عبد اللہ لکھا

امام مسلم کے نزدیک یہ کوئی معجزہ نہیں تھا صرف اتنا ہی اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہ رسول اللہ ہٹا کر ابن عبد اللہ کر دیا

راقم کہتا ہے رسول اللہ کے ہاتھ میں انگوٹھی ہوتی تھی جس پر آپ نے محمد رسول اللہ کندہ کروا رکھا تھا ممکن ہے اس مہر والی انگوٹھی کو دیکھ کر اس وقت لکھا ہو

مجموعہ احادیث میں روایت میں یہ الفاظ

وَلَيْسَ يُحْسِنُ أَنْ يَكْتُبَ، فَكَتَبَ مَكَانَ رَسُولُ اللهِ اور رسول اللہ لکھنے میں اچھے نہیں تھے پس اپ نے اس جگہ رسول اللہ لکھا

صرف ابی اسحاق الکوفی نے روایت کیے ہیں جو کوفہ کے شیعہ ہیں اور شیعہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لکھنا جانتے تھے – اہل سنت اس کے انکاری ہیں جو قرآن کے مطابق ہے
راقم نزدیک رسول الله صلی الله علیہ وسلم لکھنا نہیں جانتے تھے
كتاب تفسير القمي ج2 ص309_313 میں ہے
حدثني أبي عن ابن ابي عمير عن ابن سنان عن ابي عبد الله (ع) قال: كان سبب نزول هذه السورة وهذا الفتح العظيم ان الله عزوجل أمر رسول ..... فقال رسول الله أنا رسول الله وان لم تقروا، ثم قال امح يا علي ! واكتب محمد بن عبد الله، فقال أمير المؤمنين عليه السلام، ما أمحو اسمك من النبوة ابدا، فمحاه رسول الله صلى الله عليه وآله بيده.
رسول الله نے ہاتھ سے الفظ مٹا دیے
الفصول المهمة في أصول الأئمة - الحر العاملي میں روایات ہیں
محمد بن الحسن الصفار في بصائر الدرجات، عن أحمد بن محمد عن ابي عبد الله البرقي، عن جعفر بن محمد الصوفي، قال: سمعت ابا جعفر محمد بن علي الرضا ع، وقلت له: يابن رسول الله لم سمى النبي، الامي ؟ قال ما يقول الناس (1) ؟ قلت: يقولون: انما سمى الامي لانه لم يكتب فقال: كذبوا، عليهم لعنة الله، انى يكون ذلك والله تعالى يقول في محكم كتابه: (هو الذي بعث في الاميين رسولا منهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب (2) والحكمة فكيف يعلمهم ما لم يحسن ؟ والله لقد كان رسول الله (ص) يقرأ ويكتب باثنين وسبعين لسانا وانما سمى الامي لانه كان من مكة ومكة من امهات القرى وذلك قول الله في كتابه: (لتنذر أم القرى ومن حولها).
امام محمد بن علي الرضا کو جعفر بن محمد الصوفي نے کہتے سنا جب اس نے سوال کیا کہ اے رسول الله کے بیٹے نبی کو امی کیوں نام دیتے ہیں ؟ امام نے کہا لوگ کیا کہتے ہیں ؟ میں نے کہا کہتے ہیں یہ امی تھے کہ یہ لکھ نہیں سکتے تھے - امام نے کہا یہ جھوٹ بولتے ہیں ان پر الله کی لعنت ہو یہ کہاں تھے جب الله نے کتاب محکم میں کہا
هو الذي بعث في الاميين رسولا منهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب
اور حکمت کیسے وہ جان گئے اگر وہ لکھنے پڑھنے میں اچھے نہ ہوتے ؟
الله تعالی کی قسم بے شک رسول الله سات یا آٹھ زبانوں میں پڑھنا لکھنا جانتے تھے اور ان کو امی تو اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ مکی ہیں اور مکہ کو ام القری کہا جاتا ہے
راقم کہتا ہے اس کی سند میں محمد بن خالد البرقي ہے جس کو من أصحاب امام أبي الحسن موسى میں شمار کیا گیا ہے
اس نے اس روایت کو جعفر بن محمد الصوفي سے لیا ہے جو مجہول ہے
مستدركات علم رجال الحديث - الشيخ علي النمازي الشاهرودي - ج ٢ - الصفحة ٢٠٢
2785 - جعفر بن محمد الصوفي (يعني بايع الصوف):
لم يذكروه. وهو من أصحاب مولانا الجواد عليه السلام.
الفصول المهمة في أصول الأئمة - الحر العاملي میں روایت ہے
وعن عبد الله بن عامر، عن ابن ابى نجران، عن يحيى بن عمرو، عن أبيه، عن ابي عبد الله ع وسئل عن قول الله تبارك وتعالى: وأوحى الي هذا القرآن لانذركم به ومن بلغ ؟ قال: بكل لسان.
یحیی بن عمرو نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ انہوں نے امام جعفر سے پوچھا الله تعالی کے قول پر وأوحى الي هذا

القرآن لانذركم به ومن بلغ تو فرمایا ہر زبان میں

راقم کہتا ہے ابن ابی نجران مجہول ہے - الخوئی اس کی کوئی بھی تعدیل پیش نہیں کر سکے صرف کہا اس سے بہت سی روایات ہیں

الفصول المهمة في أصول الأئمة - الحر العاملي میں روایت ہے

- وعن الحسن بن علي، عن أحمد بن هلال، عن خلف بن حماد، عن عبد الرحمن بن الحجاج، قال: قال أبو عبد الله ع: ان النبي (ص) كان يقرأ ما يكتب ويقرأ ما لم يكتب

عبد الرحمن بن الحجاج نے روایت کیا کہ امام جعفر نے کہا رسول اللہ ہر لکھی تحریر پڑھ سکتے تھے ہے وہ بھی جو نہیں لکھا ہوا

راقم کہتا ہے نجاشی نے لکھا ہے : قال النجاشي: عبد الرحمان بن الحجاج البجلي: مولاهم، كوفي، بياع السابري، سكن بغداد، ورمي بالكيسانية، روى عن أبي عبد الله وأبي الحسن (عليه السلام)

عبد الرحمان بن الحجاج کیسانیہ فرقے کا تھا یعنی یہ محمد حنفیہ کو امام کہتا تھا غالی تھا

سند میں خلف بن حماد بن ناشر بھی ہے - ابن الغضائري : خلف بن حماد بن ناشر بن الليث الاسدي كوفي - أمره مختلط

اس کا امر مختلط ہے

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ نے معراج پر جنت کے دروازے پر پڑھا کہ نیکی کا ثواب ہے

حدثنا عبيد الله بن عبد الكريم حدثنا هشام بن خالد حدثنا خالد بن يزيد وحدثنا أبو حاتم حدثنا هشام بن خالد حدثنا خالد بن يزيد بن أبي مالك عن أبيه عن أنس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رأيت ليلة أسري بي على باب الجنة مكتوبا الصدقة بعشر أمثالها والقرض بثمانية عشر فقلت يا جبريل ما بال القرض أفضل من الصدقة قال لأن السائل يسأل وعنده والمستقرض لا يستقرض إلا من حاجة

اس کی سند میں خالد بن يزيد بن أبي مالك هانئ، أبو هاشم الهمداني الشامي، أخو عبد الرحمن. متروک الحدیث ہے

اہل تشیع کے ہاں متضاد اقوال بھی ہیں - بحار الانوار ج16 ص132 میں ہے

أبي، عن سعد، عن ابن عيسى، عن البزنطي، عن أبان، عن الحسن الصيقل قال: سمعت أبا عبد الله عليه السلام يقول: كان مما من الله عزوجل به على نبيه صلى الله عليه واله أنه كان اميا لا يكتب ويقرؤ الكتاب.

امام جعفر نے کہا رسول اللہ نہ لکھ سکتے تھے نہ پڑھ سکتے تھے

أخرج الصدوق في علل الشرائع عن ابن الوليد عن سعد عن ابن عيسى عن الحسين بن سعيد ومحمد البرقي عن ابن أبي عمير عن هشام بن سالم عن أبي عبد الله عليه السلام قال : كان النبي يقرأ الكتاب ولا يكتب.

امام جعفر نے کہا نبی پڑھ سکتے تھے لکھ نہیں پاتے تھے

بعض اہل سنت کے علماء نے حدیث قرطاس کی بنیاد پر دعوی کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا پڑھنا جان چکے تھے کیونکہ اگر لکھنا نہ جانتے تو یہ نہ کہتے کہ میں لکھ دوں - دوسری طرف یہ بھی دعوی کیا جاتا ہے کہ وفات تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک امی تھے

نبی اُمّی

حافظ ابو یحییٰ نورپوری

اہل سنت والجماعت کا اجماعی و اتفاقی مسئلہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ آخری دم تک اُمی (اَن پڑھ) رہے، لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ آپ ﷺ کا یہ وصفِ جمیل پہلے نازل ہونے والی کتابوں میں بھی مذکور تھا۔ یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ اس نے نبیٔ اکرم ﷺ کو پڑھنا لکھنا نہیں سکھایا تا کہ اہل باطل کو بات کرنے کا موقع نہ مل سکے۔

[4] یہ الفاظ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا کا غلط ترجمہ ہے- قابل غور ہے کہ "مارکیٹ" میں اس کے صحیح ترجمہ بھی کیے جا رہے ہیں لیکن وقت پڑنے پر ان کا ذکر نہیں ہوتا

"نبی اکرم ﷺ کی وفات کا وقت ہوا تو اس وقت گھر میں کچھ لوگ موجود تھے، یک سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: قلم کاغذ لائیں، میں تحریر کر دوں، جس کے بعد آپ ہرگز نہ بھولو گے۔ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ پر تکلیف کا غلبہ ہے اور قرآن موجود ہے، لہٰذا ہمیں قرآن و حدیث ہی کافی ہے۔ گھر میں موجود لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ور بحث مباحثہ ہونے لگا، کچھ کہہ رہے تھے کہ (قلم کاغذ) دیں، آپ ﷺ تحریر فرما دیں، جس کے بعد آپ ہرگز نہیں بھولیں گے، کچھ کہہ رہے تھے، رہنے دیجیے آپ ﷺ تکلیف میں ہیں۔ اختلاف شدت اختیار کر گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس سے اُٹھ جائیں۔"

(صحيح البخاري: ٧٣٦٦، صحيح مسلم: ١٦٣٧

السُّنّة 195

حدیثِ قرطاس

② ایک روایت ہے:

اِئْتُونِي بِالْكَتِفِ وَالدَّوَاةِ أَوِ اللَّوْحِ وَالدَّوَاةِ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَّنْ تَضِلُّوا بَعْدَهٗ أَبَدًا ، فَقَالُوا : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْجُرُ .

"ہڈی اور دوات یا تختی اور دوات لائیں۔ میں تحریر کر دیتا ہوں تا کہ اس کے بعد آپ نہ بھولیں، صحابہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ مرض موت میں تکلیف کی شدت سے تو ہرگز نہیں کہہ رہے۔"

[5] اسی ڈگر پر بعض اہل سنت نے کہا کہ اصحاب رسول میں سے بعض نے بعض سے کہا أهجر۔۔کیا (تم سمجھتے ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اس دنیا سے) ہجرت فرمارہے ہیں ؟ راقم کہتا ہے اگر یہ مفهوم ہوتا تو ضرور لکھوایا جاتا لیکن ہم کو معلوم ہے وفات النبی کا سب سے پہلے انکار عمر رضی اللہ عنہ نے ہی کیا ہے لہذا ان الفاظ کا یہ مطلب قطعا نہیں ہے- عمر اور بشمول دیگر اصحاب رسول کے جو وہاں تھے ان کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ مرض وفات ہے – وہ اس کو وقتی بیماری تصور کر رہے تھے جیسا کہ دوا پلانے والے واقعہ میں آیا ہے اس واقعہ کا ذکر آگے اس کتاب میں ہے

[7] شرح صحیح البخاری لابن بطال میں ہے کہ دوا پلانے والے واقعہ میں یہ ہوا
وقد جاء هذا المعنى فى رواية ابن إسحاق عن الزهرى، عن عبد الله بن كعب بن مالك (أنهم لدوا النبى عليه السلام فى مرضه، فلما أفاق قال: لم فعلتم ذلك؟ قالوا خشينا يارسول الله أن تكون بك ذات الجنب
اس معنی کی روایت ابن اسحاق نے امام الزہری سے انہوں نے عبد اللہ بن کعب بن مالك سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوا دی مرض وفات میں پس جب افاقہ ہوا تو فرمایا تم لوگوں نے ایسا کیوں کیا ؟
اصحاب رسول نے کہا ہم ڈر رہے تھے یا رسول اللہ کہ کہیں اپ کو ذات الجنب بیماری تو نہیں ہوئی
مسند احمد میں ہے
فظننا أن به ذات الجنب فلددناه
عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہم نے گمان کیا کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذات الجنب ہوئی پس ہم نے دوا دی
شعيب الأرنؤوط کہتے ہیں اسناد حسن ہیں یہی قول حسين سليم أسد کا مسند ابویعلی پر تحقیق پر ہے
مستدرک الحاکم میں بھی ہے
وَفَزِعَ النَّاسُ إِلَيْهِ فَظَنَنَّا أَنَّ بِهِ ذَاتَ الْجَنْبِ فَلَدَدْنَاهُ
تلخیص المستدرک میں الذهبي نے اسی روایت کو صحیح کہا ہے
صحیح ابن حبان میں ہے
فَقَالُوا: كُنَّا نَتَّهِمُ بِكَ ذَاتَ الْجَنْبِ يَا رَسُولَ اللَّهِ
اصحاب رسول اور اسماء بِنْتُ عُمَيْسٍ نے کہا ہم نے اپ کے لئے ذات الجنب کا خیال کیا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے انکار کیا لیکن سوال یہ ہے کہ اصحاب رسول کو یہ خیال کیوں پیدا ہوا کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بیماری ہو سکتی ہے ؟ خیال رہے کہ اصحاب رسول جو دوا پلا رہے تھے ان میں سے کسی کا گمان نہیں تھا کہ یہ مرض وفات ہو سکتا ہے وہ اس کو ایک وقتی بیماری سمجھ رہے تھے جس کا علاج کرنے کی انہوں نے بلا حکم نبوی جسارت کی
عربی لغت کے مطابق ذَاتَ الْجَنْبِ سے مراد

Pleura; Pneumonia

ہے

http://www.almaany.com/en/dict/ar-en/ذَاتَ-الْجَنْبِ/

اس بیماری کی نشانی ہے کہ اس میں بلغم اتا ہے – سانس اکھڑتا ہے اور کھانسی ہوتی ہے – مریض کو کنفیوژن ہوتا ہے اور وہ ذہن کو مرتکز نہیں کر پاتا

http://www.mayoclinic.org/diseases-conditions/pneumonia/symptoms-causes/dxc-20204678

اصحاب رسول سمجھ رہے تھے کہ یہ بیماری ہوئی ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انکار کیا
[8] طبقات ابن سعد میں ہے بشر کی موت پر اضافہ ملتا ہے

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ. حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي حَبِيبَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ.

وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبي سبرة عن يُونُسَ بْنِ يُوسُفَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ.

وَحَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ عُقْبَةَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. زَادَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ

یہاں ابن سعد نے چار اسناد ملا کر ایک مکمل قصہ بنایا ہے اور ان میں سے بعض متن جدا جدا سندوں سے معلوم بھی ہے

پہلی سند میں سند میں إبراهيم بن إسماعيل بن أبی حبيبة متروک ہے

دوسری سند امام زہری کی ہے لیکن اس بار وہ اس کو جابر کی بیوی کی بجائے جابر بن عبد اللہ کی حدیث کہہ رہے ہیں

تیسری سند مقطوع ہے اور ابن المسیب پر رک رہی ہے

چوتھی سند میں عمر بن عقبہ نا معلوم ہے

اس متن میں ہے کہ
فَقَالَ بِشْرٌ: وَالَّذِي أَكْرَمَكَ لَقَدْ وَجَدْتُ ذَلِكَ مِنْ أُكْلَتِي الَّتِي أَكَلْتُ حِينَ الْتَقَمْتُهَا فَمَا مَنَعَنِي أَنْ أَلْفِظَهَا إلا أَنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُبَغِّضَ إِلَيْكَ طَعَامَكَ. فَلَمَّا أَكَلْتَ مَا فِي فِيكَ لَمْ أَرْغَبْ بِنَفْسِي عَنْ نَفْسِكَ وَرَجَوْتُ أَنْ لا تَكُونَ ازْدَرَدْتَهَا وَفِيهَا بَغِيٌ! فَلَمْ يَقُمْ بِشْرٌ مِنْ مَكَانِهِ حَتَّى عَادَ لَوْنُهُ كَالطَّيْلَسَانِ وَمَاطَلَهُ وَجَعُهُ سَنَةً لا يَتَحَوَّلُ إِلا مَا حُوِّلَ ثُمَّ مَاتَ

بشر نے کہا جس نے آپ کو عزت دی اس کی قسم میں جان گیا تھا جو میں نے کھایا اس سے لیکن میں نے یہ بولا نہیں کہ مجھ کو کراہت ہوئی کہ کھانے سے آپ کو ہٹا دوں ... بشر اپنے مقام سے نہیں ہٹے اور وہ ہری رنگ کے ہو گئے

یہ متن مشکوک ہے کہ بشر کو معلوم تھا زہر ہے لیکن وہ چپ رہے کہ کھانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ نہ دیں - متن عجیب و غریب ناقابل اعتبار ہے اور قصہ گو کا اضافہ ہے

اسلام میں خود کشی حرام ہے-

[9]ابن الاثیر نے أسد الغابة میں ذکر کیا ہے کہ

انه لما فرض عمر بن الخطاب للناس ، فرض لاسامة بن زيد خمسة آلاف ، وفرض لابنه عبدالله بن عمر ألفين ، فقال ابن عمر : فضلت علي أسامة وقد شهدت ما لم يشهد

عمر رضی اللہ عنہ نے اسامہ کا وظیفہ پانچ ہزار مقرر کیا اور ابن عمر کا دو ہزار - جب پوچھا گیا تو عمر نے کہا اسامہ کی ابن عمر پر فضیلت ہے انہوں نے وہ دیکھا ہے جو ابن عمر نے نہیں دیکھا

شیعوں میں رجال کشی میں ہے

من الصحيح الثابت عند نقلة الاخبار وجملة الروايات أن أسامة بن زيد لم يبايع أبا بكر حتى مات

صحیح ثابت روایت جو نقل اخبار و جملہ روایات سے ملی ہیں ان میں ہے کہ اسامہ بن زید نے ابو بکر کی بیعت نہیں کی یہاں تک کہ وفات ہوئی

دوسری طرف شیعہ کتاب خمسون ومائة صحابي مختلق کتاب رجالي تاريخي للسيد مرتضى العسكري میں ہے

خرج أبو بكر من المدينة إلى ذي القصة لقتال أهل الردّة واستخلف على المدينة سنان الضمري، ويقال: أُسامة بن زيد على أنقاب المدينة

ابو بکر مرتدین سے قتال کے لئے مدینہ سے ذي القصة کی طرف نکلے تو مدینہ پر سنان الضمري کو خلیفہ کیا اور کہا جاتا ہے أُسامة بن زيد کو مدینہ کی پہرہ داری پر

التحرير الطاووسی- از شیعہ عالم حسن صاحب المعالم میں ہے

اسامة بن زيد . روى انه رجع، ونهينا أن نقول الا خيرا .... جعفر بن محمد المدائني، عن موسى بن القاسم البجلي (1)، عن صفوان، عن عبد الرحمن (في موضع آخر: عبد الرحمن بن الحجاج)، عن أبي عبد الله [عليه السلام] عن آبائه [عليهم السلام] قال: كتب علي عليه السلام إلى والي المدينة: لا تعطين سعدا ولا ابن عمر من الفئ شيئا، فأما اسامة بن زيد فاني قد عذرته في اليمين التي كانت عليه

اسامہ بن زید پر روایت کیا جاتا ہے کہ انہوں نے رجع کیا (یعنی مخالفین امیر المومنین علی سے مل گئے) ... ابو عبد اللہ نے اپنے آبا سے روایت کیا ہے کہ علی نے والی مدینہ کو خط لکھا کہ سعد بن أبي وقاص اور ابن عمر کو الفئ مال میں سے کچھ نہ دینا اور جہاں تک اسامہ کا معاملہ ہے تو میں اس وعدہ کی بنا پر معذور ہوں جو اس سے میں کر بیٹھا ہوں

یعنی اسامہ نے علی کی بیعت پر بھی توقف کیا –لہذا شیعہ علماء رجال کا کہنا ہے کہ اسامہ کی روایت پر توقف کیا جائے گا یعنی اس کو من و عن قبول نہیں کریں گے – خلاصة الاقوال میں الحسن بن يوسف بن علي بن المطهر الحلي کا قول ہے الأولى عندي الوقف في روايته ، بہتر میرے نزدیک ہے کہ اس کی روایت پر توقف کیا جائے- عصر حاضر کے شیعہ متقدمین شیعہ کے اس قول کو رد کرتے ہیں مثلا کتاب الربا فقهيا واقتصاديا از حسن محمد تقي الجواهري میں ہے کہ

وقول ابي جعفر (ع) في حقه «اسامة بن زيد قد رجع فلا تقولوا الا خيرا»1 كل هذا يبين انه لم يكن كذوبا مذموما فتقبل

روایته.

امام ابو جعفر کا قول ہے جو حق میں ہے کہ اسامہ نے رجع کیا ان پر لیکن صرف اچھا بولو تو یہ معلوم ہوا کہ اسامہ ان کے نزدیک جھوٹے نہیں تھے نہ قابل مذموم تھے پس ان کی روایت قبول کی جائے گی

کتاب الربا .. فقهیا واقتصادیا از حسن محمد تقی میں ہے الظاهر انه رجع عن عدم مبایعته لعلي – ظاہر یہ ہے کہ یہ بیعت علی پر واپس پلٹ گئے - یعنی متقدمین تو کہہ رہے تھے کہ اسامہ کی روایت پر توقف کرو اور متاخرین کہہ رہے قبول کرو یہ واپس لشکر علی میں آ گئے تھے - راقم کہتا ہے حسن محمد تقی نے بات کو بدلا ہے تقیہ کیا ہے اس کی مخالفت کی ہے کشی نے جنہوں نے باقاعدہ روایت دے کر ثابت کیا ہے کہ اسامہ کا نفقہ علی بند کر دیتے اگر ان سے کوئی وعدہ نہ گیا ہوتا -

اسامہ نے علی کا کوئی ساتھ نہ دیا اس کی تائید صحیح بخاری کی حدیث سے ہوتی ہے

7110

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، قَالَ: قَالَ عَمْرٌو ، أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ ،
أَنَّ حَرْمَلَةَ مَوْلَى أُسَامَةَ أَخْبَرَهُ، قَالَ عَمْرٌو: قَدْ رَأَيْتُ حَرْمَلَةَ، قَالَ: أَرْسَلَنِي أُسَامَةُ إِلَى عَلِيٍّ، وَقَالَ: إِنَّهُ سَيَسْأَلُكَ الْآنَ، فَيَقُولُ: مَا خَلَّفَ صَاحِبَكَ، فَقُلْ لَهُ: يَقُولُ لَكَ: لَوْ كُنْتَ فِي شِدْقِ الْأَسَدِ لَأَحْبَبْتُ أَنْ أَكُونَ مَعَكَ فِيهِ، وَلَكِنَّ هَذَا أَمْرٌ لَمْ أَرَهُ، فَلَمْ يُعْطِنِي شَيْئًا، فَذَهَبْتُ إِلَى حَسَنٍ، وَحُسَيْنٍ، وَابْنِ جَعْفَرٍ فَأَوْقَرُوا لِي رَاحِلَتِي

. ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے، کہا کہ عمرو نے بیان کیا، انہیں محمد بن علی نے خبر دی، انہیں اسامہ رضی اللہ عنہ کے غلام حرملہ نے خبر دی، عمرو نے بیان کیا کہ میں نے حرملہ کو دیکھا تھا۔ حرملہ نے بیان کیا کہ مجھے اسامہ نے علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور مجھ سے کہا، اس وقت تم سے علی رضی اللہ عنہ پوچھیں گے کہ تمہارے ساتھی (اسامہ رضی اللہ عنہ) جنگ جمل و صفین سے کیوں پیچھے رہ گئے تھے تو ان سے کہنا کہ انہوں نے آپ سے کہا ہے کہ اگر آپ شیر کے منہ میں ہوں تب بھی میں اس میں بھی آپ کے ساتھ رہوں لیکن یہ معاملہ ہی ایسا ہے یعنی مسلمانوں کی آپس کی جنگ تو (اس میں شرکت صحیح) نہیں معلوم ہوئی (حرملہ کہتے ہیں کہ) چنانچہ انہوں نے کوئی چیز نہیں دی۔ پھر میں حسن، حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم کے پاس گیا تو انہوں نے میری سواری پر اتنا مال لدوا دیا جتنا کہ اونٹ اٹھا نہ سکتا تھا۔

[10] راقم کہتا ہے روایت میں الفاظ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کیے گئے ہیں ان میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنی ازواج کو فرمایا کہ إِنَّكُمْ صَوَاحِبُ يُوسُفَ تم یوسف کی عورتوں جیسی ہو

المسالِك في شرح مُوَطَّأ مالك از القاضي محمد بن عبد الله أبو بكر بن العربي المعافري الاشبيلي المالكي (المتوفى: 543هـ) میں ہے

قولُه: "إنكنَّ لانتُنَّ صواحبُ يُوسُفَ" يريدُ: إنّكُنَّ فتنتنَّ يوسف وصددتنّه عن الحقِّ ؛ لأنّكنَّ سببٌ لاتّباع الهَوى. وإنّهنَّ لم يَزَلْنَ يَدعونَ إلى الباطل،ويصدّن على الحقِّ، ولقوله: "إنّ منهُنَّ مائلاتٍ عن الحقِّ مُمِيلاَتٍ لأزواجِهِنَّ" وقال: "ما تركتُ بعدِي فتنةً أَضَرَّ على الرّجالِ من النّساءِ" وخرجَ كلامُهُ هذا منه - صلّى الله عليه وسلم - على جهةِ الغَضَبِ على أزواجه وهُنَّ

فاضلاتٌ، وإنّما أراد جِنْسَ النِّساء غيرهنَّ. وقد رُوِيَ في غير هذا الحديث في النِّساءِ: "هُنَّ صواحِبُ يوسُفَ، وداوُدَ، وجُرَيْج" أراد به الفتنة والامتحان

ان کا قول إنكنَّ لانتُنَّ صواحبُ يُوسُفَ تم یوسف کی عورتوں کی طرح ہو مراد ہے کہ یوسف کو فتنہ میں مبتلا کیا گیا حق سے روکا گیا اور خواہش کی پیروی کی گئی تو یہ بھی ایسا ہے اور یہ کہ باطل کی طرف بلا رہی ہو حق سے روک رہی ہو .... تو یہ کلام نبی سے ادا ہوا ازواج پر غصہ کی وجہ سے

یوسف علیہ السلام کا سابقہ جن عورتوں سے پیش آیا تھا وہ ان کی ازواج نہیں تھیں بلکہ دیگر مصری امراء کی بد کردار بیویاں تھیں – صحیح ابن حبان میں اسود بن یزید کی سند سے عربی غلط بولی گئی ہے - الفاظ ہیں

قَالَ: "إِنَّكُنَّ صَوَاحِبَاتُ يُوسُفَ

تم یوسف کی صاحبہ (جمع کا صیغہ) جیسی ہو

اس پر ابن حبان نے کہا قَالَ أَبُو حَاتِمٍ: الصَّوَابُ " صَوَاحِبُ يُوسُفَ ، ابن حبان نے کہا ٹھیک لفظ ہے صَوَاحِبُ

صحیح مسلم میں ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ - واللَّفْظُ لابْنِ رَافِعٍ - قَالَ عَبْدُ: أَخْبَرَنَا. وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ - أَخبَرَنَا مَعْمَرٌ، قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَأَخْبَرَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتِي، قَالَ: " مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ ". قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ، إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ، فَلَوْ أَمَرْتَ غَيْرَ أَبِي بَكْرٍ! قَالَتْ: وَاللهِ، مَا بِي إِلَّا كَرَاهِيَةُ أَنْ يَتَشَاءَمَ النَّاسُ بِأَوَّلِ مَنْ يَقُومُ فِي مَقَامِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَتْ: فَرَاجَعْتُهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، فَقَالَ: " لِيُصَلِّ بِالنَّاسِ أَبُو بَكْرٍ، فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُف

یہاں سند میں مَعْمَرٌ ہے لیکن اس بار امام زہری نے اس کو عتبہ کی بجائے حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ کی روایت قرار دیا ہے- علل دارقطنی میں ہے کہ امام زہری نے اس روایت کو حمزہ سے روایت کیا تو اس کو مرسل روایت کیا جب عتبہ سے روایت کیا تو اس کو مسند روایت کیا

وسئل عن حديث حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عائشة، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مروا أبا بكر فليصل بالناس - فَقَالَ: يَرْوِيهِ الزُّهْرِيُّ، وَاخْتُلِفَ عَنْهُ؛.... فقال الليث: عن عقيل، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بن عمر، مرسلا، ولم يذكر عائشة - وخالفه سلامة بن روح، فقال: عن عقيل، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الله، عن عائشة.

یعنی امام زہری اس کو حمزہ سے مرسل روایت بھی کرا کرتے تھے

یہ متن صحیح مسلم میں ابو موسی رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی ہے لیکن سند میں عبد الملک مختلط ہے

حدّثنا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَة، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ زَائِدَة، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: مَرِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ مَرَضُهُ. فَقَالَ: " مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ ". فَقَالَتْ عَائِشَةُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ، مَتَى يَقُمْ مَقَامَكَ لا يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ. فَقَالَ: " مُرِي أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ، فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ

مو طا امام مالک ابو مصعب میں ہے

حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلى الله عَلَيه وَسَلم، أَنَّ النبي صَلى الله عَلَيه وَسَلم، قَالَ: مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ: فقلت يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ

يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ، فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ، قَالَ: مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بالنَّاسِ، فقَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ: قُولِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ، فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ، فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلى الله عَلَيه وَسَلم: إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ، فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ: مَا كُنْتُ لِأُصِيبَ مِنْكِ خَيْرًا.

اس میں امام زہری کا تفرد نہیں ہے لیکن ہشام نے اس متن کو روایت کیا ہے - واضح رہے کہ یہ روایت موطا کے دیگر نسخوں میں نہیں ہے

-

[11] صحیح بخاری و مسلم کی یہ روایت صحیح نہیں ہے – اس کی وصیتیں ثابت نہیں ہیں کیونکہ ان پر خلفاء کا عمل نہیں ملا – خود راوی بھول بھال گیا کہ سعید بن جبیر نے کیا اصل میں کہا اور بعد میں کہنے لگا کہ سعید اس کو بھول گئے ، چھپا دیا ، عمدا چپ رہے وغیرہ - سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ الأَحْوَ ل ثقہ ہوں بھی تو ثقاہت کا فائدہ نہیں کیونکہ متن امر واقعہ کے خلاف ہے -

[12] انہی اقوال کو اب متشدد شیعہ تنظیمیں اور سنی جہادی تنظیمیں استعمال کر رہی ہیں تاکہ حکمرانوں پر جرح کر سکیں

بلکہ خود شیعہ و سنی آپس میں انہی روایات کی وجہ سے الجھتے ہیں

صحیح بخاری کی حدیث ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود مدینہ کو کہا

اعْلَمُوا أَنَّمَا الْأَرْضُ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ، وَأَنِّي أُرِيدُ أَنْ أُجْلِيَكُمْ مِنْ هَذِهِ الْأَرْضِ، فَمَنْ وَجَدَ مِنْكُمْ بِمَالِهِ شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ، وَإِلَّا فَاعْلَمُوا أَنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ

جان لو کہ زمین اللہ اور اسکے رسول کی ہے اور میرا ارادہ ہے کہ تم کو جلاوطن کر دوں اس زمین سے پس تم میں جو مال پائے وہ اسکو بیچ دے اور جان لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے

شارحین حدیث نے اس روایت کی تاویل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مدینہ کے یہود کو نکالنے کا اردہ کیا تھا نہ کہ تمام عرب کے اور جیسا کہ صحیح احادیث میں ہے مرض وفات میں زرہ گروی رکھ کر انہی یہودیوں سے آپ نے جو ادھار لیا - کتاب إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري از القسطلاني(المتوفى: 923هـ) میں الزركشي نے رسول اللہ کے قول کی وضاحت میں کہا

إن اليهود هم بنو النضير والظاهر أنهم بقايا من اليهود تخلفوا بالمدينة بعد إجلاء بني قينقاع وقريظة والنضير والفراغ من أمرهم، لأن هذا كان قبل إسلام أبي هريرة لأنه إنما جاء بعد فتح خيبر كما هو معروف، وقد أقر -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- يهود خيبر على أن يعملوا في الأرض واستمروا إلى أن أجلاهم عمر -رضي الله عنه-

یہ یہودی بنو نضیر کے (باقی رہ جانے والے لوگ) تھے اور ظاہر ہے کہ یہ وہ باقی رہنے والے یہودی تھے جو بني قينقاع وقريظة والنضير کی جلا وطنی کے بعد رہ گئے تھے (کیونکہ انکا جلاوطن کیا جانا) ابو ہریرہ کے اسلام لانے سے قبل ہوا اور ابو ہریرہ فتح خیبر کے بعد (ایمان) آئے اور رسول اللہ نے خیبر کے یہود کو (خیبر میں) ٹھہرنے کی اجازت دی کہ اپنی

زمین پر عمل داری کریں اور رکیں یہاں تک کہ عمر نے انکو جلا وطن کیا

کتاب مصابيح الجامع از ابن الدماميني (المتوفى: 827 ھ) میں ابن المنیر کا قول ہے

قال ابن المنير: لا يُتصور أن يروي أبو هريرة حديثَ بني النضير وإجلائهم، ولا أن يقول: بينا نحن في المسجد خرج علينا رسولُ الله - صلى الله عليه وسلم -، ثم يقتص بإجلاء بني النضير، وذلك أن إجلاءهم في أول السنة الرابعة من الهجرة اتفاقاً، وإسلامُ أبي هريرة إنما كان بعدَ هذا بكثير، يقال: إنه أسلم في السنة السابعة، وحديثه صحيح، لكنه لم يكن في بني النضير، بل فيمن بقي من اليهود بعدهم كان - صلى الله عليه وسلم - يتربص بجلائهم أن يوحى إليه،فتأخر ذلك إلى مرض [موته -عليه السلام-، فأُوحي إليه بإجلائهم، فأوصى أن لا يبقى دينان في جزيرة العرب] ، ثم تأخر الأمر إلى زمان عمر -رضي الله عنه

ابن المنیر کے کہا یہ متصور(ممکن) نہیں کہ اس روایت کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہو بنی النضیر کی جلا وطنی کے لئے ، نہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا اور پھر بنی النضیر کی جلا وطنی کا قصہ نقل کریں کیونکہ وہ تو چار ہجری کے شروع میں باتفاق ہوئی ہے اور ابو ہریرہ کے بارے میں بکثرت پتا ہے وہ سن سات میں اسلام لائے اور حدیث تو صحیح ہے لیکن یہ بنو النضیر سے متعلق نہیں ہو سکتی بلکہ ان کے بارے میں ہے جو یہودی (مدینہ میں) باقی رہ گئے تھے- پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کا انتظار کیا اس بارے میں اور ارادہ موخر کیا اپنے وفات تک اور پھر اسکی وصیت کی پھر اس میں دیر ہوئی اور عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اس کو کیا گیا

اس بات پر وہی اعترض اٹھتا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیوں نہ کیا ؟

ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ارادہ کیا لیکن قرآن میں جزیہ لینے کا حکم آ گیا

قرآن میں سوره التوبة، الآية: 29 میں ہے

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ

اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اس کو حرام نہیں کرتے جس کو اللہ اور اس کا رسول حرام کر رہے ہیں اور نہ وہ جن کو ہم نے کتاب دی دین حق کو تسلیم کرتے ہیں، ان سے قتال کرو، یہاں تک کہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے اور کم تر ہو جائیں

قرآن کا حکم ہے کہ اہل کتاب سے جزیہ لیا جائے اور جب وہ جزیہ دیں تو ان کے اموال کی حفاظت کی ذمہ داری مسلمانوں پر عائد ہو جاتی ہے لہذا یہ ممکن نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قرانی حکم کے خلاف تمام اہل کتاب کو جزیرہ العرب سے نکالنے کا حکم دیتے

بالفرض ان روایات کو تسلیم کر بھی لیں تو اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ اس سے کیا حاصل ہوا ؟

جزیرہ العرب سے یہود عراق و بابل میں اور مصر میں ان بستیوں میں جا کر ٹھرے ہوں گے جہاں ازمنہ قدیم سے بعثت رسول سے بھی پہلے سے رہ رہے تھے بلکہ وہ عباسی دور تک رہے - یہاں تک کہ ایک یمنی یہودی موسی بن میمون (۱) مسلمانوں کے امیر صلاح الدین ایوبی کا سرکاری طبیب تھا اور صلاح الدین ایوبی کی وفات کے بعد اپنی موت تک سرکاری طبیب رہا -یہ آج تک یہود کا ایک اہم حبر ہے

(۱)Maimonides

بعض یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے لیکن رسول اللہ نے ان پر بالعموم کوئی زیادتی نہیں کی – ایک قبیلہ کو فتنہ پردازی پر جلا وطن کیا اور ایک کو عہد شکنی کی سزا دی لیکن ان کے علاوہ یہودی مدینہ میں رہتے رہے – صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ جب یہودی کا جنازہ گزرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے احترام میں کھڑے ہو جاتے – احادیث کے مطابق یہودی عورتوں کا امہات المومنین کے پاس آنا جانا تھا اور وہ ان کے لئے اچھی دعا بھی کرتیں مثلا دس ہجری میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہودی عورتیں آئیں اور واپس جاتے وقت انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے دعا کی کہ اللہ ان کو عذاب قبر سے بچائے – بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات سے پہلے ایک یہودی کے پاس اپنا جنگی سامان گروی رکھ کر جو لیا یعنی آپ نے حتی المقدور کوشش کی کہ ابرآہیمی ادیان میں اصول میں اختلاف ، ذاتی عناد میں اور ظلم میں تبدیل نہ ہو اور جس کو جو فضیلت ملی اس کو تسلیم کیا جائے

یاد رہے کہ قرآن کا حکم ہے

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ

اے ایمان والوں اللہ کے لئے عدل کے گواہ بن کر کھڑے ہو اور ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کی دشمنی تم کو اکسائے کہ عدل نہ کرو عدل کرو یہ تقوی کے قریب ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو

[13] حلية الأولياء وطبقات الأصفياء از أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني (المتوفى: 430ھ) میں ہے

صَحِيحٌ ثَابِتٌ رَوَاهُ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ طَلْحَةَ جَمَاعَةٌ، مِنْهُمْ: سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَسُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، وَأَبُو أُسَامَةَ، وَوَكِيعٌ وَيُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ، وَسَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ ثَابِتٍ، وَجَرِيرٌ، وَابْنُ مَهْدِيٍّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالْحَجَّاجُ، وَعُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، وَخَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، وَأَبُو عَاصِمٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ الْخُرَيْبِيُّ، وَأَبُوسَعِيدٍ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ، وَأَبُو قَطَنٍ، وَالْفُرَاتُ بْنُ خَالِدٍ، فِي آخَرِينَ

[14] بعض غیر مقلدین نے بہز جو امام احمد کے شیخ ہیں ان کو صحابی بنا دیا ہے – مثلا غیر مقلد رسالہ السنہ میں مضمون رسول اللہ کا جنازہ از ابن الحسن محمدی میں اسی حدیث کو اس طرح نقل کرتے ہیں

دلیل نمبر ④ :

سیدنا بہز بن اسد ؓ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ شَهِدَ الصَّلَاةَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا : كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْهِ؟ قَالَ : ادْخُلُوا أَرْسَالًا أَرْسَالًا، قَالَ : فَكَانُوا يَدْخُلُونَ مِنْ هٰذَا الْبَابِ، فَيُصَلُّونَ عَلَيْهِ، ثُمَّ يَخْرُجُونَ مِنَ الْبَابِ الْآخَرِ، قَالَ : فَلَمَّا وُضِعَ فِي لَحْدِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ الْمُغِيرَةُ : قَدْ بَقِيَ مِنْ رِجْلَيْهِ شَيْءٌ لَّمْ يُصْلِحُوهُ، قَالُوا : فَادْخُلْ فَأَصْلِحْهُ، فَدَخَلَ، وَأَدْخَلَ يَدَهُ، فَمَسَّ قَدَمَيْهِ، فَقَالَ : أَهِيلُوا عَلَيَّ التُّرَابَ، فَأَهَالُوا عَلَيْهِ التُّرَابَ، حَتّٰى بَلَغَ أَنْصَافَ سَاقَيْهِ، ثُمَّ خَرَجَ، فَكَانَ يَقُولُ : أَنَا أَحْدَثُكُمْ عَهْدًا بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”وہ نبی کریم ﷺ کی نماز جنازہ کے وقت مدینہ منورہ میں موجود تھے،لوگ کہنے لگے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی نمازِ جنازہ کیسے ادا کریں؟ سیدنا ابو بکر صدیق ؓ نے فرمایا:ایک ایک گروہ کی شکل میں داخل ہوں۔چنانچہ لوگ

ایک دروازے سے داخل ہو کر نبی کریم ﷺ کی نمازِ جنازہ ادا کرتے اور دوسرے دروازے سے باہر نکل جاتے۔جب نبی کریم ﷺ کو قبر میں اتارا گیا،تو سیدنا مغیرہ بن شعبہ ؓ کہنے لگے:نبی کریم ﷺ کے مبارک پاؤں کی جانب سے کچھ حصہ ایسا رہ گیا،جسے درست نہیں کیا گیا۔لوگوں نے کہا: پھر آپ ہی قبر میں اتر کر اسے صحیح کر دیں۔چنانچہ وہ قبر مبارک میں اترے اور اپنا ہاتھ قبر میں ڈالا۔جب قدم مبارک کو چھوا،تو کہنے لگے:اب میری طرف سے مٹی ڈالو،لوگوں نے مٹی ڈالنا شروع کر دی،یہاں تک کہ وہ ان (سیدنا مغیرہ ؓ) کی آدھی پنڈلیوں تک پہنچ گئی۔پھر وہ باہر نکل آئے اور کہنے لگے:نبی کریم ﷺ سے سب سے قریب کا زمانہ مجھے ملا ہے۔“

(مسند الإمام أحمد : 81/5، ح : 21047، وسندہٗ صحیحٌ)

اس میں بہز شیخ احمد کو رضی اللہ عنہ لکھا گیا ہے جو سند پر عدم واقفت کو ظاہر کرتا ہے

[15] موطا میں ہے کہ امام مالک کو پہنچا کہ نبی کی وفات پیر کو ہوئی اور تدفین منگل کو اور لوگوں نے الگ الگ صلی کیا - صلی بمعنی درود

حَدَّثَنِي يَحْيَى، عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «تُوُفِّيَ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ، وَدُفِنَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ، وَصَلَّى النَّاسُ عَلَيْهِ أَفْذَاذًا لَا يَؤُمُّهُمْ أَحَدٌ»

إس میں بَلَغَهُ ہے یعنی پہنچا یہ باقاعدہ روایت نہیں ہوا صرف زبان زد عام کی طرح مدینہ میں مشهور تھا کہ رسول اللہ پر لوگوں الگ الگ صلی کیا- یہ بات موطا کے تمام نسخوں میں نہیں ہے صرف ایک کاتب کی سند میں ہے - امام محمد اس کو روایت نہیں کرتے

صلی راقم کے نزدیک یہاں نماز نہیں درود ہے-

البتہ صالح بن عبد العزیز سندی کے نزدیک یہ اثر ثابت نہیں ہے

کے اس شبہ کو کھڑا کیا گیا وہ موطأ امام مالک کی ایک روایت ہے جو اس طرح سے ہے ((حدثني يحيى عن مالك أنه بلغه :أن رسول الله صلى الله عليه و سلم توفي يوم الإثنين ودفن يوم الثلاثاء وصلى الناس عليه أفذاذا لا يؤمهم أحد فقال ناس يدفن عند المنبر وقال آخرون يدفن بالبقيع فجاء أبو بكر الصديق فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول ما دفن نبي قط إلا في مكانه الذي توفي فيه فحفر له فيه)).(١)

ترجمہ: یحیی بن یحیی، امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام مالک کو یہ بات پہونچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات پیر کے روز ہوئی اور تدفین منگل کو، لوگوں نے آپ کے جنازے کی نماز الگ الگ پڑھی، کسی نے انکی امامت نہ کرائی۔ پھر کچھ لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ کو منبر کے پاس دفن کیا جائے اور کچھ دوسرے لوگوں نے بقیع قبرستان میں دفن کرنے کی بات کہی، لیکن جب حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ آئے تو انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ہر نبی وہیں دفن کیا جاتا ہے جہاں پر اس کی روح پرواز ہوتی ہے۔"

یہ روایت امام مالک رحمہ اللہ کے بلاغات میں سے ہے جو منقطع ہے جیسا کہ اس کی سند سے ہی یہ بات ظاہر ہو رہی ہے، کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ کی ملاقات کسی صحابی سے نہیں ہے اور اسی طرح سے امام مالک کی ولادت اور وفاتِ رسول ﷺ کے حادثے کے درمیان اسی سالوں سے زیادہ کا وقفہ ہے، لہذا یہ اثر ضعیف ہے۔ اور علامہ ابنِ عبد البر رحمہ اللہ نے یہ ذکر بھی کیا ہے(٢) کہ امام مالک نے اس بلاغ کو مختلف احادیث سے اکٹھا کیا پھر اس کے ہر ٹکڑے کی جو سند تھی اس کو اسی کے ساتھ بیان کیا، البتہ ایک جملہ رہ گیا تھا جس کی آپ نے کوئی سند ذکر نہ کی اور وہ جملہ ہے ((فقال ناس يدفن عند المنبر)) یعنی لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ کو منبر کے پاس دفن کیا جائے۔

اسی کے مثل ایک اثر سنن ابن ماجہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے منقول ہے جس میں ہے کہ ((لقد اختلف المسلمون في المكان الذي يحفر له ، فقال قائلون : يدفن في مسجده ، وقال قائلون : يدفن مع أصحابه))(٣) یعنی مسلمانوں نے اللہ کے رسول ﷺ

(١) موطأ امام مالک(١١٣)

(٢) علامہ ابن عبد البر کا قول دیکھیے: التمهيد لما في الموطأ من المعاني و الأسانيد (٢٣/٣٩٣)

(٣) سنن ابن ماجہ(١/٥٢٠) حدیث نمبر(١٦٢٨).

16 ,,

احمد شاکر کہتے ہیں إسناده حسن اس کی اسناد حسن ہیں- اس کی سند میں نعیم بن یزید مجھول راوی ہے - ادب المفرد پر تحقیق میں البانی نے اس کو ضعیف کہا ہے - شعيب الأرنؤوط نے بھی ضعیف قرار دیا ہے -

17 اسی روایت کا ذکر أبو بكر محمد بن الحسين بن عبد الله الآجُرِّيُّ البغدادي (المتوفى: 360هـ) نے کتاب الشريعة میں کیا ہے لیکن سند نہیں دی

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ رَحِمَهُ اللَّهُ: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ , قَالَ لَهُمْ: إِذَا مِتُّ

وَفرَغْتُمْ مِنْ جَهَازِي فَاحْمِلُونِي حَتَّى تَقِفُوا بِبَابِ الْبَيْتِ الَّذِي فِيهِ قَبْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ , فَقِفُوا بِالْبَابِ وَقُولُوا: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ , هَذَا أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ فَإِنْ أُذِنَ لَكُمْ وَفُتِحَ الْبَابُ , وَكَانَ الْبَابُ مُغْلَقًا , فَأَدْخِلُونِي فَادْفِنُونِي , وَإِنْ لَمْ يُؤْذَنْ لَكُمْ فَأَخْرِجُونِي إِلَى الْبَقِيعِ وَادْفِنُونِي. فَفَعَلُوا فَلَمَّا وَقَفُوا بِالْبَابِ وَقَالُوا هَذَا: سَقَطَ الْقُفْلُ وَانْفَتَحَ الْبَابُ , وَسُمِعَ هَاتِفٌ مِنْ دَاخِلِ الْبَيْتِ: أَدْخِلُوا الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ فَإِنَّ الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ مُشْتَاقٌ

تفسیر مفاتيح الغيب المعروف تفسير كبير ج٢١ ص433 میں سورہ کہف کی آیت فَضَرَبْنَا عَلَى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا میں فخر الدين الرازي خطيب الري (المتوفى: 606ھ) نے کرامت اولیاء کی مثال کے طور پر اس کا ذکر کیا

أَمَّا الْآثَارُ» فَلْنَبْدَأْ بِمَا نُقِلَ أَنَّهُ ظَهَرَ عَنِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ مِنَ الْكَرَامَاتِ ثُمَّ بِمَا ظَهَرَ عَنْ سَائِرِ الصَّحَابَةِ، أَمَّا أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَمِنْ كَرَامَاتِهِ أَنَّهُ لَمَّا حُمِلَتْ جِنَازَتُهُ إِلَى بَابِ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنُودِيَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا أَبُو بَكْرٍ بِالْبَابِ فَإِذَا الْبَابُ قَدِ انْفَتَحَ وَإِذَا بِهَاتِفٍ يَهْتِفُ مِنَ الْقَبْرِ أَدْخِلُوا الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ

تفسیر نیشاپوری یا غرائب القرآن ورغائب الفرقان از نظام الدين الحسن بن محمد بن حسين القمي النيسابوري (المتوفى: 850ھ) میں اس کا ذکر ہے

وأما الآثار فمن كرامات أبي بكر الصديق أنه لما حملت جنازته إلى باب قبر النبي صلى الله عليه وسلم ونودي السلام عليك يا رسول الله هذا أبو بكر بالباب فإذا الباب قد فتح فإذا هاتف يهتف من القبر أدخلوا الحبيب إلى الحبيب

السراج المنير في الإعانة على معرفة بعض معاني كلام ربنا الحكيم الخبير از شمس الدين، محمد بن أحمد الخطيب الشربيني الشافعي (المتوفى: 977ھ) نے اس کا ذکر کیا

اس طرح اہل کشف نے اس کو دلیل کے طور پر پیش کیا اور بریلوی فرقہ کو پسند آیا

روایت کے مطابق ابو بکر رضی اللہ عنہ کو علی رضی اللہ عنہ نے کفن دیا جبکہ موطا میں ہے

موطا امام مالک ۔ جلد اول ۔ کتاب الجنائز ۔ حدیث 468

يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَنَّهُ قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ قَالَ لِعَائِشَةَ وَهُوَ مَرِيضٌ فِي كَمْ كُفِّنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سُحُولِيَّةٍ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ خُذُوا هَذَا الثَّوْبَ لِثَوْبٍ عَلَيْهِ قَدْ أَصَابَهُ مِشْقٌ أَوْ زَعْفَرَانٌ فَاغْسِلُوهُ ثُمَّ كَفِّنُونِي فِيهِ مَعَ ثَوْبَيْنِ آخَرَيْنِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ وَمَا هَذَا فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ الْحَيُّ أَحْوَجُ إِلَى الْجَدِيدِ مِنْ الْمَيِّتِ وَإِنَّمَا هَذَا لِلْمُهْلَةِ

یحیی بن سعید نے کہا مجھے پہنچا کہ ابوبکر صدیق نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا اپنی بیماری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنے کپڑوں میں کفن دیئے گئے تھے – عائشہ نے کہا سفید تین کپڑوں میں سحول کے، تب ابوبکر نے کہا کہ یہ کپڑا جو میں پہنے ہوں اس میں گیرو یا زعفران لگا ہوا ہے اس کو دھو کر اور دو کپڑے لے کر مجھے کفن دے دینا – عائشہ بولیں یہ کیا بات ہے ابوبکر بولے کہ مردے سے زیادہ زندے کو کپڑے کی حاجت ہے کفن تو پیپ اور خون کے لئے ہے

صحیح بخاری میں ہے وفات سے پہلے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے

فَنَظَرَ إِلَى ثَوْبٍ عَلَيْهِ، كَانَ يُمَرَّضُ فِيهِ بِهِ رَدْعٌ مِنْ زَعْفَرَانٍ، فَقَالَ: اغْسِلُوا ثَوْبِي هَذَا وَزِيدُوا عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ، فَكَفِّنُونِي فِيهَا، قُلْتُ: إِنَّ هَذَا خَلَقٌ، قَالَ: إِنَّ الحَيَّ أَحَقُّ بِالْجَدِيدِ مِنَ المَيِّتِ، إِنَّمَا هُوَ لِلْمُهْلَةِ فَلَمْ يُتَوَفَّ حَتَّى أَمْسَى مِنْ لَيْلَةِ الثُّلاَثَاءِ، وَدُفِنَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ

کپڑوں کو دیکھا جس میں وہ مریض تھے اس پر زعفران کے نشان تھے کہا ان کپڑوں کو دھونا اور ان میں دو کا اضافہ

کرنا پھر کفن دینا عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے پوچھا یہ اپ نے کیا؟ ابو بکر نے کہا زندہ حق دار ہے میت سے زیادہ نئے کا یہ تو پیپ اور خون کے لئے ہے

نوٹ : ابو بکر کے مطابق اولیاء اللہ پیپ اور خون میں تبدیل ہو جاتے ہیں

[18] شیعوں میں اس روایت پر اختلاف بھی ہے بعض جرح کرتے ہیں بعض اس سے دلیل لیتے ہیں مثلا

الخلافة المغتصبة از إدريس الحسيني کہتے ہیں

فكيف يكون حبيبا للنبي (ص) من أغضب واغتصب مال فاطمة بضعته التي قال عنها: يغضبني ما أغضبها، إن هذه المفارقات لم تكن سوى من اختراع المؤرخ المأجور، وأنصار الخلافة المغتصبة.

کیسے یہ نبی کا حبیب ہوا جس نے قبضہ کیا اور مال فاطمہ غصب کیا .. پس یہ اختراع مورخ کی ہے اور ان مددگاروں کی جنھوں نے غصب خلافت میں مدد کی

مأساة الزهراء عليها السلام از السيد جعفر مرتضى العاملي کے مطابق

وقد رووا عن علي (ع) : أنه لما مات أبو بكر ، قال علي قلت : يا رسول الله ، هذا أبو بكر يستأذن ، فرأيت الباب قد فتح

،

وسمعت قائلا يقول : أدخلوا الحبيب إلى حبيبه الخ . . " .

رواه ابن عساكر ، وقال : " منكر ، وأبو طاهر كذاب ، وعبد

الجليل مجهول الخ . . (1) " .

وقد قلنا : إن الخبر وإن كان غير صحيح ، ولكنه يشير إلى أن ما يتحدث عنه قد كان مما يستعمله الناس آنئذ .

اور ہم شیعہ کہتے ہیں اگر یہ خبر صحیح نہ بھی ہو تو لیکن پھر بھی یہ اشارہ کرتی ہے کہ ان (علی) کے لئے جو بیان کیا گیا کہ لوگ (ابو بکر) ان کو (احکام کے سلسلے میں) استعمال کرتے تھے

[19] بریلوی فرقہ شاید قبر میں کچھ نہ رکھتا ہو- لیکن جس روایت سے قبر پر چادر ڈالنے کی دلیل لی گئی ہے وہ یہی ہے- اس روایت میں قبر میں چادر کے الفاظ کہے گئے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ قبر میں چادر قبر بچھائی گئی تھی نہ کہ اس پر ڈالی گئی

[20]

[21] 1. طبراني، المعجم الكبير، 1 : 249، رقم : 715

2. بيهقي، السنن الكبري، 3 : 406، رقم : 6500

[22] ان سے بخاری و مسلم نے روایت لی ہے لیکن ان کو ثقہ متقدمین میں صرف ابو داود نے کہا ہے متاخرین میں ابن حبان اور ابن خلفؤن نے ثقہ کہا ہے

عبد الله سے اس روایت کو دو لوگوں نے سنا ایک مُغِيرَةَ بْنِ زِيَادٍ نے اور دوسرے عبد الملك بن أبی سليمان

اس راوی کی ایک حدیث حديثه في الشفعة کو منکر کہا جاتا ہے اور اس کاسماع انس رضی اللہ عنہ سے نہیں ہے

شعبہ نے اس کی روایت کا رد کیا ہے اور کہا کہ اگر اس نے ایک اور منکر روایت کی تو میں اس کو ترک کر دوں گا

[23] (شفاالسقام ص134) حیات الانبیاء للبیہقی، خصائص الکبری جلد 2ص281، فتح الباری جلد6ص352، فتح الملہم

جلد1ص349،۔ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں و صححہ البیہقی امام بیہقی نے اس کی تصدیق کی ہے۔ فتح الباری جلد ۶ ص352علامہ ہیثمی فرماتے ہیں ابویعلی کی سند کے سب راوی ثقہ ہیں۔ علامہ عزیزی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کہتے ہیں امام ابو یعلی ثقہ راویوں سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ مدراج النبوۃ جلد2ص440، جذب القلوب ص180۔

[24] یہ روایت نماز کی اہمیت پر بصرہ میں گھڑی گئی اس کی سند کا راوی حجاج مجھول ہے جس کو بصرہ کا بتایا جاتا ہے اور اس سے نیچے ثابت البنانی بھی بصرہ کے ہیں - قبرستان میں نماز حرام ہے اور یہ فقہ میں موجود ہے تو اس میں پڑھی گئی نماز کیسے قبول ہو گی ایسی نماز شریعت میں حرام ہے اور طریقت میں عین دین ہے لہذا صوفی منش بیہقی کی پسندیدہ بنی-

[25]

[26] http://www.urdumajlis.net/threads/انوار-الصحيفة-في-الاحاديث-الضعيفة-من-السنن-الاربعة-مع-ادلة-طبعة-ثالثة.31/

[27] حالیہ اڈیشن چونکہ کتاب کا تیسرا اڈیشن ہے جس کوزبیر علی زئی اپنی زندگی میں مکمل کر چکے تھے مگر یہ اڈیشن طبع نہ ہوسکا۔اس اڈیشن کے صفحہ اول پر ایسی احادیث کی فہرست مرتب کر دی گئی ہے جن کے بارے میں ان کی تحقیق تبدیل ہو گئی تھی اور انہوں نے اس کتاب کے سابقہ اڈیشنوں میں درج شدہ احکامات سے رجوع کر لیا تھا۔لہذا کتاب سے استفادہ کرتے وقت اس بات کو بھی مد نظر رکھنا جائے۔ یہاں آسانی کے لئے یہ لسٹ پیش خذمت ہے جس میں سنن ابو داود کی روایات لی لسٹ ہے

أرقام الأحاديث التي صارت صحيحة و حسنة بعد مراجعتها. والحمد لله

د ٢٥٤٠، ٢٩٠٣، ٣٣٧١، ٣٦٢٧، ٣٩٢٤، ٤٦٩١، ٥٠٩٥، ٥١٥٦، ٥٢٠٣، ٥٢١٣

[الطبعة الثالثة : ١٤٢٤، ٣١٦٦، ٤٥٣٧]

أرقام الأحاديث الضعيفة التى أضيفت فى أنوار الصحيفة بعد المراجعة.

د ٢٧٩٦، ٢٨١٠، ٤٧٨٠، [الطبعة الثالثة : ٥٦٧، ١١٠٥،]

روح لوٹائے جانے والی روایت رقم ٢٠٤١ سے ہے دیکھا جا سکتا ہے کہ جن روایات سے زبیر علی نے حکم پر رجوع کیا ان میں رقم ٢٠٤١ موجود نہیں-

[28] ان (سماع الموتی کے قائلین) علماء کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا جواب دیتے ہیں اور ان کے نزدیک مردہ اگر قدموں کی چاپ سنتا ہے تو نبی سلام کیوں نہیں سن سکتے کیونکہ ان کے بقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات برزخی ہے اور مردہ کا چاپ سننا بھی برزخی ہے واضح رہے کہ یہاں ان کی اپنی تفہیم کے حساب سے برزخ سے مراد دنیا کی قبر ہے جبکہ ہمارے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اب الوسیلہ میں ہے اور دوسروں کی ارواح البرزخ

میں

[29] روى القاضي عياض في " الشفا " (2/595 – 596) بسنده فقال

حدثنا القاضي أبو عبد الله محمد بن عبد الرحمن الأشعري ، وأبو القاسم أحمد بن بَقِي الحاكم ، وغير واحد ، فيما أجازُونيه ؛ قالوا : أنبأنا أبو العباس أحمد بن عمر بن دِلهات ؛ قال : حدثنا أبو الحسن علي بن فِهر ، حدثنا أبو بكر محمد بن الفرج ، حدثنا أبو الحسن بن المُنتاب ، حدثنا يعقوب بن إسحاق بن أبي إسرائيل ، حدثنا ابن حميد قال : ناظر أبو جعفر أمير المؤمنين مالكا في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فقال له مالك : يا أمير المؤمنين لا ترفع صوتك في المسجد ، فإن الله تعالى أدب قوما فقال : " لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ " [الحجرات : 2] .

ومدح قوما فقال : " إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ " [الحجرات : 3] .

وذم قوما فقال : " إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ " [الحجرات : 4] .

وإن حرمته ميتاً كحرمته حياً . فاستكان لها أبو جعفر ، وقال : يا أبا عبد الله ؛ أأستقبل القبلة وأدنو أم أستقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم ؟ فقال : ولم تصرف وجهك عنه وهو وسيلتك ووسيلة أبيك آدم عليه السلام إلى الله تعالى إلى يوم القيامة ؟ بل استقبله واستشفع به ، فيشفعك الله ؛ قال تعالى : " وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا " [النساء : 64] .

ترجمہ : محمد۔بن حمید کا بیان ہے کہ مسجید نبوی میں امیر الومنین ابو جعفر کا امام مالک سے مناظرہ ہوا امام مالک رحمتہ نے فرمایا امیر المومنین اس مسجد میں اپنی آواز بلند نہ کیجیے کیونکہ تعالی نے صحابہ کرام کو نبی کریم صلی علیہ وسلم کا ادب سکھا تے ہوئے فرمایا (" لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِي----ِّ) (تم اپنی آوازوں کو میرے نبی کی آواز سے بلند نہ کرو) نیز کچھ لوگو کی تعریف کرتے ہئے ۔فرمایا (إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ--) (جو لوگ کے نبی کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں وہ تعالی کے پسندیدہ ہیں] کچھ لوگو کی مذمت میں فرمایا(إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ-) جو لوگ آپ کو حجرات کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں) نبی اکرم صلی علیہ وسلم کی عزت و تقریم موت کے بعد بھی اسی طرح ہے جس طرح ذندگی میں تھی ۔یہ سن کر ابو جعفر لاجواب ہو گئے اور کہنے لگے : ابو عبد میں قبلے کی طرف رخ کر کے تعالی سے دعا کروں یا نبی صلی علیہ وسلم کی طرف رخ کروں۔امام مالک نے فرمایا آپ نبی سے چہرہ کیوں پھیریں گے؟ آپ صلی علیہ وسلم ہی تو روز قیامت میں آپ کی اور آپ کے باپ آدم کا وسیلہ ہوں گے۔آپ نبی صلی علیہ وسلم کی طرف ہی رخ کریں اور آپ کو سفارشی بنائیں۔ تعالی آپ صلی علیہ وسلم کی سفارش قبول کرے گے۔ تعالی کا فرمان ہے(وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ--) (اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لینے کے بعد آپ کے پاس آئیں اور تعالی سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور آپ بھی ان کے لئے مغفرت طلب کریں تو تعالی ضرور انہیں معاف فرمائے گا)

راقم کہتا ہے اس کی سند میں عبيد الله أبو الحسن بن المنتاب بن الفضل بن أيوب البغدادي مالکی فقہاء میں سے ہیں (

بحوالہ الديباج المذهب في معرفة أعيان علماء المذهب المؤلف: إبراهيم بن علي بن محمد، ابن فرحون، برهان الدين اليعمري (المتوفى: 799هـ))- ان سے سننے والے الأَزْرَقُ أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بنُ الفَرَجِ بنِ مَحْمُوْدٍ ہیں جن کے لئے خطیب بغدادی کا کہنا ہے کہ أَمَّا أَحَادِيْثه فصِحَاح احادیث صِحَاح ہیں – لیکن ان سے اوپر أبو الحسن علي بن فِهر اور أبو العباس أحمد بن عمر بن دِلهات مجہول لوگ ہیں لہذا اس قول کی سند صحیح نہیں

[30] احادیث میں اتا ہے عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد جب مدینہ پہنچیں گے تو قبر نبوی پر آئیں گے

امام حاکم اور امام الذہبی اس روایت کو صحیح کہتے ہیں – مستدرک الحاکم کی سند ہے

أَخْبَرَنِي أَبُو الطَّيِّبِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْحِيرِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، ثنا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَطَاءٍ، مَوْلَى أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيَهْبِطَنَّ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا، وَإِمَامًا مُقْسِطًا وَلَيَسْلُكَنَّ فَجًّا حَاجًّا، أَوْ مُعْتَمِرًا أَوْ بِنِيَّتِهِمَا وَلَيَأْتِيَنَّ قَبْرِي حَتَّى يُسَلِّمَ وَلَأَرُدَّنَّ عَلَيْهِ» يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: " أَيْ بَنِي أَخِي إِنْ رَأَيْتُمُوهُ فَقُولُوا: أَبُو هُرَيْرَةَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ بِهَذِهِ السِّيَاقَةِ»

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عیسیٰ ابن مریم حاکم و عادل ہو کر ہبوط کریں گے ایک عدل والے امام ہوں گے اور فج (فَجّ الرَّوْحَاء) میں جا رکیں گے وہاں سے حج و عمرہ کریں گے یا اس کے درمیان سے اور پھر میری قبر تک آئیں گے جب سلام کہیں گے میں جواب دوں گا- ابو ہریرہ نے کہا اے بھتیجے جب ان کو دیکھو کہو ابوہریرہ اپ کو سلام کہتے ہیں – حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح سند سے ہے لیکن بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی اس متن سے

یہ روایت ایک دوسرے طرق سے مسند ابی یعلی میں بھی ہے

قَالَ أَبُو يَعْلَى الْمَوْصِلِيُّ: ثنأ احمد بْنُ عِيسَى ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عن أبي صخر أن سعيداً المقبري أخبره أنه سمع أباهرية يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – يَقُولُ: " وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهِ لينزلن عيسى ابن مَرْيَمَ إِمَامًا مُقْسِطًا وَحَكَمًا عَدْلًا فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيبَ وليقتلن الخنزير وليصلحن ذات البين ولتذهبن الشحناء وليعرضن عليه المال فلا يقبله ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلَى قَبْرِي فَقَالَ: يَا محمد لأُجِيبنَّه

ابو ہریرہ نے کہا میں نے رسول اللہ سے سنا کہ وہ جس کے ہاتھ میں ابو قاسم کا نفس ہے عیسیٰ ضرور نازل ہوں گے امام عادل حاکم بن کر، صلیب توڑ دیں گے، سور کو قتل کریں گے اور اپس کی کدورت ختم کریں گے اور ان پر مال پیش ہو گا نہ قبول کریں گے پھر جب میری قبر پر کھڑے ہوں گے کہیں گے اے محمد – میں جواب دوں گا

الهيثمي مجمع الزوائد میں کہتے ہیں

رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ.

اس کے رجال صحیح کے ہیں

مسند ابو یعلی کے محقق حسين سليم أسد کہتے ہیں إسناده صحيح

كتاب أشراط الساعة وذهاب الأخيار وبقاء الأشرار از عبد الملك بن حَبِيب بن سليمان بن هارون السلمي الإلبيري القرطبي، أبو مروان (المتوفى: 238هـ) میں اس کا تیسرا طرق ہے

قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ: وَحَدَّثَنِي ابْنُ الْمَاجِشُونِ وَغَيْرُهُ عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ عَنِ الْمُغِيرَةِ , عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ , أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَمُرَّنَّ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ, حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا بِالْمَدِينَةِ وَلَيَقِفَنَّ عَلَى قَبْرِي وَلَيَقُولَنَّ يَا مُحَمَّدُ، فَأُجِيبُهُ وَلَيُسَلِّمَنَّ عَلَيَّ فَأَرُدُّ عَلَيْهِ السَّلامَ.

وَحَدَّثَنِيهِ أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِي صَخْرٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ , عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ, عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

المغيرة بن حَكيم الصَّنْعانيُّ الأبناويُّ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عیسیٰ ابن مریم حج و عمرہ پر نکلیں گے مدینہ سے وہ میری قبر پر رکیں گے اور بولیں گے اے محمد ، پس میں جواب دوں گا اور وہ سلام کہیں گے تو میں جوابا ان کو سلام کہوں گا

اور اس کو اصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِي صَخْرٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ , عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ کی سند سے بھی روایت کیا گیا ہے

کتاب المعرفة والتاريخ از يعقوب بن سفيان بن جوان الفارسي الفسوي، أبو يوسف (المتوفى: 277هـ) میں ہے

حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ وَابْنُ بُكَيْرٍ ومُحَمَّدُ بْنُ خَلَّادٍ عَنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ حَنْظَلَةَ بْنَ عَلِيٍّ الْأَسْلَمِيَّ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ سَمِعَ أبا هريرة يقول: قال رسول الله صلى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ ليسهلنّ ابن مريم بِفَجِّ [1] الرَّوْحَاءِ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا أَوْ لَيُثَنِّيهِمَا

حَنْظَلَةَ بْنَ عَلِيٍّ الْأَسْلَمِيَّ نے خبر دی کہ ابو ہریرہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جس کے ہاتھ میں میرا نفس ہے ابن مریم فَجِّ الرَّوْحَاءِ سے حج و عمرہ کریں گے

یہ صحیح مسلم میں بھی ہے یہ اور بات ہے کہ راوی خود کہتا ہے اس کو معلوم نہیں یہ کلام حدیث نبوی ہے یا ابو ہریرہ کا اپنا کلام ہے – تاریخ دمشق اور مسند احمد میں ہے

فزعم حنظلة أن أبا هريرة قال يؤمن به قبل موت عيسى فلا أدري هذا كله في حديث النبي (صلى الله عليه وسلم) أو شئ قاله أبو هريرة

حَنْظَلَةَ بْنَ عَلِيٍّ الْأَسْلَمِيَّ نے دعوی کیا کہ ابو ہریرہ نے کہا یہ سب عیسیٰ کی موت سے قبل ایمان لائیں گے پس مجھے معلوم نہیں یہ سب حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم تھی یا ابو ہریرہ نے خود کوئی چیز کہی

البانی نے اس روایت کو قبری کے الفاظ کے ساتھ رد کیا ہے لیکن جو علتین بیان کی ہیں وہ ہر طرق میں نہیں- اوپر جو طرق ہیں ان سے معلوم ہوا کہ روایت میں عَطَاءٍ، مَوْلَى أُمِّ حَبِيبَةَ کا تفرد نہیں ہے جس کو مجهول کہا جاتا ہے – اس میں ابو صخر حمید بن زیاد کا تفرد بھی نہیں جس کو ضعیف کہا جاتا ہے اور سعید بن ابی سعید المقبری کا بھی تفرد نہیں جس کو آخری عمر میں مختلط کہا گیا ہے اور ابن اسحٰق کا تفرد بھی نہیں جس کو مدلس کہا گیا ہے – اس میں ایک راوی کا تفرد ہی نہیں چار طرق ہیں جن میں لوگ الگ الگ ہیں – سوال ہے کہ اس روایت کا مقصد کیا ہے ؟ راقم کے نزدیک روایت کا مقصد یہ ہے کہ عیسیٰ ابن مریم کا معجزہ دکھایا گیا ہے چونکہ مردوں کو زندہ کرتے تھے وہ قبر النبی پر آ کر کہیں گے اے محمد تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہو جائیں گے جواب دیں گے – اغلبا یہ کعب احبار کا کلام ہے جو ابو ہریرہ نے بیان کیا اور لوگ حدیث سمجھے

کتاب التمييز(ص /175) کے مطابق امام مسلم نے بسر بن سعید کا قول بیان کیا

حَدثنَا عبد الله بن عبد الرَّحْمَن الدَّارمِيّ ثنَا مَرْوَان الدِّمَشْقِي عَن اللَّيْث بن سعد حَدثنِي بكير بن الاشج قَالَ قَالَ لنا بسر بن سعيد اتَّقوا الله وتحفظوا من الحَدِيث فوَاللَّه لقد رَأَيْتنَا نجالس أَبَا هُرَيْرَة فَيحدث عَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم عَن كَعْب وَحَدِيث كَعْب عَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم

بکیر بن الاشج نے کہا ہم سے بسر بن سعید نے کہا : اللہ سے ڈرو اور حدیث میں حفاظت کرو – اللہ کی قسم ! ہم دیکھتے ابو ہریرہ کی مجالس میں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے اور وہ (باتیں) کعب (کی ہوتیں) اور ہم سے کعب الاحبار (کے اقوال) کو روایت کرتے جو حدیثیں رسول اللہ سے ہوتیں

احمد العلل میں کہتے ہیں

وقال عبد الله: حدثني أبي. قال: حدثنا أبو أسامة، عن الأعمش. قال: كان إبراهيم صيرفيا في الحديث، أجيئه بالحديث. قال: فكتب مما أخذته عن أبي صالح، عن أبي هريرة. قال: كانوا يتركون أشياء من أحاديث أبي هريرة. «العلل» (946) .

احمد نے کہا ابو اسامہ نے کہا اعمش نے کہا کہ ابراھیم النخعي حدیث کے بدلے حدیث لیتے – وہ حدیث لاتے – اعمش نے کہا : پس انہوں نے لکھا جو میں نے ابو صالح عن ابو ہریرہ سے روایت کیا – اعمش نے کہا : ابراھیم النخعي، ابوہریرہ کی احادیث میں چیزوں کو ترک کر دیتے

ابن عساکر نے تاریخ الدمشق میں روایت دی کہ

الثوري، عن منصور، عن إبراهيم، قال: ما كانوا يأخذون من حديث أبي هريرة إلا ما كان حديث جنة أو نار

ابراهيم النخعي نے کہا ہم ابو ہریرہ کی احادیث کو نہیں لیتے سوائے اس کے جس میں جنت جہنم کا ذکر ہو

[31] http://www.binbaz.org.sa/node/1671

[32] اس روایت کو شعيب الأرنؤوط نے مسند احمد کی تعلیق إسناده صحيح على شرط مسلم قرار دیا ہے اور أحمد محمد شاکر نے بھی صحیح کہا ہے

راقم کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی تمام اسناد میں شیعہ الاعمش ہیں جو مدلس عن سے روایت کرتے ہیں

[33] احادیث کی کتب بشمول بخاری و مسلم میں بدعتی عقیدے رکھنے والے بہت سے راوی ہیں جن میں شیعہ بھی ہیں- ایسے ہی ایک راوی زاذان ابو عمر الکندی ہیں - علم حدیث کا اصول ہے کہ صادق اللهجہ راوی کی روایت اس کی بدعت کے اثبات میں ناقابل قبول ہے- زاذان کھلے بندوں اپنے شیعی عقیدے کا پر چار کرتے اور ایسے عقیدے پھیلاتے تھے جن کو بعد میں آنے والے امام بخاری و مسلم رد کرتے رہے اور اپنی کتابوں کو ان کے عقائد سے پاک رکھا. ہاں ان سے صرف مسلم نے تین مقام پر روایت لی لیکن وہ روایات عقیدے سے متعلق نہیں - الکلینی، محمدبن یعقوب، الکافی، ج 1، ص 219، کتاب الحجة، باب عرض الاعمال علی النبی و الائمة، میں ہے: امام صادق ﴿ع﴾ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضرت ﴿ع﴾ نے فرمایا:" لوگوں کے تمام نیک و بد اعمال ہر روز صبح سویرے پیغمبر اکرم ﴿ص﴾ کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں، اس لئے ہوشیار رہئے

الکافی ج1، ص 219، ح ٤ کی روایت ہے: عبداللہ بن ابان ایک روایت میں کہتے ہیں:" میں نے حضرت امام رضا ﴿ع﴾ کی خدمت میں عرض کی کہ: میرے اور میرے خاندان کے لئے ایک دعا فرمائیے ۔ حضرت ﴿ع﴾ نے فرمایا:" کیا میں دعا نہیں کرتا ہوں؟ خدا کی قسم آپ کے اعمال ہر روز وشب میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، لهذا ہر ناسب امر کے بارے میں دعا کرتا ہوں"۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ امام ﴿ع﴾ کا یہ کلام میرے لئے عجیب تھا کہ ہمارے اعمال ہر روز و شب امام ﴿ع﴾ کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ جب امام ﴿ع﴾ میرے تعجب کے بارے میں آگاہ ہوئے تو مجھ سے مخاطب ہوکر فر مایا:" کیا آپ خداوند متعال کی کتاب نہیں پڑھتے ہیں، جہاں پر خداوند متعال ارشاد فرماتا ہے:" وقل

اعملوا فسيرالله عملكم و رسوله والمؤمنون" اور اس کے بعد فرمایا:" خدا کی قسم اس آیت میں مومنون سے مراد علی بن ابی طالب (ع) ہیں

[34] مصنف ابن ابي شيبه 33818 میں أبو الرباب القشيري مطرف بن مالک کا قول ہے

حَدَّثَنَا عَفَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَبِي أَوْفَى، عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ قَالَ: شَهِدْتُ فَتْحَ تُسْتَرَ مَعَ الْأَشْعَرِيِّ , قَالَ: فَأَصَبْنَا دَانْيَالَ بِالسُّوسِ , قَالَ: فَكَانَ أَهْلُ السُّوسِ إِذَا أَسَنُوا أَخْرَجُوهُ فَاسْتَسْقَوْا بِهِ , وَأَصَبْنَا مَعَهُ سِتِّينَ جَرَّةً مُخَتَّمَةً , قَالَ: فَفَتَحْنَا جَرَّةً مِنْ أَدْنَاهَا وَجَرَّةً مِنْ أَوْسَطِهَا وَجَرَّةً مِنْ أَقْصَاهَا , فَوَجَدْنَا فِي كُلِّ جَرَّةٍ عَشَرَةَ آلَافٍ , قَالَ هَمَّامٌ: مَا أَرَاهُ إِلَّا قَالَ: «عَشَرَةُ آلَافٍ» وَأَصَبْنَا مَعَهُ رَبْطَتَيْنِ مِنْ كَتَّانٍ , وَأَصَبْنَا مَعَهُ رَبْعَةً فِيهَا كِتَابٌ , وَكَانَ أَوَّلُ رَجُلٍ وَقَعَ عَلَيْهِ مِنْ بَلْعَنْبَرِ يُقَالُ لَهُ: حُرْقُوصٌ , قَالَ: أَعْطَاهُ الْأَشْعَرِيُّ الرَّبْطَتَيْنِ وَأَعْطَاهُ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ , قَالَ: ثُمَّ إِنَّهُ طَلَبَ إِلَيْهِ الرَّبْطَتَيْنِ بَعْدَ ذَلِكَ , فَأَبَى أَنْ يَرُدَّهُمَا وَشَقَّهُمَا عَمَائِمَ بَيْنَ أَصْحَابِهِ , قَالَ: وَكَانَ مَعَنَا أَجِيرٌ نَصْرَانِيٌّ يُسَمَّى نُعَيْمًا , قَالَ: بِيعُونِي هَذِهِ الرَّبْعَةَ بِمَا فِيهَا , قَالُوا: إِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهَا ذَهَبٌ أَوْ فِضَّةٌ أَوْ كِتَابُ اللَّهِ , قَالَ فَإِنَّ الَّذِي فِيهَا كِتَابُ اللَّهِ , فَكَرِهُوا أَنْ يَبِيعُوا الْكِتَابَ , فَبِعْنَاهُ الرَّبْعَةَ بِدِرْهَمَيْنِ , وَوَهَبْنَا لَهُ الْكِتَابَ , قَالَ قَتَادَةُ: فَمِنْ ثَمَّ كُرِهَ بَيْعُ الْمَصَاحِفِ لِأَنَّ الْأَشْعَرِيَّ وَأَصْحَابَهُ كَرِهُوا بَيْعَ ذَلِكَ الْكِتَابِ , قَالَ هَمَّامٌ: فَزَعَمَ فَرْقَدُ السَّبَخِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو تَمِيمَةَ: أَنَّ عُمَرَ كَتَبَ إِلَى الْأَشْعَرِيِّ: «أَنْ تَغْسِلُوا دَانْيَالَ بِالسِّدْرِ وَمَاءِ الرَّيْحَانِ , وَأَنْ يُصَلَّى عَلَيْهِ فَإِنَّهُ نَبِيٌّ دَعَا رَبَّهُ أَنْ لَا يُرِيهِ الْمُسْلِمُونَ»

وہابي عالم صالح المنجد نے اس سند کو صحیح قرار دیا ہے

https://islamqa.info/ar/233815

تاريخ السلام از الذهبي میں ہے

فَرَوَى مُحَمَّدٌ عَنْهُ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ نَعُودُهُ، وهو يومئذ أَمِيرٌ، وَكُنْتُ خَامِسَ خَمْسَةٍ فِي الَّذِينَ وُلُّوا قَبْضَ السُّوسِ، فَأَتَانِي رَجُلٌ بِكِتَابٍ فَقَالَ: بِيعُونِيهِ، فإنه كتاب الله أحسن أقرأه ولا تُحْسِنُونَ، فَنَزَعْنَا دَفَّتَيْهِ، فَاشْتَرَاهُ بِدِرْهَمَيْنِ، فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ خَرَجْنَا إِلَى الشَّامِ، وَصَحِبَنَا شَيْخٌ عَلَى حِمَارٍ بَيْنَ يَدَيْهِ مُصْحَفٌ يَقْرَأُهُ ويبكي، فقلت: ما أشبه هذا المصحف بمصحف شأنه كذا وكذا، فقال: إنه ذاك، قلت: فَأَيْنَ تُرِيدُ؟ قَالَ: أَرْسَلَ إِلَيَّ كَعْبُ الْأَحْبَارِ عَامَ أَوَّلَ فَأَتَيْتُهُ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيَّ، فَهَذَا وَجْهِي إِلَيْهِ، قُلْتُ: فَأَنَا مَعَكَ، فَانْطَلَقْنَا حَتَّى قَدِمْنَا الشَّامَ، فَقَعَدْنَا عِنْدَ كَعْبٍ، فَجَاءَ عِشْرُونَ مِنَ الْيَهُودِ فِيهِمْ شَيْخٌ كَبِيرٌ يَرْفَعُ حَاجِبَيْهِ بحريرة فقالوا: أوسعوا أوسعوا، فأوسعوا، وَرَكِبْنَا أَعْنَاقَهُمْ، فَتَكَلَّمُوا فَقَالَ كَعْبٌ: يَا نُعَيْمُ، أَتُجِيبُ هَؤُلاءِ أَوْ أُجِيبُهُمْ؟ قَالَ: دَعُونِي حَتَّى أَفْقَهَ هَؤُلاءِ مَا قَالُوا، ثُمَّ أُجِيبُهُمْ، إِنَّ هَؤُلاءِ أَثْنَوْا عَلَى أَهْلِ مِلَّتِنَا خَيْرًا، ثُمَّ قَلَبُوا أَلْسِنَتَهُمْ، فَزَعَمُوا أَنَّا بِعْنَا الآخِرَةَ بِالدُّنْيَا، هلم فلنواثقكم، فإن جئتم بأهدى مما نحن عليه اتبعناكم، وإن جئنا بِأَهْدَى مِنْهُ لَتَتَّبِعُنَّا، قَالَ: فَتَوَاثَقُوا، فَقَالَ كَعْبٌ: أَرْسِلْ إِلَيَّ ذَلِكَ الْمُصْحَفَ، فَجِيءَ بِهِ، فَقَالَ: أَتَرْضَوْنَ أن يَكُونَ هَذَا بَيْنَنَا؟ قَالُوا: نَعَمْ، لا يُحْسِنْ أَحَدٌ يَكْتُبُ مِثْلَهُ الْيَوْمَ، فَدَفَعَ إِلَى شَابٍّ مِنْهُمْ، فَقَرَأَ كَأَسْرَعِ قَارِئٍ، فَلَمَّا بلغ إلى مكان منه نظر إلى أصحابه كَالرَّجُلِ يُؤْذِنُ صَاحِبَهُ بِالشَّيْءِ، ثُمَّ جَمَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ بِهِ، فَنَبَذَهُ، فَقَالَ كَعْبٌ: آهِ، وَأَخَذَهُ فَوَضَعَهُ فِي حِجْرِهِ، فَقَرَأَ، فَأَتَى عَلَى آيَةٍ مِنْهُ، فَخَرُّوا سُجَّدًا، وَبَقِيَ الشَّيْخُ يَبْكِي، فَقِيلَ: وما

يبكيك؟ فقال: وما لي [ص:740] لا أَبْكِي، رَجُلٌ عَمِلَ فِي الضَّلالَةِ كَذَا وَكَذَا سَنَةً، وَلَمْ أَعْرِفِ الإِسْلامَ حَتَّى كَانَ اليوم.

همام: حدثنا قَتَادَةُ، عَنْ زُرَارَةَ، عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: أَصَبْنَا دَانِيَالَ بالسُّوسِ فِي بَحْرٍ مِنْ صَفرٍ، وَكَانَ أَهْلُ السُّوسِ إِذَا اسْتَقَوا اسْتَخْرَجُوهُ فَاسْتَسْقَوْا بِهِ، وَأَصَبْنَا مَعَهُ ريطتي كِتَّانٍ، وَسِتِّينَ جَرَّةً مَخْتُومَةً، فَفَتَحْنَا جَرَّةً، فَوَجَدْنَا فِي كُلِّ جَرَّةٍ عَشْرَةَ آلافٍ، وَأَصَبْنَا مَعَهُ رَبْعَةً فِيهَا كِتَابٌ، وَكَانَ مَعَنَا أَجِيرٌ نَصْرَانِيٌّ يُقَالُ لَهُ: نُعَيْمٌ، فَاشْتَرَاهَا بِدِرْهَمَيْنِ.

قَالَ هَمَّامٌ: قَالَ قَتَادَةُ: وحدثني أبو حسان أن أول مَنْ وَقَعَ عَلَيْهِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ: حُرْقُوصٌ، فأعطاه مُوسَى الرَّيْطَتَيْنِ وَمِائَتَيْ دِرْهَمٍ، ثُمَّ إِنَّهُ طَلَبَ أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهِ الرَّيْطَتَيْنِ، فَأَبَى، فَشَقَّقَهُمَا عَمَائِمَ، فَكَتَبَ أَبُو مُوسَى فِي ذَلِكَ إِلَى عُمَرَ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ: إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ دَعَا اللَّهَ أَنْ لا يَرِثَهُ إِلا الْمُسْلِمُونَ، فَصَلِّ عَلَيْهِ وادفنه.

قال همام: وحدثنا فرقد قال: حدثنا أَبُو تَمِيمَةَ أَنَّ كِتَابَ عُمَرَ جَاءَ: أَنِ اغْسِلْهُ بِالسِّدْرِ وَمَاءِ الرَّيْحَانِ.

ثُمَّ رَجَعَ إِلَى حَدِيثِ مُطَرِّفٍ قَالَ: فَبَدَا لِي أَنْ آتِيَ بيت المقدس، فبينا أنا في الطريق إذ أَنَا بِرَاكِبٍ شَبَّهْتُهُ بِذَلِكَ الأَجِيرِ النَّصْرَانِيِّ، فَقُلْتُ: نُعَيْمٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، قُلْتُ: مَا فَعَلَتْ نَصْرَانِيَّتُكَ؟ قَالَ: تَحَنَّفْتُ بَعْدَكَ، ثُمَّ أَتَيْنَا دِمَشْقَ، فَلَقِينَا كَعْبًا، فَقَالَ: إِذَا أَتَيْتُمْ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَاجْعَلُوا الصَّخْرَةَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، ثُمَّ انْطَلَقْنَا ثَلاثِينَ، حَتَّى أَتَيْنَا أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَقَالَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ لكعب: أَلا تعدني عَلَى أَخِيكَ يَقُومُ اللَّيْلَ وَيَصُومُ النَّهَارَ، فَجَعَلَ لَهَا مِنْ كُلِّ ثَلاثِ لَيَالٍ لَيْلَةً، ثُمَّ انْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا بَيْتَ الْمَقْدِسِ، فَسَمِعَتِ الْيَهُودُ بِنُعَيْمٍ وَكَعْبٍ، فَاجْتَمَعُوا، فَقَالَ كَعْبٌ: إِنَّ هَذَا كِتَابٌ قَدِيمٌ، وَإِنَّهُ بِلُغَتِكُمْ فَاقْرَأُوهُ، فَقَرَأَهُ قَارِئُهُمْ، فَأَتَى عَلَى مَكَانٍ مِنْهُ، فَضَرَبَ بِهِ الأَرْضَ، فَغَضِبَ نُعَيْمٌ، فَأَخَذَهُ وَأَمْسَكَهُ، ثم قَرَأَ قَارِئُهُمْ حَتَّى أَتَى عَلَى ذَلِكَ الْمَكَانَ: {وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ}، فَأَسْلَمَ مِنْهُمُ اثْنَانِ وَأَرْبَعُونَ حَبْرًا، وَذَلِكَ فِي خِلافَةِ مُعَاوِيَةَ، فَفَرَضَ لَهُمْ مُعَاوِيَةُ وَأَعْطَاهُمْ. [ص:741]

قال همام: وحدثني بسطام بن مسلم قال: حدثنا مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ، أَنَّهُمْ تَذَاكَرُوا ذَلِكَ الْكِتَابَ، فَمَرَّ بِهِمْ شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ فَقَالَ: عَلَى الْخَبِيرِ سَقَطْتُمْ، إِنَّ كَعْبًا لَمَّا احْتُضِرَ قَالَ: أَلا رَجُلٌ أَئْتَمِنُهُ عَلَى أَمَانَةٍ؟ فَقَالَ رَجُلٌ: أَنَا، فَدَفَعَ إِلَيْهِ ذَلِكَ الْكِتَابَ وَقَالَ: ارْكَبِ الْبُحَيْرَةَ، فَإِذَا بَلَغْتَ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا فَاقْذِفْهُ، فَخَرَجَ مِنْ عِنْدِ كَعْبٍ فَقَالَ: هَذَا كِتَابٌ فِيهِ عِلْمٌ، وَيَمُوتُ كَعْبٌ، لا أُفَرِّطُ بِهِ، فَأَتَى كَعْبًا وَقَالَ: فَعَلْتُ مَا أَمَرْتَنِي، قَالَ: وَمَا رَأَيْتَ؟ قَالَ: لَمْ أَرَ شَيْئًا، فَعَلِمَ كَذِبَهُ، فَلَمْ يَزَلْ يُنَاشِدُهُ وَيَطْلُبُ إِلَيْهِ حَتَّى رَدَّ عَلَيْهِ الْكِتَابَ، فَلَمَّا أَيْقَنَ كَعْبٌ بِالْمَوْتِ قَالَ: أَلا رَجُلٌ يُؤَدِّي أَمَانَتِي؟ قَالَ رَجُلٌ: أَنَا، فَرَكِبَ سَفِينَةً، فَلَمَّا أَتَى ذَلِكَ الْمَكَانَ ذَهَبَ لِيَقْذِفَهُ، فَانْفَرَجَ لَهُ الْبَحْرُ حَتَّى رَأَى الأَرْضَ، فَقَذَفَهُ وَأَتَاهُ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ كَعْبٌ: إِنَّهَا التوراة كما أنزلها اللَّهُ عَلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلامُ، مَا غُيِّرَتْ ولا بدلت، ولكن خشيت أن يتكل عَلَى مَا فِيهَا، وَلَكِنْ قُولُوا: لا إِلَهَ إِلا اللَّهُ وَلَقِّنُوهَا مَوْتَاكُمْ. رَوَاهُ أَحْمَدُ بْنُ أبي خيثمة في تاريخه، عن هدبة قال: حدثنا هَمَّامٌ.

دلائل النبوه از بیہقي میں ہے

أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ، عَنْ أَبِي خَلْدَةَ خَالِدِ بْنِ دِينَارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْعَالِيَةِ، قَالَ: لَمَّا افْتَتَحْنَا تُسْتَرَ وَجَدْنَا فِي بَيْتِ مَالِ الْهُرْمُزَانِ سَرِيرًا عَلَيْهِ رَجُلٌ مَيِّتٌ، عِنْدَ رَأْسِهِ مُصْحَفٌ لَهُ، فَأَخَذْنَا الْمُصْحَفَ، فَحَمَلْنَاهُ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَدَعَا لَهُ كَعْبًا، فَنَسَخَهُ بِالْعَرَبِيَّةِ، أَنَا أَوَّلُ رَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ قَرَأَهُ. قَرَأْتُهُ مِثْلَ مَا أَقْرَأُ الْقُرْآنَ هَذَا. فَقُلْتُ لِأَبِي الْعَالِيَةِ: مَا كَانَ

فِيهِ؟ فَقَالَ: سِيرَتُكُمْ، وَأُمُورُكُمْ، وَدِينُكُمْ، وَلُحُونُ كَلَامِكُمْ، وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدُ. قُلْتُ: فَمَا صَنَعْتُمْ بِالرَّجُلِ؟ قَالَ: حَفَرْنَا بِالنَّهَارِ ثَلَاثَةَ عَشَرَ قَبْرًا مُتَفَرِّقَةً، فَلَمَّا كَانَ فِي اللَّيْلِ دَفَنَّاهُ وَسَوَّيْنَا الْقُبُورَ كُلَّهَا، لِنُعَمِّيَهُ عَلَى النَّاسِ لَا يَنْبُشُونَهُ، فَقُلْتُ: وَمَا تَرْجُونَ مِنْهُ؟ قَالَ: كَانَتِ السَّمَاءُ إِذَا حُبِسَتْ عَلَيْهِمْ بَرَزُوا بِسَرِيرِهِ فَيُمْطَرُونَ. قُلْتُ: مَنْ كُنْتُمْ تَظُنُّونَ الرَّجُلَ؟ قَالَ: رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ: دَانْيَالُ , فَقُلْتُ: مُذْ كَمْ وَجَدْتُمُوهُ مَاتَ؟ قَالَ: مُذْ ثَلَاثِمِائَةِ سَنَةٍ. فَقُلْتُ: مَا كَانَ تَغَيَّرَ شَيْءٌ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا شُعَيْرَاتٌ مِنْ قَفَاهُ، إِنَّ لُحُومَ الْأَنْبِيَاءِ لَا تُبْلِيهَا الْأَرْضُ، وَلَا تَأْكُلُهَا السِّبَاعُ

ابن کثیر نے اس پر کہا ہے

وَهَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ إِلَى أَبِي الْعَالِيَةِ، وَلَكِنْ إِنْ كَانَ تَارِيخُ وَفَاتِهِ مَحْفُوظًا مِنْ ثَلَاثِمِائَةِ سَنَةٍ فَلَيْسَ بِنَبِيٍّ، بَلْ هو رجل صالح ، لأن عيسى بن مَرْيَمَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيٌّ بِنَصِّ الْحَدِيثِ الَّذِي فِي الْبُخَارِيِّ، وَالْفَتْرَةُ الَّتِي كَانَتْ بَيْنَهُمَا أَرْبَعُمِائَةِ سَنَةٍ، وَقِيلَ سِتُّمِائَةٍ، وَقِيلَ سِتُّمِائَةٍ وَعِشْرُونَ سَنَةً، وَقَدْ يَكُونُ تَارِيخُ وَفَاتِهِ مِنْ ثَمَانِمِائَةِ سَنَةٍ، وَهُوَ قَرِيبٌ مِنْ وَقْتِ دَانْيَالَ ، إِنْ كَانَ كَوْنُهُ دَانْيَالَ هُوَ الْمُطَابِقَ لِمَا فِي نَفْسِ الْأَمْرِ، فَإِنَّهُ قَدْ يَكُونُ رَجُلًا آخَرَ، إِمَّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ أَوِ الصَّالِحِينَ، وَلَكِنْ قَرُبَتِ الظُّنُونُ أَنَّهُ دَانْيَالُ، لِأَنَّ دَانْيَالَ كَانَ قَدْ أَخَذَهُ مَلِكُ الْفُرْسِ، فَأَقَامَ عِنْدَهُ مَسْجُونًا كَمَا تَقَدَّمَ. وَقَدْ رُوِيَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ إِلَى أَبِي الْعَالِيَةِ أَنَّ طُولَ أَنْفِهِ شِبْرٌ. وَعَنْ أَنَسِ ابن مَالِكٍ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ أَنَّ طُولَ أَنْفِهِ ذِرَاعٌ. فَيَحْتَمِلُ عَلَى هَذَا أَنْ يَكُونَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ الْأَقْدَمِينَ قَبْلَ هَذِهِ الْمُدَدِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ " انتهى من "البداية والنهاية" (2/ 40)

[35] بحث ہو رہی ہے انبیاء کے جسد کے حوالے سے کہ وہ باقی رہتے ہیں یا نہیں؟ عمر ایک غیر نبی ہیں ان کا قدم ملا جیسا کہ روایت میں ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ ، عَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ، "أَنَّهُ رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا". حَدَّثَنَا فَرْوَةُ ، حَدَّثَنَا عَلِيٌّ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ "لَمَّا سَقَطَ عَلَيْهِمُ الْحَائِطُ فِي زَمَانِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ أَخَذُوا فِي بِنَائِهِ، فَبَدَتْ لَهُمْ قَدَمٌ فَفَزِعُوا، وَظَنُّوا أَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا وَجَدُوا أَحَدًا يَعْلَمُ ذَلِكَ، حَتَّى قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ: لَا، وَاللَّهِ مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا هِيَ إِلَّا قَدَمُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ".

ہم سے محمد نے بیان کیا ‘ کہا کہ ہمیں عبداللہ نے خبر دی ‘ کہا کہ ہمیں ابوبکر بن عیاش نے خبر دی اور ان سے سفیان تمار نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر دیکھی ہے جو کوہان نما ہے۔ ہم سے فروہ بن ابی المغراء نے بیان کیا ‘ کہا کہ ہم سے علی بن مسہر نے بیان کیا ‘ ان سے ہشام بن عروہ نے ‘ ان سے ان کے والد نے کہ ولید بن عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت میں (جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک کی) دیوار گری اور لوگ اسے (زیادہ اونچی) اٹھانے لگے تو وہاں ایک قدم ظاہر ہوا۔ لوگ یہ سمجھ کر گھبرا گئے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو قدم کو پہچان سکتا۔ آخر عروہ بن زبیر نے بتایا کہ نہیں اللہ گواہ ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم نہیں ہے بلکہ یہ تو عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔

اس سے تو یہ بھی ثابت ہوا کہ بعض اب و ہوا کے زیر اثر غیر نبی کا جسد بھی باقی رہ سکتا ہے تو پھر انبیاء کی یہ خصوصیت نہیں رہی کہ ان کا جسم ہی باقی رہتا ہے کسی کا بھی رہ سکتا ہے - بعض چیزیں من جانب اللہ نشانی تھیں ان سے عموم نہیں لیا جا سکتا مثلا شہدائے بدر احد کا رتبہ سب سے بلند ہے اب کوئی شہید بھی ہو تو بھی ان کے

رتبے تک نہیں جا سکتا
اس کو بطور نشانی اللہ تعالی نے باقی رکھا کہ ان شہداء کے جسم لوگوں نے دیکھے کوئی تغیر نہیں آیا تھا
المخلصيات وأجزاء أخرى لأبي طاهر المخلص از المؤلف: محمد بن عبد الرحمن بن العباس بن عبد الرحمن بن زكريا البغدادي المخَلِّص (المتوفى: 393هـ) میں ہے

حدثنا عبدُاللهِ قالَ: حدثنا أبويحيى / عبدُالأعلى بنُ حمادٍ قالَ: حدثنا عبدُالجبارِ بنُ الوردِ قالَ: سمعتُ أبا الزبيرِ محمدَ بنَ مسلمٍ يقولُ: سمعتُ جابرَ بنَ عبدِاللهِ يقولُ: كتبَ معاويةُ إلى عامِلِه بالمدينةِ أَن يُجريَ عَيناً إلى أُحُدٍ، فكتبَ إليه عامِلُه أنَّها لا تَجري إلا عَلى قبورِ الشهداءِ، قالَ: فكتبَ إليه أَن أَنفِذْها، قالَ: فسمعتُ جابراً يقولُ: فرأيتُهم يُخْرَجُون على رقابِ الرجالِ كأنَّهم رجالٌ نُوَّمٌ، حتى أَصابتْ المِسْحاةُ قدمَ حمزةَ عليه السلامُ فانبعثَتْ دماً

أبا الزبيرِ محمدَ بنَ مسلمٍ نے کہا میں نے جابر بن عبد اللہ سے سنا بولے معاویہ نے اپنے گورنر مدینہ کو لکھا کہ احد میں سے (سیلاب کی) نہر گذارو تو اس نے جواب دیا کہ ایسا نہیں کیا جا سکتا کیونکہ احد میں شہداء کی قبور ہیں – معاویہ نے کہا ان کو نکال لو پس میں نے جابر سے سنا کہ میں نے دیکھا وہ شہداء کی گردنوں تک آ گئے اور ایسا تھا کہ گویا سو رہے ہوں یہاں تک کہ کھدال حمزہ علیہ السلام کے قدم کو لگی تو اس میں سے خون جاری ہو گیا

تاریخ مدینہ ابن شبہ میں ہے

حَدَّثَنَا أَبُو زَيْدٍ، وَقَالَ: لَيْسَ هَذَا مِمَّا فِي الْكِتَابِ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: " صُرِخَ بِنَا إِلَى قَتْلَانَا يَوْمَ أُحُدٍ حِينَ أَجْرَى مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْعَيْنَ، فَأَتَيْنَاهُمْ فَأَخْرَجْنَاهُمْ رِطَابًا تَتَثَنَّى أَجْسَادُهُمْ. قَالَ سَعِيدٌ: وَبَيْنَ الْوَقْتَيْنِ أَرْبَعُونَ سَنَةً

ابو الزبیر نے جابر سے روایت کیا کہ اہل احد کے مقتولین کو نکالا جب معاویہ نے چشمہ جاری کرنا چاہا ہم احد میں گئے ان کے جسموں کو تازہ نکالا گیا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ نے کہا اس وقت تک ٤٠ سال گزر چکے تھے

اسی کتاب میں ہے

حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، وَأَبُو غَسَّانَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ [ص:128] عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْجَمُوحِ، وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ الْأَنْصَارِيَّيْنِ، ثُمَّ السُّلَمِيَّيْنِ، كَانَا فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ، وَكَانَا مِمَّنِ اسْتُشْهِدَ يَوْمَ أُحُدٍ، وَكَانَ قَبْرُهُمَا مِمَّا يَلِي السَّيْلَ، فَحُفِرَ عَنْهُمَا لِيُغَيَّرَا مِنْ مَكَانِهِمَا، فَوُجِدَا لَمْ يَتَغَيَّرَا كَأَنَّمَا مَاتَا بِالْأَمْسِ، وَكَانَ أَحَدُهُمَا قَدْ جُرِحَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى جُرْحِهِ، فَدُفِنَ وَهُوَ كَذَلِكَ، فَأُمِيطَتْ يَدُهُ عَنْ جُرْحِهِ ثُمَّ أُرْسِلَتْ، فَرَجَعَتْ كَمَا كَانَتْ. وَكَانَ بَيْنَ يَوْمِ أُحُدٍ وَيَوْمَ حُفِرَ عَنْهُمَا سِتٌّ وَأَرْبَعُونَ سَنَةً "

عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ نے کہا کہ ان تک پہنچا کہ عَمْرَو بْنَ الْجَمُوحِ اور عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ انصاریوں میں سے تھے پھر ساتھ مسلمان ہوئے اور ان کی قبر ایک ہے اور ان دونوں نے احد کا دن دیکھا اور ان کی قبروں میں سیلاب کا پانی آیا تو ان کو الگ مقام پر دفنانے کے لئے نکالا گیا تو ان کے جسموں میں کوئی تغیر نہیں آیا تھا جیسے کہ کل مرے ہوں اور ایک کے ہاتھ پر زخم ہوا پس اسی حال میں دفن کیا گیا اور وہ اسی طرح رہے کہ زخم سے خون رستا رہا پھر (اس نئے مقام سے) نکال کر واپس وہیں دفن کیا جہاں تھے تو خون پھر جاری ہو گیا جیسا پہلے بہہ رہا تھا اور یوں احد سے اس دن تک جب نکالا ٤٦ برس بیت چکے تھے

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے

حَدَّثَنَا 36758 – عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ رِجَالٍ مِنْ بَنِي سَلِمَةَ قَالُوا: «لَمَّا صَرَفَ مُعَاوِيَةُ عَيْنَهُ الَّتِي تَمُرُّ عَلَى قُبُورِ الشُّهَدَاءِ جَرَتْ عَلَيْهِمَا فَبَرَزَ قَبْرُهُمَا , فَاسْتُصْرِخَ عَلَيْهِمَا فَأَخْرَجْنَاهُمَا يَتَثَنَّيَانِ تَثَنِّيًا كَأَنَّمَا مَاتَا بِالْأَمْسِ , عَلَيْهِمَا بُرْدَتَانِ قَدْ غُطُّوا بِهِمَا عَلَى وُجُوهِهِمَا وَعَلَى أَرْجُلِهِمَا مِنْ نَبَاتِ الْإِذْخِرِ»

بنی سلمہ کے مردوں نے خبر دی کہ جب معاویہ نے وہ نہر جاری کی جو شہدائے احد کی قبروں پر سے گزری تو ان کی قبریں کھودی گئیں ... پس کھودا تو .. ایسے تھے کہ کل شہید ہوئے ہوں ان پر برد (ایک قسم کی) چادریں تھیں جس سے ان کے چہروں کو ڈھنپا ہوا تھا اور قدموں پر الْإِذْخِرِ کھانس تھی

یہ اللہ کی آیت و نشانی تھی – کہ تابعین اور اصحاب رسول میں سے چند نے ٤٦ سال بعد بھی غیر انبیاء کے جسموں کو اصلی صورت میں دیکھا لیکن اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ غیر نبی کا جسد بھی باقی رہتا ہے

دوم کلی اصول ہے کہ ہر چیز کو فنا ہے لہذا یہ اصول سب پر لگے گا کیونکہ حشر میں پہاڑ چلیں گے کیا انبیاء کے جسم اس وقت ختم ہوں گے ؟ میرے نزدیک بعض اجسام اللہ تعالی نے ایک مدت باقی رکھے ان کو ظاہر کیا تاکہ لوگوں کا ایمان تازہ ہو

شہداء بدر و احد زندہ نہیں مردہ تھے ان کے جسموں سے ان کی روحوں کا کوئی تعلق نہیں تھا صرف ان کے جسد سالم نکلے

اس کو میں نے خصوص کہا ہے

دوسروں نے اس کو عموم لیا کہ تمام مسلمان قبروں میں اسی حال میں ہوتے ہیں ان کی روحوں کا جسد سے تعلق ہوتا ہے عالم البرزخ میں جو ہوا اس کا اثر جسد پر ظاہر ہوا؟ اپ نے بھی ایسا ہی سمجھا جبکہ ایسا میرے نزدیک نہیں ہے

میرے نزدیک یہ شہداء احد کی خصوصیت تھی جو ممکن ہے کچھ عرصہ رہی ہو

و اللہ اعلم

[36] اللآلىء المصنوعة في الأحاديث الموضوعة از عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911هـ) میں ہے

قَالَ الزَّرْكَشِيّ ولَمْ أَجِدهُ ... وَذكر أَبُو الْحَسَن بْن الزَّاغُونِيّ الْحَنْبَلِيّ فِي بعض كتبه حَدِيثا: إِن الله لَا يتْرك نَبيا فِي قَبره أَكثر من نصف يَوْم

زرکشی نے کہا مجھ کو (اس حدیث کی سند) نہیں ملی ... اور أَبُو الْحَسَن بْن الزَّاغُونِيّ الْحَنْبَلِيّ نے اپنی بعض کتابوں میں حدیث ذکر کی ہے بے شک اللہ تعالی ہمارے نبی کو ان کی قبر میں آدھے دن سے زیادہ رہنے نہیں دے گا

[37]

[38] یہ قول سرے سے ثابت ہی نہیں تھا - وکیع نے اس کی سند میں نام إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ الْبَهِيِّ لیا ہے جو مجھول ہے

[39] البانی نے اس کے الفاظ جب یہ کہہ دیا کو شاذ قرار دیا ہے

صحیح ابن حبان میں ابن حبان نے باب باندھا ہے

ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ قَوْلَهُ فَإِذَا قُلْتَ هَذَا فَقَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ إِنَّمَا هُوَ قَوْلُ بن مَسْعُودٍ لَيْسَ مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْرَجَهُ زُهَيْرٌ فِي الْخَبَرِ

اس بیان کا ذکر جس میں ہے "جب یہ کہہ دیا" تو یہ قول ابن مسعود ہے قول نبوی نہیں اور اس کا ادراج زُهَيْرٌ کی خبر میں ہے

البانی کہتے ہیں

والصواب أنَّه من قول ابن مسعود – «صحيح أبي داود

ٹھیک یہ ہے کہ یہ قول ابن مسعود ہے

راقم کہتا ہے یہ مسلک پرستی ہے – یہاں کوئی دلیل نہیں کہ اس کو قول ابن مسعود قرار دیا جائے- ایسا اسی صورت ممکن ہے کہ کسی دوسری صحیح حدیث میں صریحا آ رہا ہو کہ یہ قول نبوی نہیں بلکہ قول ابن مسعود ہے

كتاب الفصل للوصل المدرج في النقل از خطیب بغدادی میں ایک سند ہے جس میں اس کو ابن مسعود کا قول کہا گیا ہے

فَأَخْبَرَنَاهُ أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْقُرَشِيُّ وَالْقَاضِي أَبُو الطَّيِّبِ طَاهِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الطَّبَرِيُّ. قَالا: نا عَلِيُّ بْنُ عُمَرَ الْحَافِظُ: نا إِسْمَاعِيلُ بْنُ محمد الصفار نا الحسين بْنُ مُكْرَمٍ نا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ نا أَبُو خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ نا الْحَسَنُ بْنُ الْحُرِّ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ قَالَ: أَخَذَ عَلْقَمَةُ بِيَدِي، فَقَالَ: أَخَذَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ بِيَدِي قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي فَعَلَّمَنِي التَّشَهُّدَ: " التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ". قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: " فَإِذَا قُلْتَ ذَلِكَ فَقَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ من الصَّلاةِ، فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَقُومَ1 فَقُمْ، وَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَقْعُدَ فَاقْعُدْ

لیکن اس سند میں شبابة بن سوار ہے جس کے لئے ابی حاتم کا کہنا ہے اس سے دلیل مت لینا-لہذا جن لوگوں کا دعوی ہے کہ یہ کلام ابن مسعود ہے ان کی یہ دلیل مضبوط نہیں ہے-عقیلی کہتے ہیں أنكر أحمد بن حنبل حديثه احمد بن حنبل نے اس کی حدیث کا انکار کیا ہے

سنن دارقطنی میں بھی اس کو ابن مسعود کا قول روایت کیا گیا ہے

فَحَدَّثَنَا بِهِ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ نُصَيْرٍ , ثنا الْحُسَيْنُ بْنُ الْكُمَيْتِ , ثنا غَسَّانُ بْنُ الرَّبِيعِ , ح وَحَدَّثَنَا بِهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ الْحَرَّانِيُّ , وَعُمَرُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْمُعَدَّلُ وَآخَرُونَ قَالُوا: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْمُثَنَّى , ثنا غَسَّانُ بْنُ الرَّبِيعِ , عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ ثَوْبَانَ , عَنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحَرِّ , عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ , أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: أَخَذَ عَلْقَمَةُ بِيَدِي , وَأَخَذَ ابْنُ مَسْعُودٍ بِيَدِ عَلْقَمَةَ وَأَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِ ابْنِ مَسْعُودٍ فَعَلَّمَهُ التَّشَهُّدَ: «التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ , السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ , السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ , أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ». ثُمَّ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: إِذَا فَرَغْتَ مِنْ هَذَا فَقَدْ فَرَغْتَ مِنْ صَلَاتِكَ فَإِنْ شِئْتَ فَاثْبُتْ وَإِنْ شِئْتَ فَانْصَرِفْ

یہاں بھی سند ضعیف ہے اس میں عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ ثَوْبَان پر کلام جرح ہے - ابن عدي نے اس کو ضعیف کہا ہے

احمد نے کہا أحاديثه مناكير اور کہا لم يكن بالقوي في الحديث

یہ حدیث میں قوی نہیں ہے

يَحْيَى بن معين نے اس کو ضعیف کہا

ان دو اسناد کو دارقطنی نے سنن میں پیش کیا ہے کہ یہ ثبوت ہے کہ یہ قول نبوی نہیں ابن مسعود ہے جبکہ ان دونوں کی

بنیاد پر اس کو قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ نہیں کہا جا سکتا

شبابہ المتوفی ۲۰۶ ھ اور عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ ثَوْبَانَ (وفات ١٦٧ کے بعد) دونوں بہت بعد کے ہیں فقہائے کوفہ جن کا یہ مذہب ہے وہ ان دونوں سے پہلے کے ہیں جس سے معلوم پڑتا ہے کہ اس کو قول نبوی ہی سمجھا گیا ہے

اگر یہ قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہے تو ثابت ہوا کہ کوفہ میں یہ مذہب تھا کہ سلام نماز میں فرض نہیں ہے اس کے بغیر نماز ہو جاتی ہے جس کو فقہائے کوفہ نے لیا - اصحاب رسول میں ابن مسعود کی نماز اس طرح مشکوک ہو جاتی ہے کہ وہ سلام پھرنے کے قائل ہی نہیں تھے - راقم اس لئے سمجھتا ہے کہ یہ قول نبوی ہی ہے

اس کی مثال ہے : کوئی روایت اگر موقوف بھی ہو تو یہی محدثین اس کو مرفوع قرار دے دیتے ہیں کہ ان صحابی نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی سنا ہو گا- مثلا ابن عمر کی روایت کہ دو مردار حلال ہیں ایک مچھلی اور ایک ٹڈی اور دو خون حلال ہیں … جبکہ یہ مرفوع ہے ہی نہیں - راقم کہتا ہے یہ تضاد ہے

[40] ابن ماجہ 119) ابن حجر لکھتے ہیں قلت رجال ثقات، التہذیب التہذیب جلد 3ص398)۔ حافظ منذری الترغیب والترھیب لکھتے ہیں اسنادہ جید ترجمان السنہ جلد 3ص297 علامہ عزیزی لکھتے ہیں۔ رجال الثقات، السراج المنیر جلد1ص290۔ علامہ مناوی لکھتے ہیں، قال الدمیری رجال ثقات، فیض القدیر جلد4ص87،۔ اسی طرح زرقانی ، سمہووی، ملاعلی قاری، شمس الحق علیم آبادی، قاضی شوکانی نے بھی اس حدیث کا صحیح اور جید کہا ہے۔زرقانی شارح مواحد جلد 5ص436،خلاصۃ الوفا ص48، مرقات جلد2ص112، نیل الاوطار جلد5ص 264، عون المعبود جلد ١ص405۔

[41] ایک روایت پیش کی جاتی ہے کہ قبر میں نماز تمام مومن پڑھتے ہیں – اس کو ابن حبان نے صحیح میں روایت کر دیا ہے

أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ غِيَاثٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرٍو يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ الْمَيِّتَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ ... فَيَقُولُ: دَعُونِي حَتَّى أُصَلِّيَ

مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرٍو نے أَبِي سَلَمَةَ سے انہوں نے أَبِي هُرَيْرَةَ سے روایت کیا کہ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا مومن کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے .... مومن کہتا ہے مجھے نماز پڑھنے دو

اس کی سند ضعیف ہے جوزجانی احوال الرجل میں کہتے ہیں

محمد بن عمرو بن علقمة ليس بقوي الحديث ويشتهى حديثه

محمد بن عمرو بن علقمة حدیث میں قوی نہیں اور ان کی حدیث پسند کی جاتی ہے

ابن ابی خیثمہ کتاب تاریخ الکبیر میں لکھتے ہیں کہ يَحْيَى بن معين کہتے ہیں

لم يزل الناس يتقون حديث مُحَمَّد بن عَمْرو [ق/142/ب] قيل له: وما علة ذلك؟ قَالَ: كان مُحَمَّد بن عَمْرو يحدث مرة عن أبي سلمة بالشيء رأيه، ثم يحدِّث به مرة أخرى عن أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

لوگ مسلسل مُحَمَّد بن عَمْرو کی روایت سے بچتے رہے .. پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہے کہا مُحَمَّد بن عَمْرو کبھی روایت ابی سلمہ سے بیان کرتے اور کبھی ابی سلمہ عن ابی ہریرہ سے

علي بن الْمَدِيْنِيّ کہتے ہیں

سألت يَحْيَى بن سعيد، عن مُحَمَّد بن عمرو، وكيف هو؟ قَالَ: تريد العفو أو تشدد؟ قلت: بل أشدد، قَالَ: ليس هو ممن تُريد

يَحْيَى بن سعيد سے مُحَمَّد بن عمرو کے بارے میں سوال ہوا کہ کیسا ہے بولے نرمی والی بات ہے یا سختی والی بولے نہیں سختی والی یہ وہ نہیں جو تم کو چاہیے

ذہبی اپنی کتاب تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں

قُلْتُ: صَدَقَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ لَيْسَ هو مثل يحيى بْنِ سَعِيدٍ الأَنْصَارِيِّ، وَحَدِيثُهُ صَالِحٌ.

ذہبی کہتے ہیں: يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ سچ کہتے ہیں اور یہ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الانصاری جیسا نہیں اس کی حدیث صالح ہے

ابن الجوزی کتاب الضعفاء والمتروکون میں لکھتے ہیں

وَقَالَ السَّعْدِيّ لَيْسَ بِقَوي

السَّعْدِيّ کہتے ہیں لَيْسَ بِقَوي قوی نہیں

بخاری نے اصول میں کوئی بھی روایت محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عن ابو ہریرہ کی سند سے بیان نہیں کیں بلکہ شاہد کے طور پر صرف دو جگہ بَابُ جَهْرِ المَأْمُومِ بِالتَّأْمِينِ اور بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا} [النساء: 125] میں صرف سند دی ہے. امام مسلم نے بھی شاہد کے طور پر بَابُ اسْتِحْبَابِ تَحْسِينِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ میں ان کی سند پیش کی ہے نہ کہ مکمل روایت. لہذا بخاری و مسلم کا اصول ہے کہ ان کی روایت شاہد کے طور پر غیر عقیدہ میں پیش کی جا سکتی ہے

اس کے باوجود کہ ائمہ حدیث نے اس راوی کے حوالے سے اتنی احتیاط برتی ہے لوگوں نے ان کی روایات کو عقیدے میں بھی لے لیا ہے جو کہ صریحا ائمہ حدیث کے موقف کے خلاف ہے

[42] بعض لوگ اس بات کے اثبات میں کہ موسی علیہ السلام اب زندہ نہیں ایک روایت پیش کرتے ہیں

سنن دارمی کی حدیث ہے

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُجَالِدٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنُسْخَةٍ مِنْ التَّوْرَاةِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ نُسْخَةٌ مِنْ التَّوْرَاةِ فَسَكَتَ فَجَعَلَ يَقْرَأُ وَوَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ يَتَغَيَّرُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ ثَكِلَتْكَ الثَّوَاكِلُ مَا تَرَى مَا بِوَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ عُمَرُ إِلَى وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ غَضَبِ اللَّهِ وَغَضَبِ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوسَى فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ وَلَوْ كَانَ حَيًّا وَأَدْرَكَ نُبُوَّتِي لَاتَّبَعَنِي

سنن دارمی:جلد اول:حدیث نمبر 436

جابر بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ عمر بن خطاب، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تورات کا ایک نسخہ لے کر حاضر ہوئے اور عرض کی اے اللہ کے رسول یہ تورات کا ایک نسخہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے - عمر نے اسے پڑھنا شروع کردیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ تبدیل ہونے لگا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تمہیں عورتیں روئیں کیا تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھ نہیں رہے؟ عمر نے نبی صلی

اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا تو عرض کی میں اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں- ہم اللہ کے پروردگار ہونے ، اسلام کے دین حق ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر ایمان رکھتے ہیں- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد کی جان ہے اب اگر موسی تمہارے سامنے آجائیں اور تم ان کی پیروی کرو اور مجھے چھوڑ دو تو تم سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے اور اگر آج موسی زندہ ہوتےاور میری نبوت کا زمانہ پالیتے تو وہ بھی میری پیروی کرتے۔

مسند احمد کی روایت ہے

حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا مُجَالِدٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكِتَابٍ أَصَابَهُ مِنْ بَعْضِ أَهْلِ الْكُتُبِ، فَقَرَأَهُ عَلَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَضِبَ وَقَالَ: «أَمُتَهَوِّكُونَ فِيهَا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً، لَا تَسْأَلُوهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَيُخْبِرُوكُمْ بِحَقٍّ فَتُكَذِّبُوا بِهِ، أَوْ بِبَاطِلٍ فَتُصَدِّقُوا بِهِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ مُوسَى كَانَ حَيًّا، مَا وَسِعَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ اپنے ہاتھوں میں اہل کتاب کی کوئی تحریر لے کر آئے ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کو پڑھا اپ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے اور فرمایا کہ اے ابن الخطاب! کیا تم لوگوں کو تردد اور اضطراب میں ڈالنا چاہتے ہو ۔ وہ ذات جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک میں ایک پاکیزہ چمکدارشریعت تمہارے لئے لایا ہوں تم ان سے سوال نہ کرو جس کی وہ تمہیں سچی خبردیں پھر تم تکذیب کرو یا باطل کہیں اور تم تصدیق کر بیٹھو. وہ ذات جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کا اتباع کرتے تو تم ضرور گمراہ ہوجاتے۔

شعيب الأرناؤوط کہتے ہیں إسناده ضعيف اسکی اسناد ضعیف ہیں

سنن دارمی کے مطابق یہ کتاب جو عمر رضی اللہ تعالی عنہ پڑھ رہے تھے التَّوْرَاةِ تھی سند ہے

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ الله عَنْهُ

مسند احمد کے علاوہ بَيْهَقِيُّ كِتَابِ شُعَبِ الْإِيمَانِ میں اس کو مجالد کی سند سے نقل کرتے ہیں

مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح میں مبارکبوری لکھتے ہیں

فقد روي نحو عن ابن عباس عند أحمد وابن ماجه، وعن جابر عند ابن حبان، وعن عبد الله بن ثابت عند أحمد وابن سعد والحاكم في الكنى، والطبراني في الكبير، والبيهقي في شعب الإيمان

پس اسی طرح ابن عباس کی سند سے احمد اور ابن ماجہ نے اور جابر کی سند سے ابن حبان نے اور عبد اللہ بن ثابت سے احمد اور ابن سعد نے اور الحاکم نے لکنی میں اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب الإيمان میں روایت کیا ہے

اس روایت کی تمام اسناد میں راوی مُجَالِدُ بنُ سَعِيْدِ بنِ عُمَيْرِ بنِ بِسْطَامَ الهَمْدَانِيُّ المتوفی ۱۴۴ ھ کا تفرد ہے

أَبُو حَاتِمٍ کہتے ہیں لاَ يُحْتَجُّ بِهِ اس سے دلیل نہ لی جائے

ابْنُ عَدِيٍّ کہتے ہیں اس کی حدیث: لَهُ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرٍ أَحَادِيْثُ صَالِحَةٌ صالح ہیں

أَبُو سَعِيْدٍ الأَشَج ُاس کو شِيْعِيٌّ یعنی شیعہ کہتے ہیں

الميموني کہتے ہیں ابو عبدللہ کہتے ہیں: قال أبو عبد الله: مجالد عن الشعبي وغيره، ضعيف الحديث. «سؤالاته» احمد کہتے ہیں مجالد کی الشعبي سے روایت ضعیف ہے

ابن سعد کہتے ہیں کان ضعيفا في الحديث، حدیث میں ضعیف ہے

المجروحين میں ابن حبان کہتے ہیں كان رديء الحفظ يقلب الأسانيد ويرفع، ردی حافظہ اور اسناد تبدیل کرنا اور انکو اونچا کرنا کام تھا

ابن حبان نے صحیح میں اس سے کوئی روایت نہیں لی

ابن حبان المجروحين میں لکھتے ہیں کہ امام الشافعی نے کہا وَالْحَدِيثُ عَنْ مُجَالِدٍ يُجَالِدُ الْحَدِيثَ - مجالد سے حدیث لینا اس حدیث کو کوڑے لگانا ہے

اس کا ایک اور طرق ہے جو متن کی تبدیلی کے ساتھ عَبْدِ الله بْنِ ثَابِتٍ سے بھی مروی ہے- مصنف عبد الرزاق اور مسند احمد میں سند ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَابِرٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ جَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي مَرَرْتُ بِأَخٍ لِي مِنْ بَنِي قُرَيْظَةَ فَكَتَبَ لِي جَوَامِعَ مِنْ التَّوْرَاةِ أَلَا أَعْرِضُهَا عَلَيْكَ قَالَ فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ ثَابِتٍ فَقُلْتُ لَهُ أَلَا تَرَى مَا بِوَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ رَضِينَا بِاللَّهِ تَعَالَى رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا قَالَ فَسُرِّيَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ أَصْبَحَ فِيكُمْ مُوسَى ثُمَّ اتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي لَضَلَلْتُمْ إِنَّكُمْ حَظِّي مِنْ الْأُمَمِ وَأَنَا حَظُّكُمْ مِنْ النَّبِيِّينَ

مسند احمد:جلد ہشتم:حدیث نمبر 220 ، مسند احمد جلد 4 صفحہ 265

عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک کتاب لے کر آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بنوقریظہ میں میرا اپنے ایک بھائی پر گذر ہوا اس نے تورات کی جامع باتیں لکھ کر مجھے دی ہیں کیا وہ میں آپ کے سامنے پیش کروں ؟ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور کا رنگ بدل گیا میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو نہیں دیکھ رہے ؟ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر عرض کیا ہم اللہ کو رب مان کر، اسلام کو دین مان کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مان کر راضی ہیں تو نبی کریم کی وہ کیفیت ختم ہو گئی پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے- اگر موسیٰ تم میں ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرنے لگتے تو تم گمراہ ہوجاتے - امتوں سے تم میرا حصہ ہو انبیاء میں سے میں تمہارا حصہ ہوں ۔

یہ سخت منکر اور ضعیف ہے – اس کی سند میں جابر بن يزيد الجُعفي کذاب ہے-

اور ابن عبد البرنے الاستیعاب میں اس روایت کو حدیث مضطرب قرار دیا ہے اور ابن حجر نے اصابہ میں لایصح کہا ہے.

شعيب الأرناؤوط نے مسند احمد کی تعلیق میں س کو إسناده ضعيف قرار دیا ہے

الغرض یہ روایات ضعیف و منکر ہیں ان کو اس حوالے سے پیش نہیں کیا جا سکتا

[43] ابن تیمیہ فتوی، مجموع الفتاوی، ج ۲۳ ص ۱۳۱ میں کہتے ہیں

وَسُئِلَ: عَنْ مَعْنَى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " {لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا} .
فَأَجَابَ: وَأَمَّا لَفْظُ الْحَدِيثِ {اجْعَلُوا مِنْ صَلَاتِكُمْ فِي بُيُوتِكُمْ} وَإِذَا لَمْ تَذْكُرُوا اللَّهَ فِيهَا كُنْتُمْ كَالْمَيِّتِ وَكَانَتْ كَالْقُبُورِ؛ فَإِنَّ فِي الصَّحِيحِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: {مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ رَبَّهُ كَمَثَلِ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ} وَفِي لَفْظٍ {مَثَلُ الْبَيْتِ الَّذِي يُذْكَرُ اللَّهُ فِيهِ وَالَّذِي لَا يُذْكَرُ اللَّهُ فِيهِ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ}

اور سوال ہوا: کہ قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا کا کیا مطلب ہے؟
پس جواب دیا : اور جہاں تک حدیث کے الفاظ ہیں اجْعَلُوا مِنْ صَلَاتِكُمْ فِي بُيُوتِكُمْ تو جب اللہ کا ذکر گھر میں نہیں ہو گا تو تم میت کی طرح ہو گے کہ گویا تم قبر میں ہو ، کیونکہ صحیح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جو شخص اپنے رب کا ذکر کرے اور جو نہ کرے تو اس کی مثال زندہ اور مردہ جیسی ہے اور وہ گھر جس میں اللہ کا ذکر ہو اور وہ جس میں نہ ہو زندہ و مردہ جیسا ہے

[44] قال أبو حنيفة اترك قولي بقول الصحابة الّا بقول ثلاثة منهم أبو هريرة وانس بن مالك وسمرة بن جندب رضى الله عنهم
روضة العلماء ونزهة الفضلاء (المخطوطة) – علي بن يحيى بن محمد، أبو الحسن الزندويستي الحنفي (المتوفى: 382هـ)
امام ابو حنیفہ نے کہا میرا قول صحابہ کے قول کے مقابل ہو تو اس کو ترک کر دو سوائے تین اصحاب کے ایک ابو ہریرہ دوسرے انس بن مالک اور تیسرے سمرہ بن جندب
اس کی وجہ ابو حنیفہ بتاتے ہیں
فقيل له في ذلك، فقال:
أما انس: فقد بلغني أنه اختلط عقله في آخر عمره، فكان يستفى من علقمة، وأنا لا أقلد علقمة، فكيف اقلد من يستفى من علقمة.
واما أبو هريرة فكان يروي كل ما بلغه وسمعه من غير أن يتأمل في المعنى ومن غير أن يعرف الناسخ والمنسوخ.
واما سمرة بن جندب، فقد بلغني عنه أمر ساءني، والذي بلغه عنه أنه كان يتوسع في الاشربة المسكرة سوى الخمر فلم يقلدهم في فتواهم.
اما في ما رووا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، فياخذ برواتهم؛ لأن كل واحد منهم موثوق به في ما يروي.
https://archive.org/stream/hanafi_04_201507/01#page/n181/mode/2up
صفحه 183 – 186 جلد 01 شرح أدب القاضي للخصاف الحنفي (المتوفى: 261هـ) عمر بن عبد العزيز ابن مازة الحنفي المعروف بالصدر الشهيد (المتوفى: 536هـ)- وزارة الأوقاف العراقية – مطبعة الإرشاد، بغداد
ان سے اس پر پوچھا گیا تو ابو حنیفہ نے کہا : جہاں تک انس ہیں تو مجھ تک پہنچا ہے کہ آخری عمر میں وہ اختلاط کا شکار تھے پس علقمہ سے پوچھتے اور میں علقمہ کی تقلید نہیں کرتا تو پھر اس کی کیوں کروں جو علقمہ سے پوچھے اور جہاں تک ابو ہریرہ ہیں تو یہ ہر چیز بیان کر دیتے ہیں جو پہنچی اور سنی ہو اس کے معنی پر غور کیے بغیر اور نہ ناسخ و منسوخ کو سمجھتے ہوئے

اور اسی طرح کا قول ہے
قال: أقلد جميع الصحابة إلا ثلاثة منهم أنس بن مالك، وأبو هريرة، وسمرة بن جندب رضى الله عنهم. أما أنس فقد بلغني

أنه اختلط عقله في آخر عمره، وكان يستفتي من علقمة، وإنما لا أقلد علقمة فكيف أقلد من يستفتي علقمة، وأما أبو هريرة فإنه لم يكن من أئمة الفتوى، بل كان من الرواة فيما كان يروى لا يتأمل في المعنى، وكان لا يعرف الناسخ والمنسوخ، ولأجل ذلك حجر عليه عمر رضي الله عنه، عن الفتوى في آخر عمره، وأما سمرة بن جندب فقد بلغني عنه أمر يتأبى، والذي بلغ عنه، إنه كان يتوسع في الأشربة المسكرة سوى الخمر، وكان يتدلك في الحمام بالخمر، فلم نقلدهم في فتواهم لهذا، أما فيما روي عن النبي عليه السلام أنه كان يأخذ بروايتهم، لأن كل واحد موثوق به فيما يروي.

المحيط البرهاني في الفقه النعماني فقه الإمام أبي حنيفة رضي الله عنه

المؤلف: أبو المعالي برهان الدين محمود بن أحمد بن عبد العزيز بن عمر بن مَازَةَ البخاري الحنفي (المتوفى: 616هـ)

ابو حنیفہ نے کہا .. اصحاب رسول کی تقلید ہو گی سوائے انس اور ابو ہریرہ اور سمرہ کے کہ … انس آخری عمر میں مختلط تھے اور علقمہ سے پوچھتے تھے

مزید

https://archive.org/stream/fqh12/113#page/n199/mode/2up

یہ احناف کی فقہ کی کتابیں ہیں جب عمل میں ان اصحاب کی منفرد روایت نہیں لی جا رہی تو عقیدہ میں منفرد روایت قبول کیسے کر لی جائے

لہذا انس رضی اللہ عنہ سے منسوب روایت جو صرف بصری روایت کریں مشکوک ہے

یہ جملہ معترضہ ہے

[45]علي بن عبد الله بن أحمد الحسني الشافعي، نور الدين أبو الحسن السمهودي المتوفى ٩١١ھ کتاب وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى میں سن ٥٥٧ ھ پر لکھتے ہیں

الملک العادل نور الدین الشہید نے ایک ہی رات میں تین دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ ہر دفعہ فرما رہے ہیں

أن السلطان محمودا المذكور رأى النبي صلّى الله عليه وسلّم ثلاث مرات في ليلة واحدة وهو يقول في كل واحدة: يا محمود أنقذني من هذين الشخصين الأشقرين تجاهه

اے قابل تعریف! مجھ کو ان دو شخصوں سے بچا

یہ دو اشخاص عیسائی تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مطہر حاصل کرنا چاہتے تھے- مثل مشہور ہے الناس علی دین ملوکھم کہ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں اسی طرح یہ قصہ اتنا بیان کیا جاتا ہے کہ گویا اس کی سچائی قرآن و حدیث جیسی ہو - مقررین حضرات یہ قصہ سنا کر بتاتے ہیں کہ یہودی سازش کر رہے تھے لیکن ریکارڈ کے مطابق یہ نصرانی سازش تھی

وقد دعتهم أنفسهم- يعني النصارى- في سلطنة الملك العادل نور الدين الشهيد إلى أمر عظيم

اور نصرانیوں نے ایک امر عظیم کا ارادہ کیا بادشاہ عادل نور الدین الشہید کے دور ہیں

اس کے بعد یہ خواب کا واقعہ بیان کرتے ہیں اور بعد میں پکڑے جانے والے عیسائی تھے

أهل الأندلس نازلان في الناحية التي قبلة حجرة النبي صلّى الله عليه وسلّم من خارج المسجد عند دار آل عمر بن الخطاب
اہل اندلس سے دو افراد دار ال عمر بن خطاب ،حجرے کی جانب مسجد سے باہر ٹھہرے ہوئے ہیں

اس قصے میں عجیب و غریب عقائد ہیں. اول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا کہ دو نصرانی سازش کر رہے ہیں دوئم انہوں نے اللہ کو نہیں پکارا بلکہ نور الدین کے خواب میں تین دفعہ ایک ہی رات میں ظاہر ہوئے . سوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نورالدین زنگی کو صلیبی جنگوں میں عیسائی تدبریوں کے بارے میں نہیں بتایا جن سے ساری امت مسلمہ نبرد آزما تھی بلکہ صرف اپنے جسد مطہر کی بات کی

اللہ کا عذاب نازل ہو اس جھوٹ کو گھڑنے والوں پر. ظالموں اللہ سے ڈرو اس کی پکڑ سخت ہے .اللہ کے نبی تو سب سے بہادر تھے- دراصل یہ سارا قصہ نور الدین زنگی کی بزرگی کے لئے بیان کیا جاتا ہے جو صلیبی جنگوں میں مصروف تھے اور ان کے عیسائیوں سے معرکے چل رہے تھے

شاہ عراق فیصل بن حسین المعروف فیصل اول کا خواب

فیصل بن حسین ۱۹۲۱ ع سے ۱۹۳۳ ع تک عراق کے بادشاہ تھے اور شریف المکّہ کے تیسرے بیٹے. شریف المکہ عثمانی خلافت میں ان کی جانب سے حجاز کے امیر تھے. فیصل اول نے خلافت عثمانیہ ختم کرنے میں انگریزوں کا بھر پور ساتھ دیا. بر صغیر کے مشہور شاعر علامہ اقبال نے ان پر تنقید کی کہ

کیا خوب امیر فیصل کو سنوسی نے پیغام دیا
تو نام و نسب کا حجازی ہے پر دل کا حجازی بن نہ سکا

لیکن روحانیت میں شاہ فیصل کا کچھ اور ہی مقام تھا انگریز بھی خوش اور اللہ والے بھی خوش- جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں انے کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ سن ۱۹۳۲ عیسوی میں عراق میں جابر بن عبدللہ اور حذیفہ بن یمان رضوان اللہ علیہم شاہ عراق کے خواب میں آئے اور انہوں نی اس سے کہا کہ ان کو بچائے کیونکہ نہر دجلہ کا پانی ان کی قبروں تک رس رہا ہے

[46] http://www.almaany.com/ar/dict/ar-en/وصل/

join – put together, fasten, unite; connect by a line, etc; come together; be united, connected or continuous with

– connect by joints; fill up the joints of; trim the surface of; join, combine, unite

– to join (one thing to another)

[47]

[48] أحمد بن محمد القسطلاني کی کتاب المواهب تھی جس کی شرح زرقانی نے کی

[49]

[50] اسی مفہوم میں ڈاکٹر عثمانی نے بھی اس کو استعمال کیا ہے-

[51] مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ نَظَرَ إِلَى الْكَعْبَةِ فَقَالَ: «مَا أَعْظَمَ

حُرْمَتَكِ وَمَا أَعْظَمَ حَقَّكِ، وَالْمُسْلِمُ أَعْظَمُ حُرْمَةً مِنْكِ، حَرَّمَ اللَّهُ مَالَهُ، وَحَرَّمَ دَمَهُ، وَحَرَّمَ عِرْضَهُ وَأَذَاهُ، وَأَنْ يُظَنَّ بِهِ ظَنَّ سُوءٍ»

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کعبہ کو دیکھتے ہوئے کہا کیسی تیری حرمت ہے اور بلند تیرا حق ہے اور ایک مسلم کی حرمت تجھ سے بلند ہے اور اللہ نے اس کا مال حرام کیا اس کا خون حرام کیا اور اس کو ایذا دینا حرام کیا اور اس سے بھی کہ سوئے ظن رکھا جائے

اس کی سند ضعیف ہے سند میں مجالد بن سعید ہے جس پر محدثین کی جرح ہے- ابن حبان کہتے ہیں کان رديء الحفظ يقلب الأسانيد ويرفع ردی حافظہ کا مالک تھا اور سندوں کو بدلتا اور ان کو اوپر کرتا تھا- ابن سعد کہتے ہیں کان ضعيفا في الحديث ، یہ حدیث میں ضعیف تھا

اسی طرح کے الفاظ عبد اللہ بن عمرو سے بھی مروی ہیں مصنف عبد الرزاق کی سند ہے

عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ مِينَاءَ، أَخْبَرَهُ قَالَ: إِنِّي لَأَطُوفُ بِالْبَيْتِ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بَعْدَ حَرِيقِ الْبَيْتِ، إِذْ قَالَ: «أَيْ سَعِيدُ، أَعَظَّمْتُمْ مَا صَنَعَ الْبَيْتُ؟» قَالَ: قُلْتُ: وَمَا أَعْظَمُ مِنْهُ؟ قَالَ: «دَمُ الْمُسْلِمِ يُسْفَكُ بِغَيْرِ حَقِّهِ»

عبد الرزاق ، ابن جریج سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں مجھ کو خبر دی عبد اللہ بن عثمان نے کہ سَعِيدَ بْنَ مِينَاءَ نے خبر دی کہ میں بیت اللہ جلنے کے بعد عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ کے ساتھ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ انہوں نے کہا اے سعید بیت اللہ سے عظمت والا اور کیا ہے ؟ میں نے کہا کیا ہے اس سے عظمت والا؟ بولے : مسلمان کا خون بہایا جائے بغیر حق کے

اس کی سند میں عبد اللہ بن عثمان بن خثیم ہے جس کو ابن معین ليس بالقوي قوی نہیں کہتے ہیں- میزان از الذھبی کے مطابق ابو حاتم نے صالح الحديث کہا اور لا يحتج به بھی کہا- لہذا اس راوی پر دو رائے ہوئیں اور معاملہ مشتبہ ہو گیا

روایت تاریخ کے مطابق غلط ہے کیونکہ کعبہ ابن زبیر کی وفات پر جلا تھا جب حجاج نے مکہ پر حملہ کیا اس کے برعکس عبد اللہ بن عمرو کی وفات ٦٣ ہجری میں ہوئی ایک قول ہے کہ واقعہ حرہ کی رات وفات ہوئی

ترمذی ایک حسن غریب حدیث نقل کرتے ہیں

الفضل بن موسى، عن الحسين بن واقِد، عن أوفى بن دلهم، عن نافع: أنَّ ابنَ عمرَ نظر يومًا إلى البيت، فقال: ما أعظمكَ! وأَعظَمَ حُرمتكَ، وللمؤمنُ أعظمُ عند اللهِ حُرمةً منك.

نافع کہتے ہیں ایک روز ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ پر نظر کی اور کہا کیسی تیری شان ہے اور کتنی بلند حرمت ہے اور مومن کے لئے اللہ کے نزدیک تجھ سے بھی بلند حرمت ہے

اس کی سند میں أوفى بن دلهم ہے الذھبی میزان الاعتدال میں کہتے ہیں قال الأزدي: فيه نظر. الأزدي کہتے ہیں اس پر نظر ہے اور وقال أبو حاتم: لا يدري من هو. ابو حاتم کہتے ہیں نہیں جانتا یہ کون ہے

البانی اس مجھول راوی کی اس روایت کو التعليق الرغيب میں حسن صحیح کہتے ہیں لیکن ضعيف غاية المرام (435) ، الضعيفة (5309) // ضعيف الجامع (5006) عن ابن عمر میں اس کو ضعیف کہتے ہیں

مسند الفاروق از کے مطابق یہ حرمت والا قول عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی منسوب ہے- سند ہے

ثنا محمد بن المهلَّب، ثنا علي بن جرير، ثنا حماد، عن ثابت، عن عبد الله بن عُبيد بن عُمَير قال: قال عمرُ بن الخطاب

رضي الله عنه: المؤمنُ أكرمُ على اللهِ من الكعبةِ.
وهذا منقطع.
عبد الله بن عُبيد بن عُمَير کہتے ہیں کہ عمر بن الخطاب رضی الله عنہ نے کہا مومن الله کے نزدیک کعبہ سے زیادہ عزت والا ہے
ابن کثیر کہتے ہیں یہ منقطع روایت ہے
سنن ابن ماجہ کی روایت ہے
حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ بْنُ أَبِي ضَمْرَةَ نَصْرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْحِمْصِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي قَيْسٍ النَّصْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ، وَيَقُولُ: «مَا أَطْيَبَكِ وَأَطْيَبَ رِيحَكِ، مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ حُرْمَةً مِنْكِ، مَالِهِ، وَدَمِهِ، وَأَنْ نَظُنَّ بِهِ إِلَّا خَيْرًا
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور یہ فرماتے سنا: (اے کعبہ!) تو کتنا عمدہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے، تو کتنا عظیم المرتبت ہے اور تیری حرمت کتنی زیادہ ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! مومن کے جان و مال کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے اور ہمیں مومن کے بارے میں نیک گمان ہی رکھنا چاہئے۔“
ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وماله، 2: 1297، رقم: 3932
طبراني، مسند الشاميين، 2: 396، رقم: 1568
منذري، الترغيب والترهيب، 3: 201، رقم: 3679
محمد فؤاد عبد الباقي تعلیق میں لکھتے ہیں ابن ماجہ کے شیخ ضعیف ہیں: ونصر بن محمد شيخ ابن ماجة ضعفه أبو حاتم وذكره ابن حبان في الثقات، نصر بن محمد کو ابو حاتم نے ضعیف گردانا ہے اور ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے
شعيب الأرنؤوط سنن ابن ماجه پر تحقیق میں اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں
الغرض تمام اسناد ضعیف ہیں
واضح رہے کہ ایک مومن کا خون یقینا قابل احترام ہے یہی مضمون صحیح مسلم کی ایک حدیث میں اِس طرح بیان ہوا ہے
مَنْ أَشَارَ إِلَى أَخِيهِ بِحَدِيدَةٍ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهُ حَتَّى يَدَعَهُ، وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ.
جو شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرتا ہے فرشتے اس پر اس وقت تک لعنت کرتے ہیں جب تک وہ اس اشارہ کو ترک نہیں کرتا خواہ وہ اس کا حقیقی بھائی(ہی کیوں نہ) ہو
[52] یہ روایت مسند ہے اور اس کو أحمد محمد شاکر اور البانی وغیرہ صحیح کہتے ہیں
[53] شیعوں کی کتاب کی روایت ہے کہ صفحہ 528 الكافي از الكليني – ج 6
عدة من أصحابنا ، عن سهل بن زياد ، عن جعفر بن محمد الأشعري ، عن ابن القداح
عن أبي عبد الله عليه السلام قال : قال أمير المؤمنين عليه السلام بعثني رسول الله صلى الله عليه وآله في هدم القبور وكسر

الصور
أبي عبد الله عليه السلام بیان کرتے ہیں کہ أمير المؤمنين (علی) عليه السلام کہتے ہیں کہ رسول الله صلى الله عليه وآله نے مجھے بھیجا کہ قبروں کو منہدم کر دوں اور تصویریں توڑ دوں
یہی بات وسائل الشيعة (الإسلامية) از الحر العاملي ج ۲ میں اور جامع أحاديث الشيعة لسيد البروجردي ج ۳ بیان ہوئی ہے

[54] Constantine I full name Flavius Valerius Aurelius Constantius Herculius Augustus (272 – 337 AD) age 65 Flavia Iulia Helena c.250 – c.330

[55] Eusebius of Caesarea (Greek: Εὐσέβιος, *Eusébios*; AD 260/265 – 339/340)

[56] Mithra Religion

[57] History of Church by Eusebius

[58] Trinity

[59]

[60] عبد الملک بن مروان اور ولید بن عبد الملک کی جانب سے یہ یہ سب عبد الله ابن زبیر رضی الله عنہ کی مخالفت میں کیا گیا تاکہ لوگ مکہ و مدینہ کے سفر کی بجائے دمشق میں ہی رہیں اور اس کو بھی ایک مقدس مقام سمجھیں - اس پر بحث مولف کی کتاب روایات المہدی تاریخ اور جرح و تعدیل کے میزان میں کی گئی ہے،

[61] امہات المومنین کے حجرات کوئی حسین عمارتیں نہیں تھیں
نعمان الوسي سوره الحجرات كي تفسیر میں لکھتے ہیں
والمراد حجرات نسائه عليه الصلاة والسلام وكانت تسعة لكل منهن حجرة، وكانت كما أخرج ابن سعد عن عطاء الخراساني من جريد النخل على أبوابها المسوح من شعر أسود. وأخرج البخاري في الأدب. وابن أبي الدنيا والبيهقي عن داود بن قيس قال: رأيت الحجرات من جريد النخل مغشى من خارج بمسوح الشعر، وأظن عرض البيت من باب الحجرة إلى باب البيت ست أو سبع أذرع، وأحزر البيت الداخل عشرة أذرع، وأظن السمك بين الثمان والسبع.
اور حجرات سے مراد نبی صلی الله علیہ وسلم کی بیویاں ہیں جو نو تھیں اور ان میں ہر ایک کے لئے الگ حجرہ تھا الوسی راویات کا حوالہ دیتے ہیں کہ ان کے دروازے کھجور کی چھال والے تھے جن پر باہر سے کالا روا لگا ہوا تھا
ادب المفرد کی روایت ہے
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ هِلَالٍ: أَنَّهُ رَأَى حُجَرَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَرِيدٍ مَسْتُورَةً بِمُسُوحِ الشَّعْرِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ بَيْتِ عَائِشَةَ؟ فَقَالَ: كَانَ بَابُهُ مِنْ وِجْهَةِ الشَّامِ
محمّد بن ہلال کہتے ہیں انہوں نے ازواج نبی کے حجرات دیکھے جو ٹہنی سے بنے تھے جس پر بال تھے پس ان سے عائشہ رضی الله عنہا کے حجرہ کا پوچھا تو کہا اس کا دروازہ شام کی طرف تھا

[62] اہل سنت کی کتب میں خبیب کو کوڑنے مارنے کی وجہ الگ ہے – ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں
وكان عالما فبلغ الوليد بن عبد الملك عنه أحاديث كرهها. فكتب إلى عامله على المدينة. أن يضربه مائة سوط. فضربه مائة سوط. وصب عليه قربة من ماء بارد بيتت بالليل. فمكث أياما ثم مات.

خبیب ایک عالم تھے پس الولید کو ان کی احادیث پہنچیں جن سے الولید کو کراہت ہوئی پس اپنے گورنر کو مدینہ میں حکم دیا کہ اس کو سو کوڑے لگاؤ پس سو کوڑے لگائے گئے اور ٹھنڈا پانی ڈالا گیا اور رات میں پس کچھ دن بعد یہ مر گئے

الذهبی تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں

قَالَ ابْنُ جَرِيرٍ الطَّبَرِيُّ: ضَرَبَهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِذْ كَانَ أَمِيرَ الْمَدِينَةِ بِأَمْرِ الْخَلِيفَةِ الْوَلِيدِ خَمْسِينَ سَوْطًا، وَصَبَّ عَلَى رَأْسِهِ قِرْبَةً فِي يومٍ بَارِدٍ، وَأَوْقَفَهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ يَوْمًا، فَمَاتَ رَحِمَهُ اللَّهُ.

ابن جریر الطبری نے کہا عمر بن عبد العزیز نے خبیب کو خلیفہ الولید کے حکم پر پچاس کوڑے مارے جب وہ مدینہ کے امیر تھے اور ان کے سر پر ٹھنڈا پانی ڈالا اور مسجد کے دروازے پر (عبرت نگاہی کے لئے) ڈال دیا

ابن سعد کے مطابق خبیب کو روایت بیان کرنے پر لگے جو الولید کے نزدیک صحیح نہیں تھیں اور عمر بن عبد العزیز نے بھی اس میں موافقت کی اور کوئی انکار نہ کیا

الذهبی تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں

قال الزبير بن بكار: أدركت أصحابنا يذكرون أَنَّهُ كَانَ يَعْلَمُ عِلْمًا كَثِيرًا لا يَعْرِفُونَ وَجْهَهُ وَلا مَذْهَبَهُ فِيهِ، يُشْبِهُ مَا يَدَّعِي النَّاسُ مِنْ عِلْمِ النُّجُومِ

الزبیر بن بکار نے کہا میں بہت سے اصحاب سے ملا وہ ذکر کرتے ہیں کہ یہ بہت عالم تھے جس کا منبع وہ اصحاب نہیں جانتے نہ ان کا اس پر مذہب تھا ، وہ اس علم نجوم سے ملتا جلتا تھا جس کی طرف لوگ بلاتے ہیں

جمهرة نسب قريش وأخبارها از الزبير بن بكار بن عبد الله القرشي الأسدي المكي (المتوفى: 256هـ) میں ہے

حدثنا الزبير قال، وحدثني عمي مصعب بن عبد الله قال: كان خبيب قد لقي كعب الأحبار، ولقي العلماء، وقرأ الكتب، وكان من النساك، وأدركت أصحابنا وغيرهم يذكرون أنه كان يعلم علماً كثيراً لا يعرفون وجهه ولا مذهبه فيه، يشبه ما يدعي الناس من علم النجوم.

الزبیر نے کہا کہ میرے چچا مصعب بن عبد اللہ بن زبیر نے روایت کیا کہ خبیب ، کعب الاحبار سے ملا اور علماء سے ملاقات کی اور کتابیں پڑھیں اور وہ نساک (راہب صفت) تھے اور وہ ہمارے اصحاب اور دوسروں سے ملے ذکر کیا جاتا ہے کہ ان کو بہت علم تھا جس کے رخ (اصل) کا پتا نہیں تھا نہ ان کا مذہب تھا – یہ اس کے مشابہ تھا جس کی طرف لوگ بلاتے ہیں علم نجوم میں سے

الزبير بن بكار بن عبد الله القرشي ، خبیب کے رشتہ دار ہیں- صحاح ستہ میں سنن نسائی میں خبیب کی ایک روایت ہے الزبير بن بكار کے مطابق وَلَمَّا مَاتَ نَدِمَ عُمَرُ وَسُقِطَ فِي يَدِهِ وَاسْتَعْفَى مِنَ الْمَدِينَةِ جب خبیب کی وفات ہوئی عمر نادم ہوئے اور

گورنر مدینہ کے عہدے سے اسْتَعْفَى دے دیا

یعنی ان سزا کا مقصد سبق سکھانا تھا نہ کہ خبیب کا قتل

صحاح ستہ کے مولفین نے خبیب سے کوئی روایت نہیں لی صرف سنن نسائی میں ایک روایت پر ابن حجر کا کہنا ہے کہ وہ خبیب کی ہے لهذا تہذیب التہذیب میں ہے روى له النسائي حديثا واحدا في صبغ الثياب بالزعفران ولم يسمه في روايته ان سے النسائي نے ایک روایت لی کپڑوں کو زعفران سے رنگنے والی جس روایت میں ان کا نام نہ لیا

محدثین خبیب کو ثقہ کہنے کے باوجود ان کی کوئی روایت کیوں نہیں لکھتے یہ ایک معمہ ہے اغلبا ان کی روایات کا متن عجیب و غریب ہو گا جس کی بنا پر خلیفہ مسلمین نے ان کو کوڑے مارے اور عمر بن عبد العزیز نے بھی ساتھ دیا
امام احمد العلل میں کہتے ہیں عمر بن عبد العزیز کو الولید نے معزول کیا
وقال عبد الله: حدثني أبي. قال: حدثنا سفيان، قال: قال الماجشون، لما عزله الوليد -يعني عمر بن عبد العزيز
یعنی اسْتَعْفَى نہیں دیا بلکہ خود الولید نے ان کو معزول کیا
[63] اس سے سے قبل زاذان یہ بیان کرتا تھا کہ تمام لوگ قبر میں زندہ ہیں ان میں عود روح ہوا ہے -
[64] السلطان الناصر محمد بن قلاوون (جس کی ماں ایک منگول تھی) نے قبر نبوی پر گنبد بنوایا وہ امام ابن تیمیہ کا ہم عصر تھا – اس کے دور میں منگول مسلمانوں (التتار) نے دمشق پر حملہ کیا اور مصریوں کو دمشق سے کوئی دلچسپی نہیں تھی – دمشق کی حکومت نے ابن تیمیہ کو ایک طرح سرکاری مفتی بنا دیا اور اس نے سلطان مصر کو خط لکھا کہ آ کر منگولوں سے لڑے اور دمشق کی حکومت کی مدد کرے – السلطان الناصر محمد بن قلاوون اپنے لشکر کے ساتھ آیا اور ابن تیمیہ کے ساتھ مل کر منگول مسلمانوں سے لڑا جن پر ابن تیمیہ نے کفر کا فتوی لگا دیا تھا – حیرت ہے کہ موصوف نے اس گنبد کو بنانے پر الناصر محمد بن قلاوون کو کوئی خط نہیں لکھا
ابن تیمیہ کتاب الرد علی البکری میں لکھتے ہیں
وما روي عن عائشة رضي الله عنها من فتح الكوة من قبره إلى السماء، لينزل المطر فليس بصحيح، ولا يثبت إسناده، ومما يبين كذب هذا أنه في مدة حياة عائشة لم يكن للبيت كوة، بل كان باقياً كما كان على عهد النبي صلى الله عليه وسلم، بعضه مسقوف وبعضه مكشوف، وكانت الشمس تنزل فيه، كما ثبت في "الصحيحين" عن عائشة أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يصلي العصر والشمس في حجرتها
اور وہ جو عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا جاتا ہے کہ روشن دان کو کھول دو قبر سے آسمان تک کہ اس پر بارش ہو یہ صحیح نہیں ہے اور نہ ثابت اسناد سے ہے اور جو بات اس کے جھوٹ ہونے کو واضح کرتی ہے وہ یہ ہے کہ عائشہ کی مدت حیات میں گھر میں کوئی روشن دان نہیں تھا بلکہ وہ ویسا ہی باقی تھا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھا بعض پر چھت تھی اور بعض پر نہیں تھی اور سورج نیچے اتا اس پر اور صحیحین میں ہے عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عصر و شمس (کی نفل نماز) حجرے میں پڑھتے
صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۷۷ حدیث ۵۱۲ میں ہے عائشہ رضی اللہ عنہ روایت کرتی ہیں کہ
حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا لَمْ يَظْهَرْ الْفَيْءُ مِنْ حُجْرَتِهَا
بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر اور شمس (کے نوافل) حجرے ہی میں پڑھتے جب حجرے میں سایہ نہیں ظاہر ہوتا تھا
ابن رجب فتح الباری میں لکھتے ہیں
قال ابو عبد الله: وقال مالك، ويحيى بن سعيد، وشعيب، وابن أبي حفصة: والشمس قبل أن تظهر
امام بخاری کہتے ہیں امام مالک اور یحیی اور شعیب اور ابن ابی حفصہ کہتے ہیں شمس سے مراد ظہر سے پہلے یعنی ظہر سے پہلے جب سورج پورا بلند نہ ہوا ہو اس وقت حجرہ میں باہر والی چیزوں اور لوگوں کا سایہ نہیں اتا تھا

اسی طرح جب عصر سے پہلے غروب ہوتا اس وقت بھی یہی کیفیت تھی

ابن رجب فتح الباری میں لکھتے ہیں

والفيء: هو الظل بعد الزوال بذهاب الشمس منه ، والمعنى: أن الفيء لم يعم جميع حجرتها، بل الشمس باقية في بعضها.

اور الفيء: یہ سایہ ہے سورج کا زوال کے بعد اور معنی ہے کہ یہ سایہ پورے حجرے میں نہیں ہوتا تھا بلکہ سورج (کی دھوپ) باقی رہتی حجرے کے بعض (حصہ) پر

اس روایت میں یہ کہیں نہیں ہے کہ حجرہ عائشہ رضی الله عنہا کی چھت نہیں تھی بلکہ دھوپ دروازہ سے اندر اتی تھی کیونکہ دروازہ خالص لکڑی کا نہیں بلکہ ادب المفرد از امام بخاری کے مطابق ڈنڈیوں کا تھا جس روئے لگے ہوئے تھے لہذا اس سے گزر کر دھوپ اندر تک نظر اتی تھی جو حجرے کے ایک حصہ میں رہتی اور پورا حجرہ میں سایہ نہیں ہوتا تھا- دوم عرب کی چلچلاتی دھوپ میں یہ تصور بالکل ناممکن ہے کہ حجرات کی چھت نہ ہو جبکہ مسجد النبی کی چھت تھی- ظاہر ہے گھر سکون اور پردہ کے لئے ہے جس میں چھت، مسجد سے زیادہ ضروری ہے-

اس گنبد کو اب الخضراء کہا جاتا ہے

سعودی عرب کے مفتی عبد العزیز بن عبد الله بن باز (المتوفى: 1420ھ) اپنے فتویٰ میں کہتے ہیں جو کتاب فتاوى اللجنة الدائمة – المجموعة الأولى میں چھپاہے اور اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء نے چھاپا ہے

لأن بناء أولئك الناس القبة على قبره صلى الله عليه وسلم حرام يأثم فاعله

ان لوگوں کا قبر نبی صلی الله علیہ وسلم پر گنبد بنانا حرام کام تھا اس کا گناہ اس کے بنانے والوں کے سرہے

محمد صالح المنجد کتاب القسم العربي من موقع (الإسلام، سؤال وجواب) میں کہتے ہیں کہ

وقد أنكر أهل العلم المحققين – قديماً وحديثاً – بناء تلك القبة، وتلوينها، وكل ذلك لما يعلمونه من سد الشريعة لأبواب كثيرة خشية الوقوع في الشرك.

قدیم محققین اہل علم نے شرک کے دروازون کو روکنے کے لیے اس گنبد کے بنانے کا رد کیا ہے

بيان الحكم في القبة الخضراء على قبره عليه الصلاة والسلام : نبی صلی الله علیہ وسلم کی قبر پر گنبد الخضراء کا حکم میں سعودی عرب کے مفتی عبد العزیز بن عبد الله بن باز (المتوفى: 1420ھ) اپنے فتویٰ جو کتاب فتاوى نور على الدرب ج ٢ ص ٣٣٢ میں چھپا ہے میں کہتے ہیں کہ

لا شك أنه غلط منه، وجهل منه، ولم يكن هذا في عهد النبي – صلى الله عليه وسلم – ولا في عهد أصحابه ولا في عهد القرون المفضلة، وإنما حدث في القرون المتأخرة التي كثر فيها الجهل، وقل فيها العلم وكثرت فيها البدع، فلا ينبغي أن يغتر بذلك

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ غلطی ہے اور جہل ہے، اور یہ نبی صلی الله علیہ وسلم کے دور میں نہ تھا، نہ ہی صحابہ کے دور میں تھا ، نہ ہی قرون اولی میں تھا، اور بے شک اس کو بعد میں آنے والے زمانے میں بنایا گیا جس میں جھل کی

کثرت تھی اور علم کی کمی تھی اور بدعت کی کثرت تھی پس یہ جائز نہیں کہ اس سے دھوکہ کھایا جائے
ج٢ ص ٣٣٩ مزید کہتے ہیں
وأما هذه القبة فهي موضوعة متأخرة من جهل بعض الأمراء، فإذا أزيلت فلا بأس بذلك، بل هذا حق لكن قد لا يتحمل هذا بعض الجهلة، وقد يظنون بمن أزالها بأنه يس على حق، وأنه مبغض للنبي عليه الصلاة والسلام،
اور یہ جو گنبد ہے تو یہ بعد میں انے والوں بعض امراء کے جہل کی وجہ سے بنا، اگر اس کو گرایا جائے تو کوئی برائی نہیں، بلکہ یہی حق ہے لیکن کچھ جاہل لوگ ایسا نہیں لیتے، اور گمان کرتے ہیں کہ اس کے ہٹانے کو حق نہیں سمجھتے اور اس کو النبي عليه الصلاة والسلام سے نفرت کا اظہار سمجھتے ہیں
مزید کہتے ہیں
وإنما تركت من أجل خوف القالة والفتنة
اور بے شک اس کو (جہلاء کی) بکواس اور فتنہ کے خوف سے چھوڑ دیا گیاہے

[65]

[66] یہ واقعہ سن ٥٥٧ ھ کا ہے یہ اصلا نور الدین زنگی المتوفي ٥٦٩ ھ کا خود ساختہ خوف تھا کہ عیسائی جسد اطہر کو چرا لیں گے جبکہ جب وہ سرنگ سے وہاں پہنچتے تو تین اجسام پاتے اس میں سے کون سا نبی کا ہے اور کون سا عمر و ابو بکر کا ہے وہ معلوم نہیں کر سکتے تھے- نور الدین کو سیاسی محاذ پر سلطان ایوبی سے خطرہ تھا – نور الدین اور صلاح الدین میں اختلافات ہو گئے تھے اور ایوبی نے صلیبی جنگوں میں شرکت بھی چھوڑ دی تھی یہاں تک کہ نور الدین کی وفات کے بعد صلاح الدین نے اس کی بیوہ سے شادی کر لی اور نورالدین کے بیٹے کا صلاح الدین نے تختہ الٹ دیا

[67] کعبہ کے ڈیزائن سے متعلق راقم کا موقف ہے کہ وہ وہی ہے جو شروع سے چلا آ رہا ہے - حطیم کعبہ کا حصہ نہیں ہے – تفصیل کتاب تاریخ قبلتین میں ہے

[68] مزید دیکھئے کتاب مطالب أولي النهى في شرح غاية المنتهى از مصطفى بن سعد بن عبده السيوطي شهرة، الرحيبانى مولدا ثم الدمشقي الحنبلي (المتوفى: 1243هـ)
منار السبيل في شرح الدليل از ابن ضويان، إبراهيم بن محمد بن سالم (المتوفى: 1353هـ)
الأسئلة والأجوبة الفقهية از أبو محمد عبد العزيز بن محمد بن عبد الرحمن بن عبد المحسن السلمان (المتوفى: 1422هـ)
جس میں کہتے ہیں ويعرف الميت زائره يوم الجمعة قبل طلوع الشمس قاله أحمد، وفي الغنية يعرفه كل وقت وهذا الوقت آكد.

[69] یہ روایات ضعیف ہیں یا موضوع ہیں

اب بات کو بدلا جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ محدثین نے فضائل میں ضعیف حدیث کو لیا ہے اور اگر یہ ضعیف ہیں تو ضعیف + ضعیف مل کر اس کو حسن لغیرہ کے درجہ پر لے جاتي ہیں
اس طرح یہ روایت حسن درجے پر لے آئي جاتي ہے

اسي قسم كا قول امام الذهبي كا ہے
الذهبي كا قول ہے
طرقه كلها لينة لكن يتقوى بعضها ببعض
اگرچہ یہ طرق کمزور ہیں لیکن ایک دوسرے کو قوي کرتے ہیں
راقم کہتا ہے الذهبي اس کو حسن کے درجہ پر لانا چاہ رہے ہیں جبکہ یہ موضوعات میں سے ہے
مناوي كا فيض القدير میں قول ہے وبالجملة فقول ابن تيمية موضوع غير صواب
ابن تیمیہ کا ان احادیث کو موضوع کہنا صحیح نہیں ہے

راقم کہتا ہے ابن تیمیہ کا یہ قول صحیح ہے کہ روایت موضوع ہے
کیونکہ انبیاء کي قبر کو چھپا دینا دین کا حکم ہے مثلا موسي عليه السلام نے دعا کي کہ ان کي قبر سرخ ٹیلے کے پاس ہو جائے
بني اسرائیل اس کا مقام نہیں جانتے
رسول الله صلي الله عليه وسلم کي قبر بھي حجرہ عائشہ میں چھپا دي گئي
تاکہ لوگ اس تک نہ پہنچ سکیں

اور بعد میں عمر بن عبد العزيز کي سربراہي میں تعمیر جو امیر المومنین الولید کے دور میں ہوئي اس میں اس حجرہ کو ہي سیل کر دیا گیا
حجرہ کو خالي کرایا گیا کسي تابعي نے اس پر جرح نہیں کي
———
اگر ایسي کوئي حدیث ہوتي تو امي عائشہ رضي الله عنہا کے لئے کس قدر مسائل ہوتے لوگ حجرہ مطہرہ میں داخل ہونے کي کوشش کرتے تاکہ شفاعت کے حق دار بن سکیں
ام المومنین اجازت نہ دتیں تو شریعت میں رکاوٹ پیدا ہوتي

جوابا کہا جا سکتا ہے کہ امي عائشہ نے ہمیشہ زائرین کو انے دیا ہے تو اگر ایسا ہے تو لاکھوں راوي اس کو بیان کرتے کہ حجرہ عائشہ پر ہر وقت رش رہتا تھا
جبکہ ایسا تاریخ میں معلوم نہیں ہے

اس دور میں امت میں شام و ایران اور افریقہ تک کے ممالک آ چکے تھے تپ پھر اندازہ لگا لیں کہ کتنے زائر ہوں گے

الغرض ہر زاویہ سے روایت باطل ہے